سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ

مردانِ عرب

دوم

علامہ عبدالستار ہمدانی مصروف برکاتی

مرکز اہلسنت برکات رضا
امام احمد رضا روڈ، پور بندر، گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جدید ایڈیشن

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلیّٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَا
نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلیّٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

پیغام توحید کو عام کرنے کے لئے عاشقان رسول کی جانبازیاں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ

(حصہ دوم)

مصنف

علامہ عبدالستار ہمدانی "مصروفؔ"
برکاتی، نوری

ناشر

مرکز اہلسنّت برکات رضا
امام احمد رضا روڈ، پور بندر (گجرات)

نام کتاب	:	سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب (حصہ دوم)
تصنیف	:	علامہ عبدالستار ہمدانی برکاتی، نوری
سن اشاعت	:	باردوم — ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰ (ایک ہزار)
کمپوزنگ	:	محمد معین پور بندر
تصحیح	:	مولانا نعمان اعظمی الازہری
قیمت	:	Rs.

ISBN No.

ملنے کے پتے

کتب خانہ امجدیہ، ۴۲۵ مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶
فاروقیہ بک ڈپو، ۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶
البرکات گرافکس، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶

فہرست مضامین

❁.....❁.....❁

جنگ حمص (بار دوم)

نہر معلون سے روانہ ہو کر اسلامی لشکر حمص پہنچا۔ اسلامی لشکر پھر ایک مرتبہ حمص آ رہا ہے یہ خبر جب حمص میں پھیلی تو اطراف اور گرد و نواح کے رومی بھاگ کر قلعہ میں گھس گئے اور شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے۔ اسلامی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ جب اسلامی لشکر چند دنوں پہلے عارضی صلح کر کے حمص سے کوچ کر گیا تھا تب اہل حمص نے یہ گمان کیا تھا کہ اب مہینوں تک اسلامی لشکر یہاں نہیں آئے گا لہذا وہ بے ڈر اور غافل تھے کہ اچانک اسلامی لشکر دوبارہ آ پہنچا۔ تمام اہل حمص کی زبان پر ایک ہی بات تھی کہ عربوں نے غدر اور بے وفائی کی ہے لہذا اہل حمص نے حضرت ابوعبیدہ کو خط بھیجا کہ اے گروہ عرب! تمہاری عہد شکنی اور بے وفائی سے ہم آگاہ نہیں تھے۔ حالانکہ تم نے ہم سے غلّہ لے کر اس بات پر صلح کی تھی کہ تم یہاں سے چلے جاؤ گے تم گئے ضرور لیکن فوراً حملہ کرنے چلے آئے۔ حضرت ابوعبیدہ نے جواب لکھا کہ ہم مسلمان بے وفائی ہرگز نہیں کرتے بلکہ ہم کیا ہوا وعدہ ضرور نبھاتے ہیں۔ میں نے تم سے یہ معاملہ کیا تھا کہ میں تمہارے یہاں سے چلا جاؤں گا یہاں تک کہ فتح کروں کسی دوسرے شہر کو، پھر وہاں سے چاہوں تو کسی اور مقام کی طرف چلا جاؤں اور اگر چاہوں تو تمہاری طرف آ ؤں حسب معاہدہ میں تمہارے شہر سے کوچ کر گیا تھا اور اللہ نے رستن اور شیرز دونوں شہر آسانی سے فتح فرما دیا، لہذا میں تمہاری طرف جلدی آ گیا ہوں اس میں عہد شکنی اور وعدہ خلافی کی کونسی بات ہے؟

حضرت ابوعبیدہ کا جواب پڑھ کر اہل حمص نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ واقعی یہ عرب اپنے قول میں سچے ہیں۔ غلطی ہماری ہے کہ ہم نے ان سے مستقل صلح کرنے کے بجائے عارضی صلح کی۔ لہذا اُن پر کسی قسم کی سرزنش نہیں۔ پھر اہل حمص نے قاصد کے ذریعہ حضرت ابوعبیدہ کو پیغام بھیجا کہ تم اپنے قول میں صادق ہو لیکن اب کیا چاہتے ہو؟ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ از سر نو صلح کے شرائط طے کرنے ہوں گے اور ادائے جزیہ پر صلح ہو گی۔

اہل حمص نے اس طرح صلح کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ لہذا اسلامی لشکر نے محاصرہ سخت کرتے ہوئے قلعہ کی دیوار کے قریب دروازے کے سامنے ڈیرا ڈال دیا۔

جب رات ہوئی تو اہل حمص حاکم مریس کے پاس جمع ہوئے اور اس سے پوچھا کہ عربوں کے معاملے میں تم نے کیا سوچا ہے؟ مریس نے جواب دیا کہ میں نے عربوں سے لڑنے کا مصمم ارادہ کیا ہے۔ ہم اہل حمص دلیری اور جوانمردی سے ان کا مقابلہ کر کے ان کو بھگا دیں گے۔ اہل حمص نے مریس سے کہا کہ تم لڑنے کی بات بعد میں کرنا پہلے اس امر کی طرف توجہ دو کہ ہمارے پاس کھانے کے لئے غلّہ اور لڑنے کے لئے ہتھیار کتنا ہے؟ مریس نے کہا کہ اس کی تم مطلق فکر مت کرو میرے دادا ''جرجس'' کا خزانہ اناج اور اسلحہ سے بھرا ہے وہ میں تمہارے لئے اس شرط پر کھول دیتا ہوں کہ تم اہل عرب سے لڑنے میں ضعف اور بزدلی کا مظاہرہ نہ کرو گے بلکہ شجاعت و دلیری دکھاؤ گے۔ اہل حمص نے کہا کہ قسم ہے حق مسیح کی! ہر آن ہم عربوں سے قتال کریں گے اور دین مسیح کی خاطر اپنی جانیں قربان کریں گے۔ بطریق مریس اپنی قوم کا جذبۂ ایثار و قربانی دیکھ کر خوش ہوا اور اس نے اپنے دادا کا خزانہ کھول دیا اور کثیر تعداد میں ہتھیار اور غلہ تقسیم کیا رات بھر بطریق مریس نے رومیوں کو جنگ کی ترغیب دے دے کر لڑنے پر اُکساتا رہا انجیل کی قسمیں کھائی گئیں۔ کلمات کفر سے استعانت و آہ و زاری کی گئی۔ بطریق مریس نے اپنی قوم کو صلیب کی تائید اور مدد کی اُمید دلائی اور عربوں کو مار بھگانے کا عہد و پیمان لیا۔

جنگ حمص کا پہلا دن

ابتداء میں اسلامی لشکر ہزیمت اٹھا کر پیچھے ہٹا

صبح ہوتے ہی حاکم مریس نے قلعہ کے دروازے کھول دینے کا حکم دیا دروازہ کھلتے ہی اہل حمص پھیلی ہوئی ٹڈیوں کی طرح نکل کر میدان میں آپڑے۔ پانچ ہزار گبر لوہے کی زرہ اور خود میں اس طرح آراستہ تھے کہ ان کے جسم سے آنکھ کی پتلی کے سوا اور کوئی عضو نظر نہیں آتا تھا دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ لوہے کی کوئی مضبوط چٹان ہے مریس نے پر جوش تقریر کر کے ان کو گرمادیا اور موت کی لڑائی لڑنے پر اُکسایا رومی شور وغل کرتے ہوئے مجاہدوں پر ٹوٹ پڑے ایک طرف سے سواروں نے نیزوں اور تلواروں کی ضربیں مارنی شروع کیں تو دوسری طرف سے پیدلوں نے زہر آلود تیر برسانے شروع کیے۔ رومیوں کا حملہ اتنا شدید تھا کہ مجاہدوں کے لئے ٹھہرنا مشکل ہو گیا ایسا سخت حملہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ مجاہدین سخت مصیبت میں گرفتار تھے۔ حملہ کرنے کے بجائے رومیوں کے حملے کا دفاع کر رہے تھے اور پیچھے ہٹ رہے تھے بڑی تعداد میں مجاہد شہید اور زخمی ہوئے، ملک شام کی لڑائی میں یہ پہلا موقع تھا کہ اسلامی لشکر پیچھے ہٹ رہا تھا۔ حمص کے باشندے ڈیل ڈول اور جسمانی قوت میں ملک شام کے دیگر مقام کے لوگوں کی طرح نہیں تھے بلکہ نرالے تھے پتھر کی چٹان کی طرح ایک جگہ جمے رہتے تھے اور دلیری سے مقابلہ کرتے تھے اور اُمنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح آگے بڑھ رہے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا تو یہ معاملہ ان پر بہت شاق گزرا لہذا انھوں نے مجاہدوں کو للکارتے ہوئے فرمایا کہ اے اپنی بہادر ماں کا دودھ پینے والو! آگے بڑھو آگے بڑھو! یہ کیا بزدلی ہے کہ مثل شیر حملہ کرنے والی قوم آج پیچھے ہٹ رہی ہے۔ اے قرآن کے پڑھنے والو! اللہ کی نصرت اور مدد پر اعتماد رکھو اللہ کی راہ میں اپنا سر کٹانے میں کوتاہی کرنا مؤمن کی شان نہیں۔ حضرت ابوعبیدہ کی اس پکار نے مجاہدوں میں ایک نیا جوش پیدا کر دیا

اور اب انھوں نے سخت حملہ کیا حضرت خالد بن ولید نے بھی مجاہدوں کو ترغیب دی اور خود بھی شدید حملہ کیا حضرت میسرہ بن مسروق نے اپنی قوم بنی عبس کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ اسلامی لشکر کے مجاہدین اب دلیری سے مقابلہ کرنے لگے اور رومیوں پر جوابی حملے شروع کر دئے لیکن رومی اپنی جگہ پر استقلال سے جمے رہے اور لڑتے رہے رومیوں کا اب آگے بڑھنا موقوف ہو گیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ بڑی سخت لڑائی لڑتے تھے اور پیچھے نہیں ٹلتے تھے۔ جنگ کی آگ پوری طرح سے شعلہ زن تھی تلواریں اور نیزے اتنی کثرت اور شدت سے ٹکراتے تھے کہ ایک عجیب شور کے ساتھ آگ کی چنگاری اُڑتی تھی۔

حضرت خالد نے ایک گبر کو اس کی پسلیاں پیس کر مار ڈالا

حضرت خالد بن ولید مجاہدوں کو ترغیب جہاد دیتے ہوئے مصروف قتال تھے کہ ایک بھاری جسامت اور طویل قد وقامت والا رومی رئیس گبران پر ٹوٹ پڑا۔ دفعۃً اس نے تلوار کا وار کر دیا لیکن حضرت خالد نے اس کا وار خالی پھیرتے ہوئے ڈھال پر لیا پھر حضرت خالد نے اس پر وار کیا لیکن وہ گبر لڑائی کے فن کا ماہر اور کہنہ مشق تھا اس نے سپر پر وار کو لے کر اپنے کو بچایا۔ حضرت خالد اور اس گبر میں شدت سے تیغ زنی ہوتی رہی۔ دونوں نے تلوار زنی کے جوہر دکھائے اس دوران حضرت خالد نے موقع پا کر گبر کے سر پر تلوار دے ماری۔ تلوار لوہے کے خود سے ٹکرائی اور ایک شدید بازگشت جھٹکا لگا، نتیجتاً حضرت خالد کی تلوار اُچھل کر اس طرح ٹوٹی کہ تلوار کا قبضہ حضرت خالد کے ہاتھ میں رہ گیا اور دھار دار سلاخی حصہ جوڑ سے ٹوٹ کر زمین پر گرا یہ دیکھ کر گبر کی جرأت بڑھی اور اس نے حضرت خالد کے متعلق یہ طمع کی کہ ان کو شہید کر کے پورے ملک شام میں اپنی بہادری کا ڈنکا بجادوں لہذا وہ اپنی تمام طاقت کے ساتھ حضرت خالد پر تلوار کا وار کرنے آگے بڑھا لیکن حضرت خالد نے اپنے گھوڑے کو ایڑی مار کر اس طرح کودایا کہ حضرت خالد کا گھوڑا گبر کے گھوڑے سے ملحق ہو گیا۔ گبر کچھ سوچے اور سمجھے اس کے پہلے تو حضرت خالد نے اپنے جسم کو گبر کے جسم سے چمٹا لیا اور گبر کو اس کے گھوڑے سے کھینچ لیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لے کر ایسا دبوچا کہ اس کی پسلیاں کھٹ...... کھٹ......

کھٹ......آواز کے ساتھ ٹوٹنے لگیں۔ گبر زور زور سے چیخنے لگا حضرت خالد کی پکڑ سخت سے سخت ہوتی گئی اور حضرت خالد نے اس کی تمام پسلیاں پیس کر رکھ دیں اور اس کو زمین پر مردہ ڈال دیا گبر کی تلوار سے ہی گبر کا سر کاٹ کر رکھ دیا، تمام رومی اور مجاہدین حضرت خالد کا یہ کارنامہ حیرت اور تعجب سے دیکھتے ہی رہ گئے کہ بھاری جسامت وطویل قد وقامت والے مسلح گبر کو حضرت خالد نے اس طرح پیس کر رکھ دیا جس طرح چکی غلّہ پیس ڈالتی ہے حضرت خالد کے بازوؤں میں ایک عجیب طاقت پیدا ہوگئی تھی اپنے محبوب آقا ومولیٰ رحمت عالم کے عشق صادق میں سرشار ہوکر زبان حال سے گویا کہتے تھے:

صدقہ اپنے بازوؤں کا المدد
کیسے توڑیں یہ بت پندار ہم

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضؔا بریلوی)

حضرت خالد کے اس حیرت انگیز کارنامے کو دیکھ کر رومی سپاہی لرز اُٹھے اور ان پر ایک لَایَـنْـفَكَ خوف طاری ہوگیا۔ جب کہ مجاہدوں کے حوصلے بلند ہوگئے مجاہدین دوہرے جوش سے رومیوں پر ٹوٹ پڑے حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کو جہاد کی فضیلت اور جہاد کا اَجر عظیم بیان کرکے مسلسل ترغیب دیتے تھے اور بذات خود حملہ کرکے عملی مثال پیش کرتے تھے۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ رومیوں پر شدید حملہ کرکے رومیوں کو دائیں بائیں بکھیر دیا۔ رومیوں کی صفوں کو اُلٹ کر رکھ دیا اور لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے حضرت خالد نے اس کثرت سے شمشیر زنی کی کہ رومیوں کے خون کے فوارے اُڑنے لگے اور حضرت خالد خون سے نہا بیٹھے۔ حضرت خالد کا جسم خون سے شرابور ہوگیا اور ان کی زرہ سے خون ٹپکنے لگا۔ حضرت خالد ارغوان کے پھول کی طرح سرخ نظر آتے تھے رومیوں پر ان کی ہیبت ایسی چھاگئی تھی کہ حضرت خالد جس طرف متوجہ قتال ہوتے تھے رومی اپنی جان بچانے کے لئے جگہ چھوڑ دیتے تھے۔ حضرت خالد کے جوش وخروش کو دیکھ کر اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ نے پکار کر کہا کہ اے ابوسلیمان! بیشک تم نے راہِ خدا میں جہاد کا حق ادا کردیا۔

حضرت عکرمہ بن ابوجہل کی شہادت

حضرت خالد بن ولید کی دلیری نے جنگ کا رُخ پلٹ دیا تھا۔ حضرت خالد کی شجاعت سے متاثر ہوکر حضرت مرقال ہاشم بن عتبہ اور حضرت میسرہ بن مسروق نے اپنی قوم بنی زہرہ کو اُبھارا اور رومی لشکر کے میمنہ پر حملہ کرکے ان کے دانت کھٹے کردیئے۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل نے قوم مخزوم کے ساتھ رومیوں پر ایسا سخت حملہ کیا کہ اہل حمص نے ایسا شدید حملہ نہ کبھی دیکھا تھا نہ کبھی سوچا تھا۔ تلوار سے ان کا مقابلہ کرنا امر محال تھا۔ لہٰذا رومیوں نے تیروں کی بوچھار شروع کی۔ حضرت عکرمہ تیروں سے بے خوف اور بے ڈر ہوکر اپنی روش سخت پر قتال کرتے رہے ساتھیوں نے عرض کیا کہ اے عکرمہ! دشمنوں کے وار سے احتیاط برتیں اور دشمنوں کے وار سے چوکنا وہوشیار رہیں۔

حضرت عکرمہ بن ابی جہل نے فرمایا کہ اے گروہ مؤمنین ایک زمانہ وہ تھا کہ میں جہالت کی تاریکی میں تھا اور بتوں کی حمایت میں مسلمانوں سے لڑتا تھا۔ آج جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے مجھے ایمان کی روشنی نصیب ہوئی ہے تو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت ورضا میں لڑنے میں کیوں کوتاہی کروں۔ پیارے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں ان کے نام اقدس پر اور تحفظ ناموس رسالت کی خاطر اپنی جان نثار کرنا میری عین خواہش ہے:

حق نے بخشا ہے کرم ، نذر گدایاں ہو قبول
پیارے اک دل ہے وہ کرتے ہیں نثار عارض

(از:- امام عشق ومحبت حضرت رضؔا بریلوی)

حضرت عکرمہ بن ابی جہل نے مزید یہ بھی فرمایا کہ اس وقت میں جنت کی حوروں کو دیکھ رہا ہوں اگر ان میں سے ایک حور اپنے ہاتھ کی کلائی اہل دنیا پر ظاہر کردے تو اہل دنیا اس کے حصول کی خواہش وتمنا میں مرجائیں میں دیکھ رہا ہوں کہ ان میں سے ایک حور اپنے ہاتھ میں ریشمی دستار اور جواہر کا کاسہ لئے ہوئے مجھ سے کہہ رہی ہے کہ ہماری طرف جلدی چلے آؤ ہم

تمہارے مشتاق ہیں۔ پھر حضرت عکرمہ نے فرمایا بے شک! پیارے آقا ومولیٰ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ یقیناً سچا ہے:

موت کہتی ہے کہ جلوہ ہے قریب
اک ذرا سولیں بلکنے والے

(از:-امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

پھر حضرت عکرمہ بن ابی جہل نے اپنی تلوار راست کی اور مشرکوں کے جھنڈ پر مثل شیر حملہ آور ہوئے ان کی تیغ زنی کی سرعت دیکھ کر تمام رومی محو حیرت تھے۔ جو بھی ان کے قریب جاتا آن کی آن میں خاک وخون میں تڑپتا ہوا نظر آتا۔ حضرت عکرمہ نے رومیوں میں تہلکہ مچادیا۔ کسی کو بھی ان کے قریب جانے کی ہمت نہ ہوتی۔ ان کے قریب جانا اور موت کے منہ میں پڑنا دونوں برابر تھا۔ حاکم مریس تھوڑے فاصلہ سے حضرت عکرمہ کی شجاعت و دلیری دیکھ رہا تھا۔ دور ہی سے اس نے اپنے پاس کے حربہ کو زور سے حرکت دے کر گھمایا۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب سیدالشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگ اُحد میں جس حربہ وحشی نے شہید کیا تھا بالکل ویسا ہی حربہ بطریق مریس کے پاس تھا۔ اس نے حضرت عکرمہ کے دل کا نشانہ باندھا اور دور سے حربہ پھینکا۔ حربہ ٹھیک نشانہ پر لگا۔ دفعۃً حربہ حضرت عکرمہ کے دل میں پیوست ہوگیا اور مہلک ثابت ہوا حضرت عکرمہ زمین پر آگئے اور ان کی روح پرواز کرگئی۔ حضرت خالد بن ولید کو پتہ چلا کہ حضرت عکرمہ شہید ہوگئے تو مضطرب و بے قرار ہوکر دوڑے ہوئے آئے اپنے چچازاد بھائی کو خون میں لت پت دیکھ کر ان کا دل قابو میں نہ رہا اور بے ساختہ رونے لگے:

جانے والوں پہ یہ رونا کیسا
بندہ نا چار ہے کیا ہونا ہے

(از امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت عکرمہ کی شہادت سے حضرت خالد بن ولید طیش میں آگئے اپنے ساتھیوں کو للکارا اور رومیوں پر سخت حملہ کرنے پر برانگیختہ کیا مجاہدوں نے رومیوں کو دن میں تارے دکھادئے اور رومی حملہ کی تاب نہ لاسکنے کی وجہ سے پیٹھ پھیر کے قلعہ میں گھس گئے اور دروازہ

بند کرلیا تھوڑی دیر کے بعد آفتاب دن کی طویل مسافت طے کرنے کی تھکن زائل کرنے اُفق کی گود میں برائے استراحت پوشیدہ ہوگیا، جنگ موقوف کردی گئی اسلامی لشکر اپنے کیمپ میں واپس لوٹا مجاہدوں نے شب عبادت و ریاضت وآرام کرنے میں اور زخمیوں کی تیمارداری کرنے میں بسر کی۔

جنگ حمص کا دوسرا دن

حضرت ابوعبیدہ نے نماز فجر کے بعد مجاہدوں سے فرمایا کہ ملک شام میں ہر مقام پر ہم نے آسانی کے ساتھ غلبہ حاصل کیا ہے لیکن گزشتہ کل ہم نے سخت مصیبت کا سامنا کیا ہے ہمارے بہادر شہسوار مثل حضرت عکرمہ کثیر تعداد میں شہید اور زخمی ہوئے ہیں ہماری کوشش جہاد میں کمی اور کوتاہی رونما ہوئی ہے لہذا آج اللہ کی راہ میں اپنی جانیں دلیری سے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ ہمارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے نیز میرا گمان یہ ہے کہ آج بھی رومی قلعہ سے باہر نکل کر ہم سے لڑنے آئیں گے لہذا آج ثابت قدمی اور صبر و استقلال سے ان کا مقابلہ کرنا ہے۔

⦿ رومیوں کو چکمہ دینے کی حضرت خالد کی انوکھی تجویز

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مندرجہ بالا نصیحت آمیز گفتگو کا مؤدبانہ جواب عرض کرتے ہوئے حضرت خالد نے فرمایا کہ اے سردار! ملک شام کے دیگر مقامات کے مقابلے میں اہل حمص نرالی قسم کے ہیں تمام اہل حمص جنگجو شہسوار اور مثل شیر بہادر ہیں علاوہ ازیں بھاری جسامت اور طویل قد و قامت والے ہیں ان میں کا کوئی بھی شخص بازاری یا کرایہ پر لڑنے والا نہیں اہل حمص بزدل ہو کر ڈرنے والے نہیں بلکہ سخت لڑائی کے لوگ ہیں لہذا میں نے ان کو چکمہ دینے کی تجویز سوچی ہے لیکن اس تجویز کو عمل میں لانے کے لئے آپ کی اجازت کا خواستگار ہوں حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان اللہ تعالیٰ تمہاری رائے کو کامیابی عطا فرمائے اور تمہارے کاموں کو مضبوطی سے اور راستی بخشے تمہاری تجویز کیا ہے حضرت خالد نے جواب دیا کہ اہل حمص قلعہ سے نکل کر ہم سے لڑنے آتے ہیں۔ ان میں دو قسم کے لڑنے والے ہوتے ہیں جنگجو اور بہادر گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں لیکن ان کی تعداد ایک چوتھائی ہوتی ہے باقی تین چوتھائی لڑنے والے پیدل ہوتے ہیں اور ان میں عام شہری لوگ ہوتے ہیں لہذا ان کی تعداد بہت کثیر ہوتی ہے اور قلعہ کے سامنے جو میدان جنگ ہے وہ

کشادہ نہیں لہذا ہم کو گھوڑا دوڑانے کے لئے جگہ کی جو فراخی درکار ہے وہ میسر نہیں۔ لہذا آج ہم ان کو چکمہ دینے کے لئے قلعہ کے سامنے جا کر تھوڑی دیر ان سے اس طرح لڑیں کہ لڑائی کی ابتداء سے ہی ہم پیچھے ہٹتے جائیں اور تھوڑی ہی دیر میں ہم اس طرح بھاگ نکلیں گویا ہم ہزیمت و شکست کھا کر بھاگے ہیں۔ رومی سوار ہمارا تعاقب کریں گے اور ہم دور تک بھاگتے جائیں اور جب بھاگیں تو اپنے خیمے، اُونٹ، مال و اسباب، اہل و عیال وغیرہ سب چھوڑ کر بھاگیں۔ جب ہم اپنے تعاقب میں آنے والے رومی گھوڑے سوار فوج کو لے کر دُور نکل جائیں گے تو پیدل لڑنے والے ہمارے کیمپ کا مال و اسباب لوٹنے میں مشغول ہو جائیں گے اور وہ اس گمان میں ہوں گے کہ ہم بھاگ گئے ہیں اور اب واپس لوٹنے والے نہیں۔ لہذا وہ اطمنان سے ہمارے کیمپ میں لوٹ جائیں گے خیمے اکھڑیں گے ہمارے جانوروں کو ہانکیں گے غرض کہ ہمارے کیمپ میں ڈیرا جمائیں گے۔ ہم بھاگتے ہوئے تھوڑی دُور کے فاصلہ تک کھلے میدان تک جائیں گے۔ رومی سوار ہمارا پیچھا کرتے ہوئے شہر سے دُور نکل کر ہمارے قریب آئیں گے تب دفعتہً ہم اپنے گھوڑوں کی باگیں پھیر دیں گے اور ہمارے تعاقب میں آنے والے رومی سواروں کو پھاڑ ڈالیں گے پھر فوراً اپنے کیمپ پر آ پہنچیں گے اور پیدلوں سے نپٹ لیں گے۔ اس طرح ہم رومی لشکر کو دو ٹکڑوں میں متفرق کر کے یکے بعد دیگرے آسانی سے مات کر دیں گے۔

حضرت خالد بن ولید کی اس تجویز کو حضرت ابوعبیدہ اور تمام مجاہدوں نے خوب پسند کیا اور اس پر عمل درآمد کرنا طے پایا۔

جیسے ہی آفتاب تھوڑا بلند ہوا اسلامی لشکر قلعہ کے دروازے پر آ کر ٹھہرا، حاکم مریس نے دروازہ کھولنے کا حکم دیا دروازہ کھلتے ہی رومی سپاہی ''مارو'' اور ''کاٹو'' کا شور بلند کرتے ہوئے اسلامی لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ مجاہدوں نے ان کا مقابلہ کیا اور دفاع کرتے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع ہوئے۔ مجاہدوں کو پیچھے ہٹتے دیکھ کر رومیوں کی جرأتیں بڑھیں اور انھوں نے حملہ میں شدت کی۔ حضرت خالد نے مجاہدوں کو اپنی تجویز کے مطابق اشارہ کیا۔ فوراً مجاہدوں نے گھوڑے موڑے اور بھاگنا شروع کیا۔ رومی خوشی میں مچل اُٹھے کہ ہم نے مسلمانوں کو

بھگا دیا۔ اسلامی لشکر کو بھاگتا دیکھ کر حاکم مریس نے رومی سواروں کے ساتھ تعاقب کیا۔ حاکم مریس نے یہ گمان کیا کہ اسلامی لشکر بھاگ کر اپنے کیمپ میں جائے گا۔ لہذا وہاں جا کر ان کو ہاتھ کرلوں گا لیکن تھوڑی دُور جانے کے بعد حاکم مریس متعجب تھا کیونکہ اسلامی لشکر اپنے کیمپ کی طرف جانے کے بجائے ''جوسیہ'' کی طرف جانے والے راستے کی طرف بھاگ رہا تھا۔ اسلامی لشکر کا کیمپ دائیں طرف رہ گیا لہذا بطریق نے جوسیہ کی طرف جانے والے راستہ پر اسلامی لشکر کا پیچھا کیا اب حمص کے دروازے پر جو رومی لشکر تھا وہ تمام کا تمام لشکر پیدل تھا کیونکہ جتنے سوار سپاہی تھے وہ حاکم مریس کے ساتھ اسلامی لشکر کے تعاقب میں ہوگئے حمص کے دروازے پر پیدل رومی لشکر نے جب دیکھا کہ مسلمان اپنی جانیں بچانے کے لئے کیمپ کو اسی حالت میں چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں تو تمام کے تمام اسلامی لشکر کے کیمپ لوٹنے کے لیے دوڑے، حمص شہر میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی کہ مسلمان اپنا کیمپ لاوارث چھوڑ کر بھاگ گئے اور کیمپ میں بہت قیمتی مال واسباب اور مویشی وغیرہ ہیں تو اہل شہر بھی لوٹ پر کمر باندھ کر نکل پڑے۔ پیدل رومی سپاہی اور اہل شہر اسلامی لشکر کے کیمپ کی طرف لپکے اور لوٹ میں چرخہ بھی غنیمت ہے والی مثل پر عمل کرتے ہوئے سب لوٹ میں پڑے۔

حمص شہر میں ایک بوڑھا راہب رہتا تھا جو توریت، انجیل، اور حضرت شیث وحضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں کا زبردست عالم تھا۔ وہ بوڑھا راہب بہت ہی تجربہ کار اور مکروفریب کی تمام راہوں کا ماہر تھا۔ اس کو جب اسلامی لشکر کے اس طرح بھاگ جانے کی اطلاع ہوئی تو وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھا جب اس نے دیکھا کہ مسلمان بھاگ گئے ہیں اور ان کی فرودگاہ کو اہل حمص لوٹ رہے ہیں تو اس نے پکار کر کہا کہ اے اہل حمص! سختی ہو تم پر قسم ہے حق مسیح اور مقدس انجیل کی! عربوں نے تمہارے ساتھ مکروفریب کیا ہے۔ اہل عرب بڑے غیور ہیں۔ وہ مرجانا پسند کریں گے لیکن اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کو تمہارے حوالے نہ کریں گے۔ قبل اس کے کہ تم پر کوئی بلا اور مصیبت آئے عربوں کا کیمپ اپنی جگہ اسی طرح چھوڑ کر جلدی آکر قلعہ میں بند ہو جاؤ لیکن اہل حمص نے بوڑھے راہب کی نصیحت پر کان نہ دھرا اور لوٹ گھسوٹ میں مصروف رہے۔

ادھر اسلامی لشکر جوسیہ کی راہ پر بھاگا جا رہا تھا اور حاکم مریس اپنے سواروں کے ساتھ ان کا تعاقب کرتا رہا۔ جب حمص شہر سے کچھ دوری کے فاصلہ پر اسلامی لشکر پہنچا تو حضرت ابوعبیدہ نے بلند آواز سے پکارا کہ ''پھرو، پھرو، اے گروہ مؤمنین اللہ تمہیں برکت دے اور تمہارے دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے۔ حضرت ابوعبیدہ کی اس پکار پر تمام مجاہدوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں پھیریں تھوڑی دیر پہلے مجاہدین آگے آگے تھے اور حاکم مریس ان کا تعاقب کر رہا تھا لیکن اب صورت حال یہ تھی کہ مجاہدین رومی سواروں کے سامنے بجلی کی رفتار سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے آرہے تھے چند لمحوں میں مجاہدوں نے رومیوں کو پالیا اور جس طرح آسمان سے ستارہ ٹوٹ کر زمین پر گرتا ہے اس طرح رومی سواروں پر ٹوٹ پڑے ۔مجاہدوں نے رومی لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور جس طرح شیر بکریوں کے جھنڈ پر حملہ آور ہوتا ہے اسی طرح حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہوئے رومیوں نے بھی جوابی حملہ کیا لیکن بالکل ٹھہر نہ سکے مجاہدوں کی تلواروں سے آگ برستی تھی اور رومیوں کو دائیں بائیں بکھیر کر رکھ دیا۔ حضرت خالد نے رومیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا بطریق مریس کو حضرت سعید بن زید نے تلوار کی دو ایسی شدید ضربیں ماریں کہ اس کے دونوں بازو کٹ کر زمین پر گر گئے اور پھر اس کے دل میں نیزہ پیوست کر کے مار ڈالا۔ بطریق مریس کی ذلت آمیز موت دیکھ کر رومیوں کے دل بیٹھنے لگے۔ حواس باختہ ہوگئے، بدحواسی کے عالم میں بے ڈھنگی اور بے تکی لڑائی لڑتے ہوئے بے تحاشہ مقتول ہوئے۔ صرف ایک سو رومی سپاہی زندہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے باقی تمام خاک وخون میں مل گئے۔

جب مذکورہ لڑائی میں رومی یوں مغلوب ومقتول ہو رہے تھے تب حضرت معاذ بن جبل نے سوچا کہ اب یہاں پر تمام مجاہدوں کی ضرورت نہیں۔ حضرت خالد بن ولید ان سے نپٹ لیں گے لہذا وہ پانچ سو سواروں کو لے کر برق رفتاری سے حمص کے قلعہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس وقت تمام پیدل رومی سپاہی اور اہل حمص اسلامی کیمپ کا مال واسباب لوٹنے میں اور بچوں اور عورتوں کو قید کرنے میں مصروف تھے اور ان کے پیچھے کیا ہو رہا ہے اس امر سے غافل تھے۔ حضرت معاذ بن جبل اپنے پانچ سو سواروں کے ساتھ قلعہ کے دروازے پر آئے اور

دروازے پر قبضہ کرلیا تاکہ نہ کسی کو شہر سے نکلنے دیں اور نہ کسی کو اندر داخل ہونے دیں۔تمام رومی مرد اسلامی کیمپ میں مصروفِ لوٹ تھے۔اب ان کے اور قلعہ کے درمیان حضرت معاذ بن جبل کا لشکر حائل تھا۔جب رومیوں کو پتہ چلا کہ اسلامی لشکر قلعہ کے دروازے پر آ پہنچا ہے اور بہت ہی کم تعداد میں ہے تو وہ تمام حملہ کرنے پر آمادہ ہوئے لیکن اتنی دیر میں تو حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد بن ولید لشکر جرار کے ساتھ آ پہنچے۔اب تمام رومیوں کی حالت خراب ہوگئی ان کے اور قلعہ کے درمیان اسلامی لشکر کے مجاہدین برہنہ تلواریں اور نیزے بلند کئے ہوئے حائل تھے۔قلعہ کے اندر صرف بوڑھے بچے،اور عورتیں تھیں انھوں نے قلعہ کی دیوار سے رونا اور چلانا شروع کیا اور بلند آواز سے ''لفون لفون''،یعنی''امان امان'' پکارنا شروع کیا۔اسلامی لشکر کے کیمپ لوٹنے گئے رومیوں نے جب اسلامی لشکر کے مجاہدوں کے تیور دیکھے تو کیمپ سے لوٹا ہوا تمام مال واسباب چھوڑ دیا جن عورتوں اور بچوں کو قید کیا تھا ان کو آزاد کر دیا اور اپنے ہتھیار ڈال کر دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا کر ''لفون لفون'' پکار کر امان مانگنے لگے۔اتنے میں قلعہ میں مقیم تمام راہب،بطارقہ اور بوڑھے اشخاص بھی قلعہ سے باہر نکل کر حضرت ابوعبیدہ کے پاس طلب امان کے لئے حاضر ہوئے۔

حضرت ابوعبیدہ نے اہل حمص کو امان دی۔اہل حمص نے اپنا قلعہ سپرد کر دینے کی پیش کش کر کے صلح کی درخواست کی۔حضرت ابوعبیدہ نے صلح کی درخواست منظور فرمائی لیکن قلعہ میں داخل ہونے سے انکار فرمایا۔اہل حمص سے کہا کہ آج سے تم ہماری ذمہ داری اور امان میں ہو اور ہم پر یہ واجب ہے کہ ہم تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں لیکن جب تک تمہارے بادشاہ ہرقل اور ہمارے درمیان کیا معاملہ پیش آتا ہے وہ دیکھ نہ لیں تب تک ہم تمہارے شہر میں داخل نہ ہوں گے یہیں قلعہ کے باہر سے صلح کے شرائط طے کر کے چلے جائیں گے۔اہل حمص نے حضرت ابوعبیدہ سے گزارش کی کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ ایک دو دن کے لئے بحیثیت مہمان قلعہ میں تشریف لے آئیں تاکہ ہم مہمان نوازی کی خدمت انجام دے کر آپ کی تعظیم وتکریم بجالائیں لیکن حضرت ابوعبیدہ نے اس امر کا بھی انکار فرمایا۔حمص کی جنگ میں اسلامی لشکر کے دو سو پینتس (۲۳۵) مجاہد شہید ہوئے تھے۔حضرت ابوعبیدہ قلعہ کے باہر سے اسلامی لشکر لے کر

روانہ ہوگئے۔حمص سے کوچ کر کے اسلامی لشکر''جابیہ'' نامی مقام پر پہنچا اور وہاں توقف کیا۔

قارئین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر میدان کارزار کا پورا نقشہ ذیل میں ملاحظہ ہو:
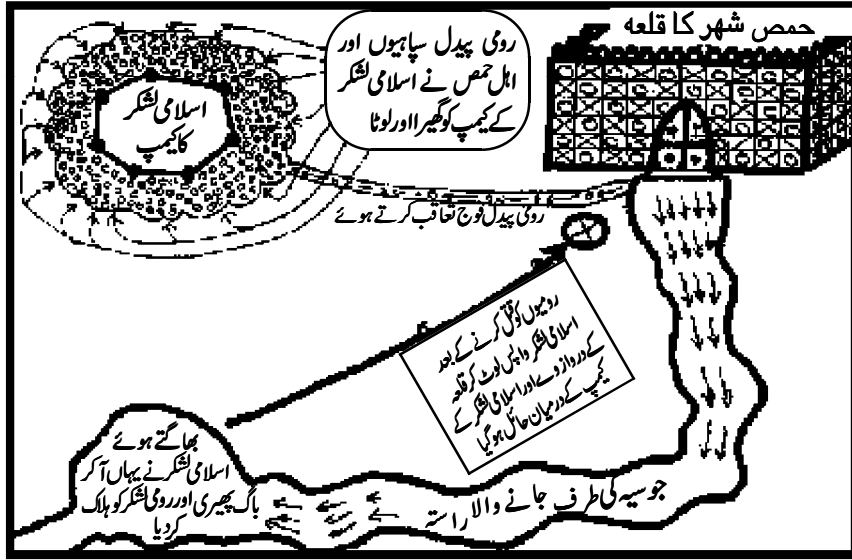
✪ اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات

(۱) اِرکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوارن (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس (۱۰) جوسیہ (۱۱) حمص (۱۲) شیرز (۱۳) رستن (۱۴) حمات (۱۵) قنسرین (۱۶) بعلبک

⊙ ایک نظر ادھر بھی...

اب ہم اپنے معزز قارئین کرام کو ''یرموک'' کے میدان میں لے چلتے ہیں جہاں ایک ایسی جنگ عظیم ہوئی ہے کہ جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں۔آدھے لاکھ اسلامی لشکر کے مقابلے میں ساڑھے دس لاکھ رومی جمع ہوئے تھے۔اس جنگ کا تذکرہ پڑھتے وقت دل کی

دھڑکنیں بڑھ جائیں گیں اور جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ مثلاً جنگ کے پہلے دن جبلہ بن ایہم کے ساتھ ہزار لشکر کے سامنے حضرت خالد بن ولید صرف ساٹھ آدمی لے کر لڑنے گئے یعنی ایک ہزار کافر سے صرف ایک مجاہد نے مقابلہ کیا۔ پہلے دن کی جنگ کے اختتام پر صرف دس صحابہ شہید ہوئے تھے جب کہ رومی لشکر کے پانچ ہزار سپاہی قتل ہوئے۔ اس جنگ میں اسلامی لشکر کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ فتح کی بشارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم کو دی اور رومیوں کے مقتولین کی تعداد بھی بتا دی۔ جنگ کا تفصیلی بیان اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔
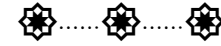
جنگ یرموک کا پس منظر

جب ہرقل بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ مسلمانوں نے رستن، شیرز اور حمص کو بھی فتح کرلیا ہے تو وہ سخت رنجیدہ اور برانگیختہ ہوا۔ ہرقل نے ملک شام کے ان تمام شہروں کے حاکموں کو خطوط ارسال کیے جن شہروں میں کثیر یا قلیل کچھ بھی لشکر ہو، ان تمام حکام کو حکم دیا کہ تمہارے یہاں جو کچھ لشکر اور سامان حرب ہے ان کو فوراً انطاکیہ روانہ کرو۔ ہرقل بادشاہ نے ترکش کا آخری تیر استعمال کرتے ہوئے یہ طے کیا تھا کہ پورے ملک شام سے لشکر جمع کر کے عربوں سے ایک جنگ عظیم کروں۔ اِس پار یا اُس پار کا جوا کھیل لوں۔ ہرقل بادشاہ کا حکم ملتے ہی پورے ملک شام سے انطاکیہ میں رومی لشکر کی آمد شروع ہوگئی اور دیکھتے دیکھتے ملک شام کا تمام لشکر انطاکیہ میں جمع ہوگیا۔

ارباب سیر وتواریخ کے بیان کے مطابق ہرقل بادشاہ نے انطاکیہ میں جو لشکر عظیم جمع کیا تھا وہ لشکر اکیس فرسخ لمبا تھا۔ (ایک فرسخ =۳ میل = فیروز اللغات، ص: ۹۲۸) یعنی انطاکیہ شہر کی حد سے لشکر شروع ہو کر اس کا آخری سرا تریسٹھ میل پر تھا۔ ہرقل نے اس عظیم لشکر سے ایک بڑی فوج کو ملک شام کے ساحلی علاقے صور، اعکا، طرابلس، بیروت اور طبریہ کی حفاظت ونگرانی کے لئے ''قیساریہ'' بھیج دیا اور ایک بڑی فوج کو ''بیت المقدس'' کے قرب وجوار کی نگہبانی کے لئے بھیج دیا۔ باقی لشکر کو انطاکیہ میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ہرقل کو ملک شام کے سپہ سالار اعظم ''باہان ارمنی'' کا انتظار تھا۔ چند دنوں بعد باہان اپنی قوم ارمن کے ساتھ انطاکیہ آ پہنچا۔ باہان کے انطاکیہ آنے پر ہرقل بادشاہ نے بڑے بڑے سرداروں، ملوک، روساء، راہبوں، بطارقہ، گبروں اور قسوں کو ایک کنیسہ میں جمع کیا اور کنیسہ کے منبر کفر پر بیٹھ کر تقریر کرتے ہوئے ہرقل نے کہا کہ اے صلیب کے پرستارو! اے دین مسیح کے حامیو! میں نے کئی مرتبہ تم کو عربوں کی بڑھتی ہوئی طاقت اور کوچ سے آگاہ وخبردار کیا۔ میں نے عربوں کی جسارت سے تم کو ڈراتے ہوئے یہاں تک کہا تھا کہ اگر ہم نے عربوں کے مقابلے میں بزدلی

اور کاہلی کی تو عنقریب وہ میرے تخت وتاج کے بھی مالک ہو جائیں گے۔لیکن تم نے میری کسی بات پر التفات نہ کیا۔تم آپسی اختلافات اور خانہ جنگی میں اُلجھے رہے اور ایک نشان کے تحت جمع ہو کر عربوں سے لڑنے کے بجائے متفرق ہو کر اپنے اپنے طور پر لڑے۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے اہم بڑے شہر اور مضبوط قلعوں پر عربوں نے اپنے قبضہ وتسلط میں لے کر ان پر اپنی فتح ونصرت کا پرچم لہرا دیا اور سلطنت روم کی آبرو مٹی میں ملا دی۔ہماری کثرت اور فوجی طاقت کا پوری دنیا میں ڈنکا بجتا تھا یہاں تک کہ اہل فارس اور ترک ہم سے خوفزدہ تھے۔جب انھوں نے ہمارے ملک پر چڑھائی کی تو ہم نے ان کا دلیری اور شجاعت سے مقابلہ کیا اور انھوں نے منہ کی کھائی اور ذلیل وخوار ہو کر واپس پلٹے۔ہم نے بڑی بڑی سلطنتوں کو ہزیمت دی لیکن مٹھی بھر، ضعیف، ننگے بھوکے، بے سروسامان اور نہتے عربوں نے ہم کو شکست دی ہے۔ہمارے بہترین شہسواروں کو بصرہ، اجنادین دمشق، بعلبک اور حمص میں مار ڈالا اور ہم پر غالب آ گئے۔

ہرقل بادشاہ کی مندرجہ بالا ولولہ خیز اور رقت آمیز تقریر سے پوری مجلس پر سناٹا چھا گیا اور تمام حاضرین رنج اور ندامت سے سر جھکائے خاموش تھے۔مجلس سے ایک قس کھڑا ہوا اور شاہی آداب بجالانے کے بعد کہا کہ اے بادشاہ سلامت! کیا آپ کو عربوں کے غالب اور ہمارے مغلوب ہونے کا سبب معلوم ہے؟ ہرقل نے کہا نہیں۔لیکن اگر تم کو معلوم ہو تو بلا کسی خوف وڈر کے بیان کرو۔قس نے کہا کہ ہماری شکست اور مغلوبی کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے دین مسیح کے احکام کی پابندی ترک کر دی ہے۔عبادت اور اطاعت سے انحراف کر کے منہیات ومنکرات کی طرف التفات کیا ہے۔ظلم وستم، شراب وزنا، حق تلفی اور سود خوری، بدکاری، حرام خوری اور دیگر ناجائز اور قبیح افعال کا ارتکاب عام ہو گیا ہے۔خوف خدا، رحم دلی، دین کی پابندی اور دیگر امور خیر کا فقدان ہے لہذا بزدلی، نامردی، کاہلی، سستی اور ناہمتی ہم میں گھر کر گئی ہے نتیجتاً ہم ہر محاذ پر ہزیمت اُٹھا کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ہمارے لشکر کے سپاہی ثبات قدمی کے بجائے پیٹھ دکھا کر بھاگتے ہیں اور ان کے دلوں میں عربوں کا رعب، ڈر، اور خوف بھر گیا ہے۔اس کے برعکس عربوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار اور اپنے نبی کی کامل فرمانبرداری اور اطاعت کرتے ہیں۔ رات میں عبادت کرتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں۔اپنے

پروردگار کا ذکر اور اپنے نبی پر درود بھیجنے میں سستی نہیں کرتے۔ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی نہیں کرتے بلکہ محبت وہمدردی جتاتے ہیں۔اپنے دین اسلام کے احکام کی سختی سے پابندی کرتے ہیں۔نیکی اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور بدی اور برائی سے روکتے ہیں۔عبادت وراستی ان کی عادت وخصلت ہے۔اور...

جب میدان جنگ میں اُترتے ہیں تو ہرگز پیٹھ نہیں پھیرتے۔شجاعت اور دلیری ہی ان کا ہتھیار ہے۔جہاد کرتے ہوئے مر جانا ان کی آرزو اور آخری خواہش ہوتی ہے کیونکہ انھوں نے اپنے نبی کی زبان سے جو کچھ بھی سنا ہے اس پر وہ اتنا یقین واعتماد کرتے ہیں کہ دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے مگر ان کے اعتقاد میں ذرہ برابر بھی تزلزل واقع نہیں ہو سکتا۔ان کے نبی نے فرمایا ہے کہ جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے وہ مرتا نہیں بلکہ حیات جاویدانی پاتا ہے اور یہ دنیا دار الفنا اور نیست ونابود ہونے والی ہے اور عالم آخرت ہی دار البقا اور پائیدار وباقی ہے لہذا وہ میدان جنگ میں اپنا سر کٹانے کی تمنا لے کر آتے ہیں۔موت سے وہ مطلق نہیں ڈرتے بلکہ موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ بزدلی اور ذلت کی زندگی سے شجاعت اور عزت کی موت بہتر جانتے ہیں لہذا وہ بلا خوف وخطر ہم سے لڑتے ہیں اور ہماری کثرت تعداد وآلات جنگ کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے پروردگار کی مدد اور نصرت پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں۔چنانچہ وہ ہر جگہ فتح وغلبہ سے نوازے جاتے ہیں اور ہم ذلت وہزیمت سے دوچار ہوتے ہیں۔

ہرقل بادشاہ نے رومی قس کی صداقت پر مبنی گفتگو سنی تو اس نے کہا کہ اے معزز رہبر دین نصرانیہ! تم اپنے قول میں صادق اور راست ہو۔بے شک! عربوں کی کامیابی کا راز یہی ہے جو تم نے بیان کیا ہے۔اور ہماری بداعمالی اور بدکرداری کی وجہ سے حضرت مسیح ہم پر خشمناک ہیں اور ہماری مدد واعانت نہیں کرتے۔صلیب بھی ہماری نصرت نہیں کرتی۔اگر اہل شام اپنی اسی روش پر قائم اور معصیت ومنہیات میں مبتلا رہے تو اس وقت میں نے جو لشکر عظیم جمع کیا ہے وہ بھی بے سود ثابت ہوگا۔لہذا مناسب یہ ہے کہ میں اس لشکر کو بکھیر دوں اور اپنے اہل وعیال کو لے کر ''قسطنطنیہ'' چلا جاؤں اور وہاں راحت وچین سے اپنی زندگی بسر کروں اور عربوں کے

خوف سے مامون ہو جاؤں۔ میں نے عربوں کو ملک شام سے دفع کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی پانی کی طرح اپنا مال خرچ کر کے فوج بھرتی کر کے عربوں سے مقابلہ کے لیے بھیجتا رہا ،لیکن افسوس کہ کہیں بھی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اگر تم اپنے گناہوں سے باز آ کر صدق دل سے توبہ کرو تو اب بھی کچھ نہیں گیا۔ جو ہوا سو ہوا لیکن اب تو سنبھلو اور سنورو! ورنہ مجھے اب تمہاری حمایت کرنے کی کوئی دلچسپی نہیں۔لشکر عظیم کو واپس پھیر دیتا ہوں اور میں ہجرت کر کے چلا جاتا ہوں۔

ہرقل بادشاہ کی ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش سن کر تمام مجمع رونے لگا اور ہرقل سے التجا کرتے ہوئے کہا کہ اے قیصر روم! ہم اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں اور گناہ و معاصی سے صدق دل سے توبہ کرتے ہیں۔ پھر تمام نے ہرقل کو تعظیم کا سجدہ کیا اور بعدہ کہا کہ اے بادشاہ! آپ یہاں سے ہجرت کر کے چلے گئے تو دین مسیح ذلیل وخوار ہو جائے گا۔ ہمارے دشمن آپ کی ہجرت کی خبر سن کر خوش ہو جائیں گے اور ان کی جرأتیں بڑھ جائیں گی۔ پورا ملک شام عربوں کے قبضہ اور تسلط میں آجائے گا۔ اس وقت جو لشکر عظیم انطاکیہ میں جمع ہوا ہے وہ صرف آپ کی بدولت ہی جمع ہوسکا ہے۔ آپ کے بعد کسی دوسرے بادشاہ کے بس کی بات نہیں کہ وہ عربوں کے مقابلے میں ایسا لشکر جرار اکٹھا کر سکے۔ لہذا آپ کو قسم ہے حق مسیح کی! آپ ہجرت کا ارادہ ترک کر دیں۔ ہم مقدس انجیل کا حلف اُٹھا کر ترک معاصی کا عہد اور پیمان کرتے ہیں۔ ماضی کی غلطیوں کا ہم اعادہ نہیں کریں گے بلکہ دین مسیح کے احکام کی کامل فرمانبرداری اور اطاعت کرتے ہوئے اپنی زندگی کی آخری سانس تک عربوں سے لڑیں گے۔ صبر واستقلال سے عربوں کے مقابلے میں جم کر اپنی جانیں خرچ کریں گے۔ شاید کہ ہم پر مدد نازل ہو اور ہم غلبہ پائیں۔

جب ہرقل بادشاہ نے قوم کی پشیمانی اور یہ عزم وحوصلہ دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے کہا کہ مجھے تم سے یہی امید تھی۔ صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹے تو اس کو بھولا نہیں کہتے۔ تمہارے عہد و پیمان پر اعتماد کرتے ہوئے ہجرت کا ارادہ ترک کرتا ہوں اور اپنے لشکر عظیم کو بھیج کر عربوں کو ملک شام سے نیست و نابود کر دوں گا۔

⊙ ہرقل بادشاہ کے لشکر کی ترتیب

ہرقل بادشاہ نے انطاکیہ شہر میں موجود رومی لشکر کو حسب ذیل طریقہ سے مرتب کیا:

- روسیہ کے بادشاہ ”قناطیر“ کو قوم روسیہ اور قوم متعالیہ کے ایک لاکھ سواروں پر سردار مقرر کیا اور سنہری رنگ کا ریشمی نشان اسے دیا۔ اس نشان میں جواہر کی صلیب جڑی ہوئی تھی۔
- عموریہ اور انگوریہ کے بادشاہ ”جرجیر“ کو ایک لاکھ رومی سواروں کا سردار مقرر کر کے اسے سفید ریشمی کپڑے کا نشان دیا جس میں سونے کے دو سورج اور زبرجد کی صلیب نصب تھی۔
- بطریق ”دریحان“ کو قوم مغلیہ اور قوم افرنج کے ایک لاکھ نوجوان سواروں کا سردار مقرر کیا۔
- بطریق سردار ”قوریر“ جو ہرقل بادشاہ کا بھانجا تھا۔ اس کو قوم دوقس، قوم ارمن اور قوم مغلیط کے ایک لاکھ سواروں کا سردار مقرر کیا۔
- ”باہان ارمنی“ کو ایک لاکھ جنگجو اور دلیر سواروں پر سردار مقرر کیا اور اسے بطور نشان سنہری چھڑی دی جس پر موتی اور یاقوت جڑے ہوئے اور اس کے سرے پر یاقوت کی صلیب جڑی ہوئی تھی۔
- ”جبلہ بن ایہم غسانی“ کو نصرانی عرب کی قوم غسان، قوم لخم قوم جذام اور قوم عاملہ کے ساٹھ ہزار عرب متنصرہ پر سردار مقرر کیا۔ جبلہ کو خلعت دی اور کہا کہ تم اپنے آدمیوں کے ساتھ لشکر کے آگے مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے رہنا۔ کیونکہ تم عرب ہو اور ہمارے دشمن بھی عرب ہیں لہذا لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اور مجھے امید ہے کہ تم ہمارے دشمن عربوں کو کاٹ کر رکھ دو گے۔

مذکورہ ترتیب کے اعتبار سے ہرقل بادشاہ کا لشکر چھ بٹالین میں منقسم اور مرتب ہوا اور اس

کی مجموعی تعداد پانچ لاکھ ساٹھ ہزار (۵,۶۰,۰۰۰) تھی۔ علامہ واقدی نے حضرت سالم بن عمر بن عنبسہ کے غلام حضرت سالم سے روایت کیا ہے کہ ہرقل نے انطاکیہ سے جو لشکر روانہ کیا تھا اس کی تعداد چھ لاکھ تھی اور ایک روایت میں سات لاکھ کی تعداد کا بھی ذکر ہے۔

رومی سردار باہان ارمنی کو ہرقل بہت چاہتا تھا اور اس کی بہت ہی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ملک فارس کے لشکر نے جب ملک شام پر یورش کی تھی تب باہان رومی لشکر کی جانب سے دلیری اور بہادری سے لڑا تھا اور اس کی عقل اور دانش کی تدابیر سے رومی لشکر کو فتح حاصل ہوئی تھی۔ باہان ارمنی کی جنگی مہارت کی وجہ سے ہرقل اسے دوست رکھتا تھا۔ لہذا ہرقل نے انطاکیہ میں اپنے لشکر کے مقرر شدہ سرداروں سے کہا کہ میں نے تم تمام سرداروں پر ''باہان'' کو سپہ سالار اعظم مقرر کیا ہے لہذا تم باہان کی رائے اور مشورہ کے بغیر کوئی کام مت کرنا اور وہ تم کو جس کام کا حکم دے اس کی تعمیل اور بجا آوری میں تامل و کوتاہی مت کرنا۔

⊙ انطاکیہ سے مختلف مقامات کو رومی لشکر کی روانگی

ہرقل بادشاہ نے رومی لشکر کو انطاکیہ سے کوچ کا حکم دیا اور لشکر کے تمام سرداروں کو تاکید کی کہ انطاکیہ سے ملک شام کے متفرق علاقوں میں پھیل جاؤ۔ تمام لشکر ایک ساتھ رہنے کے بجائے حسب ذیل الگ الگ راستوں سے جائے۔

- ⊙ سردار ''قناطر'' کو حکم دیا کہ وہ طرطوس، جبلہ اور لاذقیہ نام کے پہاڑی علاقوں کی طرف جائے۔
- ⊙ سردار ''جرجیر'' کو حکم دیا کہ وہ معرات اور میرمین کے علاقوں کی طرف جائے۔
- ⊙ سردار ''قوریر'' کو حلب اور حماۃ شہروں کے علاقوں کی طرف جانے کا حکم دیا۔
- ⊙ سردار ''دریحان'' کو ارض عواصم اور قنسرین کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔
- ⊙ جبلہ بن ایہم غسانی کو گھاٹی کے راستے پر مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے جانے کا حکم دیا۔
- ⊙ رومی لشکر کے سپہ سالار اعظم باہان ارمنی کو حکم دیا کہ وہ تمام بٹالینوں کے

پیچھے روانہ ہو اور آگے جانے والی بٹالین کی نگرانی کرے اور ضروری ہدایات اور تنبیہ کرتا رہے۔

ہرقل بادشاہ نے مزید یہ بھی حکم دیا کہ تم تمام سردار ہمیشہ ایک دوسرے سے رابطہ رکھنا تا کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکو۔ علاوہ ازیں تمہارا جس شہر اور گاؤں سے گزر ہو وہاں کے باشندوں کو عربوں کے خلاف اُکساؤ اور انھیں عربوں سے لڑنے کی ترغیب دے کر اپنے ساتھ لشکر میں شامل کر لو۔ اگر وہ بخوشی آنے پر آمادہ نہ ہوں تو زبردستی اپنے ساتھ لے لو اور لشکر کی تعداد میں اضافہ کرتے رہو۔ ہرقل نے آخری اور اہم تاکید کرتے ہوئے کہا کہ ملک کا چپہ چپہ چھان مارو اور جہاں کہیں بھی عربوں کے لشکر کا سراغ ملے وہاں پہنچ جاؤ اور اپنے جانے کی اپنے ساتھی لشکر کو اطلاع کر دو اور انھیں بھی وہیں بلالو اور جمع ہو کر ان پر ٹوٹ پڑو اور ان کو ختم کر دو۔

پھر ہرقل نے لشکر کو روانگی کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی سینکڑوں ناقوس بجائے گئے۔ صلیبیں بلند کی گئیں۔ انجیلیں لائی گئیں اور ان کے وسیلے سے لشکر کی فتح و کامیابی کی دعائیں مانگی گئیں۔ ایک عجیب شور وغل کے ساتھ رومی لشکر انطاکیہ سے روانہ ہوا۔ خود ہرقل بادشاہ اپنے ارباب حکومت کے ساتھ لشکر کو رخصت کرنے باب فارس تک آیا۔ رومی لشکر نہایت شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوا۔ راہ میں جو بھی درخت اور پتھر حائل ہوئے، ان کو کاٹ دیتے اور راہ سے ہٹا دیتے۔ جس گاؤں یا شہر سے رومی لشکر کا گزر ہوتا وہاں کے لوگوں پر رومی فوجی ظلم وستم ڈھاتے۔ غلہ، مرغیاں، بھیڑ، بکریاں اور دیگر اشیائے صرف بلا اُجرت دیئے جبراً مفت چھین لیتے۔ عورتوں کے ساتھ نازیبا حرکت کرتے۔ نوجوانوں کو خدمت گزاری کے لئے اور راستے کے پتھر اور جھاڑیاں ہٹانے اور صاف کرنے کے لئے زبردستی ساتھ لے جاتے۔

⊙ اسلامی لشکر کی جابیہ سے یرموک کی طرف روانگی

حمص کا قلعہ فتح کرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کو لے کر جابیہ نامی مقام پر آئے اور یہاں پڑاؤ ڈالا۔ حضرت ابوعبیدہ نے کچھ معاہدی رومیوں کو اجرت پر جاسوسی کے

لئے متعین کر کے ان جاسوسوں کو پورے ملک شام میں پھیلا دیا۔ ہرقل بادشاہ نے انطا کیہ سے
رومی لشکر روانہ کیا تو حضرت ابوعبیدہ کا ایک جاسوس انطا کیہ میں موجود تھا۔ اس نے ہرقل کے
لشکر کی تمام کیفیت معلوم کر لی تھی لہذا وہ انطا کیہ سے بھاگ کر حضرت ابوعبیدہ کو مطلع کرنے
حمص پہنچا لیکن حمص سے اسلامی لشکر کوچ کر گیا تھا لہذا وہ سراغ پا کر جابیہ آیا۔ تو رات کا وقت
تھا۔ رات ہی میں اس نے حضرت ابوعبیدہ کو رومی لشکر کی تمام کیفیت سے آگاہ کیا اور چوکنا اور
محتاط رہنے کا مشورہ دیا۔ حضرت ابوعبیدہ جاسوس کا بیان سن کر تشویش و فکر میں پڑ گئے اور فوراً
"لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِى الْعَظِيْم" پڑھا۔ حضرت ابوعبیدہ تمام رات بیقراری
اور قلق کی وجہ سے سو نہ سکے۔ رات بھر کروٹیں بدلتے رہے۔ صبح نماز فجر کے بعد اسلامی لشکر
کے سرداروں کو جمع کر کے صورت حال سے آگاہ کیا اور رائے طلب کی۔ رومی لشکر کی تمام
کیفیت معلوم کر کے یمن اور مصر کے علاقے کے کچھ مجاہدوں نے کہا کہ اے سردار! ہم یہاں
سے کوچ کر کے ''وادی القریٰ'' نامی مقام پر چلے جائیں۔ یہ مقام حجاز کی سرحد سے قریب
ہے۔ وہاں جانے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ ضرورت کے وقت ہم امیر المؤمنین سے کمک طلب
کر سکتے ہیں۔ مدینہ منورہ وہاں سے قریب ہونے کی وجہ سے اسلامی لشکر کی کمک بہت جلدی
آ سکتی ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ وادی القریٰ جانے سے رومیوں پر ہماری کمزوری
ظاہر ہو گی وہ یہ سوچیں گے کہ ہرقل بادشاہ کے بڑے لشکر سے ڈر کر ہم حجاز کی سرحد کے قریب
بھاگ گئے اور جب حضرت عمر فاروق اعظم کو پتہ چلے گا کہ ہم نے یہ قدم اٹھایا ہے تو وہ میری
سرزنش اور مجھ پر ملامت کریں گے کہ مفتوح مقامات کو چھوڑ کر وادی القریٰ بھاگ آئے اور
میری رائے میں وہاں جان بوجھ کر جانا در پردہ اپنی شکست قبول کے مترادف ہے۔

حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی نے مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ اے سردار! ہم کہیں بھی نہ
جائیں بلکہ اللہ کے بھروسے پر یہیں ٹھہرے رہیں اور دشمن کا انتظار کریں۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید
قوی ہے کہ وہ ہمیں غلبہ عطا فرمائے گا۔ حضرت ابوعبیدہ اور تمام مسلمانوں نے حضرت قیس
بن ہبیرہ مرادی کے مشورے کو پسند کر کے متفقہ طور پر منظور کیا لیکن حضرت خالد بن ولید
خاموش تھے۔ انھوں نے کچھ بھی نہیں کہا۔ نہ تو موافقت کی اور نہ ہی مخالفت۔ لہذا حضرت

ابوعبیدہ ان کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے ابوسلیمان! تم دوربین نگاہ رکھنے والے صاحب
الرائے اور دانا شخص ہو۔ حضرت قیس کی رائے کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ حضرت خالد نے
فرمایا کہ ہاں! میں نے ان کی رائے سنی، میری رائے ان کی رائے سے مختلف ہے لیکن جب
ان کی رائے سے تمام مسلمانوں نے اتفاق کر لیا ہے تو میں نہیں چاہتا کہ تمام مسلمانوں کی
منظور شدہ تجویز کی مخالفت کروں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! میں اس
معاملے میں تمہاری رائے معلوم کرنا ضروری سمجھتا ہوں لہذا تم بلا تکلف اپنی رائے کا اظہار
کرو۔

حضرت خالد بن ولید نے کہا کہ میری رائے میں یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں بلکہ یہاں
ٹھہرنا دشمن کو فائدہ اور اعانت پہنچانا ہے اور اس کی تین وجہ ہیں:

(۱) یہ علاقہ تنگ ہے۔ یہاں گھوڑوں کو دوڑانے اور گرداوے دینے کے لئے وسیع میدان نہیں۔ دشمن کثیر تعداد میں ہیں۔ اگر انھوں نے ہم کو چاروں سمت سے گھیر کر نرغے میں لے لیا تو ہمارے لئے لڑنا مشکل و دشوار ہو جائے گا۔

(۲) یہاں سے ''قیساریہ'' شہر قریب ہے۔ قیساریہ میں ہرقل بادشاہ کا بیٹا ''قسطنطین'' چالیس ہزار سواروں کی فوج کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہے۔ اگر ہم نے رومی لشکر کا یہاں ٹھہر کر مقابلہ کیا تو قیساریہ سے ہرقل کا بیٹا قسطنطین اپنی فوج کے ساتھ آ پڑے گا۔

(۳) ''اردن'' بھی یہاں سے کم فاصلہ پر واقع ہے۔ اہل اُردن ہمارے خوف کی وجہ سے متحد ہوئے ہیں اور سامان جنگ جمع کر کے فوج تیار کی ہے۔ وہ بھی ہمارے دشمن کی کمک کرنے آئیں گے۔

لہذا میری رائے یہ ہے کہ ہم یہاں سے کوچ کر جائیں اور جتنی جلدی ہو سکے کوچ کرنا
چاہیے۔ اس میں چند فائدے ہیں:

⊙ ہم جلدی کوچ کر کے روانہ ہو جائیں گے تو دشمن کے آنے سے پہلے جنگل

اورگھاٹی کا علاقہ پار کرکے کسی ایسے وسیع میدان میں پہنچ جائیں گے جہاں گھوڑے دوڑانا آسان ہوگا۔

- ⊙ انطاکیہ سے ہرقل کا عظیم لشکر ہماری تلاش میں نکلا ہے یہ خبر جابیہ کے اطراف میں ابھی تک نہیں پھیلی اگر یہ خبر پھیلنے کے بعد ہم نے یہاں سے کوچ کی تو رومیوں پر یہ اثر پڑے گا کہ ہم ہرقل کے لشکر کے خوف سے بھاگ رہے ہیں اور اس صورت میں ہماری رومیوں پر جو ہیبت ہے وہ مجروح ہوگی۔
- ⊙ اس وقت جابیہ سے ہمارا کوچ کرنا اس طرح ہو کہ لشکر کی روانگی کے وقت خوب شور وغل بلند ہو۔یعنی اطراف کے علاقوں تک ہماری روانگی کی خبر پھیلنی چاہیئے تا کہ ان کو پتہ چلے کہ کسی دوسرے مقام پر حملہ کرنے یا اپنے دشمن کی طلب میں علی الاعلان سینہ تان کر مردانہ وار جارہے ہیں۔ ہرقل کے لشکر کے خوف سے چپ چاپ بزدلوں کی طرح فرار نہیں ہوتے۔
- ⊙ اگر ہم نے یہاں سے روانہ ہونے میں جلدی کی اور رومی لشکر سے مدبھیڑ ہونے سے پہلے کسی وسیع میدان میں پہنچ گئے تو پہلے وارد ہونے کی وجہ سے میدان میں اپنے کیمپ کی جگہ کا انتخاب کرنے میں ہم کو کامل اختیار ہوگا۔فن جنگ کے اُصولوں کو مدنظر رکھ کر اس علاقے کے جغرافیہ کا اطمینان سے جائزہ لے کر کمین گاہ، معرکۂ جنگ، پڑاؤ، دفاع، پانی کی سہولت، گھوڑوں کی چراگاہ وغیرہ تمام چھوٹے بڑے زاویوں کو ملحوظ رکھ کر مناسب جگہ پر قبضہ کرسکیں گے۔اگر ہم تاخیر سے گئے اور ہمارے قبل رومی لشکر نے جگہ پر قبضہ جمالیا تو ایسی صورت میں معقول یا نامعقول جو بھی جگہ میسر ہوگی اسی پر ناچار اکتفا کرنا پڑے گا۔

حضرت خالد بن ولید کی رائے کو حضرت ابوعبیدہ اور تمام مجاہدوں نے پسند کیا۔حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد بن ولید سے پوچھا کہ اے ابوسلیمان! کیا کسی وسیع میدان کا نشان

تمہیں معلوم ہے؟ حضرت خالد نے جواب دیا کہ ہاں! اے سردار! ایسی جگہ میرے علم میں ہے اور وہ ''یرموک'' ہے۔ وہاں وسیع اور کشادہ میدان ہیں۔ نیز بمقابلہ جابیہ مدینہ طیبہ سے یرموک کا فاصلہ کم ہے۔ اگر مدینہ طیبہ سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم ہماری کمک کرنے کوئی لشکر ارسال فرمائیں تو جابیہ کے مقابلے میں یرموک میں کمک جلدی آسکتی ہے۔

حضرت ابوسفیان بن حرب نے کھڑے ہو کر حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ اے امین الامت! خدا کی قسم! حضرت خالد بن ولید کی رائے نہایت معقول اور مناسب ہے، میری آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ اسی پر عمل کریں۔

⊙ اسلامی لشکر کا یرموک میں ورود

حضرت ابوعبیدہ نے جیش اسلام کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اسلامی لشکر جابیہ سے یرموک کی طرف روانہ ہوا۔ کوچ کرتے وقت ایسا شور وغل بلند ہوا کہ ایک فرسخ (تین میل) تک وہ آواز سنائی دی۔ اُردن شہر جابیہ سے قریب تھا۔ اہل اردن کو اسلامی لشکر کی روانگی کی اطلاع ملی تو انھوں نے گمان کیا کہ شاید ڈر کی وجہ سے واپس جارہے ہیں پس ان کے حوصلے بڑھے اور حملہ کرنے کی جرأت ہوئی۔ لہذا وہ یرموک جانے والے راستہ پر لشکر لے کر حائل ہوگئے۔ حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسلامی لشکر کے آگے مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے چل رہے تھے انھوں نے دیکھا کہ اہل اُردن راستہ روک کر کھڑے ہیں اور لڑائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اہل اردن کی ''آبلا گلے پڑ، نہیں پڑتی تو بھی پڑ'' والی مثل کی مصداق بیجا جرأت دیکھ کر حضرت خالد کو ان کی بیوقوفی پر ہنسی آئی، آپ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ لشکر ہمارے لئے غنیمت ہے۔ اور غلبہ کی نشانی کا نیک فال ہے۔ حضرت خالد کے ساتھیوں نے تلواریں میان سے نکال لیں اور نیزے راست کر لیئے۔ حضرت ضرار بن ازور، حضرت مرقال، حضرت طلحہ بن نوفل عامری، حضرت عامر بن طفیل، حضرت زہیر ابن اکال الدم، حضرت ہلال بن مرہ اور حضرت صخر بن غانم وغیرہ حضرت خالد کے ساتھ اردن کے رومی لشکر پر چنگل مارنے والے باز کی طرح ٹوٹ پڑے۔ مجاہدوں کا حملہ صرف ایک گرداوا تھا۔ پہلے ہی

حملے کی شدت دیکھ کر رومیوں کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا اور دن میں تارے نظر آنے لگے۔ اپنی دلیری اور شجاعت کے گھمنڈ کا شیش محل مجاہدوں کی ضرب کاری سے چکنا چور ہو گیا۔ ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کیا لیکن مجاہدوں نے ان کو تلواروں اور نیزوں کی نوک پر لیا اور بھاری اکثریت میں تہ تیغ کیا۔

حضرت خالد نے بھاگتے ہوئے رومیوں کا نہر اُردن تک تعاقب کیا اور جو ہاتھ لگا اس کو لقمۂ اجل بنا دیا۔ کچھ رومی بچ کر نہر اردن تک پہنچ گئے۔ آگے ٹھاٹیں مارتا ہوا پانی اور پیچھے تلواریں لہراتے ہوئے مجاہدین اسلام! بہت سارے رومی غرق دریا ہو کر مر گئے۔ اہل اُردن کے لشکر کا صفایا کرنے کے بعد حضرت خالد واپس لوٹے اور حضرت ابوعبیدہ کے ساتھ لشکر میں شامل ہو گئے۔ پھر وہاں سے یرموک تک راہ میں کوئی بھی رومی لشکر مزاحم نہ ہوا اور جیش اسلام خیر و عافیت کے ساتھ یرموک کے میدان تک پہنچ گیا۔ اسلامی لشکر جب یرموک کے میدان میں آیا تو میدان بالکل خالی تھا۔ حضرت خالد نے میدان کا بغور معائنہ کیا اور پھر سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ سے مشورہ کر کے ایک بلند ٹیلے کے نیچے اسلامی کیمپ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ ٹیلے پر مال و اسباب اور بچوں اور عورتوں کا پڑاؤ قائم کر کے کچھ مسلح مجاہدوں کو نگہبانی کے لئے مقرر کر دیا، ٹیلہ اتنا بلند تھا کہ وہاں سے یرموک کا پورا میدان نظر آتا تھا نیز نگہبانی کرنے والے مجاہدوں کو یہ تاکید کر دی گئی تھی کہ رومی لشکر کی آمد کے بعد دشمن کی تمام حرکتوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ ٹیلے کے نیچے مجاہد سواروں اور لشکر کا جنرل کیمپ کھڑا کر دیا گیا۔ اسلامی لشکر یرموک کے میدان میں رومی لشکر سے پہلے آ گیا، اس کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جنگ کے لیے محفوظ اور مناسب جگہ کا انتخاب کر کے اس پر پہلے ہی سے قبضہ جما لیا گیا۔ اور رومی لشکر کے لئے لب دریا میدان خالی چھوڑ دیا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے یرموک کی طرف آنے والے تمام راستوں پر جاسوس بٹھا دیئے تاکہ وہ رومی لشکر کی آمد کی اطلاع پہنچائیں۔

رومی لشکر کی تعداد اور یرموک میں آمد

اسلامی لشکر میدان یرموک میں رومی لشکر کے انتظار میں ٹھہرا ہوا تھا۔ جب ہرقل بادشاہ

کے بیٹے کو ''قیساریہ'' میں اس امر کی اطلاع ملی کہ اسلامی لشکر جابیہ سے کوچ کر کے یرموک کے میدان میں پہنچ گیا ہے اور جابیہ سے یرموک جاتے وقت اہل اردن کو تہ تیغ کر کے تہس نہس کر ڈالا ہے تو وہ بہت ہی خشمناک ہوا اور فوراً قاصد کو خط دے کر رومی لشکر کے سپہ سالار اعظم باہان کے پاس بھیجا۔ اس خط میں ہرقل کے بیٹے قسطنطین نے باہان کو خوب ڈانٹ ڈپٹ لکھی کہ میرے والد نے لاکھوں کا لشکر دے کر تمہیں عربوں کے تعاقب میں بھیجا لیکن تم عربوں سے لڑنے میں کاہلی اور بزدلی دکھاتے ہو۔ مسلمانوں کا لشکر جابیہ سے یرموک پہنچ گیا اور تمہارے قریب سے گزرا مگر تم غافل اور بے خبر رہے، مسلمانوں کا لشکر سلامتی کے ساتھ بچ کر نکل گیا اور تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ لہذا اب جلد از جلد یرموک پہنچو اور مسلمانوں کا کام تمام کر دو۔ ہرقل کا بیٹا نہایت متعصب نصرانی تھا۔ مسلمانوں کا وجود تک اسے گوارا نہیں تھا۔ اس نے سردار باہان کی سرزنش اور ملامت کر کے لڑنے کے لئے اُکسایا۔ قسطنطین کا خط ملتے ہی باہان نے رومی لشکر کی دیگر بٹالین کے سردار قناطر، جرجیر، دریجان، قوریر اور جبلہ بن ایہم کے پاس قاصد دوڑائے اور سب کو یرموک جلد از جلد پہنچنے کا حکم دیا۔ اب ہر طرف سے رومی لشکر نے یرموک کی طرف باگ پھیری اور اُمنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح آگے بڑھا۔ راستہ میں جو بھی آبادیاں آتیں ان کے جوانوں کو خوشی یا جبر سے فوج میں بھرتی کر کے لشکر کی تعداد میں اضافہ کرتے تھے۔ جب رومی لشکر یرموک آیا تو اسلامی لشکر پہلے سے وہاں موجود تھا۔ رومی لشکر نے ''دیر الجبل'' کے قریب پڑاؤ کیا۔ رومی لشکر نے لمبائی اور چوڑائی میں اٹھارہ میل کی جگہ گھیری تھی۔ رومی لشکر اور اسلامی لشکر کے کیمپ کے درمیان تقریباً تین میل کی جگہ معرکۂ جنگ کے لئے خالی چھوڑی گئی تھی۔

رومی لشکر میدان میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح اٹھارہ میل طول و عرض میں فروکش تھا۔ رومیوں کی اس کثرت کا حال دیکھ کر مجاہدوں کے چہروں پر فکر کے کچھ آثار نمایاں تھے۔ اسلامی لشکر کے ہر فرد کی زبان پر "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ" کا وِرد جاری تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رومی لشکر کی صحیح تعداد معلوم کرنے کے متمنی تھے لہذا انھوں نے کسی شخص کو رومی لشکر میں بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ حاکم بصرہ حضرت روماس نے اسلام قبول کرنے

کے بعد حصول ثواب کی نیت سے اسلامی لشکر میں شمولیت اختیار کی تھی۔ حضرت روماس جنگ کے کرتب اور لشکر کی ترتیب وغیرہ کے فن میں مہارت تامہ رکھتے تھے ان کو حضرت ابوعبیدہ نے رومی لشکر کی تعداد کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے بھیجا۔ حضرت روماس نے اپنی وضع تبدیل کر کے رومی بطریق کا لباس پہن لیا اور رومی لشکر میں گھس گئے اور ایک دن اور ایک رات رومی لشکر میں ٹھہرے اور ان کی تعداد کا تخمینہ کرتے رہے۔

رومی لشکر انطاکیہ سے جب روانہ ہوا تھا تب اس کی تعداد پانچ لاکھ ساٹھ ہزار (۵,۶۰,۰۰۰) تھی۔ لیکن راہ میں واقع ہونے والے ہر شہر اور گاؤں سے کثیر تعداد میں لوگ رومی لشکر میں شامل ہوتے گئے اور لشکر کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ علاوہ ازیں قیساریہ سے ہرقل بادشاہ کے بیٹے قسطنطین نے اپنا چالیس ہزار کا لشکر بھی یرموک بھیج دیا تھا۔ ہرقل بادشاہ نے انطاکیہ سے ساحلی علاقہ اور بیت المقدس کی طرف جو بڑی فوج بھیجی تھی وہ بھی یرموک آپہنچی تھی۔ حضرت روماس چوبیس گھنٹہ رومی لشکر میں ٹھہرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ کے پاس واپس لوٹے اور اطلاع دی کہ میں نے رومی لشکر میں کل بیس نشان (جھنڈے) شمار کیئے ہیں اور ہر نشان کے تحت پچاس ہزار فوجیوں کی صف بندی ہوتی ہے علاوہ ازیں جبلہ بن ایہم کو سردار باہان نے مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے ساٹھ ہزار عرب متنصرہ کے ساتھ لشکر کے آگے رکھا ہے وہ الگ شمار ہوں گے۔ اس حساب سے رومی لشکر کی کل تعداد دس لاکھ ساٹھ ہزار (۱۰,۶۰,۰۰۰) ہوتی ہے۔ اسلامی لشکر کی تعداد جنگ اجنادین کے وقت اکاون ہزار پانچ سو (۵۱,۵۰۰) تھی۔ جنگ اجنادین کے بعد جنگ دمشق، جنگ حصن ابی القدس، جنگ رستن، جنگ شیرز، جنگ قنسرین، جنگ بعلبک اور جنگ حمص ہوئی تھیں۔ ہر جگہ اسلامی لشکر سے تھوڑے بہت مجاہد شہید ہوتے گئے اور لشکر کی تعداد کم ہوتی گئی۔ علاوہ ازیں جس مقام کو اسلامی لشکر فتح کرتا تھا اس کی نگرانی اور حفاظت کی ذمہ داری کا فریضہ انجام دینے کے لئے حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کچھ مجاہدوں کو وہاں ٹھہرا دیتے تھے۔ مثال کے طور پر فتح بعلبک کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے حضرت رافع بن عبداللہ سہمی کے ساتھ نوسو (۹۰۰) مجاہدوں کو بعلبک میں ٹھہرا دیا تھا۔ الغرض! اسلامی لشکر جوں جوں ملک شام میں آگے بڑھتا گیا اس کی تعداد کم ہوتی

گئی۔ جنگ یرموک میں اسلامی لشکر کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات نے تیس ہزار کی تعداد بھی بتائی ہے لیکن اصح اور راجح قول چالیس سے پینتالیس ہزار کا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ نے رومی لشکر کی کثرت کا حال معلوم کر کے قرآن مجید کی آیت کریمہ پڑھی:

"كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ" (سورۃ البقرہ، آیت:۲۴۹)

ترجمہ: ''بارہا کم جماعت غالب آتی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے'' (کنزالایمان)

اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو رومی لشکر کی کثرت سے چہروں پر تشویش اور گھبراہٹ کے جو آثار نمودار تھے وہ اپنے لئے نہیں، بلکہ اپنے دینی بھائی کے لئے تھا، رنج وفکر میں وہ ایک دوسرے کے لیے مبتلا تھے۔ ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مجھے شہادت کی سعادت نصیب ہو لیکن میرے دینی اور اسلامی بھائی کو اللہ محفوظ وسلامت رکھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کو صبر واستقلال کی تلقین فرمائی کہ اے قرآن کے اُٹھانے والو! اللہ کی نصرت اور مدد پر بھرسہ رکھو۔ رومیوں کی کثرت اور ہماری قلت کی وجہ سے مطلق خوف نہ کھاؤ۔ گھبراہٹ اور اضطراب میں مبتلا ہونے کے بجائے فتح ونصرت کی اُمید رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو رومی لشکر کا تمام ساز وسامان ہمارے لئے غنیمت ہو جائے گا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے یہ دعا مانگی:

"رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ" (سورۃ البقرہ، آیت:۲۵۰)

ترجمہ: ''اے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل اور ہمارے پاؤں جمے رکھ کافر لوگوں پر ہماری مدد کر'' (کنزالایمان)

حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی نصیحت آمیز تقریر نے مجاہدوں میں ایک نیا جوش پیدا کر دیا۔ وہ اپنے آقا ومولیٰ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ سے استغاثہ واستمداد کرتے تھے اور اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض وکرم پر اعتماد کامل رکھ کر

زبان حال سے یوں کہہ رہے تھے:

دل عبث خوف سے پتا سا اڑا جاتا ہے

پلہ ہلکا سہی ، بھاری ہے بھروسہ تیرا

(از:-امام عشق ومحبت،حضرت رضا بریلوی)

جنگ یرموک

میدان یرموک میں اسلامی اور رومی دونوں لشکر آمنے سامنے اپنے اپنے پڑاؤ میں قیام کئے ہوئے تھے۔ جنگ یرموک ماہ رجب المرجب ۱۵ھ میں ہوئی۔ جنگ یرموک کے متعلق امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی مرتضی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ لڑائی ہے جس کا حال مجھ سے حضور اقدس، عالم ما کان وما یکون، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا اور یہاں تک فرمایا تھا کہ اس لڑائی کا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا۔

(حوالہ فتوح الشام،از:-علامہ واقدی،ص:۲۱۶)

⊙ رومی لشکر کا جنگ سے توقف

اسلامی لشکر کا ہر مجاہد جنگ کے لئے مستعد وآمادہ تھا لیکن رومی لشکر کی جانب سے کسی قسم کی کوئی جنگی حرکت نہ ہوتی تھی۔ رومی لشکر کے سپہ سالار اعظم باہان ارمنی نے لڑائی سے توقف کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ہرقل بادشاہ نے باہان کو اپنے ایلچی کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا تھا کہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی عجلت مت کرنا بلکہ ان کے سردار سے گفتگو کرکے اس بات پر راضی کرنے کی کوشش کرنا کہ وہ ہمارا ملک چھوڑ کر چلے جائیں اس کے عوض میں ہر سال ان کے سردار و خلیفہ حضرت عمر فاروق کی خدمت میں کثیر مال بھیجا کروں گا۔ علاوہ ازیں مسلمانوں نے ''جابیہ'' تک کا جو علاقہ فتح کیا ہے وہ تمام علاقہ میں ان کو جاگیر میں دے دوں گا اور ملک حجاز سے جابیہ تک کا علاقہ ان کے تسلط اور تصرف میں رہے گا۔ لہذا اب اتنے پر اکتفا کریں اور ہمارے مزید علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ ترک کرکے اپنے ملک واپس چلے جائیں۔ ہرقل نے باہان کو تاکید کی تھی کہ اگر اس تجویز پر مسلمان راضی ہوکر صلح کرلیں تو تم ان سے صلح کرلینا اور ہرگز لڑائی مت کرنا۔

باہان نے اپنی طرف سے صلح کی گفتگو کرنے کے لئے رومی سردار اور عموریہ کے حاکم

''جرجیر'' کو روانہ کیا جرجیر اپنے ساتھ ایک ہزار سواروں کو لے کر اسلامی لشکر کے کیمپ کے قریب آیا اور پکار کر کہا کہ اے گروہ عرب! اپنے سردار کو میرے سامنے بھیجو تا کہ میں ان سے صلح کے متعلق گفتگو کروں۔ ہم مصالحت کرنا چاہتے ہیں اور انسانوں کا ناحق خون بہانے سے بچنا چاہتے ہیں۔حضرت ابوعبیدہ گھوڑے پر سوار اس کے قریب آئے اور فرمایا کہ اے صلیب کے پرستار! جو کچھ کہنا ہے تو کہہ اور جو پوچھنا ہے پوچھ۔

جرجیر نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ اے برادر عربی! تم اس وہم وگمان میں مت رہنا کہ ہم نے ملک شام کے بہت سے مقامات فتح کر لئے ہیں لہذا یہاں یرموک میں موجود شاہ ہرقل کے لشکر پر غالب آجائیں گے۔اس وقت ہمارے لشکر دوم کو تم ملک شام کے دیگر لشکروں پر قیاس مت کرنا کیونکہ ہمارے لشکر میں مختلف مقامات ،مختلف قوم اور مختلف زبانوں کے لوگ شامل ہیں۔ ہمارے لشکر کے تمام افراد نے حلفیہ ایک دوسرے سے معاہدہ کیا ہے کہ کوئی بھی شخص تمہارے مقابلے سے نہیں بھاگے گا بلکہ ہر آن تم سے جنگ وقتال کرے گا۔لہذا اس حقیقت سے آگاہ ہو جاؤ کہ ہمارے لشکر کا مقابلہ کرنے کی تم میں طاقت نہیں۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم اپنے وطن لوٹ جاؤ اگر تم نے ہمارے لشکر سے مقابلہ کرنے کی جرأت کی تو یہ تمہارا غرور وتکبر ہوگا اور انجام کار ٹھیک نہ ہوگا ،اس کے باوجود ہمارے رحم دل بادشاہ نے تمہارے ساتھ احسان اور نیک سلوک کرنے کا ارادہ کیا ہے اب تک تم نے جو بھی مقامات فتح کر لئے ہیں وہ تم کو ہبہ کیا جاتا ہے۔ہمارے ملک سے تم نے مال واسباب، گھوڑے ،ہتھیار وغیرہ جو کچھ بھی چھینا ہے وہ بھی تم کو ہبہ کیا جاتا ہے اور اس کا کوئی مطالبہ نہیں، بادشاہ تم سے صلح کی پیشکش کرتا ہے اسے قبول کرلو اور ملک حجاز لوٹ جاؤ ورنہ تم ضرور ہلاکت میں پڑو گے۔

حضرت ابوعبیدہ نے جرجیر کو دندان شکن جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم کو ڈرانے اور دھمکانے کی بیجا کوشش مت کر۔ہم تیری دھمکی سے ڈرنے والے نہیں۔ہم راہ خدا میں جہاد کرنے کے لئے نکلے ہیں۔تمہاری تلواروں کا ہمیں قطعاً خوف نہیں اور...

اس کے آگے حضرت ابوعبیدہ نے جو کچھ فرمایا، وہ امام ارباب سیر حضرت علامہ امام محمد

بن واقدی قدس سرہٗ کی زبانی سماعت فرمائیں:

''اور اپنے کام میں ہم یقین رکھتے ہیں اور ضرور ہم فتح کریں گے تمہاری زمین کو اور لے لیویں گے تمہارے بادشاہ کے خزانو کو جیسا کہ وعدہ کیا تھا ہم سے ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور ہمارے نبی کا وعدہ خلاف نہیں۔''

(حوالہ فتوح الشام از:-علامہ واقدی)

فتوح الشام کی مندرجہ عبارت قابل غور ہے،حضرت ابوعبیدہ نے رومی سردار جرجیر سے یقین کے درجے میں فرمایا:

- ✪ ہم تمہارا ملک فتح کرلیں گے۔
- ✪ ہم تمہارے بادشاہ کے خزانے کے مالک ہوجائیں گے۔
- ✪ ان دونوں باتوں کا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔
- ✪ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔

اب قارئین کرام کی خاص توجہ درکار ہے، غور فرمائیں کہ:

- ⊙ حضرت ابوعبیدہ ''ملک شام فتح ہوگا اور ہرقل کا خزانہ ہماری ملکیت میں آئے گا۔'' یہ بات یرموک کے میدان میں ماہ رجب میں فرمارہے ہیں، یعنی ۱۵ھ کے ماہ رجب تک پورا ملک شام فتح نہیں ہوا تھا بلکہ مستقبل میں ہونے والا تھا۔
- ⊙ ماہ رجب ۱۵ھ کے بعد یہ امر ضرور واقع ہوگا اس کے وقوع کا حضرت ابو عبیدہ کو یقین کامل تھا کیونکہ ملک شام فتح ہونے کا وعدہ حضرات صحابہ کرام سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔
- ⊙ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ملک شام کی فتح کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ وعدہ آپ کی ظاہری جسمانی حیات میں تھا یعنی ۱۲/ربیع الاوّل ۱۱ھ سے پہلے ہی کیا تھا کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۱۲/ربیع الاول کے روز دنیا سے پردہ فرمایا۔

⊙ ۱۵ھ کے بعد ہی ملک شام فتح ہوا لیکن اس کے فتح ہونے کا وعدہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۱۱ھ سے پہلے فرمایا ۱۵ھ کے بعد جو واقعات پیش آنے والے تھے وہ ۱۱ھ کے لئے غیب کی بات تھی۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو ملک شام کی فتح کی صرف خبر نہ دی، بلکہ ملک شام کی فتح کا وعدہ فرمایا تھا، یہ کوئی پیشین گوئی نہ تھی بلکہ علم یقینی تھا، ملک شام فتح ہو کر رہے گا، اسی لئے تو اپنے جاں نثار صحابۂ کرام کو بشارت دی تھی کہ ملک شام تمہارے ہاتھوں فتح ہوگا اور تم ہرقل بادشاہ کے خزانے کے مالک بھی بن جاؤ گے، ایسا پختہ وعدہ وہی کرسکتا ہے جو علم غیب کی وجہ سے یقینی علم رکھتا ہو۔اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع علوم غیبیہ پر مطلع فرمایا تھا۔

⊙ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلہ صحابہ کرام میں سے ہیں اوران کا شمار ''عشرہ مبشرہ''، یعنی وہ دس خوش نصیب حضرات میں ہے جن کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دی، جنتی صحابی حضرت ابوعبیدہ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم غیب پر مطلع ہیں اسی لئے انھوں نے فرمایا کہ ہمارے نبی کا کیا ہوا وعدہ غلط نہیں ہوتا، فتح شام کا وعدہ علم غیب سے تعلق رکھتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم غیب کی بناء پر ہی ملک شام کی فتح کا وعدہ فرمایا تھا اس وعدہ کے متعلق سارے صحابہ سمیت حضرت ابوعبیدہ کا عقیدہ تھا کہ وہ وعدہ پورا ہو کر ہی رہے گے۔حضرت ابو عبیدہ بن جراح جیسے جلیل القدر صحابی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا یقین کے ساتھ اقرار واعتراف کریں اور؟

دور حاضر کے منافقین یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے (معاذ اللہ) چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

✪ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے پیشوا نیز تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی کے پیر ومرشد اور استاد مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا۔ نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا ہے اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے''۔

(حوالہ: فتاوی رشیدیہ، کامل، ناشر، مکتبہ دیوبند ص ۱۰۳)

فتاوی رشیدیہ کی مندرجہ بالا عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے کو مولوی رشید احمد گنگوھی ''صریح شرک''، یعنی کھلم کھلا شرک کہہ رہے ہیں اور جو شخص شرک کا ارتکاب کرتا ہے وہ مشرک ہے قارئین کرام توجہ فرمائیں کہ مولوی رشید احمد گنگوھی صاحب حضور اقدس کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو مشرک کہتے ہیں۔حضرت ابوعبیدہ بن جراح کا پختہ عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب تھا۔حضرت ابوعبیدہ کو یہ عقیدہ رکھنے کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں جنتی فرماتے ہیں، ان کی زندگی میں ہی ان کو جنت کی سند عطا فرماتے ہیں۔

قارئین کرام انصاف فرمائیں، مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتوی زیادہ معتبر ہے یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و توثیق؟

✪ وہابی، دیوبندی، اور تبلیغی جماعت کے امام اوّل فی الہند اور امام المنافقین مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی رسوائے زمانہ کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

''جو کوئی یہ بات کہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کوئی امام یا بزرگ غیب کی بات جانتے تھے اور شریعت کے ادب سے منہ سے نہ کہتے تھے وہ بڑا جھوٹا ہے کیونکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔''

(حوالہ:-تقویۃ الایمان، ناشر:-الدار السّلفیہ بمبئی، ص:۴۸)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم تھا ایسا عقیدہ رکھنے والے کو مولوی اسمٰعیل دہلوی جھوٹا کہہ رہے ہیں قارئین کرام کی غیر جانبدارانہ عدالت میں استغاثہ ہے کہ میزان

عدل کے ایک پلے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق حضرت ابوعبیدہ کا عقیدہ رکھیں اور دوسرے پلے میں مولوی اسمٰعیل کی تقویت الایمان کی عبارت رکھیں اور فیصلہ کریں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟

اس بحث کو طول نہ دیتے ہوئے ہم یرموک کے میدان میں واپس چلتے ہیں۔

رومی سردار جرجیر نے اپنے لشکر کی کثرت کا خوف دلا کر ہلاک ہوجانے کی جو دھمکی دی تھی اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ تو اپنے لشکر کی کثرت پر ناز کرتا ہے لیکن تو یہ حقیقت بھی جان لے کہ تمہارے لشکر کو ہمارے مجاہدوں کے نیزے اور تلواروں کی نوکیں پھاڑ کر رکھ دیں گی اور تم پناہ کے لیے چوہے کا بل ڈھونڈتے پھروگے، جس دن لڑائی شروع ہوگی اس دن تم کو معلوم ہوجائے گا کہ ہم میں سے کون لڑائی کا زیادہ خواہشمند تھا۔

حضرت ابوعبیدہ کی بلند حوصلہ گفتگو سن کر رومی سردار جرجیر مبہوت وساکت ہوگیا اور اپنا سا منہ لے کر باہان کے پاس واپس آیا۔ باہان نے کیفیت پوچھی، تو جرجیر نے کہا کہ ان سے صلح کی گفتگو کرنا بے فائدہ ہے۔ ان کی بات چیت میں بھی جنگ کی آگ کے شعلے بھڑکتے ہیں ان کا ارادہ پورا ملک شام فتح کرنے کا ہے لہذا یہ جنگ کیے بغیر یہاں سے ٹلنے والے نہیں۔ جرجیر کی مایوس کن تفصیل سماعت کرنے کے باوجود بھی باہان نا اُمید نہیں ہوا اور صلح کی آس نہیں توڑی۔ جبلہ بن ایہم غسانی عرب ہونے کے ناتے ان کو سمجھانے میں کارآمد ثابت ہوگا یہ اُمید کرتے ہوئے باہان نے جبلہ کو آزماتے ہوئے صلح کی گفتگو کرنے بھیجا۔ جبلہ بن ایہم گھوڑے پر سوار ہوکر اسلامی لشکر کے کیمپ کے نزدیک آیا اور پکار کر کہا کہ اے گروہ عرب! تم میں سے عمرو بن عامر کی اولاد کے کسی شخص کو میرے ساتھ گفتگو کرنے بھیجو۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عبادہ بن صامت کو اس سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا۔ جبلہ نے گفتگو کے آغاز میں قبیلہ کا تعارف اور قرابت وغیرہ کے تعلق سے گفتگو کرنے کے بعد ہمدردی اور خیر خواہی جتاتے ہوئے کہا:

اے عربی برادر! میں تمہارا ہم قوم ہونے کی وجہ سے تمہارا بہی خواہ اور خیر اندیش ہوں۔ میرا تم کو مشورہ ہے کہ اس وقت جو یہاں رومی لشکر موجود ہے اس کا مقابلہ کرنا تمہارے بس کی

بات نہیں اور ایسا ہی ایک دوسرا لشکر پیچھے آرہا ہے۔ تمہاری تعداد رومی لشکر کے مقابلے میں سمندر کے سامنے کوزے جیسی ہے۔ اب تک ملک شام میں تم نے جو فتوحات حاصل کیں ہیں اس کا نشہ اپنے دماغ سے جھاڑ دو کیونکہ ان لڑائیوں میں تمہارے مقابلے میں جو لشکر آئے تھے، اور اس وقت جو لشکر آیا ہے دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس لشکر سے مقابلہ کرنا تمہارے لئے ناممکن ہے۔ لہذا بہت مت اکڑو اور لڑنے کا خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔ اس لشکر سے لڑنا لوہے کے چنے چبانے سے بھی زیادہ مشکل مرحلہ ہے۔ خواہ مخواہ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت پڑو اور ہرقل بادشاہ کی تجویز قبول کرکے ملک حجاز کی راہ پکڑو۔ اسی میں ہی تمہاری بہتری اور بھلائی ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت خاموشی سے جبلہ کی گفتگو سماعت کرتے رہے۔ جب وہ خاموش ہوا تو حضرت عبادہ نے فرمایا کہ اے جبلہ کیا تو اپنی بات پوری کر چکا؟ جبلہ نے کہا کہ ہاں اے برادر عربی! میں اپنے نیک مشورے سے فارغ ہو چکا۔ حضرت عبادہ بن صامت نے فرمایا کہ اے جبلہ! جنگ اجنادین میں تو نے دیکھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم پر کس طرح غلبہ دیا۔ ہم اسی کی مدد چاہتے ہیں اور اس کی مدد پر کامل اعتماد رکھتے ہیں۔ ہم تمہارے لشکر کی کثرت سے مطلق نہیں ڈرتے۔ بلکہ تمہاری پرواہ تک نہیں کرتے۔ موت ہماری خواہش وآرزو ہے خونریزی کے ہم حریص اور خواہشمند ہیں۔ لہذا اپنے لشکر کی کثرت سے ہمیں ڈرانے کی کوشش مت کر۔ ہم اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔ مسلمان کسی سے نہیں ڈرتا۔ وہ بے خوف ہوکر جیتا ہے۔ تو نے عرب ہونے کے ناطے ہمدردی جتائی ہے لہذا میں بھی اخلاقی فریضہ کے تحت تجھے بے ڈر اور بے خوف بنانے کی ہمدردی جتاتا ہوں۔ میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ "لاالہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" کہہ کر اسلام میں داخل ہوجا تاکہ تجھے دنیا اور آخرت کی بزرگی حاصل ہو اور تو نڈر اور بے خوف ہوجائے۔ اے جبلہ! تو روسائے عرب سے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی عربی ہیں رسول عربی کا دین تمام ادیان پر غالب آچکا ہے۔ تیری بھلائی اور بہتری اسی میں ہے کہ تو دین اسلام اختیار کرلے اور کفر کی ظلمت سے نکل کر ایمان کی روشنی میں آجا۔

حضرت عبادہ بن صامت کی صداقت پر مبنی ایمان افروز اور باطل سوز گفتگو سن کر جبلہ خشمناک ہوا اور کہا کہ اس طرح کی باتیں کرنے سے باز آؤ۔ میں اپنے دین نصرانیہ سے ہرگز منحرف نہیں ہونے والا۔ حضرت عبادہ بن صامت نے فرمایا کہ اگر تو اپنے کفر پر ہی قائم رہنا چاہتا ہے تو کم از کم اتنا تو کر کہ ہمارے اور رومیوں کے درمیان مداخلت کرنے سے دور رہ اور رومی لشکر سے الگ ہو جا ورنہ تجھ کو بھی رومیوں کے ساتھ ساتھ ہمارے نیزوں اور تلواروں کی نوکیں پھاڑ کر رکھ دیں گی۔ ہماری تلواروں سے بچ کر تو زندہ واپس نہیں جائے گا۔ جبلہ یہ سن کر سہم گیا اور نرم لہجہ اختیار کر کے کہا کہ اے عربی برادر! خواہ مخواہ مجھ کو کیوں ڈانتے ہو؟ کیا میں تمہاری جنس سے نہیں؟ حضرت عبادہ نے فرمایا کہ تو عرب ہونے کے باوجود ہم سے مکر وفریب کرنے آیا ہے۔ تو عرب ضرور ہے لیکن اپنے کفر کی وجہ سے ہم جنس اور مثل نہیں۔ تو صلیب کا پوجاری ہے جب کہ ہم خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ تیرا اور ہمارا حال یکساں نہیں۔ اور ہاں! تو ہم کو اس بات سے بھی ڈرانے کی کوشش کرتا ہے کہ رومیوں کا ایک بڑا لشکر پیچھے آ رہا ہے۔ لہذا تو بھی سن لے کہ ہمارا لشکر بھی ہماری پشت پناہی کرنے آ رہا ہے۔ اور اس لشکر میں ایسے ایسے دلیر اور بزرگ لوگ ہیں جو بذات خود ایک لشکر کی حیثیت کے حامل ہیں۔ کیا تجھے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم کی شدت اور مضبوطی، حضرت عثمان غنی کی دانش اور جوانمردی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شجاعت اور بہادری، حضرت عباس، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور فلاں فلاں کی ہمت اور دبدبے کا حال معلوم نہیں؟ ان حضرات کے پاس طائف اور یمن کے مجاہدین جمع ہوئے ہیں اور ہماری کمک کو آنے والے ہیں۔ جب تم ہم سے لڑنے کی صلاحیت اور جرأت نہیں رکھتے تو ہمارے ان معزز شہسواروں سے کیا ٹکر لے سکو گے؟ جب ہمارا یہ لشکر آئے گا تو تم کو پیس کر رکھ دے گا۔

جبلہ بن ایہم نے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! تم تو بہت مشتعل ہو گئے اور لال پیلے ہو کر تُند لہجہ میں گفتگو کرنے پر اُتر آئے ہو۔ میں تمہاری بھلائی کی بات کرتا ہوں لیکن تم میری بات پر کان نہیں دھرتے اور میری ایک بھی نہیں سنتے۔ میں ایک مرتبہ پھر درخواست کرتا

ہوں کہ لڑنے کا خیال ترک کر کے رومیوں سے صلح کر لو۔ حضرت عبادہ بن صامت نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی! ہمارے اور تمہارے درمیان قبول اسلام یا ادائے جزیہ کی شرط پر ہی صلح ہو سکتی ہے اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک شرط کے قبول سے انکار کرو گے تو تلوار ہمارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ اے جبلہ! میری ایک آخری بات بھی سن لے۔ اگر ایلچی کو قتل کرنا ہمارے نزدیک غدر اور بیوفائی نہ ہوتا تو تجھ کو اپنی تلوار کا مزا چکھاتا اور تیری ناپاک روح کو دوزخ کی طرف بھیج دیتا۔ تیری خوش نصیبی ہے کہ تو ایلچی بن کر آنے کی وجہ سے میری تلوار کی ضرب سے بچ کر واپس جاتا ہے۔ اتنا فرمانے کے بعد حضرت عبادہ نے میان سے تلوار نکال کر جبلہ کی طرف چمکائی۔ جبلہ دہشت اور خوف سے کانپ اُٹھا۔ اپنے گھوڑے کی باگ پھیری اور رومی لشکر کی جانب چل دیا۔

جبلہ باہان کے پاس آیا، اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑتی تھیں۔ باہان نے جبلہ کے چہرے کا رنگ اُڑا ہوا دیکھا تو پوچھا کہ اے جبلہ! اس قدر افسردہ کیوں ہو؟ تمہارے چہرے سے خوف وہراس عیاں ہے جبلہ نے کہا کہ اے سردار! میں ہراساں نہیں بلکہ متحیر اور متعجب ہوں۔ میں نے عرب ہونے کے ناطے مسلمانوں کو بہت سمجھایا بلکہ ڈرایا اور دھمکایا بھی، لیکن ان کے کان پر جُوں نہیں رینگتی۔ صلح کی بات میں دلچسپی ہی نہیں، بس لڑنے کی اور پھاڑ ڈالنے کی ہی بات کرتے ہیں۔ معلوم نہیں ان کے دماغ میں کیا ہوا بھر گئی ہے۔ ان کے گفتگو کا تیور دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ ان کے دماغ میں گرمی چڑھ گئی ہے۔ اور یہ لوگ احسان کرنے کے لائق نہیں کیونکہ ملک شام کے چند مقام پر فتح حاصل کرنے کی وجہ سے ان کے دماغ چوتھے آسمان پر ہیں لہذا تلوار کی زبان میں بات کر کے ان کے دماغ کی گرمی اُتارنے کی ضرورت ہے۔

جنگ یرموک کا پہلا دن

باہان نے جبلہ سے کہا کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہرقل بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہم نے عربوں کو سمجھاتے ہوئے دماغ کے کیڑے جھاڑ دیئے لیکن انھوں نے ہماری بات سنی ان سنی کردی۔ اتمام حجت کرنے میں ہم نے کوتاہی نہیں کی، لہذا اب اگر ان سے مدبھیڑ ہوجائے تو بادشاہ ہم کو ملامت نہیں کرے گا۔ ہم بادشاہ کو اطمینان دلاسکیں گے کہ صلح کے لئے ہم نے حد درجہ کوشش کرلی مگر وہ آمادہ نہیں ہوئے لہذا ہم نے بحالت اکراہ ومجبوری جنگ کی ہے۔ باہان نے جبلہ سے کہا کہ میری اطلاع کے مطابق عرب کا لشکر تیس (۳۰) ہزار ہے اور تم عرب متنصرہ ساٹھ ہزار ہو۔ یعنی مسلمانوں سے دوگنی تعداد میں ہو۔ وہ بھی عرب ہیں اور تم بھی عرب ہو۔ مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ تم ان کو شکست دے دوگے۔ اگر تم ان پر غالب آ گئے تو ہرقل بادشاہ انعام واکرام سے نواز دے گا، بلکہ ملک شام کی حکومت میں تمہیں حصہ دار بنائے گا علاوہ ازیں پورے ملک شام میں تمہارے نام کا ڈنکا بج جائے گا کہ تم نے عربوں کو بھگا دیا۔ ملک شام کا بچہ بچہ تمہاری تعظیم وتکریم کرے گا اور ہر گھر اور ہر محفل میں تمہاری شجاعت وبہادری کے گیت گائے جائیں گے۔ اس طرح باہان نے طمع اور لالچ دے کر جبلہ کو لڑنے کی ترغیب دی اور اس کے دماغ میں ہوا چڑھا دی۔ جبلہ نے کہا کہ اے سردار! میں ان مسلمانوں سے ضرور لڑوں گا بلکہ ان سے لڑنے میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ آپ نے مجھ سے جو اُمیدیں وابستہ کی ہیں اس میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ جبلہ بن ایہم نے اپنی قوم نبوغسان کو مسلح ہوکر لڑنے کے لئے میدان میں جانے کا حکم دیا۔ جبلہ کا حکم ملتے ہی قوم بنوغسان کے ساٹھ ہزار عرب متنصرہ مسلح ہوکر فوراً سوار ہوگئے اور میدان کا رخ کیا، تمام عرب متنصرہ لوہے کے خود، زرہیں اور دیگر ملبوسات سے آراستہ ہوکر آئے تھے۔

⊙ ساٹھ ہزار کے مقابلے میں حضرت خالد کے صرف ساٹھ آدمی

اب ہم قارئین کرام کی خدمت میں اسلامی تاریخ کے وہ سنہری اوراق پیش کررہے ہیں کہ جن کو پڑھ کر قارئین عش عش کریں گے۔ اسلام کے کفن بردوش مجاہدوں نے شجاعت اور بہادری کی جو بے مثال نظیر قائم کی، وہم وگمان سے ماورا ایسا عظیم کردار ادا کیا کہ خواب میں بھی ایسا کرنا ممکن نہیں معلوم ہوتا۔

آیئے! اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو رکھتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں:

جب جبلہ بن ایہم غسانی ساٹھ ہزار سواروں کو لے کر میدان میں آیا اور اسے آتے ہوئے مجاہدوں نے دیکھا تو فوراً حضرت ابوعبیدہ کو اس امر کی اطلاع پہنچائی۔ حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کو پکارا اور مسلح ہوکر میدان میں اترنے کا حکم دیا۔ تمام مجاہد اپنے ہتھیاروں اور گھوڑوں کی طرف دوڑے اور میدان میں جانے کا قصد کیا۔ لیکن حضرت خالد بن ولید نے پکارا کہ اے اسلام کے جاں نثارو! ٹھہر جاؤ اور توقف کرو! رومیوں نے ہمارے مقابلے کے لئے ساٹھ ہزار نصرانی عرب سواروں کو بھیج کر جو بے وقوفی کی ہے۔ آج میں ان کو ایسا چکما دوں گا کہ ان کی ناک خاک آلود ہوجائے گی اور ذلت کی وجہ سے وہ کسی کو بھی اپنا منھ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ حضرت ابوعبیدہ نے محوحیرت ہوکر کہا کہ اے ابوسلیمان! ایسا تم نے کیا سوچا ہے؟ حضرت خالد نے جواب دیا اے سردار! رومی لشکر کے سردار نے ہماری تعداد سے دوگنی تعداد میں نصرانی عربوں کو اس گمان میں لڑنے بھیجا ہے کہ وہ ہمارے ہم جنس ہونے کی وجہ سے ہم پر غالب آجائیں گے۔ وہ ان نصرانی عربوں کی کچھ اہمیت سمجھتا ہے لہذا اگر ہم اپنے پورے لشکر کے ساتھ ان سے لڑنے نکلیں گے تو ان کی اہمیت برقرار رہ جائے گی۔ میں یہ چاہتا کہ ان کی اہمیت کا راز فاش کردوں۔ لہذا جبلہ کے لشکر کے مقابلے میں ہمارے لشکر سے چند مجاہد ہی جائیں۔ اور قسم ہے عیش رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہ جبلہ ہمارے لشکر کے لوگوں کو اس حال میں دیکھے گا کہ وہ صرف پروردگار عالم کی رضامندی کے لئے ہی لڑتے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! تمہاری رائے مناسب ہے۔ تم ہمارے

لشکر سے مناسب مجاہدوں کا انتخاب کرلو۔ آگے کا احوال حضرت علامہ واقدی کی زبانی سماعت کریں:

"پس کہا خالد بن الولید نے کہ میں چاہتا ہوں کہ منتخب کروں اپنے لشکر سے تیس آدمی۔ پس لڑے ہر آدمی ہم میں سے دو ہزار سے ان متنصرہ سے۔ پس نہیں باقی تھا کوئی شخص مسلمانوں سے مگر یہ کہ تعجب کیا اُس نے مقولہ خالد بن الولید سے اور گمان کیا اُن کی نسبت مزاح کا۔ پس جس شخص نے پہلے اُن سے اس بات میں اُس دن کلام کیا وہ ابوسفیان تھے۔ پس کہا انھوں نے کہ اے بیٹے ولید کے۔ آیا یہ کلام تمہارا مزاح کا ہے یا صحیح اور درست ہے۔ خالد بن الولید نے کہا قسم ہے اُس ذات کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں کہ نہیں کہا میں نے مگر کلام صحیح اور درست کو۔"

(حوالہ:-فتوح الشام، از:-علامہ واقدی، ص:۲۰۹)

صرف تیس (۳۰) آدمی لے کر ساٹھ ہزار سے لڑنے جانے کی حضرت خالد کی تجویز سن کر تمام مجاہد تعجب میں پڑ گئے اور یہ گمان کیا کہ حضرت خالد شاید مزاح اور خوش طبعی کے طور پر یہ بات کہہ رہے ہیں لہذا حضرت ابوسفیان نے حضرت خالد سے پوچھا کہ کیا واقعی آپ صرف تیس آدمی کو لے کر ساٹھ ہزار سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ یا یہ بات بطور مزاح کہی ہے؟ حضرت خالد نے حلفیہ جواب دیا کہ ہاں واقعی میرا یہی ارادہ ہے۔

حضرت ابوسفیان نے حضرت خالد سے کہا کہ اے خالد! اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ" (سورۃ البقرہ، آیت:۱۹۵)

ترجمہ:- "اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔" (کنزالایمان)

حضرت ابوسفیان نے مزید کہا کہ اے خالد! اگر تم یہ کہتے کہ ہمارا ایک آدمی ان کے دو آدمیوں سے لڑے گا تو بات ٹھیک تھی مگر ایک آدمی دو ہزار آدمیوں سے لڑے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑتا ہے۔ حضرت خالد نے جواب دیا کہ میں اسلامی لشکر سے ایسے بہادر شہسواروں کو منتخب کروں گا جنہوں نے اپنی جانوں کو راہ خدا میں وقف کر دیا ہے۔ وہ صرف اللہ اور اللہ کے رسول کی رضامندی کے لئے ہی جہاد کرتے ہیں۔ اگر وہ جلتی

ہوئی آگ پر چلیں گے تو آگ بھی سرد ہو جائی گی:

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھادے گی، وہ آگ لگائی ہے

(از:-امام عشق ومحبت، حضرت رضاؔ بریلوی)

حضرت ابوسفیان نے کہا کہ اے خالد! میں تمہاری بات سے متفق ہوں۔ بے شک ہمارے لشکر میں ایسے دلیر مجاہد موجود ہیں کہ اگر ان سے کہا جائے کہ تنہا ساٹھ ہزار کے مقابلے کے لئے جاؤ تو وہ بلاکسی جھجک اور تامّل کے تیار ہو جائیں گے لیکن مجاہدوں کے ساتھ محبت اور شفقت ہونے کی وجہ سے میری تم سے درخواست ہے کہ تم بجائے تیس کے ساٹھ آدمیوں کے ساتھ جاؤ یعنی ایک ہزار نصرانی کے مقابلے میں ایک مؤمن۔ اور مجھے اُمید ہے کہ تم ضرور کامیاب ہوگے۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت ابوسفیان کی درخواست کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! ابوسفیان کی رائے مناسب ہے۔ میں بھی یہی کہتا ہوں۔ اپنے معزز سردار کا حکم سر آنکھوں پر لیتے ہوئے حضرت خالد بن ولید تیس کے بجائے ساٹھ مجاہدوں کو لے کر ساٹھ ہزار نصرانی عرب کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید نے اپنے ساتھ جن ساٹھ مجاہدوں کو لیا تھا ان میں حسب ذیل مشاہیر شامل تھے:

(۱) حضرت زبیر بن عوام
(۲) حضرت فضل بن عباس
(۳) حضرت شرحبیل بن حسنہ
(۴) حضرت صفوان بن امیہ
(۵) حضرت سہیل بن عمرو
(۶) حضرت ربیعہ بن عامر
(۷) حضرت ضرار بن ازور
(۸) حضرت رافع بن عمیرہ طائی
(۹) حضرت عدی بن حاتم طائی
(۱۰) حضرت کعب بن مالک انصاری
(۱۱) حضرت عبادہ بن صامت
(۱۲) حضرت جابر بن عبداللہ
(۱۳) حضرت ابوایوب انصاری
(۱۴) حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق
(۱۵) حضرت عبداللہ بن عمر فاروق
(۱۶) حضرت رافع بن سہیل

(۱۷) حضرت عبداللہ بن یزید — (۱۸) حضرت حمزہ بن عمر

(۱۹) حضرت مالک بن نضر — (۲۰) حضرت یزید بن ابی سفیان

(۲۱) حضرت مغیث بن قیس — (۲۲) حضرت عبدالمنذر بن عوف

(۲۳) حضرت قیس بن سعید خزرجی — (۲۴) حضرت ہاشم بن سعید طائی

(۲۵) حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی — (۲۶) حضرت عاصم بن عمرو۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

حضرت خالد بن ولید نے اپنے ساتھیوں کو تاکید فرمائی کہ تم اپنے ساتھ صرف تلوار لینا، نیزہ اور تیر کمان مت لینا کیونکہ نیزہ کا وار کبھی کارگر ہوتا ہے اور کبھی خطا بھی کرتا ہے اور تیر کا استعمال دور سے لڑتے وقت ہی کیا جاتا ہے لہذا تم تیر اور نیزہ ساتھ مت لینا۔ خواہ مخواہ اس کا وزن اُٹھانا پڑے گا اور اس کو سنبھالنے کا تکلف کرنا پڑے گا۔ حضرت خالد نے مزید فرمایا کہ اے شمع رسالت کے پروانو! معرکۂ جنگ میں صبر اور استقلال سے کام لینا اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا۔ اللہ تعالیٰ ہماری ضرور مدد فرمائے گا۔ تمام مجاہدوں نے کہا کہ اے ابوسلیمان! تم ہمیں پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ پھر حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے سردار حضرت ابوعبیدہ کے پاس آئے اور رخصت کی اجازت طلب کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے فتح و عافیت کی دعا سے نواز کر رخصت فرمایا۔ حضرت خالد اور ان کے ہمراہ ساٹھ (۶۰) مجاہد، اسلامی لشکر کے کیمپ سے روانہ ہوئے۔ مجاہدین نے تہلیل و تکبیر کی صدا بلند کی اور ان کی متابعت میں پورے لشکر نے نعرۂ تکبیر کا جو شور بلند کیا اس سے کوہ و صحرا گونج اُٹھے۔ لشکر اسلام نے خیر و عافیت کی دعائیں دے کر اسلام کے شیروں کو الوداع کیا۔

حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھی جب روانہ ہوئے تو ان کے چہرے نورِ ایمان سے چمک رہے تھے۔ کسی کے چہرے پر خوف اور دہشت کا نام و نشان نہ تھا بلکہ تمام مثل شیر معلوم ہوتے تھے۔ بظاہر وہ موت کے منہ میں جا رہے تھے۔ ساٹھ مجاہدوں کے سامنے جبلہ کا ساٹھ ہزار کا لشکر مثل موت کا بادل سر پر منڈلا رہا تھا لیکن مجاہدوں کو ان کی کوئی پرواہ نہیں۔ تحفظ ناموس رسالت کی خاطر وہ اپنی جان کھپانے خوشی خوشی جا رہے تھے:

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضاؔ بریلوی)

جبلہ بن ایہم غسانی نے دیکھا کہ اسلامی لشکر سے چند اشخاص ہماری طرف آ رہے ہیں پس اس نے یہ گمان کیا کہ ان پر میرا رعب و خوف چھا گیا لہذا صلح کی گفتگو کرنے آ رہے ہیں۔ جبلہ اس انتظار میں تھا کہ وہ میرے پاس آ کر ٹھہریں گے لیکن حضرت خالد بیچ میدان میں آ کر رُک گئے اور صف بندی کرنے لگے۔ جبلہ کو تعجب ہوا کہ یہ لوگ آتے آتے میدان میں کیوں ٹھہر گئے؟ لہذا وہ اپنے لشکر کے ہمراہ آگے بڑھا اور قریب آ کر پکار کر کہا کہ اے عربی برادرو! تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ مجھے تم سے یہی اُمید تھی کہ میرے مشورے کو قبول کر کے لڑنے کا ارادہ ترک کر دو گے اور صلح کے لئے آمادہ ہو جاؤ گے۔ تم صلح کے معاملے میں کیا گفتگو کرنا چاہتے ہو؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ کیسی صلح؟ اور کیسی گفتگو؟ ہم تم سے صلح کی گفتگو کرنے نہیں، بلکہ لڑنے آئے ہیں۔ اے صلیب کی عبادت کرنے والو! نکلو اور مقابلہ کرو۔ جبلہ نے دیکھا کہ ان کے تیور تو وہی ہیں اور کچھ فرق نہیں پڑا اور لڑائی کا چیلنج دیتے ہیں تو اس نے بھی تند لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ مجھ سے کہتے ہو کہ نکلو اور مقابلہ کرو۔ لیکن میں تو اپنے لشکر کے ساتھ میدان میں لڑنے کے لئے ہی نکلا ہوں۔ اگر جنگ کا اتنا ہی شوق ہے تو اپنے لشکر سے کہو کہ وہ لڑنے نکلے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ کیا ہم ساٹھ آدمی تجھے نظر نہیں آتے؟ جبلہ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ تم کو تو دیکھ رہا ہوں لیکن تمہارا لشکر نظر نہیں آتا۔ جاؤ اور لشکر لے کر آؤ۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ میں لشکر لے کر تو آیا ہوں میں تم سے گفتگو کرنے نہیں بلکہ لڑنے آیا ہوں۔ جبلہ نے کہا کہ کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ میرے ساتھ جو لشکر ہے اس کی تعداد ساٹھ ہزار ہے اور تم صرف ساٹھ آدمی ہو۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ تیرے ساٹھ ہزار کے لشکر کے لئے ہم ساٹھ مجاہد کافی ہیں بلکہ ضرورت سے زیادہ ہیں۔ تیرے ساٹھ ہزار کے لشکر کے لئے تو ہم تیس (۳۰) مجاہد ہی کافی تھے لہذا میں تیس (۳۰) آدمی لے کر ہی آتا تھا لیکن ہمارے لشکر کے رحم دل سردار نے ہماری مشقت کا خیال کرتے ہوئے ہماری تعداد میں اضافہ فرما دیا۔ اور میں تیس کے بجائے

ساٹھ آدمی لے کر آیا ہوں۔ جبلہ نے کہا کہ میرا لشکر تم کو چٹکی بجا کر مَسل دے گا اور ہلاک
کر دے گا۔ غرور مت کرو اور مناسب تعداد میں لشکر لے کر آؤ۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ
ہماری فکر چھوڑ دے اور اپنی فکر کر۔ ہمارے لشکر کی تعداد کے معاملے میں دخل اندازی مت کر۔
تیرے مقابلے کے لئے کتنی تعداد پر مشتمل لشکر درکار ہے وہ ہمیں دیکھنا ہے اور ہمارے حساب
سے ہم ساٹھ آدمی تیرے لشکر کے لئے ضرورت سے زیادہ ہیں لہذا اب باتیں بنانا چھوڑ اور
حملہ کی تیاری کر۔

جبلہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مسلمانوں نے مجھ کو بڑی کشمکش میں ڈال دیا ہے اگر
ہمارے ساٹھ ہزار کے لشکر نے ان ساٹھ مسلمانوں کو مار ڈالا تو دنیا یہ کہے گی کہ اس میں کونسی
بہادری کا کام ہے؟ اور اگر وہ غالب آ گئے تو قیامت تک ہماری نسلیں کسی کو منہ دکھانے کے
قابل نہ رہیں گی۔ ہماری حالت تو سانپ کے منہ میں چھچھوندر جیسی ہو گئی ہے، نگلے تو اندھا،
اُگلے تو کوڑھی بنے۔ لڑتے ہیں تو بھی ذلیل اور نہ لڑیں تو مزید رسوائی۔ تھوڑی دیر شش و پنج میں
رہنے کے بعد جبلہ نے کہا کہ میں تم کو دانا اور عقلمند سمجھتا تھا لیکن آج تمہاری دانشمندی کی قلعی کھل
گئی۔ خود کو اور اپنے ساتھیوں کو ہلاکت میں ڈالنے چلے آئے ہو۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ
ہماری تعداد کی قلت مت دیکھ، خدا کی قسم ہم میں کا ایک مرد تمہارے ایک ہزار مردوں کے لئے
کافی ہے۔ آزما کر دیکھ لے، آزمائش سے کیوں ڈرتا ہے؟

جبلہ نے حضرت خالد کا طعنہ سنا تو غصہ سے بھوت ہو گیا اور اپنے لشکر کو حملہ کرنے کا حکم
دیا۔ ساٹھ ہزار متنصرہ عرب ساٹھ مجاہدوں پر آ پڑے۔ بظاہر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جس طرح
سمندر تنکے کو بہالے جاتا ہے اس طرح یہ لشکر جرار مٹھی بھر مجاہدوں کو بہالے جائے گا۔ لیکن
اسلام کے شیر دل مجاہد آہنی چٹان کی طرح رومی لشکر کے سیلاب کے سامنے ڈٹے رہے۔ رومی
لشکر کے نصرانی عربوں نے یکبارگی حملہ کر کے صحابہ کرام کو گھیرے میں لے لیا۔ صحابہ کرام
نے صبر و استقلال سے مقابلہ کیا۔ تیز رفتاری سے تیغ زنی کر کے دشمنوں کو قریب آنے سے
روک دیا رومی لشکر نے ایسا شور و غل بلند کیا کہ مجاہدوں کی آواز سننے میں نہیں آتی تھی۔ مجاہد
مسلسل نعرۂ تکبیر بلند کر کے اپنے ساتھیوں کو جوش دلاتے تھے لیکن رومی لشکر کے شور و غل میں

ان کی آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز کی طرح دب جاتی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ اور تمام لشکر
اسلام کیمپ سے تاریخ کا اچھوتا معرکہ بڑی بیقراری سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن حضرت خالد
اور ان کے ساتھی کہیں بھی نظر نہیں آتے تھے۔ سب نے یہی گمان کیا کہ حضرت خالد اور ان
کے ساتھی بچ نہ سکیں گے لہذا تمام پر قلق اور اضطراب لاحق ہوا۔ تمام کے تمام بارگاہِ الٰہی میں
دست بدعا تھے اور حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کی سلامتی کے لئے رو رو کر دعائیں
کر رہے تھے۔

لیکن خدا کی تلوار حضرت خالد ''سیف اللہ'' نے آج اپنا جوہر دکھایا۔ حضرت خالد بن
ولید، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، حضرت فضل بن عباس، حضرت
عبداللہ بن عمر فاروق اور حضرت ضرار بن ازور ان چھ صحابہ نے اپنے گھوڑے آپس میں حصار
کی صورت ملا لئے۔ اور ایک دوسرے کی نگرانی کرتے خود کو اور اپنے ساتھی کو دشمن کے وار
سے بچاتے ہوئے بڑی دلیری سے لڑتے جو بھی دشمن قریب آتا اسے زمین پر مردہ ڈال
دیتے۔ اور جس طرف حملہ کرتے تھے صفیں کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیتے۔ ایسا لگتا تھا کہ ان کی
تلواریں رومیوں کے خون کی پیاسی ہیں اور اپنی پیاس بجھانے کے لئے تلوار سرعت سے
رومیوں کے گلوں تک پہنچ کر خون کے فوارے جاری کر دیتی تھیں۔ جنگ اپنے پورے شباب
پر تھی۔ آگ کے شعلوں کی طرح جنگ بھڑک رہی تھی۔ تلواروں کے ٹکرانے سے پھلجھڑی کی
طرح آگ کی جنگاریاں اُڑتی تھیں۔ حضرت خالد بن ولید نے ساتھیوں کو پکار کر فرمایا کہ
اے مجاہدو! دلیری اور شجاعت سے مقابلہ کرو۔ اسی جگہ سے ہم کو آخرت کی جانب کوچ کرنا
ہے۔ میں عرصۂ دراز سے شہادت کی تمنا رکھتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میری شہادت کی آرزو
آج پوری ہو جائے گی۔ حضرت خالد کی اس گفتگو نے مجاہدوں میں ایک جوش اور ولولہ پیدا
کر دیا۔ تمام مجاہدین صحابہ جبلہ کے لشکر پر مثل شیر ٹوٹ پڑے۔ جبلہ ان اسلامی شیروں کی تیغ
زنی کی سرعت دیکھ کر حیران تھا۔ بظاہر صرف ساٹھ صحابہ کرام لڑنے والے تھے۔ صرف ساٹھ
تلواریں چلتی تھیں لیکن جبلہ نے اپنے لشکر کے مقتولین کو دیکھا تو یہ گمان گزرنے لگا کہ ساٹھ
مسلمان تلوار زنی نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہزاروں تلواریں اس کے لشکر پر پڑتی ہوں اس طرح

جبلہ کے لشکر کے سپاہی ٹپاٹپ مقتول ہوکر زمین پر گرتے تھے۔ جبلہ بن ایہم حواس باختہ ہوگیا، اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے، بدحواسی کے عالم میں زور زور سے چیخ چیخ کر اپنے سپاہیوں کو حملے کی شدت سخت کرنے کا حکم دیتا تھا لیکن اسلامی لشکر کے شیروں نے ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔

صبح سے لے کر شام تک گھمسان کی جنگ جاری رہی۔ جبلہ کے لشکر کے سپاہی تھک کر چور ہوگئے تھے لیکن حضرت خالد بن ولید اور ان کے تمام ساتھی تازہ دم لڑتے رہے۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ابھی ابھی ہی میدان میں لڑنے آئے ہیں حالانکہ وہ صبح سے تیغ زنی کررہے تھے لیکن عشق رسول کی طاقت اور برکت سے اب تک تازہ دم تھے۔ تھکن کا نام ونشان نہ تھا:

ٹپکتا رنگِ جنوں عشقِ شہ میں ہر گل سے
رگِ بہار کو نشتر رسیدہ ہونا تھا

(از:- امام عشق ومحبت حضرت رضؔا بریلوی)

آفتاب بھی مشرق سے مغرب کی مسافت طے کرتے کرتے تھک گیا، وہ بھی آغوشِ افق میں سمانے کے لئے تیزی سے چل کر غروب کی منزل میں آ گیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو حضرت خالد بن ولید اور ان کے ہمراہ جانے والے صحابہ کرام کی سخت فکر ہو رہی تھی۔ قلق اور اضطراب کی وجہ سے ان کی آنکھ سے آنسو جاری تھے۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کے واپس لوٹنے کی اُمید باقی نہ رہی تھی۔ لہٰذا انھوں نے اسلامی لشکر کو یلغار کا حکم دینے کا ارادہ کیا، لیکن حضرت ابوسفیان نے ان سے کہا کہ اے سردار! اطمینان رکھو، انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو کچھ نہیں ہوگا اور ان کو غلبہ حاصل ہوگا۔ تھوڑی ہی دیر میں جبلہ بن ایہم کا عرب متنصرہ لشکر دفعۃً پیٹھ دکھا کر بھاگا۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے بلند آواز سے پکارا" لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"

جبلہ بن ایہم غسانی کے لشکر کے سپاہی اس طرح ڈر کر بھاگتے تھے کہ گویا آسمان سے کسی نے ان کو ڈرا کر بھگا دیا ہو۔ بھاگنے والوں میں جبلہ سب سے آگے تھا۔ حضرت خالد جب

اسلامی لشکر میں واپس آئے تو ان کے ساتھ صرف بیس (۲۰) مجاہد تھے یعنی چالیس مجاہد کم تھے۔ حضرت خالد بن ولید اپنے چہرے پر طمانچے مارنے لگے اور کہتے تھے کہ اے ولید کے بیٹے! تو نے مسلمانوں کو ہلاک کیا اس معاملہ میں کل قیامت کے دن خدا کو کیا جواب دے گا۔ پھر حضرت خالد اپنے ساتھیوں پر افسوس کر کے رونے لگے اور اپنے چہرے پر زور زور سے طمانچے مارنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید کے اس طرح رونے سے اسلامی لشکر کے کیمپ میں کہرام مچ گیا۔ حضرت خالد کے ساتھ ساتھ سب رونے لگے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح بیقراری کے عالم میں دوڑتے ہوئے حضرت خالد کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خالد اپنے چہرے پر اپنے ہی ہاتھوں سے طمانچے مار رہے ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے لپک کر حضرت خالد کا ہاتھ تھام لیا اور فرمایا کہ اے ابوسلیمان! توقف کرو۔ کیوں اتنے بے چین و پریشان ہو؟ حضرت خالد نے جواب دیا کہ اے سردار! اسلامی لشکر کے چالیس افراد کم ہیں اور ان گم ہونے والوں میں حضرت زبیر بن عوام، حضرت فضل بن عباس، حضرت عاصم بن عمرو، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ضرار بن ازور، حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت ربیعہ بن عامر، حضرت رافع بن عمیر طائی وغیرہ جیسے اکابر صحابہ ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فوراً استرجاع پڑھا اور کہا کہ بیشک ہمارے بہترین شہسوارانِ مسلمین کو ہم نے کھو دیا۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"۔

اس وقت رات کا اندھیرا چھا گیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے مشعلیں روشن کیں اور اپنے ساتھ کافی تعداد میں مجاہدوں کو لے کر میدان جنگ میں آئے۔ ہزاروں مجاہد ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعلیں لے کر میدان میں پھیل گئے۔ اور مقتولین کی لاشیں ٹٹولنی شروع کیں تا کہ شہدائے کرام کی مقدس لاشوں کو اُٹھا کر کیمپ میں لائیں۔ لیکن جس لاش کو بھی اُٹھا کر دیکھتے تھے وہ رومی لشکر کے سپاہی کی ہوتی۔ رومی لشکر کے متنصرہ عرب کی لاشوں سے ہی میدان بھرا پڑا تھا۔ بڑی مشکل سے اسلامی لشکر کے دس شہیدوں کی لاشیں ملیں، جن کو لے کر حضرت ابوعبیدہ کیمپ میں آئے۔ اب بھی تیس صحابہ گم تھے۔ کیونکہ حضرت خالد کے ساتھ جنگ سے بیس صحابہ واپس آئے تھے۔ دس صحابہ کی لاشیں میدان جنگ سے دستیاب ہوئی تھیں۔ لہٰذا اب بھی تیس

صحابہ مفقود الخبر تھے۔

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے بقیہ صحابہ قید ہوگئے ہوں یا بھاگتے ہوئے رومی لشکر کے تعاقب میں گئے ہوں۔ حضرت زبیر بن عوام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے تھے اور حضرت فضل بن عباس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے تھے۔ لہٰذا ان دونوں کے گم ہونے کی وجہ سے حضرت ابوعبیدہ، حضرت خالد اور تمام مسلمان بہت پریشان تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے خشوع وخضوع کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں ان الفاظ میں دعا کی:

"اے میرے اللہ! احسان کرتو ہم پر کشود کاری کے ساتھ اور اپنے نبی کے پھوپھی کے بیٹے اور اپنے نبی کے چچا کے بیٹے کے معاملے میں ہم کو رنجیدہ نہ کر۔"

پھر حضرت ابوعبیدہ نے پکار کر فرمایا کہ اے گروہ مسلمین! تم میں سے کون اپنے بھائیوں کی تلاش میں جا کر اس کا اجر وثواب اللہ سے حاصل کرنے کا خواہشمند ہے؟ حضرت خالد نے کہا کہ اے سردار! اس کام کو انجام دینے میں جاؤں گا۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! پورا دن جنگ کرنے کی وجہ سے تھک گئے ہو لہٰذا آرام کرو۔ حضرت خالد نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! میں ضرور اپنے بھائیوں کی تلاش میں جاؤں گا۔ حضرت خالد کا عزم واصرار دیکھتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ نے ان کو جانے کی اجازت دی، حضرت خالد اپنے ساتھ چند شہسواروں کو لے کر مفقود صحابہ کرام کی تلاش وجستجو میں نکلے، حضرت خالد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ابھی بہت دور نہیں گئے تھے کہ سامنے سے کچھ سوار آتے نظر آئے۔ جب وہ قریب ہوئے تو ان سواروں نے تہلیل وتکبیر کی صدائیں بلند کیں۔ حضرت خالد نے ان کو تکبیر وتہلیل سے جواب دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ سوار حضرت خالد سے آملے۔ وہ کل پچیس سوار اجلہ صحابہ کرام تھے۔ حضرت زبیر بن العوام اور حضرت فضل بن عباس ان کے آگے تھے۔ حضرت خالد نے ان کو مرحبا کہا اور سلام پیش کیا اور ان کی تعظیم وتکریم کے بعد عرض کیا کہ اے رسول مقبول کے چچا کے صاحبزادے! آپ کہاں چلے گئے تھے۔ آپ کی گمشدگی کی وجہ سے سردار ابوعبیدہ اور تمام مسلمان پریشان ہیں اور میں آپ حضرات کی تلاش میں نکلا ہوں۔ حضرت فضل بن عباس

نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! جب مشرکین ہزیمت اُٹھا کر بھاگے تو ہمارے کچھ ساتھیوں کو قید کر کے اپنے ساتھ لے جارہے تھے لہٰذا ہم نے ان کا تعاقب کیا تا کہ اُن کے ہاتھوں سے اپنے بھائیوں کو چھڑا لیں لیکن وہ ہمارے ہاتھ نہ لگے۔ اور ہمارے ساتھیوں کا بھی کوئی سراغ نہ ملا، ہم اپنے بھائیوں کو ڈھونڈھتے بہت دُور تک گئے تھے لیکن ان کا کوئی پتہ نہ چلا۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ رومیوں نے انھیں شہید کر دیا۔

حضرت خالد اور حضرت فضل بن عباس اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیمپ میں واپس آئے ان کی واپسی کی خوشی میں حضرت ابوعبیدہ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ حضرت ابوعبیدہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ پانچ صحابہ قید ہوگئے ہیں تو انھیں بڑا املال ہوا۔ حضرت خالد بن ولید نے تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے اپنی جان خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی بہت کوشش کی مگر مجھ کو شہادت نصیب نہ ہوئی۔ دس خوش نصیب حضرات نے شہادت کی سعادت پائی ہے۔ اور ہمارے پانچ مجاہد قید ہوگئے ہیں۔ انشاء اللہ میں اپنے بھائیوں کو قید سے رہائی دلا کر ہی دم لوں گا۔ رات کافی گزر چکی تھی لہٰذا تمام مجاہد اپنے اپنے خیمے میں چلے گئے اور خیر وعافیت سے رات بسر ہوئی۔

جنگ یرموک کے پہلے دن کی جنگ کی کیفیت حسب ذیل رہی:

حضرت خالد بن ولید صرف ساٹھ صحابہ کرام کے ساتھ لڑنے گئے تھے جن میں سے

- ۲۰ رصحابہ حضرت خالد کے ساتھ میدان جنگ سے واپس آئے۔
- ۱۰ رصحابہ شہید ہوئے۔
- ۲۵ رحضرت فضل بن عباس کے ساتھ رات میں دیر سے واپس آئے۔
- ۵ رقید ہوئے۔

۶۰ رمیزان

جو صحابہ کرام قید ہوئے تھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت رافع بن عمیرہ طائی (۲) حضرت ضرار بن ازور
(۳) حضرت ربیعہ بن عامر (۴) حضرت یزید بن ابی سفیان
(۵) حضرت عاصم بن عمرو۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

رومی لشکر کی جانب سے جبلہ بن ایہم غسانی کی سرداری میں قوم بنوغسان اور قوم لخم کے ساٹھ ہزار نصرانی عرب لڑنے آئے تھے۔ جن میں سے:

⊙ ۵۵۰۰۰ رجبلہ کے ساتھ رومی لشکر میں واپس لوٹے۔

⊙ ۵۰۰۰ رمقتول ہوئے۔

۶۰,۰۰۰ رمیزان

❋……❋……❋

جنگ یرموک کا دوسرا دن

جب باہان کو پہلے دن کی جنگ کا حال معلوم ہوا کہ صرف ساٹھ مسلمانوں نے اپنی نسل کے ساٹھ ہزار عرب متنصرہ کے لشکر کو ہزیمت دی ہے اور پانچ ہزار سپاہیوں کو گاجر، مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا ہے تو مجاہدوں کے اس بے نظیر کارنامے سے رومی لشکر کا سردار باہان حیرت سے ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے جبلہ بن ایہم غسانی کو اپنے خیمہ میں بلایا اور سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تو یہ اُمید کی تھی کہ تم مسلمانوں کو پیس کر رکھ دو گے لیکن معاملہ برعکس پیش آیا۔ تم نے اپنے ساتھ ہماری بھی ناک کٹوادی۔ صرف ساٹھ مسلمانوں کے مقابلے میں تم ساٹھ ہزار ہٹے کٹے اور مسلح ہونے کے باوجود بھی نہ ٹک سکے اور منھ کی کھائی۔ تمہاری بزدلی اور کاہلی نے مجھے ہرقل بادشاہ کو منھ دکھانے کے قابل نہ رکھا۔ تمہاری شکست فاش کی وجہ سے رومی لشکر کا حوصلہ پست ہوگیا۔

جبلہ نے معذرت اور اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ اے سردار! ہم نے جنگ میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ تمام دن میرے سپاہی جان ہتھیلی پہ لے کر لڑتے رہے اور قریب تھا کہ ہم تمام مسلمانوں کو لقمۂ اجل بنا دیتے، شام کے وقت میرے لشکر کے تمام سپاہیوں نے آسمان سے ایک بھیانک آواز میں کسی پکارنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''زندگی چاہتے ہو تو بھاگو اور ہلاک ہونا ہے تو ٹھہرو''۔ اس آواز میں ایسا ڈراؤنا شور اور رُعب تھا کہ لشکر کا ہر سپاہی بھاگ کھڑا ہوا۔ اب مجھے ایسا لگتا ہے کہ مسلمانوں کا معبود ان کو مدد اور غلبہ دیتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ان کے صرف ساٹھ آدمی ہمارے ساٹھ ہزار سپاہیوں سے دن بھر مقابلہ میں ڈٹے نہ رہتے۔ جبلہ کی یہ گفتگو باہان کو بہت ناگوار گزری اور اس نے تیوری چڑھا کر کہا کہ افسوس کی بات ہے کہ تم کو سفیر بنا کر ان کے پاس صلح کی گفتگو کرنے بھیجتا ہوں تو تم کھوٹے پیسے کی طرح واپس آتے ہو اور جب لڑنے بھیجتا ہوں تو کھری چوٹ کھا کر لوٹتے ہو۔ قسم ہے مقدس انجیل کی کہ اب میں نے یہ عزم کیا ہے کہ بذات خود تمام لشکر کے ساتھ ان پر حملہ کرنے

جاؤں گا اور ان کو مٹی میں ملا دوں گا۔

جبلہ نے باہان کی ناراضگی دیکھی تو سہم گیا۔ باہان کی طرف سے اتنی لتاڑ پڑنے کے باوجود بھی رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا اور اپنی بہادری اور شجاعت کی بڑائی مارتے ہوئے کہا کہ اے سردار! میں آپ کے سامنے ایک آئیٹم پیش کرتا ہوں یہ کہہ کر اس نے خیمہ کے باہر اپنے آدمیوں کو پانچ قیدی صحابہ کو لانے کا اشارہ کیا۔ جب صحابۂ کرام باہان کے سامنے لائے گئے تو باہان نے انھیں بنظر حقارت دیکھا اور جبلہ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اپنی شجاعت کی داد حاصل کرنے کی غرض سے جبلہ نے جواب دیا کہ یہ اسلامی لشکر کے اہم رکن اور ستون ہیں۔ کل ان کے ساٹھ آدمی لڑنے آئے تھے ان تمام کو میں نے مار ڈالا ہے اور ان پانچ کو قید کر کے لایا۔ اب مسلمانوں کے لشکر میں کوئی قابل اہمیت بہادر شہسوار باقی نہیں بجز ایک شخص کے۔ مجھے افسوس ہے کہ صرف وہی ایک شخص ہمارے ہاتھ سے بچ کر بھاگ نکلا۔ باہان نے پوچھا کہ وہ شخص کون ہے؟ جبلہ نے کہا کہ وہی ایک شخص مسلمانوں کو لڑائی میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ اس شخص سے ہمارے لشکر کا ہر آدمی ڈرتا ہے۔ اس کی دلیری کا یہ حال ہے کہ وہ اکیلا ہمارے لشکر میں گھس آتا ہے اور صفیں اُلٹ کر رکھ دیتا ہے۔ بصریٰ، دمشق، حمص، اجنادین، قنسرین وغیرہ کے معرکوں میں اسی نے رومی لشکروں کو زیر کیا ہے۔ حاکم دمشق توما کا مرج الدیباج تک کو تعاقب کر کے قتل کیا اور ہرقل بادشاہ کی بیٹی کو گرفتار کیا تھا۔ اس شخص کا نام خالد بن ولید ہے۔ اگر ہم کسی طرح اس کو ختم کر دیں تو اسلامی لشکر کی کمر ٹوٹ جائے۔ پھر مسلمانوں کو ملک شام پر آنکھ بھر کر دیکھنے کی ہمت نہ ہو، بلکہ خائب و خاسر ہو کر ملک حجاز بھاگ جائیں۔

⊙ قیدیوں کی رہائی کا فریب دے کر باہان کا حضرت خالد کو بلانا

جبلہ کی زبانی حضرت خالد کی شجاعت کی داستان سن کر باہان کو حضرت خالد کی اہمیت کا احساس ہوا۔ باہان نے کہا کہ میں اس کو مکر و فریب سے یہاں بلا کر ان پانچوں قیدیوں کے ساتھ مار ڈالوں گا۔ باہان نے ''جرجہ'' نام کے رومی کو بلایا۔ جرجہ نہایت ہی عقلمند اور چرب زبان شخص تھا۔ فصیح و بلیغ عربی میں گفتگو کرنے میں اسے مہارت حاصل تھی۔ باہان نے جرجہ سے

کہا کہ تو میرے ایلچی کی حیثیت سے اسلامی لشکر کے سردار کے پاس جا اور پیغام پہنچا کہ سردار باہان تم سے تمہارے قیدیوں کی رہائی اور صلح کے معاملے میں گفتگو کرنا چاہتا ہے لہٰذا تم کسی دانا شخص کو بطور ایلچی گفتگو کرنے بھیجو اور کوشش یہ کرنا کہ ایلچی کی حیثیت سے خالد بن ولید ہی آئے۔ جرجہ اسلامی لشکر کے کیمپ میں آیا۔ اتفاق سے اس کی ملاقات حضرت خالد سے ہی ہوئی۔ جرجہ نے حضرت خالد کو باہان کا پیغام سنایا۔ حضرت خالد نے جرجہ سے فرمایا کہ میں بطور ایلچی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر حضرت خالد نے جرجہ کو اپنے خیمہ میں بٹھایا اور اس سے فرمایا کہ تو یہاں ٹھہر میں اپنے سردار سے اجازت لے آؤں۔ حضرت خالد حضرت ابوعبیدہ کے پاس آئے اور کہا کہ اے سردار! رومی ایلچی آیا ہوا ہے۔ رومی لشکر کے سردار نے ہمارے قیدیوں اور صلح کے معاملے میں گفتگو کرنے ایلچی طلب کیا ہے۔ میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، آپ اجازت عطا فرمائیں۔ اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں پانچوں صحابہ کو چھڑا کر لے آؤں گا۔ حضرت خالد بن ولید تن تنہا جانے کا ارداہ رکھتے تھے۔ لیکن حضرت ابوعبیدہ نے انھیں اکیلے جانے سے منع کیا اور کہا کہ اپنے ساتھ مجاہدوں کو لے جاؤ تا کہ اگر باہان کوئی غدر کرے تو تمہارے ساتھی تمہاری اعانت کر سکیں۔ حضرت خالد نے جواب دیا کہ اے سردار! آپ کے ارشاد کے مطابق میں اپنے ساتھ ایک سو مجاہدوں کو لے کر جاؤں گا۔

حضرت خالد اپنے خیمہ پر واپس آئے اور اپنے ساتھ ایک سو مجاہدوں کو لیا۔ جن میں حضرت مرقال بن ہاشم، حضرت عتبہ بن ابی وقاص الزہری، حضرت سعید بن زید، حضرت میسرہ بن مسروق، حضرت قیس بن ہبیرہ، حضرت شرحبیل بن حسنہ، حضرت سہیل بن عمر تمیمی، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت اسود بن سوید مازنی، حضرت ذوالکلاع حمیری، حضرت مقداد بن عمر ربعی، حضرت مقداد بن اسود کندی اور حضرت عمرو بن معدی کرب زبیدی وغیرہ جیسے مشاہیر و شجاع شہسوار شامل تھے۔ حضرت خالد نے اپنے غلام ہمام سے فرمایا کہ تم بھی چلو اور میری سرخ قبا ساتھ لے لینا۔ حضرت خالد نے سرخ چمڑے کا ایک اچکن تین سو دینار میں مول لیا تھا۔ اس میں سونے کے دو سورج ٹکے ہوئے تھے اور اس میں چاندی کے حلقے بنے ہوئے تھے۔

حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے اپنے ساتھ تمام قسم کے ہتھیار لئے اور اسلامی لشکر کو سلام کرنے کے بعد خدا حافظ کہہ کر رخصت ہوئے۔ جب حضرت خالد اور ان کے ساتھی رومی لشکر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ رومی لشکر میلوں زمین میں پھیلا ہوا ہے۔ لشکر میں ہر جگہ تلواریں، نیزے اور سامان حرب آفتاب کی روشنی میں اس طرح چمک رہے ہیں کہ دیکھنے والے کو یہ محسوس ہوتا کہ لوہے کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ رومی لشکر کو دیکھ کر مجاہدوں نے کلمۂ شہادت بلند کیا۔ کلمۂ شہادت کی بلند آواز سن کر جبلہ بن ایہم لشکر کے طلیعہ کے ساتھ آپہنچا اور پوچھا کہ تم کس مقصد سے یہاں آئے ہو؟ صحابۂ کرام نے فرمایا کہ تمہارے سردار باہان کے بلاوے پر حضرت خالد بن ولید اپنے ایک سو ساتھیوں کے ساتھ صلح کے معاملے میں گفتگو کرنے آئے ہیں۔ جبلہ نے کہا کہ تم سب یہاں ٹھہرو میں بادشاہ باہان کو تمہارے آنے کی اطلاع دے دوں اور اجازت حاصل کرلوں۔ جبلہ نے جاکر باہان کو اطلاع دی کہ خالد بن ولید اپنے ساتھ ایک سو آدمی لے کر آئے ہیں اور ان کے ساتھ آنے والے حملے کرنے والے شیر جیسے ہیں۔ باہان نے کہا کہ میں نے خالد بن ولید کو ہی اکیلا بلایا تھا۔ وہ اپنے ہمراہ ایک سو آدمی لے کر کیوں آئے ہیں؟ جبلہ نے واپس آکر صحابہ سے کہا کہ بادشاہ باہان نے صرف خالد بن ولید کو ہی بلایا ہے تاکہ وہ ان سے تنہائی میں صلح کی گفتگو کرے۔ حضرت خالد نے جبلہ سے فرمایا کہ باہان کو جاکر کہہ دے کہ میرے ساتھ جو حضرات آئے ہیں ، وہ تمام صاحب الرائے ہیں۔ باہان کے ساتھ صلح کی گفتگو کرنی ہے لہذا میں ان حضرات کی رائے اور مشورے سے بے پرواہ ہوکر صلح کا معاملہ طے نہیں کرسکتا۔ اگر باہان کو میرے ساتھیوں کے آنے سے کوئی اعتراض ہے تو ہم واپس لوٹ جاتے ہیں۔ ہم کو صلح کی گفتگو کرنے کی جلدی نہیں۔ یہ کہہ کر حضرت خالد نے اپنے گھوڑے کی باگ پھیری۔

حضرت خالد کو واپس لوٹنے سے روکتے ہوئے جبلہ نے کہا کہ اے عربی برادر! اس طرح ناراض وکبیدہ خاطر کیوں ہوتے ہو۔ توقف کرو، میں سردار باہان سے تمام مسلمانوں کے لئے اجازت لے کر آتا ہوں۔ جبلہ فوراً باہان کے پاس گیا اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ باہان نے کہا سب کو آنے دو لیکن ایک بات کا خیال رکھنا کہ جب وہ میرے خیمہ کے پاس

آئیں تو ان سے کہنا کہ اپنے گھوڑے اور ہتھیار خیمہ کے باہر رکھ کر خیمہ میں داخل ہوں۔

جبلہ واپس آیا اور حضرت خالد سے کہا کہ باہان نے بخوشی اجازت دی ہے لہذا آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لے چلیں۔ حضرت خالد اپنے ساتھیوں کو لے کر جبلہ کے ہمراہ رومی لشکر میں داخل ہوئے۔ جب رومی فوجیوں کو پتہ چلا کہ مسلمانوں کے سردار خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کو لے کر رومی لشکر کے سردار باہان سے گفتگو کرنے آئے ہیں تو تمام رومی سپاہی حضرت خالد بن ولید کو قریب سے دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ رومی لشکر کی جہاں سے حد شروع ہوتی تھی وہاں سے لے کر باہان کے خیمہ تک دونوں طرف رومی سپاہی قطار بند کھڑے ہوگئے۔ دونوں قطاروں کے درمیان حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہوکر چلے جارہے ہیں۔ رومی لشکر حضرت خالد کو دیکھنے کے لئے بے تاب و بے قرار تھا جس رومی سپاہی کے قریب سے حضرت خالد گزرتے وہ ان کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا تھا اور حیرت وتعجب سے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتیں۔ لیکن حضرت خالد بن ولید سر جھکائے ہوئے خاموش آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کی زبان پہ درود پاک کا ورد جاری تھا۔ رومی لشکر کی کثرت وشان وشوکت سے بے نیاز ہوکر دائیں بائیں التفات کیے بغیر نظریں نیچی کئے ہوئے شیر مست کی شان سے جارہے تھے۔ ان کی خاموشی کی اس ادا سے رومیوں پر رعب وہیبت طاری ہوگئی۔ ہر رومی سپاہی اپنے قریب والے کو حضرت خالد کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتا، یہ وہی خالد بن ولید ہے جس کا نام سن کر ہر رومی کا دل چار چار ہاتھ اُچھلتا ہے۔ تمام رومی سپاہی صحابۂ کرام کی مقدس جماعت کو دیکھ کر محو حیرت تھے۔ صحابۂ کرام کے چہروں پر عشق رسول کا نور چمکتا تھا۔ آنکھیں محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوؤں سے سرشار تھیں۔ ہونٹوں پر نعت نبی یعنی درود کا ورد جاری تھا۔ دل کے ٹکڑے اپنے آقا و مولیٰ کی عظمت کے لئے نذر حاضر لاکر اپنے سروں کو عشق رسول کے کیف میں نثار کرنے کے شوق میں آگے بڑھ رہے تھے:

وہی آنکھ جو ان کا منھ تکے، وہی لب کہ محو ہوں نعت کے
وہی دل جو ان کے لئے جھکے، وہی سر جو ان پہ نثار ہو

(از:- امام عشق ومحبت حضرت رضاؔ بریلوی)

صحابۂ کرام کے مقدس گروہ کو لے کر جبلہ جب باہان کے خیمہ کے قریب پہنچا تو اس نے کہا کہ اے گروہ عرب! تم بادشاہ باہان کے خیمہ کے قریب آ گئے ہو۔لہذا اپنے گھوڑوں سے اُتر جاؤ اور اپنی تلواریں خیمہ کے باہر رکھ دو۔تلواریں لے کر اندر جانے کی اجازت نہیں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ گھوڑوں سے اُترنے میں ہم کو کوئی حرج نہیں البتہ ہم تلواریں ہرگز نہ چھوڑیں گے کیونکہ تلواریں ہماری عزت اور بزرگی ہیں اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بزرگی اور عزت کے لئے ہی مبعوث ہوئے تھے۔اے جبلہ! ہم اللہ کے دین کے مجاہد ہیں اور مجاہد کی عزت اس کی تلوار سے ہے۔ہم اپنی عزت ترک کر کے ہرگز نہ آئیں گے اگر تلوار کے ساتھ خیمہ میں داخل ہونے سے باہان کو کوئی اعتراض ہے تو ہم یہیں سے واپس لوٹ جاتے ہیں۔ جبلہ نے کہا کہ اے برادرِ عربی! صبر کرو، میں اندر جا کر باہان سے اجازت حاصل کراتا ہوں، چنانچہ جبلہ خیمہ میں داخل ہوا اور باہان سے کہا کہ یہ لوگ تلواروں کے ساتھ آنے پر مصر ہیں اور تلواروں کے ساتھ آنے کی ممانعت کی صورت میں واپس پلٹ جانے پر آمادہ ہیں۔ لہذا اے سردار! یہ سنہری موقع کیوں گنواتے ہو، ان سو آدمیوں کی تلواریں ہماری لاکھوں تلواروں کے مقابلے میں کیا کر لیں گیں؟ میری درخواست ہے کہ ان کو تلواروں کے ساتھ آنے کی اجازت دے دو۔ باہان نے کہا ٹھیک ہے۔ وہ جس طرح آنا چاہیں آئیں میری طرف سے اجازت ہے۔جبلہ نے خیمہ سے باہر آ کر حضرت خالد کو اس معاملہ سے مطلع کیا۔

حضرت خالد اور ان کے تمام ساتھی گھوڑوں سے اُتر گئے اور پاپیادہ، ہاتھ میں تلواریں لے کر باہان کے خیمہ میں داخل ہوئے۔ باہان کے خیمہ میں رومی سرداروں اور بطارقہ کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ مجاہدوں نے ان کو دھکے لگا کر دائیں بائیں کر دیا اور ان کی صفیں پھاڑ کر بیچ میں راستہ بنا کر آگے بڑھے۔ گویا وہ باہان کے خیمہ میں لاکھوں کے رومی لشکر کے درمیان محصور ہونے کے باوجود کسی سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ رومیوں پر اپنا رعب و دبدبہ قائم کر کے آگے بڑھے اور باہان کے سامنے آ کر ٹھہرے۔ باہان کا خیمہ کیا تھا؟ ایک شاہی دربار معلوم ہوتا تھا۔ تمام خیمہ پر تکلف اسباب آرائش سے سجا تھا۔اعلیٰ قسم کے قالین کا فرش بچھا تھا۔سونے کے تار

کے ریشمی کپڑوں کی مسندیں اور تکیے سجائے گئے تھے جب کہ باہان کے لئے عالی شان تخت نصب کیا گیا تھا۔تخت کے اِردگرد خوشنما اور مزین کرسیاں رکھی ہوئی تھیں جن پر رومی لشکر کے فوجی بیٹھے ہوئے تھے۔جس تخت پر باہان بیٹھا ہوا تھا اس کے سامنے صحابۂ کرام کے لئے پر تکلف کرسیاں اور عمدہ قسم کے غالیچے بچھائے گئے تھے۔ باہان نے اشارہ کر کے حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کو بیٹھنے کو کہا۔حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے کرسیاں اور قالین ہٹا دیں اور زمین پر بیٹھ گئے۔

صحابۂ کرام کا کرسیاں اور غالیچے ہٹا کر زمین پر بیٹھنا، باہان کو ناگوار گزرا، اس نے کہا کہ اے گروہ عرب! ہم نے تمہاری عزت اور احترام کے لئے یہ تمام سامان تکلف آراستہ کیا لیکن تم نے ان کو ہٹا دیا اور زمین پر بیٹھ کر ہماری مہمان نوازی کی قدر نہ کی اور ترک ادب کر کے ہماری توہین کی ہے۔حضرت خالد نے فرمایا کہ تیرے فرش کا ادب کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اللہ کے بچھائے ہوئے فرش کا ادب کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بچھایا ہوا فرش تیرے بچھائے ہوئے فرش سے پاک ہے اور وہ فرش ہم کو پسند ہے کیونکہ ہم اسی سے بنے ہیں، اسی میں جائیں گے اور اسی سے اُٹھائے جائیں گے۔ اللہ بزرگ و برتر نے اپنے مقدس کلام قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

" مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى " (سورہ طٰہٰ، آیت:۵۵)

ترجمہ:-''ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔'' (کنزالایمان)

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدم جد اعلیٰ ہے ہمارا

(از:-امام عشق ومحبت، حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد بن ولید کا جواب سن کر باہان خاموش ہو گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پایا۔

حضرت خالد اور باہان ارمنی کے درمیان مناظرہ

رومی سردار باہان ارمنی عربی زبان میں اچھی طرح گفتگو کرسکتا تھا۔ لہذا اس کے اور حضرت خالد کے درمیان کسی مترجم کی ضرورت پیش نہ آئی دونوں نے بلاواسطہ گفتگو کی۔

گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے باہان نے کہا کہ اے خالد بن ولید! میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ تم سے پہلے آغاز کلام کروں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ کوئی پرواہ نہیں۔ تم خوشی سے بات چیت کی ابتداء کرو، میں تمہاری بات کا جواب دوں گا۔ اور تم کو یہ منظور نہیں تو مجھے آغاز کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں گفتگو شروع کروں تو مجھے یہ بھی منظور ہے۔ باہان نے کہا کہ اچھا جناب! میں ہی شروع کرتا ہوں۔

باہان نے گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا کہ تعریف ہے اس خدا کی جس نے ہمارے حضرت مسیح کو تمام انبیاء سے افضل، ہمارے بادشاہ ہرقل کو تمام بادشاہوں سے بزرگ اور ہماری اُمت کو تمام امتوں سے بہترین امت بنایا ہے۔ باہان کی یہ بات سن کر حضرت خالد کھڑے ہوگئے اور اس کی بات کاٹ کر کلام کرنے کا ارادہ کیا۔ باہان کے ترجمان نے حضرت خالد سے کہا کہ اے برادر عربی! بادشاہ کی بات مت کاٹو اور ادب کا لحاظ کرتے ہوئے خاموشی سے سماعت کرو۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ میں غلط بات سن کر چپ نہیں رہ سکتا۔ میں اس کی جھوٹی بات کا جواب دیئے بغیر نہیں رہوں گا۔ ترجمان نے حضرت خالد کو سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ اس وقت باہان کو بولنے دو۔ جب وہ اپنی بات پوری کرلے تب جواب دینا اور اس وقت جو کہنا ہوگا، کہنا لیکن حضرت خالد نے صاف انکار فرماتے ہوئے کہا کہ جب تک اس کی بات کا جواب نہ دے دوں، اس کو آگے ایک لفظ بھی نہیں بولنے دوں گا۔

پھر حضرت خالد بن ولید نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تمام خوبیاں اس اللہ بزرگ و برتر کے لئے ہیں جس نے ہمیں ایمان کی دولت سے نوازا۔ ہم اپنے نبی پر، تمہارے نبی پر اور تمام انبیاء پر ایمان لائے۔ اللہ نے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و مرسلین کا سردار بنایا ہے:

خلق سے اولیاء ، اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی
سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی
انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو!
کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی

(از:- امام عشق ومحبت حضرت رضاؔ بریلوی)

حضرت خالد نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہیں اسی طرح ہمارے بادشاہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم تمہارے بادشاہ سے ہزار درجہ افضل ہیں۔ وہ ہم سب سے زیادہ پرہیزگار اور خدا سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" (سورۃ الحجرات، آیت:۱۳)

ترجمہ :- "بےشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔" (کنزالایمان)

حضرت خالد بن ولید نے مزید فرمایا کہ اے باہان! تو نے یہ کہا کہ تم نصرانی تمام امم سے بہتر امت ہو، تو اس کا بھی جواب سن کہ ہم اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اللہ کو ایک مانتے ہیں۔ اس کے لئے جورو ہونے کا فاسد عقیدہ نہیں رکھتے اور نہ ہی اللہ کے لئے کوئی اولاد ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ صرف اللہ کو ہی عبادت اور پرستش کے لائق مان کر صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کے تمام احکام کو اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام فرامین کو صدق دل سے تسلیم کرکے سختی سے اس کی

پابندی کرتے ہیں۔ نیکی اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور گناہ اور برائی سے روکتے ہیں۔ اپنے نبی
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت پر کامل طور سے عمل کرتے ہیں جب کہ تم نے حضرت عیسیٰ
کو خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام
کی شریعت کے احکام کو پس پشت ڈال دیا۔ نیکی اور بدی میں تم امتیاز نہیں کرتے۔ اللہ کی
عبادت سے انحراف کرتے ہو۔ گناہوں کی طرف راغب ہو۔ پھر کس منہ سے دعویٰ کرتے ہو
کہ تم تمام اُمتوں سے افضل ہو؟ حق تو یہ ہے کہ اُمت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اُمتوں
سے افضل ہے:

ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

حضرت خالد بن ولید کی ایمان افروز اور باطل سوز جوشیلی تقریر سن کر باہان مبہوت ہو گیا
اور اس نے اپنا طرز بدل کر دیگر انداز میں حمد باری تعالیٰ کی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے
ہوئے تمہیدی خطبہ پڑھا اور پھر اپنے مقصد اصلی کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہا:

''اے عربی برادرو! اللہ تعالیٰ نے ہم کو بیشمار نعمتوں سے نوازا اور ساتھ میں ہم
کو رحم دلی اور کرم و بخشش کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ ملک عرب کے لوگ
عرصۂ طویل سے ہمارے ملک میں بغرض تجارت آتے رہے اور ہم ان کے
ساتھ نیک سلوک، تعظیم، بخشش، احسان اور ایفائے عہد سے پیش آتے رہے۔
ہمارے حُسنِ سلوک کے تمام قبائل عرب معترف و مشکور ہیں۔ لیکن تم گھوڑوں
پر سوار ہو کر ہم پر چڑھ آئے، قتل و غارت گری اور لوٹ مار شروع کی۔ ہمارے
مذہبی نشانوں کو مٹا دیا۔ ہمارے مذہبی شعار کو کھود کر پھینک دیا۔ ہمارے شہروں
پر قبضہ کر لیا۔ ہماری بستیوں کو اُجاڑ دیا۔ حد سے زیادہ ظلم و ستم ڈھائے لیکن ہم
نے صبر سے کام لیا۔ ہمارے صبر کو تم نے ہمارا ضعف متصور کیا اور تمہاری
جرأتیں یہاں تک بڑھ گئیں کہ اب تم ہم کو ہمارے زرخیز اور شاداب ملک سے
نکال دینے کے خواب دیکھ رہے ہو۔ لیکن تم مغالطہ میں ہو۔ ہم کمزور اور ضعیف

نہیں ہیں۔ ابھی تک تم نے ہماری طاقت کا کرشمہ نہیں دیکھا۔ ترک، فارس اور
جرامقہ کے عظیم و طاقتور لشکروں کو ہم نے خاک و خون میں ملا دیا وہی حال
تمہارا ہوگا۔ اب تک ہم نے تمہاری کوئی اہمیت نہ سمجھی تھی لہذا متفرق ہو کر
لڑتے رہے لیکن اب ہم متحد ہوئے ہیں۔ ہمارا لشکر عظیم تمہارے مقابلے کے
لئے آ پہنچا ہے۔ لہذا اب اپنی حرکتوں سے باز آؤ اور اپنے وطن لوٹ جاؤ''

باہان نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ تم سے زیادہ شکستہ حال محتاج، کمزور،
مفلس اور پسماندہ کوئی قوم نہ تھی۔ ملک حجاز کے علاوہ کوئی دوسرا ملک نہ دیکھا تھا۔ کبھی کسی ملک
پر چڑھائی نہ کی تھی کیونکہ تم اس کے قابل ہی نہ تھے۔ تم ہمیشہ آپس میں لڑنے اور خانہ جنگی میں
پڑے رہنے والے تھے۔ سوکھی روٹی تمہاری غذا تھی اور جانوروں کے بالوں کے کپڑے تمہارا
لباس تھا۔ لیکن جب تم ہمارے ملک میں آئے اور اچھے کھانے، کپڑے، میوے، گھوڑے وغیرہ
تمہیں میسر ہوئے اور مال غنیمت کے سونے چاندی تمہارے ہاتھ لگے تو تمہاری طمع بڑھی اور
ہمارے ملک پر قبضہ کرنے کی جرأت کی۔ ہم تمہاری زیادتیوں سے درگزر کرتے آئے اس کا
مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہم میں تم کو مار بھگانے کی استطاعت نہیں۔ ہم نے عمدہ اخلاق کی بنا پر تم
سے تعرض نہیں کیا۔ بلکہ اس وقت بھی ہمارا یہی نظریہ ہے کہ تم پر مہربانی اور احسان کرتے ہوئے
ہم تمہارے جرائم سے درگزر کرتے ہوئے جو کچھ تم نے ہمارے ملک سے چھینا ہے اس کی
واپسی کا مطالبہ نہیں کرتے۔ بلکہ تم پر مزید احسان کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم صلح کرنے پر راضی
ہو جاؤ تو تمہارے لشکر کے ہر سپاہی کو ایک سو دینار اور ایک تھان ریشمی کپڑا، لشکر کے سردار
ابوعبیدہ کو ایک ہزار دینار، خلیفہ حضرت عمر کے لئے دس ہزار دینار اس شرط پر دیئے جائیں گے
کہ تم اس بات کی قسم کھاؤ اور وعدہ کرو کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور مستقبل میں ہمارے ملک پر
لشکر کشی نہ کرو۔ میں تم کو از راہِ ہمدردی نیک مشورہ دیتا ہوں کہ تم صلح کر لو، اسی میں تمہاری
بہتری اور بھلائی ہے۔ ورنہ ہمارا یہ لشکر جرار تم کو مَسل کر نیست و نابود کر دے گا۔

باہان نے اپنی لمبی چوڑی تقریر سے مجاہدوں کو دھمکی دے کر ڈرانے کی کوشش کرنے کے
ساتھ لالچ اور طمع کی جال میں پھنسانا چاہتا تھا۔ اس کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ کسی بھی

صورت میں مسلمان صلح پر آمادہ ہو جائیں تا کہ جنگ کا ہولناک منظر دیکھنے کی نوبت نہ آئے۔

حضرت خالد بن ولید خاموش رہ کر باہان کی گفتگو بغور سن رہے تھے۔ جب وہ خاموش ہوا تو حضرت خالد کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ تم نے بہت دیر تک کلام کیا۔ ہم نے تمہاری ہر بات دھیان سے سنی ہے اب میں کہتا ہوں اور تم سنو! حضرت خالد نے فرمایا: تمام تعریف ثابت ہے اس خدا کے واسطے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت خالد نے یہ ایک جملہ ایسے بارعب ومؤثر انداز میں ارشاد فرمایا کہ تمام حاضرین کے منہ سے بے ساختہ نکل پڑا سچ ہے۔ یہاں تک کہ باہان نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ بیشک خدا ایک ہے۔ پھر حضرت خالد نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے پسندیدہ بندے اور برگزیدہ رسول ہیں۔ انسان کے لئے تمام اوقات میں بہترین وقت وہ ہے جس میں اللہ کی اطاعت وعبادت کرے۔ حضرت خالد کا آخری جملہ سن کر باہان آفرین! آفرین! پکار اُٹھا اور اس نے اپنے قریب کھڑے محافظوں سے کہا کہ یہ شخص مرد حکیم، دانشمند اور صاحب عقل معلوم ہوتا ہے۔

باہان کی زبان سے اپنی تعریف سن کر حضرت خالد نے تواضع وانکساری اپناتے ہوئے فرمایا کہ اگر مجھ کو عقل دی گئی ہے تو یہ سب اللہ کا فضل وکرم ہے اور اللہ ہی تعریف کے لائق ہے۔ اس میں میری تعریف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے پیارے آقا ومولیٰ، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو عقل سے بڑھ کر اپنے نزدیک دوست نہیں بنایا کیونکہ عقل کے سبب آدمی اللہ کی اطاعت کر کے جنت میں داخل ہوتا ہے۔''

حضرت خالد کی زبانی عقل ودانش کی اصلیت واہمیت کی بات سن کر باہان نے دانتوں تلے انگلیاں دبا لیں اور متعجب لہجہ میں کہا کہ اے عربی برادر! جب تم ایسے عاقل اور صاحب الرائے ہو تو پھر اپنے ساتھ اتنے سارے آدمیوں کو کیوں لائے ہو؟ حضرت خالد نے جواب دیا کہ اپنے آقا ومولیٰ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد کی تعمیل کرنے کے لئے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ:

''نہیں ہلاک ہوا وہ مسلمان جس نے اپنے مسلمان بھائی کا مشورہ قبول کیا۔''

حضرت خالد نے مزید یہ بھی فرمایا کہ اگر چہ رسول مقبول روئے زمین کے تمام لوگوں سے زیادہ عاقل، دانا، صاحب ادراک ورائے تھے لیکن اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا:

" وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ " (سورۂ آل عمران، آیت:۱۵۹)

ترجمہ: ''اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔'' (کنزالایمان)

حضرت خالد نے فرمایا کہ قرآن وحدیث کے حکم پر عمل کرنے میں اپنے مؤمن بھائیوں کو مشورہ کرنے کی غرض سے اپنے ساتھ لایا ہوں کیونکہ میں اپنے مؤمن بھائیوں کے مشوروں سے بے نیاز نہیں ہوں۔ میرے ساتھ آئے ہوئے تمام حضرات صاحب رائے اور دانشمند ہیں۔

باہان نے حضرت خالد سے پوچھا کہ تمہارے لشکر میں تمہاری طرح عاقل اور دانشمند کتنے لوگ اور ہیں؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ ہمارے لشکر میں ایسے ایک ہزار سے بھی زیادہ صاحب رائے حضرات موجود ہیں۔ باہان تعجب وحیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اب تک میں اس گمان میں تھا کہ تم سب لوگ جاہل، گنوار اور گھٹیا قسم کے ہو۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ ہاں! ہم ایسے ہی تھے۔ جہالت کے اندھیرے میں بھٹک رہے تھے ہماری عقلوں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ ہر قسم کی برائی ہم میں پائی جاتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان عظیم فرمایا اور ہماری ہدایت کے لئے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم میں مبعوث فرمایا۔ ہم جہالت کے اندھیرے سے نکل کر ہدایت کے اُجالے میں آ گئے۔ برائی کا راستہ چھوڑ کر نیکی کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ شرک وکفر چھوڑ کر توحید پرستی اور رسالت محمدی کے قائل ہو گئے۔ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہم اللہ والے ہو گئے:

مومن ان کا کیا ہوا ، اللہ اس کا ہو گیا
کافر ان سے کیا پھرا ، اللہ ہی سے پھر گیا

(از:- امام عشق ومحبت، حضرت رضا بریلوی)

باہان ارمنی نے حضرت خالد سے کہا کہ اے عربی برادر! تمہاری عقل ودانشمندی نے مجھ کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ میں تم کو دوست رکھتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ تمہارا بھائی بن جاؤں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ تیری خواہش پوری فرمائے اور ہم تم بھائی بھائی ہو جائیں اور کبھی جدا نہ ہوں۔ باہان نے کہا کہ یہ کیوں کر ممکن ہوسکتا ہے؟ حضرت خالد نے فرمایا بہت آسان ہے۔ اپنی زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرتے ہوئے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَحْدَهٗ لَا شَرِكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِیْ بَشَّرَ بِهِ الْمَسِيْحُ عِيْسٰی" پڑھ لو یہ کلمہ کہتے ہی ہم آپس میں بھائی اور دوست بن جائیں گے اور میرا اور تیرا حال یکساں ہو جائے گا۔

حضرت خالد نے باہان کو علی الاعلان اسلام کی دعوت پیش کی۔ باہان نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنا دین ومذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرلوں لیکن یہ ممکن نہیں۔ اور نہ یہ مجھ سے کبھی ہوسکتا ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ تب تو میرا بھائی بھی نہیں بن سکتا۔

اب باہان نے موضوع سخن تبدیل کرنا مناسب سمجھا اور بات کا پہلو بدلتے ہوئے کہا کہ اے برادر عربی! جس مقصد کے لئے ہم جمع ہوئے ہیں وہ تو پرے ہٹ کر رہ گیا۔ ہم دوسری باتوں میں اُلجھ گئے اور بات پر بات چلتی رہی اور ہم بہت دُور نکل گئے۔ میں نے اپنی گفتگو میں صلح کے متعلق تم سے جو کہا اس کی طرف تم التفات کرو۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اور ہم ایک دوست اور بھائی کی طرح صلح کے معاملہ میں گفتگو کر کے اُلجھی ہوئی بات کو سُلجھانے کی کوشش کریں اور صلح کے متعلق میں نے جو پیش کش کی ہے اس کا آپ کی طرف سے اثباتی جواب حاصل کروں۔

حضرت خالد نے فرمایا کہ اگر تم نے میری بات غور سے سنی ہوتی تو تم کو معلوم ہوتا کہ میں نے تمہاری ہر بات کا جواب دے دیا مگر اب اس کی وضاحت کرتے ہوئے دہراتا ہوں۔ تم نے اپنی فوجی طاقت، ثروتی قوت، جاہ وحشمت، کثرت وعزت اور حکومت وسلطنت کا ذکر کر کے ہماری قوم کو غریب ومفلس، جاہل وان پڑھ، بے عقل وبے فہم اور نہ جانے کیا کیا کہا، حقیقت یہ ہے کہ ہم میں دنیا بھر کے عیوب تھے۔ ظلم وستم ہمارا شیوہ تھا۔ گناہ ومعاصی ہماری

عادت تھی۔ ڈکیتی اور قزاقی ہمارا ذریعہ معاش تھا۔ اور سب سے بڑی خرابی ہم میں یہ تھی کہ ہم اللہ کو چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت کرتے تھے جن کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے لئے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روشن کتاب قرآن مجید کے ساتھ بھیجا۔ جو تمام انبیاء سے اشرف وبرگزیدہ ہے۔ اللہ نے ان پر نبوت ختم فرمادی۔ انھوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی اور راہِ راست دکھائی۔ دینِ اسلام کے احکام ہم کو تعلیم فرمائے۔ منجملہ ان کے احکام سے ایک حکم یہ ہے کہ ہم کفار ومشرکین سے جہاد کریں اور جس نے اسلام قبول کرلیا وہ ہمارا اسلامی بھائی بن گیا اس کا اور ہمارا معاملہ یکساں ہوگیا۔ اور جس نے اسلام تو قبول نہ کیا۔ لیکن جزیہ دینا منظور کیا وہ ہماری امان میں ہے اور جس نے قبول اسلام اور ادائے جزیہ دونوں کا انکار کیا اس کا فیصلہ ہماری تلوار کرتی ہے اور ہماری تلوار سخت اور کاٹنے والی ہے لہٰذا اے باہان! کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جا یا پھر جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو جا۔ جزیہ ادا کر کے تم ہماری حفاظت اور امان میں آجاؤ گے۔ بچوں، عورتوں، اپاہجوں اور راہبوں سے جزیہ نہیں لیا جائے گا لیکن ہر بالغ مرد سے فی کس سالانہ چار دینار وصول کیا جائے گا۔

باہان نے حضرت خالد سے کہا کہ اگر میں کلمہ پڑھ لوں تو کلمہ پڑھنے کے بعد مجھ پر کیا لازم ہوگا؟ حضرت خالد نے فرمایا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام اسلامی ارکان واحکام کی پابندی کرنی پڑے گی۔ اور کافروں سے جہاد کرنا بھی لازم آئے گا۔ علاوہ ازیں نیکی کا حکم کرنا، گناہوں سے روکنا، اللہ کے دوستوں سے دوستی رکھنا اور اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا بھی لازم ہوگا۔ باہان نے کہا کہ یہ مجھ سے نہیں ہوسکے گا لہٰذا میں اپنا دین نہیں چھوڑ سکتا۔ رہی بات جزیہ ادا کرنے کی تو یہ بھی مجھے منظور نہیں کیونکہ جزیہ ادا کرنے سے ہم تمہارے محکوم ہو جائیں گے۔ اور یہ امر ہمارے لئے باعث ذلت ورسوائی ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اس صورت میں ہمارے تمہارے درمیان ضرور جنگ ہوگی اور اللہ جسے چاہے گا اسے زمین کا مالک ووارث کردے گا۔ باہان نے کہا کہ تم نے سچ کہا۔ تمام زمین اللہ کی ملکیت ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اسے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ ملک شام کی زمین پہلے ہماری نہ تھی بلکہ دوسروں کی تھی مگر اللہ نے ہمیں اس کا وارث ومالک بنا دیا۔ اب دیکھیں کہ اللہ کس کو اس کا مالک بناتا

ہے۔ہمیں یا تمہیں؟

باہان کا حضرت خالد اور صحابہ کے قتل کا ناپاک ارادہ

باہان نے حضرت خالد سے کہا کہ ہم تو اپنے دین سے نہ منحرف ہوں گے اور نہ ہی جزیہ ادا کریں گے۔ بلکہ تم سے ضرور لڑیں گے لہذا تم کو جو منظور ہو وہ کرو۔ مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ، اب ہماری تم سے فیصلہ کن جنگ ہو گی۔ حضرت خالد نے اس کو ڈانٹتے اور ذلیل کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی قسم! ہم تم سے زیادہ جنگ کے خواہشمند ہیں اور گویا میں ایسا منظر دیکھ رہا ہوں کہ اس جنگ میں اللہ نے ہمیں فتح وغلبہ عنایت فرمایا ہے اور تم پر شکست ومغلوبی کی ذلت نازل ہو چکی ہے۔اور تو قیدی کی صورت میں ذلیل وخوار گھسیٹا جا رہا ہے اور تیرے گلے میں رسی اور ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر ہمارے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے لایا جا رہا ہے اور حضرت عمر فاروق تلوار سے تیری گردن اُڑائے دیتے ہیں۔

حضرت خالد کا کلام سن کر باہان غصہ سے بھڑک اٹھا۔ آگ بگولا ہو گیا۔اور آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ باہان کی آنکھوں سے خون برستا دیکھ کر اس کے قریب کھڑے بطارقہ اور سرداروں نے میان سے تلواریں نکالیں اور حضرت خالد اور تمام صحابہ کو شہید کر دینے پر آمادہ ہو گئے لیکن وہ باہان کے حکم کے منتظر تھے۔ باہان نے گرجتی ہوئی آواز ،خشمناک لہجہ میں حضرت خالد سے کہا کہ اے خالد بن ولید! میں اپنے دل میں تمہارے لئے مہربانی کا نرم گوشہ رکھتے ہوئے نیک سلوک کے ساتھ گفتگو کرتا رہا لیکن تم نے تشدد اور سخت انداز میں کلام کر کے میرا دماغ پراگندہ کر دیا ہے۔اب میں ہرگز تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر رحم نہیں کروں گا۔تم نے ہمارے حُسنِ سلوک اور نرمی کو دیکھا ہے اب ہمارا غضب اور سختی بھی دیکھ لو۔قسم ہے حقِ مسیح کی! سب سے پہلے تمہاری نظروں کے سامنے تمہارے پانچ قیدی ساتھیوں کو قتل کروں گا اور پھر تمہارا اور تمہارے ساتھ آئے ہوئے ایک سو آدمیوں کا بھی وہی حشر کروں گا۔

باہان کی اس دھمکی سے حضرت خالد طیش میں آ گئے اور اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے

ہوئے دلیری سے فرمایا کہ اے باہان! تو نے ہم کو پہچاننے میں بڑی غلطی کی ہے۔ہم موت سے بالکل نہیں ڈرتے بلکہ زندگی سے زیادہ موت کو محبوب جانتے ہیں۔شہید ہونا ہماری عین خواہش وآرزو ہے۔قسم ہے پروردگار عالم کی اور رسول مقبول کی ،قسم ہے دعوتِ ابوبکر کی اور امارت عمر فاروق کی! تو میری نظروں کے سامنے میرے ساتھیوں کو کیا مارے گا؟ تیری قوم کی نظروں کے سامنے تجھ کو اسی جگہ کاٹ کر رکھ دوں گا۔ یہ فرما کر حضرت خالد نے میان سے تلوار کھینچ کر نعرہ تہلیل اور تکبیر بلند کیا اور تمام صحابہ نے بھی اپنی تلواریں سونت لیں اور باہان کو گھیر لیا۔ باہان کے محافظ کچھ سوچیں اور کچھ کریں اس کے پہلے ہی حضرت خالد اور صحابہ کرام مثل شیر جست لگا کر باہان کے تخت پر پہنچ گئے اور باہان پر ننگی تلوار بلند کر دیں۔ باہان کے خیمہ میں سناٹا چھا گیا۔کوئی ہلتا تک نہیں کیونکہ تمام رومی اس بات سے واقف تھے صحابہ پر حملہ کرنے کی غلطی کی تو باہان کی گردن کاٹ کر حضرت خالد ہم پر پھینک ماریں گے جیسے کہ انھوں نے جنگ اجنادین میں رومی سردار وردان کی گردن کاٹ کر رومی لشکر پر پھینکی تھی۔ باہان کو ہلہلا کر بخار چڑھا ہوا اس طرح کانپ رہا تھا۔اپنے محافظوں کو ہاتھ کے اشارے سے توقف کرنے کو کہا۔گویا وہ بند لفظوں میں اپنے محافظوں کو کہہ رہا تھا کہ تمہاری ادنیٰ غلطی سے میری زندگی کا کھیل ختم ہو جائے گا۔

ایک عجیب کشمکش کا منظر تھا۔باہان کے سر پر موت سوار تھی اور صحابۂ کرام بھی تو موت کے کنارے کھڑے تھے۔باہان کو قتل کرنے کے بعد ان کا بچ کر نکلنا ناممکن تھا۔حضرت خالد بن ولید بپھرے ہوئے شیر کی طرح خشمناک تھے۔خیمہ میں موجود تمام لوگوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔اب کیا ہو گا؟ سکتہ کا عالم تھا، تمام رومیوں کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔بالآخر باہان نے ہمت سے کام لیتے ہوئے حضرت خالد سے کہا کہ اے عربی برادر! توقف کرو، توقف کرو، جلد بازی سے کام مت لو۔قسم ہے حقِ مسیح کی! ہم ایلچی کو کبھی نہیں قتل کرتے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم بطور ایلچی آئے ہو۔میں نے تمہاری دلیری کا حوصلہ دیکھنے کے لئے تم کو جھوٹی دھمکی دی تھی اور تم اس کو سچ سمجھ کر مارنے اور مرنے پر تل گئے۔معاملہ ختم کرو اور یہاں سے چلے جاؤ۔حضرت خالد نے فرمایا کہ اپنے پانچوں ساتھیوں کو قید سے

چھڑائے بغیر ہرگز نہیں جاؤں گا، باہان نے کہا کہ خوشی سے ساتھ لے جاؤ۔ تمہاری مرضی میں
کیسے ٹال دوں۔ پس باہان نے پانچ قیدی صحابہ کو لانے کا حکم دیا۔ جب وہ خیمہ میں لائے گئے
تو باہان نے ان کو رہا کر دینے کا حکم دیا۔ ایک عجیب رُعب و ہیبت باہان پر چھا گیا تھا۔ حضرت
خالد جو بھی کہتے تھے اسے رد کرنے کی اس میں ہمت ہی نہ تھی۔ حضرت خالد اور صحابہ نے اپنی
تلواریں میان میں کر لیں لیکن پھر بھی کسی کو حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ باہان بھی اب نہیں
چاہتا تھا کہ کوئی مکر و فریب کرے۔ نہ جانے اس نے کیا دیکھ لیا تھا کہ وہ خوف و ہیبت سے بھر گیا
تھا۔ شمع رسالت کے پروانوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے طفیل وہ کرم فرمایا تھا کہ ان کی ہیبت سے مشرکین تھر تھر کانپتے تھے۔ یہ مقدس صحابۂ کرام
اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات کے مظہر تھے۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی وہ ہیبت تھی:

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

(از:۔ امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

اور اللہ کے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عاشقوں کی وہ ہیبت تھی کہ ان مٹھی بھر
عاشقوں کے سامنے لاکھوں کا رومی لشکر تھر تھر کانپتا تھا۔ حضرت خالد نے تھوڑی دیر پہلے باہان
کے سر پر ننگی تلواریں سونت کر جو کھلبلی مچا دی تھی اس کا اثر تمام رومیوں کے ذہن پر باقی تھا اور
باہان تو ایسا ڈر گیا تھا جیسے اسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ اپنے سر پر حضرت خالد کی برہنہ تلوار
منڈلاتی دیکھ کر وہ ایسا سہم گیا تھا کہ حضرت خالد کی کمر میں میان کے اندر لٹکتی تلوار دیکھ کر اس
کی حالت سانپ کا کاٹا رسّی سے ڈرتا ہے جیسی تھی۔ باہان کے حکم سے پانچوں قیدی صحابہ کے
ہاتھ پاؤں کی بیڑیاں کھول دی گئیں۔ وہ بھی اب حضرت خالد کے قریب آ کر کھڑے
ہو گئے۔ حالانکہ حضرت خالد اور تمام صحابہ نے تلواریں میان میں کر لیں تھیں لیکن وہ تمام
حضرات باہان کے قریب اس طرح حلقہ باندھ کر کھڑے تھے کہ اگر باہان پھر دغا اور فریب
کرے تو وہ باہان کو فوراً دبوچ لیں۔ حضرت خالد نے باہان سے کہا کہ ہمارے گھوڑے خیمہ

کے باہر بندھے ہوئے ہیں انھیں خیمہ کے اندر منگوا دو۔ ہم یہیں سے سوار ہو کر روانہ ہوں
گے۔ باہان کے حکم سے گھوڑے لائے گئے۔ باہان کو نہ جانے کیا ہو گیا تھا کہ وہ حضرت
خالد کے سامنے پالتو کتّے کی طرح دُم ہلاتا تھا۔ اس کے رویّہ سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ
حضرت خالد کی دلیری پر ایسا فریفتہ ہو گیا ہے کہ دشمنی اور دوستی کے مخلوط جذبہ میں مبتلا ہو گیا
ہے۔ دوستی کی راہ ہموار کرنے کی غرض سے تحفہ و ہدیہ کا سلسلہ قائم کرنا چاہا۔ وہ حضرت خالد کو
کچھ تحفہ دینا چاہتا تھا لیکن براہِ راست کہنے میں اسے جھجک اور خجالت محسوس ہوئی لہٰذا جب
حضرت خالد نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گھوڑوں پر سوار ہونے کا عزم کیا تب اس نے
حضرت خالد سے کہا کہ اے عربی برادر! میں تم سے ایک چیز طلب کرتا ہوں۔ حضرت خالد
نے فرمایا اگر اس کا دینا میرے امکان و اختیار میں ہوگا تو اس کے دینے میں ہرگز بخل و تامّل
نہ کروں گا۔ باہان نے کہا کہ تمہارے سرخ چمڑے کے قبا (اچکن) نے مجھے تعجب میں ڈال
رکھا ہے۔ مجھے بہت پسند آ گیا ہے، وہ مجھے ہدیہ کر دو اور اس کے صلہ میں میرے خیمہ سے جو
بھی چیز پسند آئے وہ میری جانب سے بطور تحفہ قبول کر لو۔

باہان نے حضرت خالد سے سرخ چمڑے کا اچکن مانگا وہ تو ایک بہانہ تھا۔ باہان کے
پاس ایسا بلکہ اس سے بھی بیش قیمت سینکڑوں اچکن موجود تھے۔ دراصل وہ حضرت خالد کو کوئی
قیمتی تحفہ دے کر مرہون منّت کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا چمڑے کے اچکن کا مطالبہ کیا اور اس کے
عوض جو چیز پسند آئے اسے لے لینے کا اختیار دیا۔ حضرت خالد نے باہان سے فرمایا کہ مجھے
اس بات کی خوشی ہے کہ تم نے مجھ سے وہ چیز مانگی جو میری ذاتی ملکیت ہے۔ لو! یہ میری
طرف سے تحفہ ہے۔ اور ہاں! تم نے مجھ کو اپنی پسند کا تحفہ اختیار کرنے کا حق دیا، جب کہ تم نے
تو مجھے پیشگی تحفہ دے دیا ہے۔ میرے پانچ ساتھیوں کو قید سے آزاد کرنے کا جو احسان کیا ہے
وہ ہمارے لئے تمہارا بہت بڑا تحفہ ہے۔ اب ہمیں مزید کسی تحفے کی حاجت نہیں۔ پھر حضرت
خالد بن ولید اپنے ایک سو ساتھیوں اور پانچ قید سے آزاد صحابہ کے ہمراہ گھوڑوں پر سوار
ہوئے اور روانہ ہوتے وقت باہان سے کہا کہ مرد ہمیشہ سامنے سے آ کر سینہ پر وار کرتا ہے
اور پیٹھ پیچھے سے وار کرنا نامردوں کا کام ہے۔ لہٰذا اگر اب بھی کچھ ارمان باقی رہ گئے ہوں

تو ہم موجود ہیں، پورے کرلولیکن روانہ ہونے کے بعد پیٹھ پیچھے سے وار کرنے کی غلطی مت کرنا۔ باہان نے کہا کہ آپ اطمینان رکھو۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ باہان نے اپنے محافظوں سے کہا کہ تم ہمارے معزز مہمانوں کو ہمارے لشکر کی حد تک ساتھ جا کر رخصت کر آؤ اور انھیں کسی قسم کی دشواری نہ ہو اس کا خیال رکھنا۔ باہان کے محافظ بطارقہ حضرت خالد کے قافلے کو جلو میں لے کر روانہ ہوئے اور رومی لشکر کی حد تک چھوڑ آئے۔

جب حضرت خالد چلے گئے تو جبلہ بن ایہم غسانی نے آکر باہان سے کہا کہ اے سردار! تم نے یہ کیا کیا؟ خالد بن ولید کو جانے دیا؟ جال میں پھنسے ہوئے شکار کو چھوڑ دیا؟ ایسا سنہری موقع بار بار ہاتھ نہیں آتا۔ ہم نے خالد بن ولید کو کس لئے بلایا تھا وہ تو تم کو معلوم ہے نا؟ اگر ایک خالد بن ولید کو مارڈالتے تو ہماری فتح تھی اور ہرقل بادشاہ کے انعام واکرام کی ہم پر بارش ہوتی۔ ہائے یہ سنہری موقع تم نے گنوادیا۔ باہان نے جبلہ کی یہ بات سنی تو چونک پڑا اور کفِ افسوس ملتے ہوئے کہا کہ اے جبلہ! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی۔ میں نے ہی فریب سے خالد بن ولید کو قتل کردینے کی سازش تجویز کی تھی لیکن جب خالد بن ولید یہاں آیا تو مجھ پر نہ جانے کیا جادو ہوگیا کہ میری عقل پر پردہ پڑگیا اور میں اس کو یہاں بلانے کا مقصدِ اصلی فراموش کرگیا۔ وہ تو چلا گیا بلکہ پانچ قیدیوں کو بھی چھڑا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ واقعی بہت افسوس کی بات ہے لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

حضرت خالد بن ولید رومی لشکر کی سرحد سے اسلامی لشکر کے کیمپ کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے۔ کسی بھی رومی سپاہی کو ملنے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ سب کے سب دیکھتے ہی رہ گئے۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کا مع پانچ قیدی صحابہ کے اسلامی لشکر کے کیمپ میں صحیح وسالم واپس لوٹنے پر حضرت ابوعبیدہ نہایت مسرور ہوئے اور کیمپ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ نعرۂ تکبیر کی صدائیں بلند ہوئیں، ان کا استقبال کیا گیا اور تہنیت پیش کی گئی۔ حضرت خالد نے حضرت ابوعبیدہ کو باہان کے کیمپ کی ازاوّل تا آخر داستان سنائی اور کہا کہ قسم ہے صاحب منبر اور روضہ شریف کی! باہان ہماری تلواروں سے ڈر گیا اور مرعوب ہوکر قیدیوں کو رہا کردیا اور ہم کو بھی واپس جانے دیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد سے پوچھا کہ جنگ

اور صلح کے معاملہ میں کیا طے ہوا؟ حضرت خالد نے کہا کہ اے سردار لڑائی کرنے پر قرارداد منظور ہوئی ہے۔ اب حضرت ابوعبیدہ نے تمام مجاہدوں کو حکم دیا کہ آئندہ کل رومی لشکر سے جنگ ہوگی لہٰذا اپنے اپنے ہتھیاروں کو درست کرلو اور اللہ کی نصرت و مدد پر بھروسہ رکھو۔ حضرت خالد نے مجاہدوں سے فرمایا کہ میں نے دشمن کے لشکر کا قریب سے معائنہ کیا ہے۔ ان کی تعداد کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ تا حد نظر مثل چونٹیوں کے پھیلے ہوئے ہیں اور ہر طرح کا سامان جنگ ان کے پاس ہے لیکن لڑنے کے لئے جس کی اہم ضرورت ہوتی ہے وہ دل ان کے پاس نہیں۔ پست ہمتی اور بزدلی نے ان کو گھیر رکھا ہے۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ان کا کوئی ناصر و مددگار نہیں جب کہ ہمارا حامی و مددگار قادر مطلق رب تبارک وتعالیٰ ہے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" ذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَولَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْاوَاَنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ" (سورہ محمد، آیت:۱۱)

ترجمہ: -''اس لئے کہ مسلمان کا مولیٰ اللہ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں''

(کنز الایمان)

لہٰذا اے مجاہدو! خدا کی نصرت پر کامل اعتماد کرکے جوانمردی سے رومیوں کا مقابلہ کرنا، صبر واستقلال سے کام لینا۔ سب نے بیک زبان جواب دیا کہ اے ابوسلیمان! جہاد ہماری خواہش ہے اور شہادت ہماری آرزو ہے۔ شمشیر زنی اور نیزہ بازی ہمارا شعار ہے اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا مندی اور خوشنودی حاصل کرنا ہماری نیت ہے، اسلام کے لئے اپنی جانیں نثار کرنا ہمارا ایمان ہے۔ حضرت خالد ان کے جواب سے خوش ہوئے، دعائے خیر و عافیت دے کر فرمایا کہ اب اپنے جنگی آلات درست کرنے میں لگ جاؤ۔ تمام مجاہد آئندہ کل ہونے والی جنگ کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔

جنگ یرموک کا تیسرا دن

صبح لشکر اسلام نے حضرت ابوعبیدہ کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی۔نماز کے بعد مجاہدین اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوکر میدان میں نکلے۔حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد سے فرمایا کہ میں نے تم کو لشکر پر سردار مقرر کیا ہے لہذا تم اپنی صوابدید کے مطابق میمنہ، میسرہ، وغیرہ پر سردار مقرر کرو اور جس طرح چاہو صفوں کو مرتّب کرو۔حضرت ابوعبیدہ نے لشکر کے سرداروں اور اہم ارکان سے کہا کہ حضرت خالد بن ولید کا حکم میرے حکم کی طرح ہے۔لہذا وہ جو حکم دیں اس کی اطاعت کرنا تم پر لازم ہے۔حضرت خالد نے تجربہ کار شہسواروں کو لشکر کے اہم اہم حصوں پر سردار مقرر کرنے کے بعد صفوں کی ترتیب شروع کردی اور آفتاب تھوڑا بلند ہوتے ہی حضرت خالد لشکر کی ترتیب سے فارغ ہوگئے۔پھر تمام صفوں کے درمیان گشت کرتے ہوئے فرماتے جاتے کہ اے حاملان قرآن! صبر واستقلال سے کام لینا کیونکہ صبر کرنے والا غالب رہتا ہے۔بزدلی اور ڈر اپنے قریب بھی مت آنے دینا کیونکہ میدان جنگ میں نامردی اور خوف کے سبب ذلت وخواری ملتی ہے۔

باہان ارمنی بھی رومی لشکر لے کر میدان میں آگیا تھا لیکن باہان کو اپنے لشکر کی ترتیب میں بہت دیر لگی۔رومی لشکر کی کل تیس صفیں مرتب ہوئیں اور ہر صف اسلامی لشکر کے برابر تھی ۔لشکر کے آگے مُقدّمۃ الجیش کی حیثیت سے باہان نے جبلہ بن ایہم کے فوجی عرب متنصرہ کو رکھا۔رومی لشکر کے آگے پانچ رطل خالص چاندی کی صلیب (✠) رکھی گئی تھی جس میں سونے کی مینا کاری کی ہوئی تھی اور چاروں گوشوں میں قیمتی جواہر جڑے ہوئے تھے جو مثل ستاروں کے چمکتے تھے۔اس صلیب کے اِردگرد نصرانی راہب اور قس کا گروہ ہاتھوں میں انجیل لئے ہوئے تھا۔جو صلیب کو دھونی دیتے تھے اور انجیل پڑھتے تھے اور رومی لشکر کی کامیابی کی دعائیں کرتے تھے۔

باہان رومی لشکر کی ترتیب سے فارغ ہوا اور اس نے اسلامی لشکر کی طرف نظر التفات کیا

تو اسلامی لشکر کی تعداد بہت کم معلوم ہوئی۔پورا اسلامی لشکر رومی لشکر کی صف کے برابر نہ تھا لیکن اسلامی لشکر کی حضرت خالد نے ایسی عمدہ صف بندی کی تھی کہ باہان دیکھ کر حیران رہ گیا۔تمام صفیں قطار میں ایسے سلیقہ سے استادہ تھیں کہ آہنی دیوار معلوم ہوتی تھی اور ہر مجاہد اس ہیئت سے کھڑا تھا کہ گویا اس کے سر پر پرندہ بیٹھا ہو جو ذرا سی حرکت کرنے پر اُڑ جائے گا۔رحمت عالم وجان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آغوش تربیت کے پروردہ اور مدرسۂ محمدی کے تعلیم یافتہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صف بندی کے معاملے میں ایسے ماہر تھے کہ ان کی صف بندی اور معرکہ آرائی کی کیفیت قرآن مجید بطور توصیف یوں بیان کرتا ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ" (سورہ الصّف، آیت:۴)

ترجمہ:- بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا (صف) باندھ کر، گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی (سیسہ پلائی دیوار)
(کنزالایمان)

تفسیر:-''یعنی ایک سے دوسرا ملا ہوا۔ ہر ایک اپنی جگہ جما ہوا۔ دشمن کے مقابل سب کے سب مثل شے واحد کے'' (تفسیر خزائن العرفان، ص:۹۹۴)

باہان نے جب اسلامی لشکر کی صف بندی دیکھی تو اس پر ایک اَن جَان خوف طاری ہوا اور اسلامی لشکر کا رُعب اور دَبدبہ اس کے دل میں سما گیا۔

⦿ حاکم بصرہ حضرت روماس کا اسلامی لشکر کے ساتھ رومی بطریق سے لڑنا

باہان نے اپنے لشکر کو ترتیب دینے کے بعد ہرقل بادشاہ کے ایک مقرب بطریق کو میدان میں اُتارا۔وہ بطریق رومی لشکر کے روساء میں سے تھا۔اپنے بھاری ڈیل ڈول اور قد و قامت میں وہ چٹان کی طرح نظر آتا تھا۔جواہرات سے جڑی ہوئی سونے کی صلیب گلے میں لٹکائے ہوئے سامان جنگ سے آراستہ ہوکر میدان میں آیا اور اپنے گھوڑے کو گرداوا دینے لگا۔مثل شیر گرجتی آواز میں پکار کر مقابل طلب کرنے لگا۔حاکم بصریٰ روماس جنھوں نے فتح

بصریٰ کے دن اسلام قبول کیا تھا اور اپنی جان کو اللہ کے لئے وقف کر کے اسلامی لشکر کے ساتھ رومیوں سے لڑنے نکل پڑے تھے۔ وہ رومی بطریق کا چیلنج قبول کرتے ہوئے میدان میں آئے۔ رومی بطریق نے حاکم روماس کو فوراً پہچان لیا کہ یہ حاکم بصریٰ روماس ہے جس نے دین اسلام قبول کر لیا ہے۔ رومی بطریق نے کہا کہ اے روماس! تم پر افسوس ہے کہ تم نے اپنا دین چھوڑ کر مسلمانوں کا دین اختیار کر لیا ہے۔ حضرت روماس نے جواب دیا کہ میں نے اسلام کو سچا دین پایا ہے۔ جو شخص اس دین میں داخل ہوا اس کو نیک بختی اور بھلائی حاصل ہوئی اور اس کی دنیا و آخرت سنور گئی۔ اور جو دین اسلام سے منحرف ہوا وہ گمراہ اور برباد ہوا۔ اتنا فرما کر حضرت روماس نے رومی بطریق پر حملہ کر دیا۔ رومی بطریق نے وار خالی پھیرا اور جوابی وار کیا جس کو حضرت روماس نے ڈھال پر لے کر بچایا۔ دونوں فن حرب کے کہنہ مشق اور تجربہ کار تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے پر حملے کر کے جنگ کے کرتب اور لڑائی کے فن دکھائے۔ کافی دیر تک دونوں میں جنگ جاری رہی اور دونوں لشکر والے ان کی لڑائی کے داؤ پیچ دیکھ کر حیران تھے۔ دوران لڑائی رومی بطریق نے موقع پا کر حضرت روماس کے شانہ پر وار کر دیا۔ تلوار کی ضرب کاری پڑی اور زخم بڑا گہرا لگا، حضرت روماس کے جسم سے خون کا فوارہ چھوٹا۔ کثرت سے خون بہتا دیکھ کر حضرت روماس نے گھوڑے کی باگ پھیری اور اسلامی لشکر کی طرف پلٹے۔ بطریق نے تعاقب کیا لیکن پانے میں ناکام رہا، حضرت روماس شدید زخمی حالت میں اسلامی لشکر میں آئے۔ مجاہدوں نے ان کو گھوڑے سے اُتارا اور زخم باندھا۔ تمام مجاہدوں نے حضرت روماس کی کوشش جہاد کا شکریہ ادا کیا اور دعائے جزائے خیر سے نوازکر ان کی حوصلہ افزائی کی۔

حضرت روماس کے زخمی ہو کر واپس پلٹنے پر رومی بطریق کا حوصلہ بڑھ گیا اور تکبر و غرور کے نشے میں چور، اپنے گھوڑے کو میدان میں اتار کر تلوار لہراتا ہوا بھیڑیے کی طرح چلا چلا کر مقابل طلب کرنے لگا، کون ہے جو میرے مدمقابل آئے؟ میں اس کے خون سے اپنی تلوار کی پیاس بجھاؤں گا اور اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچاؤں گا۔

حضرت قیس بن ہبیرہ کا بطریق سے مقابلہ

رومی بطریق کو متکبرانہ لہجہ میں گرجتے دیکھ کر حضرت میسرہ بن مسروق عبسی میدان میں لڑنے کے لئے نکلے لیکن حضرت خالد نے انھیں منع فرمایا، تم ضعیف اور بوڑھے شخص ہو، تمہارا جانا مناسب نہیں، لہذا حضرت میسرہ رُک گئے۔ اب حضرت عامر بن طفیل الدوسی نے حضرت خالد سے کہا کہ اے سردار! آپ مجھے جانے کی اجازت دیں تاکہ میں اس مغرور کا غرور توڑ دوں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اے عامر! تم کمسن ہو اس بطریق سے برابر ٹکر نہیں لے سکو گے ذرا تم توقف کرو۔ حضرت عامر نے کہا کہ سردار! آپ نے اس رومی بطریق کو بہت اہمیت دے دی ہے، دو شخصوں نے آپ سے اس کے مقابلے میں جانے کی اجازت طلب کی لیکن آپ نے جانے نہیں دیا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ جب یہ بطریق حضرت روماس سے لڑ رہا تھا تو میں نے اس کی لڑائی کو بغور دیکھا۔ اس کے لڑنے کے انداز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ بہت تجربہ کار، جنگجو اور شجاع ہے اور وہ تم کو کوئی ضرر نہ پہنچا دے اس لئے میں نے از راہِ شفقت تم کو جانے کی اجازت نہیں دی۔ لہذا دل چھوٹا نہ کرو اور اپنی جگہ اطمنان سے ٹھہرو۔

کسی اسلامی مجاہد کا مقابلہ کے لئے نکلنے میں دیر ہوئی تو رومی بطریق چیخ چیخ کر مقابل طلب کرنے لگا۔ حضرت حرث بن عبداللہ ازدی نے حضرت خالد سے جانے کی اجازت مانگی۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ بے شک تم میں سخت دلیری اور قوت ہے اور تم مرد چالاک بھی ہو۔ اللہ کا نام لے کر مقابلہ کرنے نکلو۔ حضرت حرث بن عبداللہ نے لڑائی کا سامان درست کیا اور میدان کی طرف جانے کے لئے آمادہ ہوئے۔

حضرت حرث روانہ ہو رہے تھے کہ حضرت خالد نے فرمایا کہ اے عبداللہ کے بیٹے! میرے ایک سوال کا جواب دو۔ کیا اس سے پہلے تم نے کسی جنگ میں کسی سے مقابلہ کیا ہے؟ حضرت حرث نے کہا: نہیں۔ بلکہ یہ پہلا موقع ہے کہ مجھے یہ سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ تم بھی ٹھہر جاؤ۔ کیونکہ وہ بطریق کہنہ مشق تجربہ کار ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کے مقابلے میں وہی نکلے جو تجربہ کار ہو۔ یہ فرما کر حضرت خالد نے حضرت قیس بن

ہبیرہ مرادی کی طرف دیکھا۔ حضرت قیس نے کہا کہ اے ابوسلیمان! میں آپ کا اشارہ سمجھ گیا ہوں۔ آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں مقابلہ کرنے جاؤں۔ حضرت خالد نے فرمایا ہاں! بے شک تم اس کے مدمقابل ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لے کر جاؤ۔ اللہ تمہاری ضرور مدد فرمائے گا۔

حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی "**بِسۡمِ اللّٰہِ وَ عَلٰی بَرَکَۃِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ**" پڑھتے ہوئے میدان میں گئے۔ اس معاملے کو امام ارباب سیر حضرت علامہ محمد بن عمرو واقدی قدس سرہٗ کی زبانی سماعت فرمائیں:

''پس کہا قیس نے کہ اے ابوسلیمان! میں جانتا ہوں کہ تم پیش نہ آتے ہو ساتھ میرے اور میرے نکلنے کو مراد لیتے ہو کہ میں جاؤں اس کے مقابلے کو۔ پس کہا خالد بن ولید نے کہ جاؤ تم اللہ غالب اور بزرگ کا نام لے کر کہ بتحقیق تم مثل اس کے ہو اور اللہ تمہاری اعانت کرے گا اس پر پس نکلے قیس بن ہبیرہ رحمہ اللہ اور روانہ کیا انھوں نے اپنے گھوڑے کو میدان میں یہاں تک کہ نرم اور ملائم کر دیا اس کی طبیعت کو اور توڑ دیا اس کی تیر کو پس آگے بڑھایا اس کو بجانب بطریق کے اور وہ کہتے تھے "بِسۡمِ اللّٰہِ وَ عَلٰی بَرَکَۃِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ" اور نزدیک ہوئے وہ بطریق سے''

(حوالہ:- فتوح الشام، از:- علامہ واقدی، ص:۲۴۳)

قارئین کرام غور فرمائیں! حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ میدان جنگ میں جہاں موت کا سامنا ہونے والا ہے ایسی خطرناک مہم پر جاتے وقت اپنی حفاظت اور غلبہ حاصل کرنے کے لئے "علی برکۃ رسول اللّٰہ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت پر کہتے ہوئے میدان میں جاتے ہیں۔ حضرت قیس بن ہبیرہ میدان میں رومی بطریق پر حملہ کرنے جا رہے تھے لہذا انھوں نے اپنے آقا و مولیٰ، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات دافع البلاء سے استعانت کی اور ان کی برکت کے طفیل اللہ سے فتح و نصرت کے طالب ہوئے۔ حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی ہی نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود بابرکت کے طفیل ہی ہم پر رحم وکرم فرماتا ہے اور ان کی برکت سے ہم کو فتح و نصرت ملتی ہے۔ لیکن دورِ حاضر کے منافقین کا عقیدہ صحابہ کرام کے عقیدے کے برعکس ہے بلکہ صحابہ کرام کا جو عقیدہ تھا وہ ان کے نزدیک شرک ہے۔

✪ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام و پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

''لہذا کوئی کسی کا نام اُٹھتے بیٹھتے لیا کرے، دور و نزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلے میں اس کی دہائی دے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے... تو ان سب باتوں سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے۔''

(حوالہ:- تقویت الایمان، ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی، ص:۲۲)

مندرجہ بالا عبارت میں دہلوی صاحب کہتے ہیں کہ کسی کا نام لے کر دشمن پر حملہ کرنے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے۔ غور فرمائیں کہ حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی تلوار لے کر میدان میں کیوں گئے تھے؟ رومی بطریق پر حملہ کرنے گئے تھے۔ پھولوں کا ہار پہنانے نہیں گئے تھے۔ اور جب حملہ کرنے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت و نصرت کا ورد کرتے ہوئے گئے انصاف سے کہئے مولوی اسمٰعیل دہلوی کے شرک کے فتویٰ کی مشین گن کا وار کس پر ہو رہا ہے؟

بہر حال، حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی جب میدان میں آئے تو ان کا سرعت سے تلوار گھمانے اور گھوڑے کو گرداوا دینے کی مہارت دیکھ کر رومی بطریق نے تاڑ لیا کہ یہ فن حرب کے ماہر ہیں لہذا اس نے اپنے آپ کو چوکنا کیا اور بہت احتیاط سے لڑنے لگا۔ دونوں میں شمشیر زنی ہوتی رہی۔ دونوں آزمودہ کار جنگجو تھے۔ دونوں کی تلوار زنی نے دیکھنے والوں کو تعجب میں ڈال دیا۔ دونوں آپس میں ایسا زور سے تلوار مارتے کہ تلوار سے جب تلوار ٹکراتی تو آگ کی چنگاریاں اُڑتی تھیں۔ اچانک حضرت قیس نے موقع پا کر بطریق پر ایک وار کیا۔ بطریق نے وار سپر پر لیا لیکن وار اتنا شدید تھا کہ ڈھال کو پھاڑ کر تلوار بطریق کے سر پر لگی لیکن بطریق نے لوہے کا خود پہن رکھا تھا۔ تلوار خود میں پیوست ہوگئی اور کھینچنے کے باوجود نکلی نہیں، حضرت

قیس نے زور لگا کر نکالنے کی کوشش کی تو تلوار کا قبضہ ہاتھ میں آ گیا۔ حضرت قیس کی تلوار کا وار سر پر رسید ہونے سے بطریق لرز گیا لیکن جب اس نے حضرت قیس کو بغیر تلوار کا دیکھا تو تیزی سے تلوار چلائی لیکن اس کی تلوار کا وار شانہ پر لگنے کے باوجود حضرت قیس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا کیونکہ آپ نے لوہے کی زرہ پہنی تھی۔ بطریق نے دوسرا وار کرنے کا قصد کیا تو حضرت قیس نے چھلانگ لگائی اور بطریق سے چمٹ گئے اور اس کو گھوڑے سے کھینچ کر زمین پر ڈال دیا۔ اب دونوں میں کشتی شروع ہوگئی۔

حضرت قیس بن ہبیرہ عبادت خداوندی میں شب بیداری کیا کرتے تھے اور دن میں اکثر و بیشتر روزہ رکھتے تھے لہذا ان کا جسم دبلا پتلا تھا جب کہ رومی بطریق بھینسے کی طرح موٹا اور فربہ تھا۔ حضرت قیس کے دونوں ہاتھ کی گرفت میں بھی وہ نہیں سماتا تھا۔ اس کی گردن کا حلقہ ہی تین چار بالشت کا تھا۔ لہذا وہ حضرت قیس کی پکڑ میں کب آتا؟ تھوڑی دیر اسی طرح کشتی ہوتی رہی آخر کار رومی بطریق حضرت قیس پر چڑھ بیٹھا اور قریب تھا کہ وہ قابو پا کر آپ کو شہید کردے یا قید کرلے۔ حضرت قیس نے تمام طاقت سے اپنے جسم کو لچک دے کر کروٹ بدلتے ہوئے اتنے زور سے مروڑ دیا کہ بطریق اپنا جسمانی توازن کھو بیٹھا اور لڑھک کر گرا۔ حضرت قیس موقع پاتے ہی جست لگا کر گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوگئے۔ بطریق اپنے موٹاپے کی وجہ سے سرعت سے اُٹھ نہ سکا۔ حضرت قیس نے گھوڑے کو ایڑی ماری اور اسلامی لشکر کی طرف دوڑ آئے تاکہ کسی کی تلوار لے کر واپس آجائیں۔ بطریق بھی اب گھوڑے پر سوار ہوگیا تھا۔ اس نے حضرت قیس کو اسلامی لشکر کی جانب جاتے ہوئے دیکھ کر یہ گمان کیا کہ حضرت قیس مجھ سے ڈر کر بھاگے ہیں۔ بطریق نے تعاقب کیا۔ حضرت قیس نے بطریق کو آتا دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ اے نفس! تو موت سے نہ ڈر ارے موت تو میری دلی خواہش اور آخری تمنا ہے۔ واپس پلٹ تاکہ بھاگنے کا گمان کسی کو نہ گزرے۔ یہ خیال آتے ہی حضرت قیس نے زور سے لگام کھینچی۔ گھوڑا چراغ پا ہو کر ٹھہر گیا۔ حضرت قیس کی کمر میں ایک لمبی یمنی چھری تھی، وہ نکال لی اور گھوڑے کی باگ رومی بطریق کی طرف پھیر دی۔ سامنے سے رومی بطریق برہنہ تلوار گھوماتا ہوا آرہا تھا۔ حضرت قیس نے اپنا گھوڑا اس کی طرف دوڑایا۔ بڑا نازک مرحلہ تھا۔ بطریق کے

ہاتھ میں تلوار تھی اور حضرت قیس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ اب دونوں بالکل قریب آگئے کہ دفعتہً حضرت قیس نے گھوڑے کو موڑ کر ایک طرف کو دایا۔ اور بطریق کی لائن وخط سے ایک جانب ہٹ گئے۔ بطریق اتنی تیز رفتاری سے آرہا تھا کہ یک لخت گھوڑا روک نہ سکا اور آگے نکل گیا۔ دور جا کر گھوڑا روکا اور پھر گھوڑے کا رخ حضرت قیس کی طرف پھیرا۔

حضرت خالد بن ولید دور سے حضرت قیس اور رومی بطریق کی لڑائی دیکھ رہے تھے۔ حضرت قیس اسلامی لشکر کی طرف آتے آتے رُک گئے اور خنجر نکال کر بطریق سے لڑنے واپس گئے، ادھر حضرت خالد نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو حکم دیا کہ جلدی سے حضرت قیس کو تلوار پہونچاؤ۔ حضرت عبدالرحمٰن نے اپنے ساتھ دو تلواریں لیں ایک اپنے لئے اور ایک حضرت قیس کے لئے۔ پیٹھ کی جانب نیزہ لٹکایا اور تیز گھوڑا دوڑاتے ہوئے میدان کی طرف چلے۔ اور عین اس وقت حضرت قیس کے قریب پہنچ گئے جب حضرت قیس اور بطریق کے گھوڑے آمنے سامنے تھے، حضرت قیس نے چکما دے کر اپنا گھوڑا ایک طرف ہٹالیا۔ جب بطریق نے اپنے گھوڑے کا رخ موڑا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت قیس کے قریب حضرت عبدالرحمٰن موجود ہیں۔ جس طرح حضرت خالد نے اپنے ساتھی کو عین وقت پر مدد بھیج دی اسی طرح جب رومی لشکر کے لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن کو میدان میں آتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے یہ گمان کیا کہ یہ اپنے ساتھی کی لڑنے میں مدد کرنے آرہے ہیں لہذا رومی لشکر سے بھی دو گبر اپنے ساتھی کی مدد کرنے فوراً میدان میں آگئے۔ اب میدان میں دو مقدس صحابی اور تین نجس رومی تھے۔ رومی بطریق کی مدد کرنے آئے ہوئے دو گبروں نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا کہ یہ کیا بے انصافی ہے کہ ہمارے ایک آدمی کے مقابلے میں تم دو آدمی ہوگئے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ میں صرف اپنے ساتھی کو تلوار پہنچانے آیا ہوں اور واپس پلٹ جاتا ہوں۔ ہم کبھی بے انصافی نہیں کرتے اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے سو کے مقابلے میں ہمارا ایک آدمی کافی ہے۔ اگر تم کو اس کا تجربہ کرنا ہے تو اس وقت تم تین ہو۔ ہم دو ہیں لیکن بجائے دو کے ہم میں سے صرف ایک آدمی تم سے نپٹ سکتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی شجاعت

حضرت عبدالرحمٰن کی بات سن کر تینوں رومی جل کر کباب ہو گئے، غصہ اور تکبر سے آنکھیں چڑھا کر بے تکی بکواس کرنے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت قیس سے فرمایا کہ میں تم سے بواسطۂ اللہ تعالیٰ درخواست کرتا ہوں کہ تم نے بطریق سے لڑنے میں بہت مشقت اُٹھائی ہے لہذا تھوڑی دیر کے لئے ایک طرف ہٹ کر آرام حاصل کرلو اور پھر دیکھو کہ میں کیا کرتا ہوں۔ حضرت قیس تھوڑا ہٹ گئے اور دفعتہً حضرت عبدالرحمٰن نے بطریق کی مدد کو آنے والے دو گبروں میں سے ایک کے سینہ پر ایسا زور سے نیزہ مارا کہ پشت کے پار جا نکلا اور وہ مردہ ہو کر زمین پر گرا۔ اپنے ساتھی کا حشر دیکھ کر دونوں رومی تلملا اُٹھے اور طیش میں آکر حضرت عبدالرحمٰن پر حملہ کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن تنہا دو رومی سے مقابلہ کر رہے تھے لیکن ان کی تلوار زنی کی مہارت و سرعت کا یہ عالم تھا کہ دو رومی بھی کم پڑتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن کی تلوار بجلی کی مانند چمکتی تھی جس کو دیکھ کر دونوں رومیوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ حضرت قیس نے چاہا کہ حضرت عبدالرحمٰن کی اعانت کریں، وہ نزدیک آئے لیکن حضرت عبدالرحمٰن نے ان سے کہا کہ میں تم کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھ کو اکیلا لڑنے دو۔ میں ان دونوں کو جہنم کی آگ میں پہنچا دیتا ہوں اور اگر میں شہید ہو جاؤں تو حضرت عائشہ صدیقہ کو میرا اسلام کہہ دینا۔

تھوڑی دیر تلوار زنی کرنے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن نے پھر ایک مرتبہ نیزہ نکالا اور گھمانے لگے۔ حضرت قیس دور کھڑے کھڑے حضرت عبدالرحمٰن کی دلیری اور بہادری کے جوہر دیکھ کر تعجب بھی کرتے اور ان کی سلامتی کی دُعا بھی۔ حضرت عبدالرحمٰن نے مدد کو آنے والے دوسرے گبر کو سینہ پر نیزہ مارا لیکن نیزہ زرہ میں پھنس گیا۔ نہ گبر زخمی ہوا اور نہ کھینچنے پر واپس نکلتا تھا۔ لہذا حضرت عبدالرحمٰن نے ہاتھ سے نیزہ چھوڑ دیا اور فوراً میان سے تلوار نکال کر ایسا شدید وار کیا کہ گبر دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا۔ اب پہلے لڑنے آنے والا بطریق بچا۔ اس نے اپنے معاون دونوں گبروں کو کشتہ دیکھا تو اس کو بھی اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ موت کے

خوف سے تھرتھر کانپنے لگا۔ اس کے اوسان خطا ہو گئے اور بدحواسی کے عالم میں بے ترتیب تلوار گھمانے لگا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت قیس بن ہبیرہ کو پکار کر کہا کہ یہ تمہارا شکار ہے۔ کیونکہ تم سے لڑنے یہی میدان میں آیا تھا لہذا اس کو دوزخ کی آگ میں پہنچانے کے ثواب کے حقدار تم ہو حضرت قیس نے بطریق کے سر پر تلوار کا ایسا شدید وار کیا کہ تلوار خود کو توڑتی ہوئی اس کے سر کو حلق تک چیر دیا اور بطریق کے سر کے چیتھڑے اُڑا دیئے، بطریق زمین پر ایسے گرا جیسے کوئی بھینسا ذبح ہو کر زمین پر پڑا ہو۔ یہ منظر دیکھ کر رومی لشکر میں خوف کی کپکپی پھیل گئی، آپس میں ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ یہ عرب انسان ہیں یا جنات؟

تینوں رومیوں کو قتل کرنے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت قیس اسلامی لشکر میں واپس آئے۔ حضرت قیس لشکر میں آکر اپنی جگہ ٹھہر گئے لیکن حضرت عبدالرحمٰن واپس پھر میدان میں آکر اپنے گھوڑے کو گرداوا دینے لگے اور رومیوں کو پکار کر مقابل بھیجنے کا مطالبہ کرنے لگے لیکن کسی بھی رومی سپاہی نے میدان میں آنے کی جرأت نہ کی خود حضرت عبدالرحمٰن رومی لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق کا چہرہ جوش جہاد سے ارغوان کے پھول کی طرح سرخ ہو کر چمک رہا تھا۔ ان کو اپنی طرف آتا دیکھ کر رومیوں پر دہشت طاری ہو گئی، جان بچانے کے لئے حضرت عبدالرحمٰن کی تلوار کی زد سے محفوظ رہنے کے لئے دائیں بائیں ہونے لگے۔ نتیجتاً ان کی صفیں ٹوٹ کر درہم برہم ہو گئیں۔ حضرت عبدالرحمٰن کی تلوار کی لپیٹ میں دو رومی آگئے اور خربوزہ کی طرح کٹ گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن پھر بیچ میدان میں آگئے اور للکار للکار کر رومیوں کو ڈرانے لگے اور اپنا نام جتا جتا کر مقابل طلب کرنے لگے۔ رومی لشکر سے ایک گبر مقابلہ کرنے نکلا بلکہ یوں سمجھو کہ مرنے کے لئے آیا۔ گبر میدان میں آکر ٹھہرتا اور اپنی تلوار سنبھالتا اتنا موقع ہی اسے نہ ملا۔ اس کے آتے ہی حضرت عبدالرحمٰن نے ایک ہی وار میں اسے زمین پر ڈھیر کر دیا۔ پھر دوسرا آیا۔ اس کا بھی یہی حال ہوا۔ اب مقابلہ کرنے میدان میں آنے کی کسی میں ہمت باقی نہ رہی۔

⊙ اسلامی لشکر پر رومیوں کا اجتماعی حملہ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق کی شجاعت و بہادری اور ہرقل بادشاہ کے مقرب بطریق کے قتل کی اطلاع جب باہان کو ملی تو وہ بوکھلا گیا۔ اس نے فوراً حکم جاری کیا کہ لشکر کی اگلی دس صفیں یکبارگی اسلامی لشکر پر حملہ کردیں۔ باہان کا حکم ملتے ہی رومی لشکر کی اگلی دس صفیں اسلامی لشکر پر اُمنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح ٹوٹ پڑیں۔اسلامی لشکر کی صفیں آراستہ اور مجاہدین چوکنا ہی تھے۔ رومی لشکر کے سیلاب کے سامنے جیش اسلام کے مجاہد آہنی دیوار کی طرح ثابت قدم رہے۔رومی لشکر کی کثرت کے باعث ایسا شوروغل بلند ہوا کہ دور دراز جنگل تک آواز سنائی دی۔ چرند و پرند گھبرا کر بھاگ نکلے۔گھوڑوں کی ٹاپوں سے اڑنے والے گرد وغبار مثل بادل چھا گئے اور میلوں کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔آتش جنگ کا تنور بھڑک اُٹھا۔ نیزوں اور تلواروں کی چقاچاق صدائیں اور مقتول اور زخمیوں کی گونجتی چیخیں ماحول کی سنگینی میں اضافہ کرتی تھیں۔موت کا بازار تیز وگرم تھا۔ گھمسان کی لڑائی جاری تھی۔معرکۂ جنگ ایسا شباب پر تھا کہ بڑے بڑے دلیروں کی بھی دل دہل جائیں۔اسلامی لشکر کے مجاہدین سروں پر کفن باندھ کر رومی حملہ کے سامنے ثابت قدمی سے جمے رہے۔صبح سے لے کر شام تک میدان کارزار کی سرگرمیاں سرد نہ ہوئیں۔آفتاب کے غروب ہونے پر ماحول ذرا ٹھنڈا ہوا۔ جنگ موقوف ہوئی اور دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ میں واپس لوٹے۔ رومی بڑی تعداد میں مقتول ہوئے تھے جبکہ اسلامی لشکر کے بہت تھوڑے مجاہدوں کو جام شہادت نوش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔شہید ہونے والوں میں حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی کے بھتیجے حضرت سوید بن بہرام بھی تھے۔ "اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"۔

⊙ حضرت قیس کے بھتیجے کی تلاش اور ایک سو رومیوں کا قتل

حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی نے اپنے بھتیجے حضرت سوید کو اسلامی لشکر کے ساتھ کیمپ میں واپس آتے نہیں دیکھا تو ان کو حضرت سوید کی شہادت کا اندیشہ ہوا، پس رات کے سناٹے

میں وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ معرکۂ میدان میں مشعلیں لے کر گئے۔میدان میں بے شمار لاشیں بے گوروکفن پڑی ہوئی تھیں اور ان میں اکثر رومیوں کی تھیں۔حضرت قیس لاشیں ٹٹول ٹٹول کر حضرت سوید کو ڈھونڈھنے کی بہت کوشش کر رہے ہیں، مگر لاش دستیاب نہ ہوئی۔ حضرت قیس مایوس ہو کر پلٹنے کا ارادہ کرتے ہیں کہ دفعۃً کچھ رومی سپاہی ہاتھ میں مشعلیں لئے ہوئے میدان کی طرف آتے نظر آئے۔حضرت قیس نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ رومی گبرآرہے ہیں۔خدا کی قسم! میں اپنے بھتیجے کا بدلہ لے کر رہوں گا۔حضرت قیس اور ان کے ساتھیوں نے مشعلیں بجھا دیں۔ یہ کل سات اشخاص تھے۔ساتوں الگ الگ ہو گئے اور لاشوں کے درمیان مثل مردہ لیٹ گئے۔رومی سپاہی قریب آئے وہ کل ایک سو آدمی تھے۔ میدان میں آکر رومی سپاہیوں نے بھی لاشیں ٹٹولنا شروع کیا۔تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی لاشیں ٹٹولیں اور اس بطریق کی لاش کو ڈھونڈھ نکالا جس کو آج دن میں حضرت قیس ہی نے قتل کیا تھا۔اس بطریق کی لاش کو اپنے شانوں پر اُٹھا کر رومی واپس جانے لگے۔رومی سپاہی اپنے بطریق کے بھینسے جیسی بھاری بھرکم لاش بڑی مشکل سے اُٹھا کر چل رہے تھے حالانکہ وہ بے خوف اور غافل تھے۔ جب رومی سپاہی اس مقام پر آئے جہاں حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی اور ان کے ساتھی لاشوں کے درمیان چھپ کر لیٹے ہوئے تھے تو اچانک تمام مجاہد اٹھ کھڑے ہوئے اور رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔اچانک اس طرح کے حملہ کی رومیوں کو توقع نہ تھی، وہ تو بوکھلا گئے۔ وہ کچھ سوچیں سمجھیں اور کریں اتنے عرصہ میں مجاہدوں کی تلواریں ان کے سروں اور گردنوں پر پڑنے لگیں۔مجاہدوں نے ان کو گاجر، مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ حضرت قیس نے اکیلے سولہ رومیوں کو قتل کیا اور جب وہ کسی رومی کو قتل کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ یہ میرے بھتیجے کے بدلے میں ہے یا یہ کہتے تھے کہ یہ میرے بھتیجے کی طرف سے ہے۔ الغرض مجاہدوں نے آن کی آن میں ایک سو رومی سپاہیوں کو واصل جہنم کر دیا۔

رومیوں کو قتل کرنے کے بعد حضرت قیس اور ان کے ساتھی اپنے لشکری کیمپ کی طرف واپس لوٹ رہے تھے کہ لاشوں کے درمیان سے کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔حضرت قیس رک گئے، اور اس آواز کے قریب گئے، دیکھا تو وہ حضرت سوید تھے۔زخموں کی شدت

سے کراہ رہے تھے اور خون میں لت پت اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہے تھے۔ حضرت قیس فوراً اپنے بھتیجے سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور پوچھا کہ اے پیارے بیٹے! تمہارا یہ حال کس طرح ہوا؟ حضرت سوید نے کہا کہ اے محترم چچا جان! میں کچھ بھاگتے ہوئے رومیوں کا پیچھا کر رہا تھا کہ دفعۃً ایک رومی نے پلٹ کر میرے سینے پر نیزے سے وار کر دیا، میں سنبھل نہ سکا اور اس کی نوک میری پشت کے آر پار ہوگئی۔ اور میں زمین پر گر پڑا۔ حضرت قیس نے دیکھا تو حضرت سوید کے سینہ میں دائیں جانب گہرا زخم تھا اور ابھی تک اس سے خون بہہ رہا تھا۔

حضرت سوید نے جاں کنی کے عالم میں لرزتی ہوئی آواز میں کہا: چچا جان! اس وقت میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ جنت کی حوریں میرے استقبال کے لئے جمع ہیں اور میری روح نکلنے کا انتظار کر رہی ہیں۔ حضرت سوید نے اپنے چچا حضرت قیس سے مزید کہا: کہ اے چچا! آپ مجھ کو اسلامی لشکر کے خیموں تک پہنچا دیں، تاکہ میں وہاں مروں۔ حضرت قیس اور ان کے ساتھی مل کر حضرت سوید کو خیمہ میں لے آئے۔ حضرت ابوعبیدہ کو اطلاع ملتے ہی فوراً حضرت قیس کے خیمہ میں آپہنچے اور حضرت سوید کے سرہانے آکر بیٹھ گئے۔ حضرت سوید نزع کے عالم میں تھے۔ لیکن کچھ کہنا چاہتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ اور تمام حاضرین کی آنکھیں بھر آئیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے پوچھا: بیٹا! تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

''سوید نے کہا ساتھ نیکی اور بہتری اور مغفرت کے جزائے نیک عطا کرے اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پس ہر آئینہ سچے تھے وہ اپنے قول میں اور درست ارشاد کیا تھا ہم سے'' (یعنی شہید کے لئے جنت کی حوریں ہیں)۔ (حوالہ:-فتوح الشام، از:-علامہ واقدی، ص:۲۳۸)

یہ تھے حضرت سوید کی زندگی کے آخری کلمات، یعنی اپنے آقا و مولیٰ، رحمت عالم و جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ اور ان کی یاد آخری سانسوں تک زندہ ہے اور ان کے عشق میں ہی اپنا سر قربان کیا:

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

پھر تھوڑی ہی دیر میں حضرت سوید بن بہرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پرواز کرگئی، رات ہی میں نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کر دیا گیا۔ حضرت سوید رات کی تاریکی میں بظاہر قبر کی تاریکی میں داخل کئے گئے۔ لیکن عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چراغ ان کے دل میں روشن تھا جس کی بدولت ان کی قبر میں اندھیرا نہیں بلکہ اُجالا تھا:

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے
(از:-امام عشق ومحبت، حضرت رضا بریلوی)

حضرت سوید کو دفن کرنے کے بعد مجاہدوں نے باقی رات قرآن مجید کی تلاوت، نماز اور استغفار میں بسر کی۔ اور اپنے رب تعالیٰ سے مدد اور نصرت کی دعا مانگتے تھے۔

رومی لشکر کا ظلم واستبداد، اور دو بطارقہ کا خواب

تیسرے دن کی جنگ ختم ہونے پر رات کے وقت رومی لشکر کے تمام بطارقہ، سردار اور اراکین رومی سپہ سالار باہان ارمنی کے خیمہ میں جمع ہوئے۔ خیمہ میں دسترخوان بچھا ہوا تھا، عمدہ اور لذیذ کھانے پر تکلف انداز سے سجائے گئے تھے۔ سب لوگ دسترخوان پر کھانے کے لئے بیٹھ گئے لیکن باہان نے کھانا کھانے سے انکار کیا۔ اس کا موڈ اتنا خراب تھا کہ اس کو کھانے کی طرف رغبت ہی نہ تھی۔ اس کی ذہنی حالت اس قدر پراگندہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق اور حضرت قیس بن ہبیرہ نے رومی بطریق اور دو گبروں کو قتل کر دیا تھا اس وقت ایک بطریق باہان کے پاس آیا اور سرگوشی کرتے ہوئے کہا کہ اے بادشاہ! آج رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ کچھ لوگ سبز گھوڑوں پر سوار مسلح آسمان سے اُترے، اور عربوں کے لشکر کے آگے قطار بند صفیں باندھ دی اور ہمارے اور عربوں کے درمیان حائل ہوگئے۔ ہمارے لشکر کا کوئی آدمی حملے کا قصد کر کے مسلمانوں کے لشکر کی جانب

جا تا تو یہ آسمان سے آنے والے سوار اس کو ختم کر دیتے۔ اس طرح انھوں نے ہمارے لشکر کے بے شمار لوگوں کو مار ڈالا۔ بطریق نے باہان سے کہا کہ یہ خواب دیکھنے کے بعد مجھ کو یقین ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کا لشکر ہم پر ضرور غالب آئے گا۔ بطریق کی زبان سے خواب کی تفصیل سن کر باہان کا دل خوف سے اڑنے لگا۔ بعدہ اس نے رومی لشکر کی دس صفوں کو یکبارگی مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ رومی لشکر کے سپاہی اکثر مقتول ہوئے۔ لہذا باہان کو بھی بطریق کے خواب کی صداقت کا یقین ہو گیا اور وہ بہت ہی تشویش میں مبتلا ہوا، اسی وجہ سے رات کے وقت کھانے کے لئے دسترخوان پر نہیں آیا۔ رومی لشکر کے اراکین و بطارقہ کو جب پتہ چلا کہ سردار باہان آج کی جنگ کے نتیجہ سے فکر مند ہونے کی وجہ سے کھانے سے باز رہا ہے تو وہ سب جمع ہو کر باہان کے پاس آئے اور کہا کہ اے سردار! کیا سبب ہے کہ ہم آپ کو پژمردہ خاطر دیکھ رہے ہیں؟ رنج و غم کے آثار جناب والا کے چہرے سے عیاں ہیں نیز ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اسی وجہ سے رات آپ نے کھانا بھی تناول نہیں فرمایا۔ اے سردار! جنگ مثل ڈول کے ہے۔ وہ گھومتی ہے اور اپنا رخ بدلتی ہے۔ کبھی جنگ کا نتیجہ ہماری موافقت میں ہوتا ہے اور کبھی مخالفت میں۔ آج ہم نے لڑائی میں ہزیمت اُٹھائی ہے تو ہو سکتا ہے کہ آئندہ کل ہم کو غلبہ حاصل ہو۔ کل ہم سب مل کر مسلمانوں پر دھاوا بول دیں گے اور ان کو ختم کر دیں گے۔ باہان نے کہا کہ ہماری شکست و مغلوبی کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنے دین مسیح اور انجیل کے احکام کی اطاعت سے روگردانی کی ہے۔ گناہ و معصیت کے دلدل میں غرق ہیں اور اپنی ہی قوم کے مسکینوں اور کمزوروں پر ظلم و ستم کرتے ہیں۔ ہم میں عدل و انصاف باقی نہیں رہا۔

باہان کی یہ بات سن کر اسی وقت ایک رومی کھڑا ہوا اور کہا کہ اے بادشاہ! آپ ہمیشہ زندہ اور سلامت رہو۔ آپ نے حق بات کہی، یہ حقیقت ہے کہ ہماری قوم کے زور آور لوگ کمزوروں پر ظلم و ستم کرنے میں حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ خدا کا خوف ان کے دلوں میں بالکل نہیں۔ ان کے دل پتھر کی طرح سخت ہو گئے ہیں اور رحم و کرم، عدل و انصاف اور غیرت جیسی کوئی چیز ان کے اندر پائی نہیں جاتی۔ خود مجھ کو ان کے ظلم و تشدد کا تلخ تجربہ ہوا ہے۔ اگر

آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اپنی دَرد بھری داستان سناؤں۔ باہان نے کہا کہ تم کو اجازت ہے۔ بلا خوف و جھجھک بیان کرو۔

رومی فریادی نے کہا کہ اے سردار! تمہارے لشکر کے پڑاؤ کے قریب میری جائے رہائش ہے اور اسی سے ملحق میرا کھیت ہے۔ میرے پاس ایک سو بکریاں تھیں جس کو میرا بیٹا چرایا کرتا تھا۔ تمہارے لشکر کے ایک بطریق سردار نے میری بکریاں دیکھ لیں اور اس کے کھانے کا طلب گار ہوا، اس نے روزانہ حسب ضرورت میری بکریاں زبردستی چھین کر کھانی شروع کر دیں۔ اس کو دیکھ کر رومی لشکر کے دوسرے سپاہیوں نے بھی بکریاں جبراً لینی شروع کر دیں اور آناً فاناً میری تمام بکریاں صفاچٹ کر دیں۔ جب میری بیوی کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو بطریق سردار کے پاس شکایت لے کر گئی، بطریق سردار نے میری بیوی کو بہت نرم لہجہ میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ لشکر کے سپاہیوں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے لہذا آپ محترمہ خیمہ میں آ کر تمام واردات کی تفصیل بتائیں، میں فوراً اس کا تدارک کر دیتا ہوں۔ اس طرح میری بیوی کو پھسلا کر وہ اپنے خیمہ میں لے گیا اور وہاں اس کی عصمت دری کی۔ میرا بیٹا میری بیوی کے ہمراہ شکایت کرنے گیا تھا لیکن وہ خیمہ کے باہر کھڑا تھا۔ اس کو اندر جانے کی اجازت نہ دی گئی تھی۔ خیمہ کے اندر میری بیوی کے ساتھ زیادتی ہو رہی تھی، اور وہ مدد کے لئے زور زور سے چلا رہی تھی۔ لہذا میرا بیٹا خیمہ کے اندر گھس گیا۔ وہ اپنی ماں پر بطریق کو سوار دیکھ کر شور مچانے لگا اور بطریق پر حملے کا قصد کیا لیکن بطریق کے محافظوں نے اسے پکڑ لیا۔ اپنے رنگ میں بھنگ ڈالنے کی گستاخی کرنے کی سزا دیتے ہوئے بطریق نے میرے بیٹے کو قتل کر دینے کا حکم دیا چنانچہ اس کے آدمیوں نے میرے نوجوان اور ہونہار بیٹے کو بڑی بے رحمی سے قتل کر دیا۔ اس حادثہ کی مجھے خبر ہوئی تو میں بطریق کے پاس انصاف مانگنے گیا تو اس نے بربریت کا اظہار کر کے میرا ہاتھ کاٹ دیا۔ یہ کہہ کر رومی فریادی نے اپنا کٹا ہوا ہاتھ باہان کے سامنے کر دیا۔

رومی فریادی کی داستان ظلم سن کر باہان آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے کہا کہ جس نے بھی تیرے ساتھ ایسی حرکت کی ہے، اسے میں عبرتناک سزا دوں گا۔ پھر باہان نے رومی

فریادی سے کہا کہ کیا تم اس بطریق کو جانتے ہو؟ رومی فریادی نے کہا: کیوں نہیں؟ وہ اس وقت یہاں موجود ہے۔ اتنا کہہ کر اس نے ایک بطریق کا گریبان تھام لیا اور کہا کہ اے بادشاہ! یہی وہ ظالم شخص ہے جس نے میرے دل کی دنیا اُجاڑی ہے۔ رومی فریادی نے جس بطریق کو مجرم قرار دیا تھا وہ رومی لشکر کا معزز سردار اور اہم رکن تھا لہذا اس کی موافقت میں لشکر کے دیگر سرداروں نے شور وغل مچا دیا اور رومی فریادی سے کہا کہ غدار! عربوں سے مال لے کر ان کے کہنے کے مطابق ہمارے لشکر کے معزز سردار پر غلط الزام لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ تو اس طرح آپس میں پھوٹ ڈالنا چاہتا ہے تاکہ ہم خانہ جنگی میں اُلجھ جائیں اور ہمارے دشمن فائدہ اُٹھائیں۔ یہ کہہ کر ایک بطریق نے رومی فریادی کو تلوار ماری اور اس کی گردن اڑادی۔

باہان یہ معاملہ دیکھ کر خشمناک ہوا کہ اس کے مرتبہ کا لحاظ نہیں کیا گیا اور اس کی موجودگی میں اس کے حکم کے بغیر ایک بے قصور اور مظلوم شخص کو قتل کر دیا گیا۔ لہذا اس نے گرجتی آواز میں حاضرین کو لعنت ملامت کرتے ہوئے کہا کہ اے سنگ دل ظالمو! سختی ہو تم پر! قسم ہے حق مسیح کی! تم ضرور ذلیل وخوار ہوگے۔ اپنی ہی قوم پر اس طرح علانیہ ظلم وستم کرنے کے باوجود تم کس بنا پر مدد اور غلبہ کی اُمید رکھتے ہو؟ تمہارے کرتوت ایسے مذموم اور رذیل ہیں کہ اللہ کا تم پر عتاب نازل ہونا ہی ہے۔ تمہارا مال واسباب، دولت وخزانہ، زمین وجائیداد بلکہ تمہارا ملک تم سے چھین کر ان عربوں کو دے دے گا جو اپنے دین کے احکام پر سختی سے پابند ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں، منہیات شرعیہ سے باز رہتے ہیں۔ اے بے رحم ظالمو! تم میرے نزدیک اب کتوں، گدھوں بلکہ تمام جانوروں سے بدتر ہو۔ عنقریب تم اپنے ظلم کا برا انجام دیکھو گے۔ اب مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں، لہذا یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ محفل برخاست کی جاتی ہے۔

باہان کا غضب وغصہ دیکھ کر تمام حاضرین سہم گئے اور سر جھکائے یکے بعد دیگر سب کے سب رفو چکر ہوگئے۔ لیکن ایک بطریق اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ جب پورا خیمہ خالی ہو گیا تب یہ بطریق اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور باہان کے قریب آیا۔ تعظیم کی رسم ادا کرنے کے بعد بطریق نے کہا کہ اے سردار! خدا کی قسم! آپ کی بات سو فیصدی حق ہے۔ مجھے بھی یقین ہے کہ ہم

اپنے ظلم وستم کے سبب ضرور مغلوب ہوں گے۔ علاوہ ازیں ایک ضروری امر کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، میں نے کل رات ایک خواب دیکھا ہے۔ پھر اس بطریق نے پہلے بطریق کے خواب کے ہوبہو اپنا ایک خواب بیان کیا۔ باہان غور سے اس بطریق کے خواب کی تفصیل ساعت کرتا رہا۔ سارا واقعہ سننے کے بعد باہان نے بطریق کو رخصت کیا اور گہری سوچ وفکر میں پڑا دیر تک اپنی جگہ بیٹھا رہا۔

⦿ باہان کا ایک ہفتہ جنگ موقوف رکھنا اور ہرقل کے جواب کا منتظر رہنا

باہان بہت دیر تک اپنی جگہ بیٹھ کر سوچتا رہا پھر وہ بستر خواب پر گیا۔ دو بطریق کا بعینہٖ ایک طرح کا خواب دیکھنا، اس کے لشکر کے سرداروں کا بے قصور رومی کے لڑکے کو قتل کرنا، اس کی بیوی کی آبرو ریزی کرنا اور اپنی نظروں کے سامنے اس کو قتل کرنا وغیرہ وغیرہ اس کے دماغ میں گردش کر رہا تھا۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور چلی گئی۔ پوری رات کروٹیں بدل بدل کر گزاری اور فیصلہ کیا کہ کچھ دنوں کے لئے جنگ موقوف کر دوں اور ہرقل بادشاہ کو صورت حال سے مطلع کروں۔ وہاں سے جواب آنے کے بعد ہی کچھ طے کروں گا۔ لہذا اُس نے ہرقل بادشاہ کو تفصیل سے خط لکھا کہ میں نے عربوں کو بہت ڈرایا دھمکایا اور لالچ بھی دی کہ وہ کسی طرح یہاں سے چلے جائیں لیکن وہ ایک ایسی قوم ہیں کہ ان کی کتاب زندگی میں ڈر، خوف، دہشت، اور گھبراہٹ نام کا کوئی لفظ ہی مرقوم نہیں۔ دُنیا کی طمع ان کو اپنے دام فریب میں نہیں لاسکتی۔ ہمارے لشکر کی کثرت اور ہتھیاروں کی بہتات سے وہ قطعاً مرعوب نہیں ہوئے بلکہ ہمارے ساتھ ایسی سخت جنگ لڑے کہ ہمارے لشکر کا ہر آدمی ان سے ہراساں ہے۔ میں نے ان کے سردار خالد بن ولید کو مکر وفریب سے مار ڈالنے کی سازش کی تھی لیکن اس میں بھی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ لہذا میں نے ارادہ کیا ہے کہ کچھ دنوں کے لئے جنگ موقوف کر دوں تاکہ عرب ہم سے مطمئن اور بے خوف ہو جائیں۔ اس دوران ان پر جاسوسوں کے ذریعہ کڑی نگرانی رکھوں گا اور جب ان کو غافل پاؤں گا، پورے لشکر کے ساتھ حملہ کر کے ان کا کام تمام کردوں گا۔ لشکر کے دیگر سردار بھی ایسا چاہتے ہیں لیکن آپ کی اجازت کے بغیر ایسا قدم اُٹھانا

میں مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ یہ ہماری عربوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ ہے۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ یہ ہماری آخری کوشش ہے اگر ہم کو غلبہ حاصل ہوا تو زہے نصیب ورنہ اس کے بعد ہمارا کوئی بھی لشکر عربوں کو ملک شام سے بھگا نہیں سکے گا اور وہ ملک شام پر قابض ہو جائیں گے لہذا اگر آپ چاہیں تو اپنے اہل وعیال کے ساتھ قسطنطنیہ چلے جائیں اور محفوظ و مامون ہو جائیں۔ ایک ضروری امر کی طرف بھی آپ التفات فرمائیں کہ ہمارے رومی بھائی گناہ و معاصی اور ظلم وستم میں سر سے پاؤں تک غرق ہو گئے ہیں اور دین مسیح کے احکام کی اطاعت پس پشت ڈال دیا ہے جب کہ مسلمان اپنے نبی کے فرمان کی بجا آوری میں سر مو کوتاہی نہیں کرتے۔

اس مفہوم کا خط لکھ کر باہان نے چند گبروں کے ساتھ ہرقل کے پاس انطاکیہ روانہ کیا۔

جنگ یرموک، چوتھے سے دسویں دن تک

جنگ کے چوتھے دن نماز فجر ادا کرنے کے بعد اسلامی لشکر میدان میں آ گیا اور طلوع آفتاب تک صف بندی اور آلات سے آراستہ ہو گیا۔ لیکن رومی لشکر میں کسی قسم کی جنبش نظر نہیں آتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ رومی لشکر کا سپہ سالار اعظم باہان کوچ کا حکم دینے اپنے خیمہ سے باہر نہیں نکلا اور اتنی دیر ہو گئی کہ آفتاب بلند ہو گیا تب رومی لشکر کے چار بادشاہ سردار (۱) قناطر (۲) جرجیر (۳) دریحان (۴) قوریر ایک ساتھ باہان کے خیمہ میں آئے اور لشکر کو میدان جنگ کی طرف روانہ کرنے کی درخواست کی۔

باہان نے کہا کہ میں اجازت نہیں دیتا۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ میں ایسی قوم کے لئے لڑوں جو ظلم وستم میں حد سے تجاوز کر چکی ہے۔ اگر تم اپنی قوم کی خالص نسل سے ہوتے تم اپنے ملک وخاندان کی عزت و آبرو کی حفاظت اور غلبہ کی خاطر لڑتے، لیکن تم نے تو اپنے دین ومذہب کا پاس ولحاظ نہیں رکھا، ملک ونسب کی پاسداری تو دور کی بات ہے۔ میں نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو کسی ایک میں بھی سچا جذبۂ جہاد نہیں پایا۔ کوئی بھی دل سے نہیں لڑتا۔ دین مسیح کے لئے اپنی جان قربان کرنے میں کوئی مخلص نہیں۔ سب کے سب دیکھا دیکھی رسماً جنگ کرتے ہیں۔ ایثار وقربانی کے لیے جذبۂ صادق درکار ہوتا ہے، جس کا ہمارے یہاں سراسر فقدان ہے لہذا ایسی جنگ کا نتیجہ شکست وریخت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ شکست فاش یقینی ہو جانے کے بعد لڑنا میں کوئی عقلمندی نہیں سمجھتا۔ ملک فارس، ترک اور جرامقہ پر لشکر کشی کر کے ان کی عظیم فوجی طاقت کو جو میں نے پامال کیا اور اس کے بعد جو مجھے عزت وشہرت ملی ہے، تمہاری بزدلی کے عوض میں اسے نیلام نہیں کر سکتا۔

باہان کی اس مایوس کن گفتگو سن کر رومی لشکر کے چاروں سرداروں نے کہا کہ اے بادشاہ! آپ ہم کو ایک موقع اور دیجئے! ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ماضی کی کوتاہیوں کا اعادہ ہرگز نہ ہو گا بلکہ اب ہم ایسی جنگ لڑیں گے، اور شجاعت و بہادری کا وہ مظاہرہ کریں گے کہ ہماری

دلیری کی داستان تاریخ کے اَوراق میں طلائی حروف سے منقش ہوگی۔ باہان نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں نے ایک ضروری امر میں ہرقل بادشاہ کی رائے طلب کر لی ہے، جب تک ادھر سے کوئی جواب نہیں آتا، جنگ موقوف رکھنے کا میں نے فیصلہ کیا ہے لہذا جب تک میں اجازت نہ دوں لڑائی کے لیے میدان کا رخ مت کرنا۔ اگر تمہارے دل میں میری ذرا بھی عزت اور وقعت ہے تو میرا کہا مانو ورنہ جو تمہارے دل میں آئے کرو۔ چاروں نے بیک زبان کہا کہ اے سردار! آپ کے حکم کی خلاف ورزی کرنا ہم خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے۔ چنانچہ وہ باہان کے فیصلہ سے متفق ہوگئے اور واپس چلے گئے۔

اسلامی لشکر میدان میں ٹھہرا، دیر سے رومی لشکر کی آمد کا منتظر تھا لیکن دن چڑھے تک رومی لشکر سے ایک بھی بندہ نہیں آیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے سوچا کہ شاید انھیں کوئی معاملہ پیش آیا ہے لہذا ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ اسلامی لشکر بھی اپنے کیمپ میں واپس لوٹ آیا۔ باہان نے سات دن تک جنگ موقوف رکھی۔ یعنی جنگ یرموک کا چوتھا، پانچواں، چھٹا، ساتواں، آٹھواں، نواں اور دسواں دن بغیر کسی جنگ وقتال کے پرسکون گزرا۔ اس دوران دونوں لشکر کے سردار ایک دوسرے کی نقل وحرکت کی خبر گیری کرتے رہے۔

⊙ خصمین کے مخبروں کا ایک دوسرے کے لشکر میں دخول

دوسرے دن حضرت ابوعبیدہ نے اپنا ایک رومی معاہدی جاسوس رومی لشکر میں بھیجا تا کہ وہ اس امر کا سراغ لگائے کہ رومی لشکر کو باہان نے جنگ سے کیوں باز رکھا ہے۔ اس جاسوس نے نصرانی وضع اختیار کی اور رومی لشکر میں گھس گیا۔ ایک دن اور ایک رات غائب رہا اور پھر واپس آ کر حضرت ابوعبیدہ کو اطلاع دی کہ باہان نے ہرقل کو خط لکھا ہے اور اس کے جواب کے انتظار میں جنگ موقوف کر رکھی ہے۔ حضرت خالد نے حضرت ابوعبیدہ سے درخواست کرتے ہوئے کہا کہ اے سردار! ہرقل بادشاہ کو خط لکھنے کا باہان نے بہانہ رچا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس کے دل میں ہمارا خوف اور رُعب سما گیا ہے موقع بہت ہی غنیمت ہے کہ ہم ان پر یلغار کر دیں اور ان کو پیس کر رکھ دیں۔ لہذا میری آپ سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ آپ ہمیں ان پر دھاوا

بولنے کی اجازت عطا فرمائیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے کسی مصلحت اور حکمت عملی کی بناء پر اجازت نہیں دی۔ اور فرمایا کہ اے خالد! توقف اور صبر کرو۔ ہر کام کے لئے ایک وقت معین ہوتا ہے۔ انشاء اللہ سب خیر ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اسی طرح باہان نے بھی ایک نصرانی عرب کو مخبری کرنے اسلامی لشکر میں بھیجا اور اس مخبر کو تاکید کی کہ حسب ذیل امور کی تحقیق کر کے مجھے صحیح رپورٹ دینا:

- ⊙ ہمارے جنگ سے باز رہنے کے متعلق ان کو کیا اطلاع ہے؟ اور وہ اگلا کون سا قدم اٹھائیں گے؟
- ⊙ ہم سے لڑنے کے لئے وہ کس قدر خواہشمند ہیں؟
- ⊙ جنگ موقوف ہونے کے بعد وہ کس کام میں مشغول ہیں؟
- ⊙ ہماری عسکری قوت سے وہ خوفزدہ اور مرعوب ہیں یا نہیں؟

باہان کا جاسوس اسلامی لشکر میں داخل ہوا اور ایک دن وشب ٹھہرا۔ وہ اسلامی لشکر میں بے خوف وخطر گھومتا رہا۔ کسی کو بھی اس پر شبہ نہیں ہوا کیونکہ اس نے اسلامی لباس پہنا تھا اور عرب ہونے کی وجہ سے اس کی بات چیت سے بھی کسی کو شک کرنے کا امکان نہ تھا۔ رومی جاسوس نے اسلامی لشکر کا بنظر عمیق معائنہ کیا اس نے اہم بات یہ نوٹ کی کہ تمام مسلمان بے خوف اور مطمئن ہیں رومی لشکر کی کثرت کا ذرہ برابر بھی خوف نہیں ہے بلکہ سکون کے ساتھ وہ اپنے ضروری کاموں کو سرانجام دینے کے بعد زیادہ تر وقت نماز، تلاوت قرآن اور تسبیح و درود میں گزارتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے ایسی محبت سے پیش آتے ہیں کہ کوئی امتیاز ہی نہ کر سکتا کہ یہ لوگ الگ الگ مقام اور الگ الگ قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ رومی جاسوس اسلامی لشکر میں گشت کرتا ہوا حضرت ابوعبیدہ کے خیمہ میں بھی پہنچ گیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ اسلامی لشکر کا سردار ایک نحیف ونا تواں اور بڑا سادگی پسند شخص ہے۔ سردار کے خیمہ میں آرائش وزینت کا ساز وسامان تو درکنار، ضروریات کے سامان بھی نہیں۔ اسلامی لشکر کا سردار زمین پر بیٹھا ہے اور زمین پر ہی لیٹتا ہے۔ لیکن لشکریوں میں اس کی ایسی عظمت ہے کہ جب وہ کھڑا ہوتا ہے تو لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو سب بیٹھ جاتے ہیں۔

نصرانی جاسوس ایک دن اور ایک رات اسلامی لشکر میں روپوش رہنے کے بعد باہان کے پاس واپس آیا اور مندرجہ بالا اطلاع دی۔ مزید برآں یہ بھی کہا کہ مسلمان رات عبادت و ریاضت میں اور دن روزہ کی حالت میں گزارتے ہیں گویا وہ رات میں عابد اور دن میں صائم ہوتے ہیں لیکن روزہ کی حالت میں بھی وہ مثل شیر قوت رکھتے ہیں۔ اپنے دین کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہیں اور خلافِ شرع امور سے سختی سے روکتے ہیں۔ چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹ دیتے ہیں اور زنا کرنے والے کو سنگسار کرتے ہیں۔ باہان نے کہا کہ بس بہت ہوگیا۔ تو نے تو مسلمانوں کی تعریف کے پل باندھ دیئے۔ اب یہ بتا کہ ہم نے جنگ سے توقف کیا ہے اس کا ان پر کیا اثر پڑا ہے؟ اور وہ کون سی تدبیر کرنے والے ہیں؟ جاسوس نے کہا کہ وہ تو لڑائی کے بے حد خواہشمند ہیں لیکن وہ چاہتے ہیں کہ سرکشی اور سرتابی کا سارا الزام ہمارے سر عائد ہو، یعنی وہ چاہتے ہیں کہ ہم جنگ کی ابتدا کریں اور وہ جوابی کاروائی کریں۔ ہمارے لشکر کی ان پر کوئی ہیبت نہیں۔ وہ صرف اس لئے لڑائی سے باز ہیں کہ جب تک ہم ان کے مقابلہ میں نہ نکلیں، وہ ہمارے مقابلہ میں نہ نکلیں گے۔ وہ ہماری پیش قدمی کے انتظار اور پہل کی تاک میں ہیں۔

جاسوس کی یہ بات سن کر باہان خوش ہوگیا اور کہا کہ جب تک ہم ان کے مقابلہ میں میدان میں نہیں نکلیں گے تب تک وہ میدان میں نہیں آئیں گے اگر یہ بات سچ ہے تو میں ضرور ان کے ساتھ فریب کروں گا، لہذا میں آج رات میں اپنے لشکر کو اپنے کیمپ میں ہی صف بستہ کر کے صبح تڑکے اچانک ان پر حملہ آور ہو جاؤں گا۔ وہ غافل، بے خبر، اور غیر منظّم ہوں گے ان کو صف بندی کا موقع ہی نہ ملے گا بلکہ اپنے ہتھیار سنبھالنے کا بھی وقت میسر نہ ہوگا اور مجھے امید ہے کہ اس طرح میں انھیں شکست دے کر بھگا دوں گا۔

جنگ یرموک کا گیارہواں دن

باہان نے اپنے لشکر کے سرداروں کے ساتھ اپنے خیمہ میں بلا کر میٹنگ کی اور ان کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔ سب نے باہان کی تجویز کو پسند کیا اور سراہا چنانچہ باہان نے اپنے کیمپ میں رومی لشکر کو حسب ذیل طریقہ سے مرتب کیا۔

- باہان نے اپنے لشکر کی کل تیس صفیں بنائیں۔
- لشکر کے میمنہ پر جنگجو بطارقہ کی بھاری تعداد پر سردار قناطر کو امیر بنایا۔
- لشکر کے میسرہ پر سردار دریحان کو قوم سکسکہ اور لان کے لوگوں کو ساتھ دے کر امیر مقرر کیا۔
- سردار جرجیر کو قوم ارمن، سقالیہ اور روسیہ وغیرہ کے تجربہ کار سپاہیوں پر امیر مقرر کیا۔
- ہرقل بادشاہ کے بھانجے سردار قوریر کو قوم افرنج، ہرقلیہ، قیاصرہ، برغل اور دوقس کے لڑاکو جوانوں پر سردار مقرر کیا۔
- جبلہ بن ایہم غسانی کو قوم آملہ، لخم، جُذام، ضَبیعہ اور غسّان کے نصرانی عربوں پر سردار مقرر کر کے مقدّمۃ الجیش کی حیثیت سے آگے رکھا اور جبلہ کو خصوصی تاکید کی کہ دیکھو! لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اور مجھے ایسی امید ہے کہ تم ان مسلمان عربوں کو کاٹ کر رکھ دو گے۔

الغرض باہان رات بھر لشکر کو آراستہ کرتا رہا، صبح کے وقت فارغ ہو کر اس نے ایک بلند ٹیلے پر اپنا خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا، تاکہ دونوں لشکروں کو لڑتا ہوا دیکھ سکے۔ پھر اس کے بعد لشکر کو حکم دیا کہ آفتاب طلوع ہوتے ہی اسلامی لشکر کے کیمپ پر دھاوا بول دو کیونکہ اس وقت وہ بے خبر و غافل ہوں گے۔

صبح نماز میں حضرت ابوعبیدہ نے لشکر اسلام کی امامت فرمائی، نماز مکمل ہوئی ہی تھی کہ

نگہبانی پر مامور حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی دوڑتے اور بلند آواز سے پکارتے ہوئے آئے کہ اے گروہ مسلمین! چلو، چلو، جلدی اپنے ہتھیار سنبھالو! باہان نے ہم کو دھوکہ دیا ہے۔ وہ پورے لشکر کے ساتھ اُمنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔
حضرت ابوعبیدہ نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو واقعی رومی لشکر بادل کی طرح تیزی سے بڑھتا ہوا آ رہا تھا۔ لیکن ابھی کچھ فاصلہ پر تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے فوراً "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم" پڑھا اور پکارا کہ خالد بن ولید کہاں ہیں؟ حضرت خالد بن ولید قریب آئے اور کہا کہ اے سردار میں حاضر ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ نے ان سے فرمایا کہ تم مشکل کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہو، لہٰذا تم اپنے ساتھ بہادر شہسواروں کو لے کر رومی لشکر کے سامنے جاؤ اور ان کو آگے بڑھنے سے روک دو، تاکہ میں ادھر لشکر کی صف بندی کر لوں اور مجاہدین اپنے ہتھیار سنبھال کر تیار ہو جائیں۔ حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھ (۱) حضرت ہاشم مرقال (۲) حضرت زبیر بن العوام (۳) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق (۴) حضرت فضل بن عباس (۵) حضرت یزید بن ابی سفیان (۶) حضرت ربیعہ بن عامر (۷) حضرت میسرہ بن مسروق (۸) حضرت میسرہ بن قیس (۹) حضرت عبداللہ بن انیس جہنی (۱۰) حضرت صخر بن حرب اموی (۱۱) حضرت عمارہ سدوسی (۱۲) حضرت سلام بن غنم عدوی (۱۳) حضرت مقداد بن اسود کندی (۱۴) حضرت ابوذر غفاری (۱۵) حضرت عمرو بن معدی کرب زبیدی (۱۶) حضرت عمار بن یاسر عبسی (۱۷) حضرت ضرار بن ازور (۱۸) حضرت عامر بن طفیل دوسی (۱۹) اور حضرت ابان بن عثمان بن عفان وغیرہ جیسے پانچ سو شہسواروں کو لے کر فوراً رومی لشکر سے سامنا کرنے روانہ ہوئے۔ رومی لشکر بڑے طمطراق سے آگے بڑھتا ہوا آ رہا تھا۔ اور اس کو روکنے کے لئے حضرت خالد بن ولید صرف پانچ سو مجاہدوں کے ساتھ سامنے آ رہے ہیں۔
حضرت خالد بن ولید رجز کے اشعار پڑھتے اور اپنے ساتھیوں کو جوش دلاتے تھے۔ جب رومیوں نے دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید مثل شیر ببر آ رہے ہیں تو ان کی ہوا نکل گئی۔ لشکر ایک دم رک گیا اور آگے قدم بڑھانا روک دیا۔ باہان کی ڈانٹ ڈپٹ سن کر لشکر بادل نخواستہ آگے بڑھا۔ حضرت خالد بن ولید نے "اللہ اکبر" کا نعرہ بلند کر کے حملہ کیا۔ تمام مجاہدین مثل شیر رومی بھیڑوں پر ٹوٹ پڑے۔ صرف پانچ سو مجاہدوں نے رومی لشکر کو ہلا کر رکھ دیا۔

باہان نے اپنے لشکر کے آگے تیس ہزار پیدل لڑنے والوں کو اس ہیئت سے رکھا تھا کہ دس دس آدمی کے پاؤں ایک زنجیر میں جکڑ دیا تھا تاکہ کوئی دوران لڑائی ڈر کر بھاگ نہ سکے ان تمام زنجیر والے سپاہیوں کو حضرت سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور صلیب اعظم کی قسم دلا کر عہد لیا تھا کہ آخری سانس تک لڑتے لڑتے مرجانا ہے لیکن بزدلی سے پیٹھ دکھا کر نہیں بھاگنا ہے۔ اُدھر حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رومی لشکر کو روکنے روانہ ہوئے ادھر حضرت ابوعبیدہ نے فوراً لشکر کی صف بندی کر کے منظّم و مستعد کر دیا۔ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوسفیان وغیرہ اکابر لشکر نے مجاہدوں کو ثابت قدم رہ کر لڑنے کی تاکید اور نصیحت کی اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کر کے فتح وغلبہ کا اُمیدوار رہنے کی تلقین کی۔ حضرت ابوسفیان نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ اے سردار! آپ عورتوں کو حکم دیں کہ وہ ٹیلے پر چڑھ جائیں اور اپنے ساتھ پتھر اور خیمہ کی چوبیں رکھیں تاکہ وہ دشمنوں کی دست درازی سے محفوظ رہیں۔ کیونکہ ٹیلہ پر ہونے کی وجہ سے دشمن ان تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ علاوہ ازیں خدانخواستہ اگر ہمارا لشکر کچھ کمزور پڑا اور ہمارے لشکری سپاہی ہزیمت کے خوف سے پیچھے ہٹیں یا بھاگیں تو عورتیں ان کے گھوڑوں کو پتھروں اور خیمہ کی چوبوں سے مار کر پیچھے ہٹنے یا بھاگنے سے روکیں اور عار دلا کر واپس پھیریں۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے حضرت ابوسفیان کی رائے کے مطابق حکم جاری فرمایا، چنانچہ تمام مستورات واطفال ٹیلہ پر چڑھ گئے۔ پھر حضرت ابوعبیدہ جیش اسلام کو لے کر حضرت خالد کی کمک کو پہونچے۔
حضرت ابوعبیدہ لشکر لے کر میدان جنگ میں پہنچے۔ کیا دیکھ رہے ہیں کہ حضرت خالد اور ان کے ساتھی رومی لشکر سے گھمسان کی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ جنگ اپنے شباب پر ہے۔ نیزوں اور تلواروں کے ٹکراؤ سے آگ کی چنگاریاں اٹھ رہی ہیں، اور گردوغبار میدان پر مثل بادل چھائے ہیں سپاہیوں کے شوروغوغا اور زخمیوں کی چیخ وپکار سے ایک بھیانک سماں بندھا ہوا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ کا پورے لشکر کے ساتھ آدھمکنے سے مجاہدوں میں نیا جوش پیدا ہو گیا۔
حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ اے سردار! آج کا دن ہمارے لئے سخت آزمائش اور امتحان کا دن ہے۔ رومی لشکر ٹڈی دل کی طرح ہم پر آپڑا ہے لہٰذا مناسب ہے کہ

آپ اسلامی لشکر کی پشت پر ٹھہریں تاکہ اگر ہمارے لشکر کا کوئی شخص پیچھے ہٹے یا بھاگنے کی کوشش کرے تو آپ کو دیکھ کر شرم محسوس کرے اور فرار ہونے سے باز رہے۔ سامنے کا مورچہ میں سنبھالتا ہوں۔ حضرت خالد کے مشورے کو قبول فرما کر حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کے عقب میں آکر ٹھہرے۔

رومی لشکر کا حملہ بہت ہی سخت تھا۔ کیونکہ رومی لشکر کے سردار جرجیر، قوریر، دریحان اور قناطرا اپنے سپاہیوں کے ہمراہ بذات خود میدان میں موجود تھے، اپنے لشکر کو برانگیختہ کرتے اور اپنی فوج کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انھیں بادشاہ کی طرف سے ملنے والے انعام واکرام کی لالچ دلاتے۔ حضرت خالد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسلامی لشکر کے وسط میں تھے اور رومی لشکر سے ٹکر لے رہے تھے۔ حضرت خالد جس جاں بازی اور دلیری سے مقابلہ کر رہے تھے اس کو دیکھ کر رومی سپاہی لرزہ براندام ہو گئے تھے۔ کسی کو بھی آگے بڑھنے کی جرأت وہمت نہیں ہوتی تھی اور رومی لشکر پر روک تھام لگ گئی تھی لیکن اسلامی لشکر کا میمنہ اور میسرہ دباؤ میں آ گیا تھا اور اسلامی لشکر پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اسلامی لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر قوم ازد، قوم موحج، قوم حمیر اور قوم حضر موت کے مجاہدین بڑی دلیری اور صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے مقابلہ کر رہے تھے، لیکن رومی لشکر کی کثرت اور حملہ کی شدت سے پیچھے ہٹنا پڑا تھا حضرت عمرو بن معدی کرب زبیدی اور حضرت ابوہریرہ نے مجاہدوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا تو پکار کر کہا کہ اے قرآن کے پڑھنے والو! تم پیچھے ہٹ کر بھاگ کر کیا ہمیشہ زندہ رہو گے؟ تھوڑا عرصہ ہی زندہ رہو گے لیکن تمہاری وہ زندگی موت سے بھی بدتر شمار ہوگی۔ جنگ میں پیٹھ دیکھانے کا طعنہ کس طرح برداشت کرو گے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جہاد سے بھاگنا گناہِ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ تم میدان جنگ سے بھاگ کر بہشت کے دروازہ سے لوٹے جا رہے ہو اور بہشت سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟ صبر واستقلال سے کام لو، کیوں کہ صبر کرنے والوں کی اللہ ضرور مدد کرتا ہے۔

حضرت عمرو بن معدی کرب کی عمر شریف جنگ یرموک کے دن ایک سو دس سال تھی لیکن ضعیف العمر ہونے کے باوجود ان کی بہادری اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ جواں سال رومی سپاہیوں کو دبوچ کر مار ڈالتے تھے۔ ان کی زورآوری کا تمام مجاہدوں کو اعتراف تھا اس لئے ان

کی تعظیم بجالاتے۔ حضرت عمرو بن معدی کرب کی للکار نے مجاہدوں میں وہ جوش پیدا کیا کہ وہ پیچھے ہٹنے سے رُک گئے اور انھوں نے رومیوں کو تلواروں کی دھار پر رکھا۔ لیکن رومی لشکر بھی آج اس پار یا اس پار کے ارادہ سے لڑ رہا تھا۔ رومی لشکر جب میمنہ اور میسرہ کی جانب سے آگے بڑھنے سے رک گیا تو فوراً وہاں پر رومی لشکر کی کمک آ پہنچی اور دوہرے جوش وخروش سے حملہ شروع کیا نتیجتاً اسلامی لشکر کا میمنہ اور میسرہ کمزور پڑنے سے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔

خواتین اسلام کی شجاعت، رومی گبروں سے ان کی جنگ

اسلامی لشکر کے میمنہ اور میسرہ سے جو مجاہد پیچھے ہٹ کر اس ٹیلے کے پاس آتا تو ٹھہر جاتا کیونکہ اسلام کی مقدس خواتین ہاتھ میں پتھر اور چوب لئے وہاں موجود تھیں۔ کچھ مجاہد بھاگ کر اس طرف آئے۔ ان کو آتا دیکھ کر حضرت عفیرہ بنت عفار نے خواتین کو پکار کر کہا کہ اے اسلام کی بہادر عورتو! مسلمان مرد ہزیمت اُٹھا کر بھاگ رہے ہیں، انھیں واپس پھیر دو۔ چنانچہ خواتین آگے بڑھیں اور گھوڑوں کے پیروں اور سروں پر چوبیں اور پتھر مارنا شروع کیں اور پکار پکار کر کہنے لگیں کہ تم ہم کو چھوڑ کر کہاں بھاگتے ہو؟ کیا اپنی ازواج واولاد کو گبروں کے حوالے کر دینا پسند کرتے ہو؟ اگر تم اپنی عورتوں کی حفاظت نہیں کر سکتے تو تم کو شوہر بننے کا کوئی حق نہیں۔ اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اس مرد کو جو اپنی عورت کی نگہبانی اور بچوں کی حفاظت کرنے کی بجائے عاجز ہو کر بھاگے۔ اس طرح تمام خواتین اپنے اپنے شوہروں اور رشتہ داروں کو عار اور شرم دلاتی تھیں اور بھاگنے سے روکتی تھیں۔

حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ زوجہ حضرت ابوسفیان اور حضرت لیلیٰ بنت جریر حمیر یہ سب عورتوں کے آگے تھیں اور تمام عورتوں کے ہاتھ میں خیمہ کی چوب اور پتھر تھے۔ دفعۃً عورتوں نے دیکھا کہ حضرت ابوسفیان بھی ہزیمت اٹھا کر بھاگ کر آ رہے ہیں۔ ان کو آتا دیکھ کر ان کی زوجہ حضرت ہند بنت عتبہ آگے بڑھیں اور اپنے شوہر کے گھوڑے کو چوب پھٹکاری اور یہ کہا:

”کہاں جاؤ گے تم اے بیٹے صخر کے، پھرو تم لڑائی کی طرف اور خرچ کرو تم اپنی

جان کو یہاں تک کہ خالص اور پاک کرے اللہ تعالیٰ تم کو اس چیز سے جو گزری
ہے تمہاری ترغیب دہی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر۔ پس
پھرے ابوسفیان جب سنا انھوں نے کلام ہند کا۔''

(حوالہ: ''فتوح الشام''، از علامہ واقدی، ص ۲۴۸)

حضرت ابوسفیان اپنی زوجہ ہند بنت عتبہ کی اس سرزنش شرمندہ ہوئے اور فوراً اپنا گھوڑا میدان جنگ کی طرف پھیرا اور دوسرے بھاگنے والے مجاہدوں کو پکار کر کہا کہ اے دین اسلام کے خادمو! بھاگ کر کہاں جاتے ہو؟ واپس پلٹو، واپس پلٹو، ورنہ دنیا اور آخرت دونوں میں رُسوا ہوگے۔ حضرت ابوسفیان کے پکارنے پر مجاہد رُک گئے اور اپنے گھوڑوں کی باگیں میدان جنگ کی طرف پھیریں۔ تمام مجاہد حضرت ابوسفیان کی متابعت کرتے ہوئے واپس پلٹے۔ مردوں کو جوش دلانے کے لیے اب خواتین نے بھی رومی لشکر پر حملہ کر دیا۔

خواتین اسلام کو میدان معرکہ میں دیکھ کر رومی سپاہی تعجب میں پڑے۔ خواتین کی جنگ میں شرکت اور ان کی شجاعت دیکھ کر وہ محوحیرت تھے۔ اسلامی لشکر کی عورتیں حملہ کرنے میں مردوں سے سبقت کرتی تھیں۔ ایک خاتون کو حضرت عیاض بن سہیل بن سعید طائی نے ایک گبر کے ساتھ لڑتے دیکھا۔ وہ گبر اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور اس خاتون کو قید کرنا چاہتا تھا۔ اس خاتون نے خیمہ کی چوب کا وار کر کے گبر کو گھوڑے سے گرا دیا اور پھر چوب مار مار کر اس کو واصل جہنم کر دیا۔ پھر اس خاتون نے زور سے پکار کر کہا کہ یہ ہے اللہ کی مدد۔ اے مسلمانو! تم بھی ہماری طرح دلیری سے مقابلہ کرو۔ اللہ کی مدد بیشک شامل حال ہوگی۔

اس دن خواتین اسلام سے خصوصاً (۱) حضرت سعیدہ بنت عاصم خولانی (۲) حضرت خولہ بنت ازور۔ حضرت ضرار کی بہن (۳) حضرت خولہ بنت ثعلبہ انصاریہ (۴) حضرت کعوب بنت مالک بن عاصم (۵) حضرت سلمٰی بنت ہاشم (۶) حضرت نعم بنت قناض (۷) حضرت عفیر بنت عفاء (۸) حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ۔ زوجہ حضرت ابوسفیان (۹) حضرت لبنیٰ بنت جریر حمیریہ نے شجاعت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ ان کو دیکھ کر مجاہدوں کو غیرت آئی اور انھوں نے ایک ساتھ مل کر ایسا سخت حملہ کیا کہ رومی لشکر میں ہلچل مچ گئی اور جنگ میں

ذرا رنگ آیا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں رومی پھر سنبھل گئے اور شدت سے لڑنے لگے۔

رومیوں کے حملہ میں شدت، صحابہ کرام کا ''یا محمد'' ﷺ پکارنا

اب رومیوں نے اسلامی لشکر کے میمنہ پر حملہ سخت کر دیا۔ مجاہدین کبھی قدم آگے بڑھاتے اور کبھی قدم پیچھے ہٹاتے، لیکن نتیجتاً ان کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ اسلامی لشکر کا میمنہ پیچھے ہٹتے ہٹتے لشکر کے قلب تک پہنچ گیا۔ جب حضرت خالد بن ولید نے دیکھا کہ میمنہ کے مجاہدین پیچھے ہٹ رہے ہیں تو انھوں نے اپنے چھ ہزار لشکر کے ساتھ رومی لشکر کے میسرہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت خالد کا وہاں آنا رومیوں کے لئے موت کا پیغام تھا۔ حضرت خالد نے رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ اس شان سے شمشیر زنی کی کہ ان کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیں۔ اسلامی لشکر کے میمنہ سے رومی لشکر کا میسرہ لڑ رہا تھا۔ اس پر حضرت خالد کے شدید حملے کی وہ ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ وہ اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتے تھے اور مجاہدوں کی تلواریں کافروں پر برق غضب بن کر گرتی تھیں:

کافروں پر تیغ والا سے گری برق غضب
ابر آسا چھا گئی ہیبت رسول اللہ کی

(از:- امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر رومی لشکر کے سپاہی لومڑی کی طرح بھاگتے تھے۔ شیر ببر کو دھاڑتا دیکھ کر بکریوں کے ریوڑ کی جو حالت ہوتی ہے بالکل وہی حالت رومیوں کی تھی۔ رومی حضرت خالد کے روپ میں اپنی موت کو دیکھتے تھے۔ اب اسلامی لشکر کے میمنہ نے آگے بڑھنا اور رومی لشکر کے میسرہ نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ حضرت خالد نے مجاہدوں کو پکارا کہ اے اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! دشمنوں نے ہزیمت اُٹھائی ہے اور ان پر ہمارا رُعب طاری ہوگیا ہے لہذا حملہ اور شدت سے کرو۔ چنانچہ مجاہدوں نے ایسا سخت حملہ کیا کہ رومی لشکر کا میسرہ ان کے لشکر کے وسط تک بھاگ کھڑا ہوا، اب تھک کر رومیوں نے تیر برسانے شروع کیئے۔ کیونکہ قریب آکر تلوار سے لڑنا ان کے بس کی بات نہ تھی لہذا دُور محفوظ

مقام پر کھڑے کھڑے تیروں کی بوچھار شروع کردی۔

ایک ساتھ ہزاروں تیر برسنے شروع ہوگئے۔لہٰذا اسلامی لشکر کا میمنہ آگے بڑھنے سے رُک گیا۔تمام مجاہدین تیروں سے اپنا دفاع کرنے لگے۔تیروں کی سمت میں ڈھالیں رکھ کر زخم سے بچنے کی کوشش کرنے لگے مگر پھر بھی کافی تعداد میں مجاہدین زخمی ہوئے۔بڑا ہی سخت کشمکش کا عالم تھا۔تمام مجاہدین سخت مصیبت میں گرفتار تھے۔ایسے عالم میں انھوں نے اپنے آقا ومولیٰ، دافع البلاء، جانِ عالم ورحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارا:

نعرہ کیجیے یا رسول اللہ کا
مفلسو! سامان دولت کیجیے

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضؔا بریلوی)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مصیبت کے وقت مدد کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کس طرح پکارا؟ وہ علامہ واقدی قدس سرہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

''عبدالرحمٰن بن حمید الجمحی نے بیان کیا ہے کہ میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے خالد بن الولید کے ساتھ حملہ کیا تھا پس قسم ہے خدا کی کہ جگہ چھوڑ دی رومیوں نے ہمارے سامنے سے اور بھگے وہ مثل بھاگنے بکری کے شیر کے ڈکارنے سے اور تعاقب کیا ان کا مسلمانوں نے پس واقع ہوا حملہ روم کے میمنہ پر پس بری طرح سے جگہ کو چھوڑ دیا انھوں نے اور وہ لوگ جو زنجیروں میں تھے پس نہیں چھوڑا۔انھوں نے اپنی جگہ کو دراں حالیکہ چلاتے تھے وہ تیروں کو اور وہ نگاہبان قوم کے تھے اور خالد بن الولید ہمارے آگے تھے حملے میں اور ہم ان کے پیچھے تھے اور ہمارا شعار اس حملے میں یہ تھا یا محمد یا منصور اجب اجب''۔پس خالد بن الولید برابر حملہ کرتے تھے۔'' (حوالہ: ''فتوح الشام''۔از: علامہ واقدی، ۲۴۹)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ حضرت خالد بن ولید اور ان کے ہمراہ جو صحابہ کرام کی جماعت تھی انھوں نے مصیبت کے وقت ''یا محمد'' (یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پکارا۔حضرت خالد نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد یعنی ۱۵ھ

میں ملک شام سے مصیبت کے وقت ''یا محمد'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پکارا۔اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مصیبت کے وقت پکارنا ''شرک'' ہوتا تو کیا صحابۂ کرام کی کثیر تعداد ایسا شرکیہ نعرہ بلند کرتی؟ ہرگز نہیں۔لہٰذا ثابت ہوا کہ جب صحابۂ کرام نے مصیبت کے وقت حضور اقدس کو پکارا ہے تو اس طرح پکارنا یقیناً جائز اور روا بلکہ سنت صحابہ ہے۔تو جو لوگ مصیبت کے وقت یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ وغیرہ پکارتے ہیں وہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی پیروی کرتے ہیں اور انھیں کے نقش قدم پر ہیں۔

لیکن افسوس! صد افسوس!!

جس کام کو صحابۂ کرام نے کیا، اس کام کو دور حاضر کے منافقین ''شرک'' کہتے ہیں۔

✪ دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام وپیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

''جو شخص کسی کا کوئی ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مراد مانگے اور اسی توقع پر اس کی نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے وہ مشرک ہو جاتا ہے۔'' (حوالہ: تقویۃ الایمان، ناشر:۔دار السلفیہ، بمبئی، ۲۳)

مندرجہ بالا عبارت میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ کسی کو مصیبت کے وقت پکارنے والا مشرک ہے۔ناظرین کرام کی عدالت عالیہ میں برائے انصاف استغاثہ ہے کہ جنگ یرموک کے دن صحابۂ کرام نے مصیبت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''یا محمد'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہہ کر پکارا ہے۔مولوی اسمٰعیل دہلوی کا فتویٰ کس پر چسپاں ہو رہا ہے؟

✪ دیوبندی تبلیغی جماعت کے امام ربانی نیز تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی کے پیرو مرشد اور استاد مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ:

''جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دُور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے۔'' (حوالہ: فتاوی رشیدیہ، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، ۶۲)

✪ دیوبندی، وہابی اور تبلیغی جماعت کے امام ومقتدا حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب بہشتی زیور میں ''شرک اور کفر کی باتوں کا بیان'' ایک عنوان قائم کیا ہے۔اس عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

''کسی کو دور سے پکارنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کو خبر ہوگئی شرک ہے۔''

(حوالہ: بہشتی زیور، ناشر: ربانی بک ڈپو، دہلی، حصہ ۱/۳۴)

مندرجہ بالا عبارت میں تھانوی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ جس کو پکارا جائے اس کو پکارنے والے کی پکار کی خبر ہو جاتی ہے یہ عقیدہ رکھ کر کسی کو پکارنا شرک ہے۔ جب کہ کسی کی مدد کو پہنچنا اس پر موقوف ہے کہ وہ اس کی پکار سن لے۔ بغیر اطلاع ہوئے مدد کے لئے آنا متصور نہیں تو جب صحابۂ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مصیبت کے وقت مدد کے لئے پکارا تو ان کا یہی عقیدہ تھا کہ ہماری پکار گنبد خضراء میں آرام فرمانے والے شہنشاہ کونین ضرور سماعت فرما رہے ہیں اور ہماری فریاد کی ان کو خبر ہوگی، اور وہ ہماری فریاد رسی فرمائیں گے:

ان پر درود جن کو کس بیکساں کہیں
ان پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضاؔ بریلوی)

ناظرین کرام میزان عدل کے ایک پلہ میں صحابۂ کرام کی پاکیزہ عقیدت رکھیں اور دوسرے پلہ میں دورِ حاضر کے منافقین کے عقائد فاسدہ رکھیں اور انصاف فرمائیں کہ حق کیا ہے؟ اور باطل کیا ہے؟

⊙ رومی لشکر کے سردار دریحان کا قتل

حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کا ''یا محمد'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا نعرہ لگاتے ہی ایک عجیب کیفیت عشق مجاہدوں پر طاری ہوگئی اور عشق نبی کے جذبۂ صادق نے ان میں ایسا جوش پیدا کر دیا کہ اب تیروں کی بارش بھی ان کو روک نہ پا رہی ہے۔ رومی سپاہیوں پر ایک ناقابل برداشت ہیبت چھا گئی۔ حضرت خالد اپنے لشکر کے ساتھ پاؤں میں زنجیر والے تیر

اندازوں تک پہنچ گئے اور ان کے سروں پر تلواریں رکھیں۔ ان رومیوں کے ہاتھ سے تیر وکمان چھین لئے اور لاشوں سے میدان بھر دیا۔ رومی لشکر کا سردار تھوڑے فاصلہ سے اپنے سپاہیوں کا اسلامی مجاہدوں کے ہاتھوں قتل عام دیکھ رہا تھا۔ وہ منظر ایسا بھیانک تھا کہ اس کے بدن پر کپکپی طاری ہوگئی۔ سردار دریحان ایک لاکھ فوجی کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا اور اس کے ارد گرد بطارقہ نے حصار قائم کر رکھا تھا تاکہ وہ حملہ سے محفوظ رہے۔ اسلامی لشکر آگے بڑھتا ہوا دریحان کے قریب بھی پہنچ گیا۔ دریحان کے ماتحت جو لشکر تھا وہ مزاحم ہوا لیکن مجاہدوں کی تلواروں کی تاب نہ لا سکا۔ جس طرح کھیت میں کاشت کاٹی جاتی ہے اس طرح دریحان کے سپاہی کٹ رہے تھے۔ پورا میدان جنگ خون آشام ہوگیا اور اب اپنی طرف بڑھتے ہوئے مجاہدوں کو دیکھ کر دریحان کی عقل سٹھیا گئی۔ خوف وہراس اور بدحواسی کے عالم میں اپنے محافظوں کو پکار پکار کر کہنے لگا کہ مجھ سے یہ خوں ریزی دیکھی نہیں جاتی۔ خونریزی کا بھیانک منظر دیکھ کر میرا دل بیٹھا جا رہا ہے لہذا میرے چہرے پر کپڑا ڈال دو۔

دریحان کے محافظوں نے دیکھا کہ ان کے سردار کی عجیب کیفیت ہوگئی ہے۔ اس کا دل دو دو ہاتھ اُچھلتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ خون کی وجہ سے اس کا دم نکل جائے، اس لئے محافظوں نے دریحان کے چہرے پر کپڑا ڈال دیا۔ اب اسلامی لشکر بڑھتا ہوا دریحان کے قریب آگیا تھا دریحان کے محافظوں نے دلیری سے مقابلہ کیا اور مجاہدوں کو دریحان تک پہنچنے سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ حضرت ضرار نے دیکھا کہ دریحان کا چہرہ ریشمی کپڑے سے لپیٹا ہوا ہے اور وہ بدحواسی کے عالم میں تو تلا رہا ہے۔ اب دریحان کے محافظوں کا محاصرہ ٹوٹ گیا تھا۔ حضرت ضرار بن ازور نے ایک جست لگائی اور اس کے قریب پہنچ گئے اور غضبناک تیور میں سینہ پر نیزہ مارا جو اس کی پشت کے پار نکل گیا۔ صرف ایک ہی وار میں دریحان کشتہ ہوکر زمین پر گر گیا۔

دریحان کا قتل ہوتے رومی لشکر میں انتشار وبدمزگی پھیل گئی۔ حضرت خالد نے اس کا بھر پور فائدہ اٹھاتے ہوئے تیغ زنی اور نیزہ بازی شدید کر دی اور مجاہدوں کو بھی اُبھارا، یہاں تک کہ رومی لشکر کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ رومی لشکر کے سپاہی کثیر تعداد میں قتل ہوئے

جب کہ اسلامی لشکر میں بہ مقابل ان کے کم مجاہدوں نے شہادت پائی۔مشاہیر صحابہ سے حضرت عامر بن طفیل الدوسی اوران کے شہزادے حضرت جندب بن عامر الدوسی نے جام شہادت نوش فرمایا۔

الغرض! جنگ یرموک کا چوتھادن اسلامی لشکر کے لئے سخت ابتلاء وآزمائش اور مصیبت کا دن تھا۔اس دن اسلامی لشکر تین مرتبہ ہمت ہار کر پیچھے ہٹا تھا لیکن حضرت خالد بن ولید، حضرت ضرار بن ازور، حضرت عمرو بن معدی کرب، حضرت قثامہ بن الکتانی، حضرت عامر بن طفیل دوسی وغیرہ نے بڑی جاں فشانی اور دلیری کا مظاہرہ کیا اور ہر مرتبہ اسلامی لشکر کو ثابت قدم رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔صبح سے لے کر شام تک جنگ کا تنور گرم رہا۔آفتاب غروب ہوتے ہی دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ میں واپس لوٹے۔اسلامی لشکر میں زخمیوں کی تعداد بہت تھی۔ زیادہ تر مجاہدین تیروں سے زخمی ہوئے تھے۔

میدان معرکہ سے لوٹتے ہی سب سے پہلے حضرت ابوعبیدہ نے دو نمازیں ساتھ میں پڑھائیں کیونکہ جنگ جاری ہونے کی وجہ سے نماز قضا ہوئی تھی۔نماز کے بعد مجاہدوں نے زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری شروع کی۔شاید ہی کوئی ایسا خیمہ ہوگا جس میں کوئی زخمی نہ ہو۔حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر میں گشت کر رہے تھے۔اور زخمیوں کے حال کی پرسش کرتے۔ان کے زخم باندھتے تھے اور تسلی دیتے۔مجاہدوں کی کوشش جہاد کی تعریف وشکریہ ادا کرتے اور جہاد کی فضیلت بیان کر کے اجر عظیم اور بے حساب ثواب کا مژدہ سناتے اور ساتھ میں صبر کی تلقین کرتے ہوئے شجاعت وثبات قدمی کی ترغیب دیتے۔نصرت الٰہی اور فتح وغلبہ کی اُمید دلا کر مجاہدوں کی حوصلہ افزائی کرتے۔کچھ مجاہدوں کے زخم بہت گہرے تھے۔ان کو خصوصاً صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے کہ جس طرح تم رنج آگیں ہو تمہارے دشمن بھی اسی طرح رنج آگیں ہیں لیکن مؤمن کو راہِ خدا میں جہاد کرتے ہوئے جو رنج وتکلیف پہنچتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرماتا ہے جب کہ مشرکوں پر عتاب وغضب نازل فرماتا ہے لہٰذا اے راہ خدا میں اپنی جانیں خرچ کرنے والو! اللہ کی رحمت اور اس کی رضا پر راضی رہو۔اللہ تمہارے ہر حال سے واقف اور وہی تمہارا محافظ ہے۔

ادھر رومی لشکر میں کہرام مچا ہوا تھا۔سردار دریحان کے قتل کی وجہ سے صف ماتم بچھی تھی،مزید برآں ہزاروں کی تعداد میں رومی سپاہیوں کے قتل ہونے کا رنج وغم،رومی لشکر کے سپہ سالار اعظم باہان کا منہ بگڑا ہوا تھا۔اپنے تخت پر منہ سوجا کر بیٹھا تھا اور چہرہ فق پڑا تھا۔رومی لشکر کے سردار اور بطارقہ ندامت سے سر جھکائے تھے۔کسی میں باہان سے آنکھ ملانے کی ہمت نہ تھی۔کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بزدلی کی وجہ سے ہم باہان کی نظروں سے گر چکے ہیں۔باہان کے خیمہ میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔بالآخر باہان نے خاموشی کا پردہ چاک کرتے ہوئے خشمناک لہجہ میں کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ تم ناک چوٹی کٹا کر ہی آؤگے اور ساتھ میں میری ناک بھی کٹاؤگے۔جب تم مسلمانوں سے لڑنے جاتے ہو تو مرنے کے نام سے تمہیں موت آجاتی ہے۔مسلمانوں کو دیکھتے ہی تمہاری جان سوکھ جاتی ہے۔آج تم نے جس بزدلی اور مردہ دلی کا مظاہرہ کیا ہے اس سے مسلمانوں کے حوصلے مانند کوہ بلند ہوگئے۔ہمارا ان پر کوئی رعب باقی نہیں رہا۔بار بار تم کو ایک ہی بات پر ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے خود مجھے شرم آتی ہے لیکن تم ہو کہ اپنی شرم وغیرت کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔تم بھی انسان ہو اور مسلمان بھی انسان ہیں۔اللہ نے اگر تم کو دو ہاتھ دیئے ہیں تو عربوں کو دس بیس ہاتھ نہیں دیئے۔ان کے بھی تمہاری طرح دو ہاتھ ہی ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ ہر محاذ پر تم پسپا ہوجاتے ہو اور وہ غالب رہتے ہیں۔
تمام سرداروں نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ اے سردار! آج ہمارے شہسوار اور شجاع سپاہیوں کو لڑنے کا موقع ہی نہیں ملا کیونکہ وہ تمام لشکر کے پچھلے (عقب) حصہ میں تھے اور جنگ لشکر کے اگلے حصہ میں واقع ہوئی تھی لہٰذا آپ آئندہ کل دیکھ لینا کہ ہم عربوں سے آج کی ہزیمت کا کیسا سخت انتقام لیتے ہیں۔باہان نے حق مسیح اور صلیب کی قسم دی کہ آئندہ کل جوانمردی دکھانے کا عہد وپیمان کرو۔رومی سردار باہان کے خیمہ سے رخصت ہوئے اور آئندہ جنگ کی تیاری میں رات بسر کی۔

ادھر اسلامی لشکر کی نگہبانی کے لئے حضرت ابوعبیدہ نے چند مجاہدوں کو متعین کر دیا تھا جو رات بھر تکبیر وتہلیل کی صدا بلند کر کے اسلامی لشکر کے اردگرد گشت کر کے نگہبانی کرتے رہے۔

جنگ یرموک کا بارہواں دن

صبح حضرت ابوعبیدہ نے نماز فجر کی امامت فرمائی اوران کی اقتدا میں جیش اسلام نے نماز پڑھی۔نماز کے بعد فوراً مجاہدوں نے دیکھا کہ رومی لشکر اپنے کیمپ سے نکل کر میدان میں آرہا ہے۔اسلامی لشکر کے ہر سردار نے اپنے ماتحت لوگوں کو آواز دی کہ آج بھی دشمن امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح آرہے ہیں لہذا جلدی مسلح ہوکر میدان کی طرف نکلو۔تمام مجاہد اپنے ہتھیاروں سے مسلح فوراً میدان میں کود پڑے۔اور دشمنوں سے مقابلہ کے لئے صف آرا ہوگئے۔حضرت ابوعبیدہ صفوں کے درمیان گشت کرتے اور مجاہدوں کو جہاد کی ترغیب دیتے۔رومی لشکر آج اپنی پوری جمعیت کے ساتھ میدان میں اُترا تھا۔بیشمار صلیبیں اورنشان بلند نظر آتے تھے۔باہان کا تخت گزشتہ کل کی طرح اونچے ٹیلے پر رکھا گیا لیکن آج باہان نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ پورے لشکر کی سپہ سالاری خود اکیلا کرے گا۔لشکر کے ہر حصہ پر بلند ٹیلہ سے نگرانی کرے گا اور ضروری ہدایت وتنبیہ کرتا رہے گا۔باہان نے حکم جاری کیا تھا کہ جب تک اسلامی لشکر کی جانب سے حملہ کی ابتدا نہ ہوتب تک تم حملہ کرنے میں عجلت مت کرنا۔البتہ ان کے حملے کا دنداں شکن جواب دینا۔

دونوں لشکر میدان میں آمنے سامنے آکر ٹھہر گئے۔رومی لشکر خاموش اپنی جگہ پر جامد کھڑا تھا۔لڑنے کے لئے میدان میں کوئی بھی نہیں نکلا تو اسلامی لشکر نے ہی جنگ میں پہل کی اور یکبارگی حملہ کیا۔اور جنگ کی آگ بھڑکنے لگی۔

حضرت یزید بن ابی سفیان نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی،اے جنت کو اپنی جان کے عوض خریدنے والو!اللہ اور اللہ کے رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کا یہ سنہری موقع ہے۔یہاں اپنا سر کٹا کر جنت حاصل کرلو۔یہ فرما کر انھوں نے اپنا علم لہرایا۔مجاہدوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔حضرت یزید بن ابی سفیان نے بڑی جوانمردی کا مظاہرہ کیا۔رومی لشکر کی صفیں الٹ دیں۔اسلامی لشکر کے میمنہ پر حضرت عمرو بن العاص سہمی

امیر مقرر تھے۔اس محاذ پر ایک ساتھ دس ہزار رومی آپڑے اور ایسا شدید حملہ کیا کہ اسلامی لشکر کا میمنہ پیچھے ہٹتے ہٹتے عورتوں کے ٹیلہ تک آ گیا۔رومیوں کی جرأتیں اتنی بڑھیں کہ انھیں یہ گمان ہو چلا کہ ہم کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔حضرت زبیر بن العوام کو آشوب چشم کا عارضہ لاحق تھا جس کے سبب انھوں نے آج جنگ میں شرکت نہیں کی تھی اور اپنے خیمہ میں تھے۔ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابی بکر ان کی آنکھ کا معالجہ کررہی تھیں کہ خبر آئی کہ اسلامی لشکر کے میمنہ نے ہزیمت اُٹھائی،اور وہ ٹیلے کے نیچے تک پیچھے ہٹ کر آ گیا ہے۔حضرت عفیرہ بنت عفاء دوڑتی ہوئی حضرت زبیر بن العوام کے خیمہ میں آئیں اور کہا کہ اے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی کے شہزادے!مسلمان سخت مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہزیمت اٹھا کر ٹیلے تک آگئے ہیں۔آج آپ دین کے مددگار ہیں،خدارا کچھ کیجئے!حضرت زبیر بن عوام یہ سن کر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے،اپنی آنکھوں سے پٹیاں کھول کر پھینک دیں اور فرمایا کہ میں بیماری کی وجہ سے معذور ہوکر نہیں بیٹھ سکتا بلکہ دین کی مدد کے لئے اللہ کی راہ میں اپنی جان خرچ کرونگا۔پھر آپ نے ہتھیار سنبھالا اور گھوڑے پر سوار ہوکر معرکۂ قتال میں کود پڑے۔ان کے ہاتھ میں چھوٹا نیزہ تھا جس کو وہ گھوماتے تھے اور بلند آواز سے فرماتے تھے کہ میں زبیر بن العوام ہوں۔میں رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی کا بیٹا ہوں۔پھر آپ نے رومیوں پر حملہ شروع کیا۔آپ ایسی برق رفتاری سے نیزہ گھوماتے تھے کہ آپ کے نیزہ کا وار خالی پھیرنے کی رومیوں میں سکت نہ تھی۔جو بھی نیزہ کی زد میں آجاتا تھا خاک وخون میں تڑپتا نظر آتا۔حضرت زبیر کی دلیری نے جنگ کا رخ پلٹ دیا۔ان کو اس طرح قتال کرتے دیکھ کر مجاہدوں میں ایک نیا جوش پیدا ہوگیا اور مجاہدوں نے ایسا بازگشت حملہ کیا کہ رومیوں کے قدم اکھڑ گئے۔آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے جانے لگے۔حضرت عمرو بن العاص نے بھی مجاہدوں کو ابھارا اور رومیوں کو مارتے اور کاٹتے ہوئے ان کے لشکر کے میسرہ تک بھگا دیا۔

حضرت زبیر بن العوام لڑتے ہوئے آگے بڑھے اور بڑھتے گئے،یہاں تک کہ وہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں حضرت خالد بن ولید اور حضرت ہاشم مرقال نے رومیوں پر سخت حملہ جاری رکھا تھا۔اور رومی لشکر پر ایسا دباؤ ڈال رکھا تھا کہ رومی لشکر ہزیمت اٹھا کر واپس جارہا

تھا۔رومی لشکر کو پیچھے ڈھکیلتے ہوئے حضرت خالد اس ٹیلے تک پہنچ گئے جہاں رومی لشکر کے سپہ سالار باہان کا خیمہ نصب تھا۔جب باہان نے دیکھا کہ حضرت خالد اسلامی لشکر کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے یہاں تک آگئے ہیں تو وہ فوراً اپنا تخت چھوڑ کر بھاگا اور رومی سپاہیوں کو گالیاں دیتے ہوئے کہا کہ اے نامردو! اے نامردوں کی اولادو! لعنتی ہو تم پر! دشمن بڑھتے ہوئے یہاں تک آگئے اور تم دیکھتے رہے۔اگر تمہارے ہاتھ تلواریں تھامنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو چوڑیاں پہن کر عورتوں کے ساتھ گھر میں بیٹھ رہو۔باہان کی ایسی لعنت و ملامت سن کر تمام رومیوں نے متحد ہو کر حملہ کیا اور مجاہدوں کو روکنے اور باہان تک نہ پہنچنے دینے میں کامیاب ہوگئے۔تھوڑی دیر پہلے تو باہان اپنی نظر کے سامنے اپنی موت کو ناچتی دیکھ کر لرز گیا تھا لیکن اب اس کی جان میں جان آئی۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ کاتب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرداری میں قوم ارمن کے شیر دل مجاہد بڑی جاں فشانی سے جنگ کر رہے تھے۔رومی سردار جرجیر نے ان پر تین ہزار فوجیوں کے ساتھ حملہ کر دیا۔حضرت شرحبیل اپنی جگہ ثابت قدم رہے اور مقابلہ پر ڈٹے رہے لیکن ان کے ساتھیوں کے قدم اکھڑ گئے اور پیچھے ہٹنے لگے۔حضرت شرحبیل کے ساتھ صرف چند اشخاص ہی رہ گئے۔تب حضرت شرحبیل نے اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہا کہ "**یا أهل الإسلام! أفرار من الموت ؟ الصبر الصبر** " اے اہل اسلام! کیا موت سے بھاگتے ہو؟ صبر کرو، صبر حضرت شرحبیل کی اس پکار کو سن کر فرار ہونے والے مجاہدوں کے قدم رک گئے۔فوراً واپس پلٹے اور ایسا شدید حملہ کیا کہ رومیوں کی صفوں کو اُلٹ کر رکھ دیا۔فن حرب کے وہ جوہر دکھائے کہ رومی دنگ رہ گئے۔جب مصیبت اور تنگی دور ہوئی اور راحت و کشائش حاصل ہوئی تب حضرت شرحبیل نے قوم ارمن کے مجاہدوں کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مجاہدو! تم کو کیا ہو گیا تھا کہ ان عجمی غیر مختون کافروں سے دب کر پیٹھ دکھا رہے تھے؟ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میدان جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا کتنا بڑا گناہ ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

" وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفاً لِّقِتَالٍ اَ وْمُتَحَيِّزاً

اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاوٰهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُO" (سورۃ توبہ، آیت نمبر ۱۶)

ترجمہ:- "اور جو اس دن انھیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ ہے پلٹنے کی۔" (کنز الایمان)

اے مسلمانوں! اللہ سے ڈرو۔موت سے کیا ڈرنا؟ کیا ہم نے اپنی جانیں جنت کے بدلے میں اللہ کو نہیں بیچ دیں؟ اللہ تبارک قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ"

(سورۃ التوبہ، آیت نمبر:۱۱۱)

ترجمہ:- "بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں۔" (کنز الایمان)

حضرت شرحبیل نے فرمایا کہ تم موت کے ڈر سے بھاگ کر جنت سے بھاگ رہے تھے اور اللہ کے غضب میں مبتلا ہونے جا رہے تھے۔قوم ارمن کے مجاہدوں نے ندامت کے ساتھ معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی! ہمارا بھاگنا شیطان کا دھوکہ تھا۔فریب نفس میں آکر ہم سے یہ خطا سرزد ہوئی۔ہم نادم ہیں اور اب انشاء اللہ کبھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور اپنی جانیں قربان کرنے میں بخل و تامل نہیں کریں گے۔حضرت شرحبیل خوش ہوئے اور ان کو دعائے جزائے خیر و برکت سے نوازا۔

⊙ حضرت ذوالکلاع حمیری کا عجیب واقعہ

علامہ واقدی روایت فرماتے ہیں: کہ رومی لشکر سے ایک طویل قامت اور دیو ہیکل گبر سنہری زرہ اور خود پہنے میدان میں اُترا، خود میں سونے سے بنی صلیبیں جڑی ہوئی تھیں اور

اس کا گھوڑا بھی لوہے کی زرہ میں ملبوس تھا تا کہ وہ بھی زخمی ہو کر نہ گرے۔ وہ گبر سرعت سے تلوار گھوما کر اپنی جنگی مہارت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ تکبر اور غرور کے نشے میں دھت چیخ چیخ کر مقابل طلب کرنے لگا۔ اس کا گھمنڈ دیکھ کر حضرت ذوالکلاع حمیری کا غلام طیش میں آ گیا اور اس کی طرف لپکا۔ حضرت ذوالکلاع حمیری نے دیکھا کہ رومی گبر کہنہ مشق اور تجربہ کار جنگجو معلوم ہوتا ہے اور میرا غلام اس سے مقابلہ کی صلاحیت نہیں رکھتا پھر بھی جذبۂ جہاد میں سرشار مقابلہ کرنے جا رہا ہے۔ مبادا وہ مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا۔ یہ گبر میرا مد مقابل ہے لہذا اس سے مقابلہ کے لئے مجھے جانا چاہئے۔ یہ خیال آتے ہی انھوں نے اپنے غلام کو آواز دے کر واپس بلا لیا اور کہا کہ تم توقف کرو، میں اس سے مقابلے کو جاتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ذوالکلاع حمیری میدان میں آئے۔ حضرت ذوالکلاع نے آتے ہی گبر پر نیزہ کا وار کیا لیکن گبر پہلے سے ہی چوکنا تھا، اس نے وار خالی پھیر دیا اور بازگشت وار کیا جس کو حضرت ذوالکلاع نے ڈھال پر لیا اور اپنے کو بچایا۔ دونوں اس طرح ایک دوسرے پر وار کرتے رہے اور نیزہ بازی کے کرتب دکھاتے رہے۔ بڑی دیر تک اسی طرح دونوں مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ دونوں تھک گئے اور اب دونوں نے تلواریں تان لیں۔ دونوں کی شمشیر زنی کے داؤ پیچ بھی قابل دید تھے اور دیکھنے والے تعجب میں پڑ گئے۔ حضرت ذوالکلاع نے موقع پا کر گبر پر تلوار کا وار کر دیا لیکن گبر نے مضبوط زرہ پہنی تھی لہذا وار کارگر ثابت نہ ہوا۔ تلوار کا وار پڑنے سے گبر بچھرا اور اس نے حضرت ذوالکلاع پر ایسا شدید وار کیا کہ سر کو پھاڑ کر زرہ کو بھی چیرتی ہوئی تلوار ان کے بازو میں پیوست ہو گئی، زخم بڑا کاری لگا یہاں تک کہ حضرت ذوالکلاع کا ہاتھ بیکار ہو گیا اور تلوار تھامنا مشکل تھا۔ لہذا انھوں نے اسلامی لشکر کی جانب گھوڑے کی باگ پھیری۔ گبر نے تعاقب کیا لیکن حضرت ذوالکلاع کو پا نہ سکا اور حضرت ذوالکلاع اسلامی لشکر میں اس حال میں واپس آئے کہ ان کے زخم سے خون جوش مار کر بہہ رہا تھا۔ قوم حمیر کے مجاہدوں نے اپنے سردار کو گھوڑے سے اُتارا اور فوراً ان کا زخم باندھا۔

حضرت ذوالکلاع کے شدید زخمی ہونے کی خبر جب اسلامی لشکر میں پھیلی تو قوم حمیر اور دیگر اقوام کے مجاہدین ان کی پرسش حال اور عیادت کے لئے آنے لگے۔ کچھ مجاہدوں نے پوچھا

کہ اے سردار! آپ کا یہ حال کیوں کر ہوا؟ حضرت ذوالکلاع نے جواب دیا کہ اے مجاہدو! اپنے ہتھیار اور اپنی طاقت پر ہرگز نہ اترانا۔ دشمنوں سے لڑتے وقت اپنی دلیری اور جنگی مہارت پر غرور مت کرنا اور صرف اللہ کی ذات اور اسی کی مدد پر بھروسہ کرنا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے سردار! آپ ایسا کیوں فرما رہے ہیں؟ حضرت ذوالکلاع نے فرمایا کہ جب میرا غلام مقابلہ کرنے جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ اس کے جسم پر زرہ نہیں اور جسمانی اعتبار سے بھی وہ گبر کا مد مقابل نہیں، لہذا میں نے بنظر شفقت اس کو باز رکھا اور میں نے اس لئے جانے کا قصد کیا کہ میرے جسم پر مضبوط زرہ ہے اور جسمانی اعتبار سے میں اس کا مد مقابل، اور تجربہ کار جنگجو ہوں لہذا میں زرہ اور اپنی جسمانی طاقت و جنگی مہارت پر اعتماد کر کے لڑنے گیا اور نتیجہ کیا ہوا وہ تم دیکھ رہے ہو۔ اس بے ختنہ نے مجھے دھوکہ دے کر وار کیا اور میری ڈھال اور زرہ دونوں کو کاٹ کر مجھے شدید زخم پہنچایا۔ لہذا تم کبھی بھی ہتھیاروں کی مضبوطی اور جسمانی قوت پر اعتماد کر کے لڑنے مت جانا اور ایک ضروری بات ذہن نشین کر لو کافروں کو جب بھی قتل کرنا اس وقت یہ گمان مت کرنا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کافروں کو اللہ ہی قتل کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ" (سورہ توبہ، آیت۔۱۷)

ترجمہ:-''تو تم نے انھیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انھیں قتل کیا''۔ (کنز الایمان)

شان نزول:-''جب مسلمان جنگ بدر سے واپس ہوئے تو ان میں سے ایک کہتا تھا کہ میں نے فلاں کو قتل کیا۔ دوسرا کہتا تھا میں نے فلاں کو قتل کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اس قتل کو تم اپنے زور اور قوت کی طرف نسبت نہ کرو کہ یہ درحقیقت اللہ کی امداد اور اس کی تقویت اور تائید ہے۔''

(حوالہ: تفسیر خزائن العرفان، صفحہ ۳۲۱)

حضرت ذوالکلاع نے فرمایا کہ اگر تمہارے ہاتھ سے کوئی دشمن خدا قتل ہو تو ہرگز فخر یہ انداز میں یہ نہ کہنا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ درحقیقت اللہ نے اسے قتل کیا ہے۔ تمام حاضرین نے کہا کہ اے معزز سردار! آپ کی یہ نصیحت صداقت پر مبنی ہے اور انشاء اللہ ہم آپ

کی اس نصیحت پر سختی سے عمل کریں گے۔آپ نے ہم کو حقیقت سے روشناس کرایا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

حضرت ذوالکلاع کو زخمی کرنے والے گبر کا قتل

حضرت ذوالکلاع کا زخم باندھنے کے بعد درد میں افاقہ ہوا اور وہ دوبارہ لشکر میں اپنی جگہ آکر ٹھہرے۔ان کو زخمی کرنے والا گبر ابھی تک میدان میں موجود تھا۔اپنے گھوڑے کو گرداوے دیتا تھا اور مقابل طلب کرتے ہوئے چیلنج کر رہا تھا۔حضرت ذوالکلاع نے اپنی قوم حمیر کو پکار کر کہا کہ اے قوم حمیر! تمہارا سردار زخمی ہو کر واپس پھرا ہے۔کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس گبر سے بدلا لے کر حساب بے باق کرے۔حضرت ذوالکلاع کی اس فرمائش پر قوم حمیر کا ایک شہسوار فوراً میدان میں پہنچ گیا۔اس نوجوان کو گبر نے بہ نظر حقارت دیکھا اور حقیر جان کر اپنی شجاعت کے نشے میں بدمست لڑنے لگا۔گبر ضرورت سے زیادہ طاقت کا استعمال کر کے وار کرتا تھا تاکہ حمیری نوجوان کو مرعوب کر دے۔اس نظریہ کے تحت وہ غیر محتاط ہو کر لڑنے لگا۔اس کا تو یہی گمان تھا کہ ایک یا دو گرداوے میں حمیری نوجوان کو مات کر دوں گا۔لیکن حمیری نوجوان بھی بڑا ماہر تھا۔کچھ دیر تک نیزہ بازی کرتا رہا مگر موقع پاتے ہی اس مہارت سے گبر کے سینہ میں نیزہ گھسیڑا کہ اسے زمین پر مردہ ڈھیر ہی کر دیا۔

اس گبر کے قتل ہوتے ہی رومی لشکر سے ایک دوسرا گبر مثل آگ کے شعلے کے دھواں دھار آپڑا لیکن اس کو وار کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔حمیری نوجوان اس کو تیز رفتاری سے اپنی طرف آتا دیکھ کر اس کی سیدھ میں کھڑا ہو گیا۔وہ گبر اتنا تیز رواں تھا کہ بروقت و برموقع گھوڑا ٹھہرا نہ سکا اور حمیری نوجوان نے اس کی سمت میں نیزہ راست کر دیا۔وہ گبر بذات خود تیزہ میں پیوست ہو کر ہلاک ہو گیا۔پھر تیسرا گبر آیا لیکن وہ بھی بہت جلدی اپنے ساتھیوں کے پاس دوزخ پہنچ گیا۔ یکے بعد دیگرے تین گبروں کی لگاتار ہلاکت پر رومی لشکر کا ایک بطریق آنکھوں سے خون برساتا ہوا میدان میں آیا۔حمیری مجاہد نے اس سے برابر کی ٹکر لی لیکن اس بطریق نے نیزہ کی کاری ضرب دل پر لگائی اور حمیری نوجوان کو شہید کر دیا۔(**انا للہ وانا**

الیہ راجعون)۔

حمیری نوجوان کو شہید کر کے رومی بطریق میدان میں کھڑا ہو کر اپنی بہادری اور شجاعت کی گل بانگ ہانکنے لگا کہ اسلامی لشکر سے قوم حمیر کے ایک مجاہد نے کمان میں تیر چڑھا کر بطریق کو نشانہ پر لیا۔تیر نے مطلق خطا نہ کی اور بطریق کا حلق چھیدتا ہوا آر پار ہو گیا چنانچہ وہ گرا اور خاک وخون میں تڑپتا جہنم رسید ہو گیا۔

لان کے بادشاہ مربوس اور حضرت شرحبیل میں جنگ

جس بطریق کو تیر سے ہلاک کر دیا گیا تھا وہ رومی لشکر کا اہم رکن اور دین نصرانیہ کا عالم اور پیشوا تھا۔رومیوں کے نزدیک اس کی بہت ہی قدر و منزلت تھی۔اس کی ناگہانی موت سے رومیوں کے دل چھد گئے۔ایک ماتم چھا گیا۔اس بطریق کے معتقد پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔سردار باہان کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی ہکا بکا رہ گیا۔لیکن لشکر میں انتشار نہ پھیلے اس لئے دل پر پتھر رکھ لیا اور بطریق کے متعلقین کو تسکین دیتے ہوئے کہا کہ ہمارے معزز بطریق کا خون ضرور رنگ لائے گا۔میں ان عربوں کے خون کا دریا بہا دوں گا۔باہان کی بات پر لان کے بادشاہ مربوس کا خون جوش میں آگیا۔قتل ہونے والے بطریق اور مربوس کے بہت گہرے دوستانہ تعلقات تھے لہذا اس نے اپنے یار کا انتقام لینے کی غرض سے میدان میں جانے کا ارادہ کیا اور باہان سے اجازت طلب کی۔باہان نے کہا کہ مجھے اُمید ہے کہ تم ہمارے معزز بطریق کے خون کا بدلہ لے کر رہو گے۔صلیب تمہاری ضرور مدد کرے گی اور فتح و کامیابی سے سرفراز ہو گے۔

لان کا بادشاہ مربوس ہتھیار اور زرہ سے مسلح ہو کر میدان میں آیا۔وہ اپنی شاہانہ شان کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا تھا کہ میں لان کا بادشاہ ہوں لہذا میرے مقابلہ کے لئے اپنے لشکر کے کسی سردار کو ہی بھیجنا۔چنانچہ حضرت شرحبیل بن حسنہ کاتب رسول میدان میں اشعار رجز پڑھتے ہوئے آئے۔مربوس کو ٹوٹی پھوٹی عربی آتی تھی،وہ اشعار سمجھ نہیں سکا اور اشعار کے متعلق پوچھا کہ تم اس وقت کیا کلام کرتے ہو؟ حضرت شرحبیل نے فرمایا کہ ہم عرب میں

زمانۂ قدیم سے دستور ہے کہ لڑائی کے وقت ہم رجز کے اشعار پڑھتے ہیں جس سے ہمارے دلوں میں جوش پیدا ہوتا ہے اور قوت حاصل ہوتی ہے اور اللہ کے ان وعدوں پر ہمارا اعتماد پختہ ہوتا ہے جو وعدے اللہ نے ہمارے آقا و مولیٰ، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی ہم سے کیئے ہیں۔ مربوس نے کہا کہ تمہارے نبی نے تم سے کیا وعدہ کیا ہے؟ حضرت شرحبیل نے فرمایا یہی، کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے طول وعرض کے شہروں کو فتح کرے گا اور ہم ملک شام، عراق اور خراسان کے مالک ہو جائیں گے۔ مربوس نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ جبکہ اللہ ظلم کرنے والوں کی مدد نہیں کرتا اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم ہم پر ظلم کرتے ہو اور اس چیز کا مطالبہ کرتے ہو جس کے تم مستحق نہیں۔ حضرت شرحبیل نے فرمایا کہ ہم خدا کے حکم سے ہی جہاد کرتے ہیں اور زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ جسے چاہتا ہے اسے مالک و وارث بنا دیتا ہے اوراے مربوس! صلیب کی پوجا ترک کردے اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کر اور اپنا باطل مذہب چھوڑ کر سچا دین اسلام قبول کرلے تاکہ دنیا میں نیک بخت اور آخرت میں بہشت کا حقدار ہو جائے۔ مربوس نے کہا کہ میں اپنے آبائی دین سے ہرگز منحرف ہونے والا نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی گردن میں لٹکی ہوئی صلیب گریبان سے نکال کر چوما اور آنکھوں سے لگایا، اور اس سے استعانت طلب کی۔ مربوس کی اس حرکت سے حضرت شرحبیل خشمناک ہوئے اور فرمایا کہ تجھ پر اور تیرے ساتھیوں پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ پھر حضرت شرحبیل نے مربوس پر حملہ کردیا۔ مربوس بھی آزمودۂ جنگ تھا۔ اس نے تھوڑا ہٹ کر وار خالی پھیرا۔ اور حضرت شرحبیل پر وار کیا جس کو حضرت شرحبیل نے سپر پر لیا۔ دونوں میں شدت سے شمشیر زنی ہوتی رہی اور آگ کی چنگاریاں اُڑنے لگیں۔ دونوں نے لڑائی کے وہ جوہر دکھائے کہ دونوں طرف کے لشکری ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے۔ مجاہدین حضرت شرحبیل کی ثبات قدمی اور سلامتی کی دعائیں کررہے تھے کیونکہ مربوس بڑی شدت سے اُوچھل اُوچھل کر وار کررہا تھا۔ اور حضرت شرحبیل کو اس پر وار کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ حضرت شرحبیل کی زیادہ تر سعی مربوس کے وار سے بچنے کی رہتی تھی۔

مسلسل شدت کا وار کرتے مربوس کی قوت جواب دے گئی اور جلد ہی اس کے وار کی

شدت میں خفت لاحق ہوئی۔ حضرت شرحبیل نے ثابت قدمی سے اس کا مقابلہ کیا اور وہ بھی وار کرنے لگے۔ بڑی دیر تک شمشیر زنی جاری رہی اور دونوں کی تلواریں ٹوٹ گئیں۔ اب دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ دونوں گھوڑے پر سوار گتھم گتھا ہو گئے۔ مربوس جسمانی اعتبار سے بہت ہی قوی، موٹا اور توانا تھا اور شرحبیل ہمیشہ روزہ رکھنے کی وجہ بہت ہی نحیف اور لاغر تھے لہٰذا مربوس نے ان کو زور سے دبوچ کر سست کردیا اور قریب تھا کہ آپ کو گھوڑے کی زین سے کھینچ کر قید کرلے یا شہید کردے کہ دفعۃً حضرت ضرار بن ازور وہاں پہنچ گئے۔ دونوں ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے اور غافل تھے۔ حضرت ضرار نے مربوس کی پیٹھ میں لمبا خنجر پیوست کرکے ایسا گھومایا کہ اس کے اندرونی تمام اعضاء کٹ گئے اور وہ مردہ ہو کر زمین پر گرا۔

⦿ حضرت زبیر کے ہاتھوں چار گبر اور حضرت خالد کے ہاتھوں شاہ روسیہ کا قتل

لان کے بادشاہ مربوس کے قتل ہونے سے رومی لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔ رومی بطارقہ اور ملوک سینہ چاک ہو کر رہ گئے۔ باہان کے سینہ پر تو سانپ لوٹ گیا۔ اضطراب کے عالم میں ایک گبر میدان میں آیا اور گھوڑے کو چکر دینے لگا۔ وہ رومی لشکر کا بہادر اور شہسوار سپاہی مانا جاتا تھا۔ مربوس کی موت کا قلق اور رنج اس کے چہرے سے عیاں تھا۔ غیظ وغضب میں زور زور سے پکار کر مقابل طلب کرنے لگا۔ حضرت زبیر بن العوام میدان میں آئے اور آتے ہی ایک وار میں اس کا کام تمام کردیا۔ پھر دوسرا گبر میدان میں آیا اور شمشیر زنی کے جوہر دکھانے لگا لیکن وہ بھی زیادہ دیر ٹھہر نہ سکا۔ حضرت زبیر نے اس کی گردن پر ایسی ضرب لگائی کہ اس کی گردن الگ ہو کر دور جا گری۔ پھر تیسرا گبر سینہ پھلاتا ہوا میدان میں مرنے آیا۔ کیونکہ حضرت زبیر کی تلوار نے اس کا شاندار استقبال کیا اور سوئے جہنم بھیج دیا۔ چوتھا گبر "مار ڈالوں نگا، کاٹ ڈالوں گا" کا شور بلند کرتے ہوئے حضرت زبیر سے ٹکرانے آیا لیکن تھوڑی ہی دیر میں حضرت زبیر نے اس کے خون سے اپنی تلوار رنگین کرلی۔

روسیہ کا بادشاہ، جولان کے مقتول بادشاہ مربوس کا داماد تھا، اس نے دیکھا کہ حضرت زبیر نے ایک ساتھ چار شہسوار گبروں کو خاک وخون میں ملا دیا ہے تو وہ لال پیلا ہو کر میدان کی طرف

روانہ ہوا۔اس کو میدان کی طرف آتا ہوا دیکھ کر حضرت خالد نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ اے سردار! حضرت زبیر نے چار گبروں کو قتل کرنے کی مشقت اٹھائی ہے اور اب وہ تھک گئے ہوں گے لہذا انھیں واپس بلالیں مبادا ان کو کوئی تکلیف پہنچے، حضرت ابوعبیدہ نے زور سے آواز دے کر حضرت زبیر کو واپس بلالیا اور ان کی جگہ حضرت خالد بن ولید کو بھیج دیا۔حضرت خالد معرکۂ میدان میں پرسکون انداز میں چہل قدمی کرنے والے کی طرح آئے کیونکہ جاتے ہی حضرت خالد نے حاکم روسیہ کو تلوار کا ایسا جھٹکا دیا کہ وہ کمر سے کٹ کر دو ٹکڑے ہو کر زمین پر مردہ گرا۔

⊙ ایک لاکھ روسیوں کی تیروں کی بارش، سات سو مجاہدوں کی آنکھیں زخمی

لان اور روسیہ کے دونوں بادشاہوں کی ہلاکت کا حادثہ باہان کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ باہان نے حسرت بھری آواز میں کہا: افسوس! ہمارے دو اہم بادشاہوں کو عربوں نے مار ڈالا۔ پھر آہیں بھر کر خاموش ہو گیا اور سکتہ کے عالم میں سر پر ہاتھ دھرے بیٹھا سوچتا رہا۔ان مسلمانوں کا کیا علاج کرنا چاہئے ؟ یہ مسئلہ اس کے لیے پیچیدہ تھا۔اب تک کی جنگ کا تجزیہ کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مسلمانوں کی تلواروں اور نیزوں کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔قریب جا کر ان سے تلوار یا نیزہ سے لڑنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ہمارے لشکر کے سپاہی ان کے قریب جاتے ہوئے بھی تھر تھر کانپتے ہیں لہذا ان کا مقابلہ دور رہ کر محفوظ مقام سے ہی کیا جا سکتا ہے، اور ایسا صرف تیراندازی سے ہی ممکن ہے، اس نے اپنے لشکر کے ایک لاکھ تیراندازوں کو حکم دیا کہ وہ لشکر کے آگے پہنچ کر مورچہ سنبھال لیں اور تمام کے تمام ایک ساتھ اس طرح تیر برسائیں کہ سب کے تیر ایک ساتھ کمان سے نکلیں۔چنانچہ تمام رومی تیرانداز لشکر کے آگے آکر اپنی جگہ لی اور کمان میں تیر چڑھا کر مجاہدوں پر نشانہ باندھا اور باہان کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ باہان نے پاؤں میں زنجیر بندھے ہوئے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ تمام کے تمام جلد از جلد تیراندازوں کے پیچھے کھڑے ہو جائیں۔پھر باہان نے رومی سردار قناطر، قوریر اور جرجیر کو حکم دیا کہ وہ اپنے لشکر کو لے کر زنجیر والے سپاہیوں کے پیچھے استادہ ہو جائیں تاکہ پہلے تیرانداز کثرت سے تیر برسا کر مجاہدوں کو

بری طرح زخمی کر دیں اور پھر ان زخمیوں پر پورا لشکر یلغار کر کے نیزوں اور تلواروں سے انھیں ہلاک کر دے۔

باہان نے مذکورہ ترتیب سے لشکر آراستہ کرنے کے بعد تیراندازوں کو تیر چلانے کا حکم دیا۔حکم ملتے ہی ایک لاکھ کمانوں سے ایک لاکھ تیر نکلے۔گویا تیروں کی موسلا دھار بارش شروع ہوئی۔اسلامی لشکر رومیوں کے اس مکروفریب سے بے خبر تھا کہ اچانک تیروں کی بوچھار شروع ہوئی اور اسلامی لشکر میں ہلچل مچ گئی۔اس کثرت سے تیر برستے تھے کہ تیروں نے آفتاب کو ڈھک دیا تھا۔گھوڑوں کو تیر لگے تو وہ پیچھے مڑ کر بھاگنے لگے۔مجاہدوں کی حالت بہت نازک تھی۔کسی کا ہاتھ کسی کا پاؤں، کسی کا سینہ تو کسی کا شکم اور کسی کی آنکھ رومی تیروں کا نشانہ بنے تھے۔مجاہد کثرت سے زخمی ہو رہے تھے۔سات سو مجاہدوں کی آنکھیں تیر لگنے کی وجہ سے پھوٹ گئیں۔ ہر طرف سے ایک ہی شور سننے میں آتا تھا کہ "وَا عَيْنَاه ، وا بَصرَاه" ہائے میری آنکھ، ہائے میری بصارت۔ رومیوں کے تیروں نے اسلامی لشکر کو ہلا کر رکھ دیا مجاہدین پیچھے کو ہٹنے لگے اور بھاگنا شروع کیا اسلامی لشکر میں اس وقت قیامت صغریٰ کا منظر قائم تھا۔زخمیوں کی چیخ و پکار اور گھائل گھوڑوں کی ہنہناہٹ کا ایسا شور و غل بلند ہوا کہ اسلامی لشکر میں کہرام مچ گیا۔ایک عجیب بھگدڑ اور انتشار کا سماں بندھ گیا۔

رومی لشکر سے مسلسل تیروں کی بارش جاری تھی۔حضرت ابوعبیدہ اور دیگر اکابر صحابۂ کرام اسلامی لشکر کی پراگندہ حالت دیکھ کر متردد اور مضطرب ہو گئے۔تیروں کے سامنے زیادہ دیر ٹھہرنا دشوار اور محال تھا۔کھلے میدان میں نہ تو کوئی آڑ ہے نہ کوئی ایسا ذریعہ ہے کہ تیروں سے اسلامی لشکر کو محفوظ رکھا جا سکے۔رو رو کر بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے تھے اور مدد و نصرت طلب کرتے تھے۔اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں استغاثہ کرتے اور استمداد کرتے تھے:

سرور دیں لیجے اپنے ناتوانوں کی خبر
نفس و شیطاں سیدا کب تک دباتے جائیں گے

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضاؔ بریلوی)

حضرت خالد بن ولید بھی مضطرب وبیقرار تھے۔کثرت سے مجاہدوں کا زخمی ہونا ان پر بہت شاق تھا۔اسلامی لشکر کے اہم رکن بھی تیر لگنے کی وجہ سے یک چشم ہو گئے تھے۔(۱) حضرت مغیرہ بن شعبہ (۲) حضرت سعید بن زید بن نفیل (۳) حضرت بکیر بن عبداللہ تمیمی (۴) حضرت ابوسفیان بن حرب (۵) حضرت راشد بن سعید اور دیگر اجلہ صحابہ کی آنکھوں میں تیر لگے تھے۔اس دن سات سو مجاہدوں کی آنکھوں میں تیر لگنے کی وجہ سے اسلام کی تاریخ میں ''یوم التعویر'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔یعنی ''یک چشم ہونے کا دن''۔

حضرت خالد نے محسوس کیا کہ اگر ہم یہیں ٹھہرے رہے تو اسلامی لشکر ہلاک ہو جائے گا۔رومی سردار کا فریب حضرت خالد اچھی طرح جان گئے تھے کہ وہ قریب سے لڑنا ٹالتا ہے اور دور فاصلہ سے حملہ کرنے کی بزدلی دکھا رہا ہے۔بس کسی بھی صورت میں تیر اندازوں تک پہنچ جانا چاہئے۔اگر ہم ان تک پہنچ گئے تو ہماری تلوار کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔لیکن ان تک پہنچنا کس طرح ممکن ہو؟ لاکھوں تیر ایک ساتھ برس رہے تھے اور باہان تیر اندازوں کو شدت پر شدت کرنے کی ترغیب دے رہا تھا۔مجاہد کثرت سے زخمی ہو کر معذور ہو رہے تھے یا بھاگ رہے تھے۔

حضرت خالد نے بلند آواز سے پکارا کہ اے شمع رسالت کے پروانو! رومیوں کے تیر کے خوف سے میدان جہاد سے مت بھاگو۔جہاد سے بھاگنا گناہ عظیم ہے اور اللہ کے غضب کا حقدار بننا ہے۔موت سے ڈر کر بھاگتے ہو لیکن بھاگ کر بھی تم نہیں بچو گے کیونکہ رومی تمہارا تعاقب کر کے تمہیں مار ڈالیں گے اور اس طرح مرنا بزدلی کی موت مرنا ہوگا لہذا پیٹھ دکھانے کے بجائے سینہ سپر ہو جاؤ۔ذلت کی موت مرنے کے بجائے عزت اور سرخ روئی سے مرنا پسند کرو۔کون ہے جو میرا ساتھ دے گا؟ اور موت کو گلے لگانے کے لئے تیروں کی بارش چیر کر رومی لشکر پر حملہ کرنے سامنے آجائے۔یاد رکھو! یہ صلیب کے پوجاری بزدل اور نامرد ہیں۔قریب آکر تلوار زنی کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔قریب آکر لڑنے کی ان میں ہمت ہی نہیں، اس لئے دور فاصلہ پر رہ کر تیر چلاتے ہیں۔اگر ہم کسی صورت سے ان تک پہنچ گئے تو ہماری تلوار کا مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہیں۔

حضرت خالد کی اس پکار پر تمام مجاہدوں نے لَبَّیْكَ کہا اور کہا کہ اے سیف اللہ! جب مرنا ہی ہے تو کیوں نہ بہادری سے مریں۔پیٹھ دکھا کر بھاگنے میں بھی انجام موت ہی ہے تو پھر کیوں نہ سینہ سپر ہو کر موت کو گلے لگائیں:

مٹ کہ گر یونہی رہا قرض حیات
جان کا نیلام ہو ہی جائے گا

(از:-امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد نے مجاہدوں سے فرمایا کہ اے اسلام کے کفن بردوش مجاہدو! نکلو اور رومی لشکر کی طرف چل پڑو۔اپنے آگے ڈھال کو اس طرح رکھو کہ چہرہ اور سینہ چھپ جائے۔جسم کے باقی اعضاء پر تیر لگے تو لگنے دو۔زخم ضرور آئے گا لیکن وہ مہلک نہیں ہوگا بعد میں بھر جائے گا۔صرف چند لمحوں کا معاملہ ہے۔رومی لشکر اور ہمارے درمیان جو میدان ہے اسے طے کرنا ہے۔ڈھال کی آڑ لے کر سب کے سب مثل کوندتی ہوئی بجلی کی طرح دوڑ کر ان تیر اندازوں تک پہنچ جاؤ۔بیچ میں جو میدان ہے صرف اتنا فاصلہ طے کر کے اگر ہم ان تک پہنچ گئے تو ہماری تلواریں ان کے تیروں سے برسنے والی آگ کو سرد کر دیں گیں۔اپنے آقا ومولیٰ، دافع البلاء، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت وامداد پر اعتماد کرتے ہوئے برستے تیروں کے موت کے دریا میں کود پڑو:

آنے دو یا ڈبو دو ، اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ہیں

(از:-امام عشق ومحبت، حضرت رضا بریلوی)

اور اسلام کے کفن بردوش مجاہدوں نے شجاعت، بہادری، دلیری، جاں نثاری، جاں فشانی اور قربانی کو بھی سرخ روئی اور عزت بخشی۔لغت میں ان الفاظ کو عزت افزائی حاصل ہو ایسا تاریخی بے مثل وعظیم کارنامہ انجام دیا۔رومی سپاہی لگاتار تیر چلا رہے تھے اور اسلامی لشکر کے افراد کو مجروح کر رہے تھے کہ دفعۃً ہزاروں مجاہد اب تیر کی طرح اسلامی لشکر سے چھوٹے اور بجلی کی طرح تیز رفتاری سے تیروں کے سامنے دوڑ پڑے۔رومی تیر اندازوں نے اپنے وہم

وگمان سے ماورا معاملہ دیکھا، ان کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا کہ واقعی مسلمان دوڑے آ رہے ہیں یا ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہیں؟ ہم خواب دیکھ رہے ہیں یا امر واقعہ سے دوچار ہیں اس کی تحقیق کرنے کے لئے بعض نے آنکھیں مسلیں اور بعض نے اپنے گالوں کو چونٹا بھر کر نوچا۔ جب ان کو یہ یقین ہوا کہ واقعی ہم بیدار ہیں اور اس وقت جو منظر دیکھ رہے ہیں وہ خواب نہیں بلکہ حقیقت ہے تو وہ لرز گئے۔ ہاتھ پاؤں کانپنے لگے اور بوکھلا گئے۔ یہ عرب انسان ہیں یا جن؟ زندگی سے بے پرواہ، موت کے سامنے اس طرح دوڑے چلے آ رہے ہیں کہ گویا موت ان کی محبوب شئے ہے۔ اسلام کے کفن بردوش مجاہدوں کا موت سے کھیلنے کا حوصلہ دیکھ کر بہت سے رومیوں کے ہاتھوں سے تیر و کمان گر گئے اور بہت سے تیرانداز موت کے خوف سے تھر تھرا نے لگے۔ ایسا لگتا تھا کہ ان کے اوسان خطا ہو گئے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کرتے ہوئے مجاہدوں کے ہمراہ تیراندازوں تک پہنچ گئے۔ رومی تیرانداز کچھ سوچیں اور کچھ اقدام کریں اس سے قبل تو مجاہدوں کی تلواریں ان کے سروں پر پڑنی شروع ہو گئیں۔ تیراندازوں کے ہاتھوں میں صرف تیر اور کمان تھے، کسی کے پاس نیزہ یا تلوار نہیں تھی لہذا مجاہدوں کی تلواروں سے اپنا دفاع کرنے کا ان کو موقع ہی نہ ملا۔ جس طرح ایک بپھرا ہوا شیر بھیڑ بکریوں کے جھنڈ پر حملہ آور ہو کر انھیں پھاڑ دیتا ہے اسی طرح اسلامی لشکر کا ہر مجاہد شیر ببر کی طرح رومی لشکر پر ٹوٹ پڑا اور انھیں چیر پھاڑ کر رکھ دیا بلکہ جس طرح کھیت میں اُگی ہوئی فصل کاٹی جاتی ہے اس طرح رومیوں کے سروں کو کاٹ کر پھینک دیا۔ رومی لشکر میں کہرام مچ گیا۔ رومیوں کے پاؤں تلے زمین سرک گئی۔ یک لخت ان کے قدم اکھڑ گئے اور جان کے لالے پڑ گئے۔ مجاہدوں نے ان پر اس کثرت سے تیغ زنی کی کہ ان کے چالیس ہزار (۴۰,۰۰۰) سپاہی قتل ہوئے۔ تھوڑی دیر پہلے اسلامی لشکر پر آفت کے بادل منڈلا رہے تھے لیکن اب معاملہ برعکس تھا۔ بادل چھٹ گئے تھے اور غلبہ اور فتح کی اُمید کی کرنیں درخشاں تھیں۔

حضرت خالد کی دلیری نے لشکر اسلام کے مجاہدوں کو حوصلہ دیا، ان کے پائے متزلزل کو ثبات بخشا اور پورے لشکر میں ایک نیا جوش پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ خواتین بھی

شمشیریں لے کر میدان میں کود پڑیں۔

خواتین اسلام کی رومیوں سے جنگ

رومیوں کے ایک لاکھ تیرانداز تیروں کی بارش شروع کر کے مجاہدوں کو تتر بتر اور پراگندہ کر رہے تھے اور مجاہدین پیچھے ہٹ رہے تھے، بھاگ رہے تھے اس وقت لشکر کے پیچھے خواتین اسلام خیموں کی لکڑیوں اور پتھروں سے مجاہدوں کے گھوڑوں کو مارتیں تھیں اور ان کا رخ معرکۂ جنگ کی طرف پھیر دیتی تھیں اور مجاہدوں کو عار دلاتی تھیں اور غیرت کی وجہ سے مجاہد بھاگنے سے رک کر واپس پلٹتے تھے۔ جب رومیوں کی طرف سے تیراندازی تھم گئی تو پھر ایک مرتبہ تلوار زنی اور نیزہ بازی کا دور شروع ہوا۔ اس وقت مجاہدوں کے ہمراہ خواتین اسلام بھی تلواریں ہاتھ میں لے کر رومیوں پر ٹوٹ پڑیں اور قیامت ڈھا دیں۔

حضرت ابوسفیان بن حرب کی زوجہ حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کہ جنہوں نے قبل ایمان جنگ احد میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجا چبایا تھا، لیکن فتح مکہ کے دن حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر ایمان لا کر اسلام میں داخل ہوئی تھیں وہ حضرت ہند بنت عتبہ اپنی ماضی کی خطاؤں کی تلافی میں آج اپنی جان ہتھیلی پہ لے کر دشمنانِ اسلام سے بڑی دلیری سے تلوار زنی کرتی تھیں۔ رومی سپاہی پر تلوار کا وار کر کے اس کو زمین پر مردہ ڈال دیتی تھیں اور اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو جنگ کی ترغیب دلاتے ہوئے پکار کر کہتی تھیں کہ اے گروہ مؤمنین! ان بے ختنہ گبروں کو کاٹ کر پھینک دو۔ حضرت ہند کی متابعت میں ان کے شوہر حضرت ابوسفیان بھی مجاہدوں کو بلند آواز سے پکار کر جوش دلاتے تھے۔

امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء اپنے شوہر حضرت زبیر بن العوام کے ہمراہ میدان جنگ میں اپنے شوہر کا برابر ساتھ نبھاتی تھیں۔ حضرت زبیر بن العوام کسی ایک رومی کو قتل کرتے تھے تو حضرت اسماء بھی ایک رومی کو اپنی تلوار سے قتل کرتی تھیں۔ اگر حضرت زبیر دو کو مار ڈالتے تھے تو حضرت اسماء بھی دو کو تہ تیغ کرتی تھیں۔ الغرض وہ اپنے زوج محترم سے شانہ بہ شانہ اور قدم سے قدم ملا کر

دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کرتی تھیں۔

حضرت ضرار بن ازور کی بہن حضرت خولہ بنت ازور تو مثل شیرنی رومی لشکر کے بھیڑوں کو چیرتی اور پھاڑتی تھیں۔اچانک ایک بھاری جسامت اور لمبے قدوقامت کا گبران کے سامنے آ گیا۔حضرت خولہ کی تلوار زنی کے کرشمہ سے رومی گبر کو پسینہ چھوٹ گیا اور اس کو اپنی موت نظر آنے لگی لیکن اتفاق سے حضرت خولہ کی تلوار ٹوٹ گئی گبر نے اس موقع کا فائدہ اُٹھا کر حضرت خولہ پر تلوار کا وار کر دیا حضرت خولہ نے اس کا وار ڈھال پر لے کر بچنے کی کوشش کی۔ لیکن تلوار ڈھال سے سرک کر حضرت خولہ کے سر میں لگی۔خون کا فوارہ جاری ہوا اور حضرت خولہ گھوڑے سے زمین پر گریں۔ان کو زمین پر پڑی دیکھ کر گبر نے اپنا نیزہ نکال کر راست کیا اور ارادہ کیا کہ حضرت خولہ کے سینہ میں نیزہ پیوست کر دے۔حضرت عفیرہ بنت عفار نے دیکھا کہ حضرت خولہ بنت ازور کی جان خطرہ میں ہے تو فوراً اپنے گھوڑے کو کودایا اور گبر کے گھوڑے کے قریب کھڑا کر دیا اور تلوار کا ایسا سخت وار کیا کہ گبر کا سر تن سے الگ ہو کر دور جا گرا۔پھر حضرت عفیرہ اپنے گھوڑے سے اُتر کر حضرت خولہ کے پاس آئیں اور ان کا سر اٹھایا تو ان کے تمام بال خون سے رنگین ہو گئے تھے۔حضرت خولہ نیم بیہوشی کے عالم میں تھیں۔حضرت عفیرہ نے ان کو جھنجھوڑا اور پوچھا کہ اے میری بہن خولہ! تمہارا کیا حال ہے؟ حضرت خولہ نے آنکھیں کھولیں۔ان کا سر حضرت عفیرہ بنت عفار کی گود میں تھا۔حضرت خولہ نے کہا کہ اے عفیرہ! میرا گمان ہے کہ میں نہیں بچوں گی اور مر جاؤں گی۔کیا تم نے میرے بھائی ضرار کو کہیں دیکھا ہے؟ حضرت عفیرہ نے کہا کہ ہاں! تھوڑی دیر پہلے میں نے ان کو صحیح وسالم دیکھا ہے۔حضرت خولہ نے کہا کہ میرے بھائی کو میرا اسلام کہنا۔پھر حضرت خولہ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی:

" اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی فِدَاءً لِأَخِیْ وَلَا تَفْجَعْ بِهِ الْإِسْلَامَ "

ترجمہ: -''اے اللہ! مجھ کو میرے بھائی کا عوض کر دے اور میرے بھائی کے سبب سے اسلام کو رنجیدہ مت کر'' یعنی حضرت خولہ یہ دعا کرتی تھیں کہ اللہ مجھ کو میرے بھائی کے بدلے شہید کر دے اور میرے بھائی کو سلامت

رکھ کیونکہ میرے بھائی کو کچھ ہو گیا تو لشکر اسلام کو بہت صدمہ پہنچے گا اور ان کے حوصلے ٹوٹ جائیں گے۔

حضرت عفیرہ نے حضرت خولہ کو تسکین دی اور اطمنان دلایا اور ان کو کھڑا کرنے کی کوشش کی لیکن حضرت خولہ کثرت سے خون بہہ جانے کے سبب کھڑی نہیں ہو سکتی تھیں لہذا حضرت عفیرہ نے ان کو اُٹھا لیا اور خیمہ میں لائیں اور ان کا زخم باندھا۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت خولہ بچ گئیں اور رات کو وہ لشکر کی نگہبانی کے لئے گشت کرتی تھیں۔حضرت ضرار نے ان کو دیکھا کہ سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے تو پوچھا کہ اے بہن یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت خولہ کے ساتھ حضرت عفیرہ تھیں، حضرت عفیرہ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ بھائی جان ان کو ایک گبر نے زخمی کر دیا تھا لیکن میں نے فوراً انتقام لیتے ہوئے گبر کو واصل جہنم کر دیا حضرت ضرار نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ الحمد للہ! مجھ کو بھی بہت کافی تعداد میں کافروں کو جہنم رسید کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

الحاصل! ''یوم التعویر'' یعنی جنگ یرموک کے بارہویں دن خواتین اسلام نے جس دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا اس کو دیکھ کر اسلامی لشکر کے مجاہد یہاں تک کہتے تھے کہ اگر آج ہم نے دلیری اور ثابت قدمی نہ دکھائی تو ان عورتوں سے زیادہ ہم مردوں پر لازم ہوگا کہ پردہ نشینی اختیار کریں۔

آفتاب غروب ہو گیا تو جنگ بھی موقوف ہوئی اور دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ میں واپس لوٹے۔اس دن کی جنگ کو مؤرخین نے حضرت خالد بن ولید کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ اس دن حضرت خالد نے اتنی کثرت سے تیغ زنی کی تھی کہ ان کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹی تھیں۔علامہ واقدی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ جنگ یرموک کے بارہویں دن جن لوگوں نے حضرت خالد بن ولید کو رومیوں سے لڑتے ہوئے دیکھا ہے انھوں نے بیان کیا ہے کہ اس دن حضرت خالد بن ولید نے تن تنہا ایک سو مجاہدوں کا کام کیا۔علاوہ ازیں دن بھر وہ الگ الگ محاذ پر پہنچ کر رومی لشکر کے اہم افراد کو قتل کرتے۔اس دن حضرت خالد بن ولید کی و جہ سے ہی جنگ کا رخ پلٹا۔جب رومی تیر اندازوں نے تیروں کی بوچھار شروع کی تھی اس

وقت بظاہر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اسلامی لشکر کی شکست یقینی ہے رومی لشکر غالب آ جائے گا لیکن وہ حضرت خالد بن ولید ہی ہیں جنہوں نے اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو ثابت قدم رکھا اور ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس دن حضرت خالد بن ولید رومی لشکر کے اہم رکن اور ملک شام کے مشہور شہسوار اور نصرانی مذہب کے پیشوا بطریق ''نسطور'' کو قتل کر کے رومی لشکر کی کمر توڑ دی۔ حضرت خالد اور بطریق نسطور میں جو جنگ ہوئی تھی اس کا نقشہ ذیل میں پیش ہے۔

⊙ نسطور اور حضرت خالد میں جنگ حضرت خالد کی مقدس ٹوپی کا گرنا

بطریق نسطور رومی لشکر کا اہم رکن تھا۔ پورے ملک شام میں اس کی بہادری کا شہرہ تھا بطریق نسطور کو اپنی بہادری کا بہت گھمنڈ اور غرور تھا۔ میدان جنگ میں وہ اپنی شان وشوکت کا مظاہرہ کرنے کی غرض سے عمدہ ریشمی لباس پہن کر اعلیٰ بناوٹ کے جنگی آلات اور زرہ سے سج دھج کر آیا تھا۔ اس کو یہ خبر ملی کہ حضرت خالد نے رومی لشکر پر قیامت برپا کر رکھی ہے لہذا وہ حضرت خالد سے ٹکر لینے آ پہنچا۔ حضرت خالد کے سامنے آ کر رومی زبان میں تو تلانے لگا اور اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہوئے شجاعت اور دلیری کی شیخی مارنے لگا۔ حضرت خالد نے اس پر تلوار کا وار کیا لیکن اس نے ڈھال پر لیا۔ پھر اس نے حضرت خالد پر پوری طاقت سے وار کیا لیکن حضرت خالد نے اس کا وار خالی پھیر دیا۔ دونوں میں شدت سے تلوار زنی ہونے لگی۔ اور دونوں کی تلواریں بجنے لگیں۔ نسطور کہنہ مشق اور آزمودہ جنگجو تھا، وہ حضرت خالد سے برابر ٹکر لیتا تھا۔ دونوں میں سخت لڑائی ہو رہی تھی کہ دفعۃً حضرت خالد بن ولید کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور منہ کے بل گرا۔ گھوڑے کے ساتھ حضرت خالد بھی گھوڑے کے سر کی جانب جھکے۔ اس حادثہ کا فائدہ اٹھا کر بطریق نسطور نے حضرت خالد کی پیٹھ پر تلوار کا وار کیا لیکن حضرت خالد نے لوہے کی مضبوط زرہ پہنی تھی لہذا تلوار نے کوئی نقصان نہ پہنچایا۔

حضرت خالد کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا مگر فوراً سنبھل کر کھڑا بھی ہو گیا۔ اس افراتفری میں حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی گر گئی۔ ان کی ٹوپی کا گرنا تھا کہ انھوں نے زور سے چیخا... آگے کا واقعہ خود علامہ واقدی سے سماعت فرمائیں:

''اور اٹھا گھوڑا خالد بن الولید کا اپنی لغزش قدم سے اور گر پڑا تاج خالد بن الولید کا ان کے سر سے پس پکار کر کہا انھوں نے کہ لو میرے تاج کو پر لیا تاج کو ایک شخص نے بنی مخزوم سے۔ پس رکھ لیا خالد بن الولید نے اس کو اپنے سر پر ۔ پس کہا اس شخص نے کہ اے ابا سلیمان! تم اس حال لڑائی میں ہو اور تاج طلب کرتے ہو؟ پس کہا خالد بن الولید نے کہ بتحقیق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس وقت منڈایا تھا اپنے سر مبارک کے بالوں کو حجۃ الوداع میں، لے لئے تھے میں نے کچھ موئے مبارک ان کی پیشانی کے۔ پس فرمایا تھا محمد مصطفیٰ صلی اللہ وآلہ وسلم نے کہ تم ان بالوں کو کیا کرو گے؟ میں نے عرض کی تھی بطور تبرک کے رکھوں گا میں اے رسول اللہ کے اور اعانت طلب کروں گا میں ان سے اپنے دشمنوں کی لڑائی میں پس فرمایا تھا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہمیشہ تم فتح یاب رہو گے جب تک کہ یہ بال تمہارے پاس رہیں گے۔ پس رکھ لیا تھا میں نے ان بالوں کو آگے کی طرف اپنے تاج میں۔ پس نہیں ملاتی ہوا میں کسی جماعت سے کبھی حالانکہ وہ کلام سر پر تھا مگر یہ کہ شکست دی میں نے اس جماعت کو اور یہ سب ببرکت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہے۔'' (حوالہ: -''فتوح الشام'' از: -علامہ واقدی، ص: ۲۶۵)

قارئین کرام مندرجہ بالا عبارت کو بغور مطالعہ فرمائیں۔ اس عبارت کے مطالعہ سے حسب ذیل مسائل سامنے آئیں گے:

(۱) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک بطور تبرک لئے تھے۔

(۲) جب حضرت خالد بن ولید نے موئے مبارک بطور تبرک لیئے، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم ان بالوں کو کیا کرو گے؟ حضرت خالد نے عرض کیا کہ میں ان بالوں کو اپنے پاس بطور تبرک رکھوں گا اور ان مقدس بالوں سے اعانت طلب کروں گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت خالد بن ولید کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو بطور تبرک رکھنا اور ان سے اعانت یعنی مدد طلب کرنا جائز اور روا ہے۔

(۳) جب حضرت خالد بن ولید نے موئے مبارک کے متعلق اپنا اعتماد بارگاہ رسالت میں عرض کیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد کی تائید فرمائی اور مزید ارشاد فرمایا کہ جب تک یہ بال تمہارے پاس رہیں گے تم ہمیشہ فتح یاب رہو گے۔

اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال مبارک سے مدد طلب کرنا شرک ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خالد کو روکتے اور منع فرماتے کہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔لہذا یہ بال اپنے ساتھ بطور تبرک رکھ کر اس سے اعانت مت طلب کرنا۔حضور اقدس نے حضرت خالد کو قطعاً منع نہیں فرمایا۔منع فرمانا تو درکنار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد کے عقیدہ کی توثیق فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب تک تمہارے پاس میرے بال رہیں گے تم ہمیشہ فتح یاب رہو گے۔ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ سے اعانت طلب کرنا یقیناً جائز ہے۔

(۴) حضرت خالد بن ولید کا عقیدہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تائید سے ایسا پختہ اور راسخ ہو گیا کہ انھوں نے اپنے آقا و مولیٰ، مالک کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک اپنی ٹوپی میں رکھ لیئے اور ہر جنگ میں ان مقدس بالوں سے اعانت طلب کرتے تھے۔

(۵) حضرت خالد بن ولید نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے ہمیشہ اعانت طلب کی اور ہر محاذ پر اس کا فائدہ انھیں پہونچا جس کا اقرار کرتے ہوئے حضرت خالد نے فرمایا کہ جب بھی میرا دشمنانِ اسلام سے مقابلہ ہوا، میں نے انھیں مقدس بالوں کی برکت سے انھیں شکست دی۔

(۶) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے طفیل حضرت خالد نے جو نصرت و حمایت حاصل کی وہ کوئی سنی سنائی بات نہیں بلکہ حضرت خالد کا ذاتی تجربہ تھا۔اپنے مشاہدہ کی بنیاد پر حضرت خالد بن ولید یقین کے ساتھ فرماتے ہیں کہ میں نے دشمنوں کو جو شکست فاش دی، وہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی برکت تھی۔

لیکن افسوس!

دورِ حاضر کے منافقین حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور آثار مقدسہ کی زیارت سے ملت اسلامیہ کو روکتے ہیں اور تبرکات بزرگاں کی عظمت واحترام کا صاف انکار کرتے ہیں۔

✪ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے حکیم الامت، مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

"کہیں کہیں جبہ شریف یا موئے شریف پیغمبر یا کسی بزرگ کا مشہور ہے۔اس کی زیارت کے لئے یا تو ایسی جگہ جمع ہوتے ہیں یا ان لوگوں کو گھروں میں بلا کر زیارت کرتے ہیں اور زیارت کرانے والوں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں۔اول تو ہر جگہ ان تبرکات کی سند نہیں ہوتی اور اگر سند بھی ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہیں۔" (حوالہ:-بہشتی زیور، ناشر:-ربانی بک ڈپو، دہلی، جلد:۶،ص:۳۸۶)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے اقدس کی زیارت سے روکنے کے لئے تھانوی صاحب نے (۱) زیارت کرانے والوں میں عورتوں کا ہونا (۲) تبرکات کی سند نہ ہونا (۳) اگر سند ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہونے کا ذکر کیا ہے۔اس کے ضمن میں ہم نے مختصر بحث جنگ قنسرین میں کر دی ہے۔یہاں مزید کچھ عرض کرنے سے پہلے تھانوی صاحب کا تبرکات کے متعلق کیا عقیدہ اور نظریہ تھا وہ پیش خدمت ہے۔

✪ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک ملفوظ ملاحظہ ہو:

"اسی طرح بزرگوں کے تبرکات کے ساتھ مجھ کو شغف نہیں۔ مثلاً کرتہ وغیرہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں کیا رکھا ہے۔"

(حوالہ:-(۱) کمالات اشرفیہ، ملفوظات اشرف علی تھانوی

ناشر:- ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون۔ باب:۱، ملفوظ:۱۰۰۴، ص:۲۵۱،

اور

(۲) حسن العزیز، از:- خواجہ عزیز الحسن، ناشر:- مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون- جلد:۱، حصہ:۴، قسط:۱۹، ملفوظ:۶۳۴، ص:۱۴۷)

حل لغت:-(۱) شغف = بے حد محبت، بے انتہا رغبت۔ (حوالہ:- فیروز اللغات، ص:۸۴۳)

(۲) کیا رکھا ہے = (محاورہ) - کچھ باقی نہیں - کیا خصوصیت ہے - کیا انوکھا پن ہے۔

(حوالہ:- فیروز اللغات، ص:۱۰۶۹)

مندرجہ بالا ملفوظ میں تھانوی صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر بزرگان دین کے تبرکات سے تھانوی صاحب کو محبت ورغبت اس لئے نہیں کہ بقول ان کے ان تبرکات میں کیا رکھا ہے؟ یعنی ان تبرکات میں کچھ باقی نہیں لہذا ان تبرکات کی کوئی خصوصیت یا انوکھا پن نہیں۔ قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی رسول تو یہ فرمائیں کہ ان تبرکات میں فتح وغلبہ عطا فرمانے اور اعانت و مدد کرنے کی خصوصیت اور صلاحیت ہے اور اسی لئے انھوں نے موئے مبارک کو برائے حصول برکت اپنی ٹوپی میں رکھا اور ان موئے مبارک سے بے حد محبت و بے انتہا رغبت یعنی ایسا شغف تھا کہ دوران جنگ ٹوپی گرگئی تو بے قرار و بے چین ہوگئے اور اپنے ساتھیوں کو ٹوپی اٹھانے کے لئے پکارا اور فرمایا کہ اس ٹوپی کی برکت سے مجھے فتح وغلبہ حاصل ہوتا ہے۔ تھانوی صاحب کا عقیدہ حضرت خالد کے عقیدہ سے کتنا متضاد ہے اور یہ کتنا فاسد ہے؟ اس کا فیصلہ قارئین کرام فرمائیں۔

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تبرکات کے متعلق مولوی اشرف علی تھانوی کا یہ عقیدہ ونظریہ ہے کہ اس میں کیا رکھا ہے؟ لیکن اجلۂ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تبرکات مثلا موئے شریف، جبہ شریف، ملبوسات شریف، نعلین شریف، رداء یعنی کمبل شریف، پیالہ یعنی کاسہ شریف وغیرہ کو دنیا کی بہترین نعمت اور رحمت جان کر اسے اپنے پاس بطور تبرک رکھتے تھے۔ اس کی تعظیم وتوقیر بجالاتے تھے، اس سے شفا، تندرستی، فتح، نصرت اور برکت حاصل کرتے تھے۔ بلکہ اپنے عاشقوں کو خود آقا ومولیٰ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے تبرکات عنایت فرماتے تھے۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ اس ضمن میں قرآن واحادیث کے براہین وشواہد پیش کر کے تفصیلی گفتگو کی جائے لیکن قارئین کرام کے ذوق طبع اور ضیافت طبع کی خاطر چند احادیث پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

⊙ حدیث شریف

صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

" أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِالْحَلَّاقِ وَنَاوَلَ الْحَالِقَ شَقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ ثُمَّ دَعَا أَبَاطَلْحَةَ الْأَنصَارِيَ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ ثُمَّ نَاوَلَ الشَّقَّ الْأَيْسَرَ فَقَالَ اِحْلَقْ فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ اَقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ "

ترجمہ:- "نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجام کو بلا کر سر مبارک کے داہنی جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا۔ پھر ابو طلحہ انصاری کو بلا کر وہ سب بال انھیں عطا فرمادیا۔ پھر بائیں جانب کے بالوں کو مونڈنے کا حکم فرمایا اور وہ سب بال بھی ابو طلحہ کو عطا فرمائے اور ابو طلحہ کو حکم فرمایا کہ ان بالوں کو لوگوں میں تقسیم کردو۔"

(حوالہ:- بدر الانوار فی آداب الآثار، از:- امام احمد رضا، ناشر:- المجمع الاسلامی، مبارکپور، ص:۱۳)

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے موئے مبارک لوگوں میں تقسیم کرنے

کے لئے عطا فرمائے۔ موئے اقدس کوئی کھانے پینے کی چیز تو نہ تھی کہ برائے اکل وشرب دیئے گئے ہوں بلکہ لوگوں کو صرف اس لئے موئے مبارک دیئے گئے تھے کہ لوگ ان مقدس بالوں کو اپنے پاس رکھیں اور رحمت و برکت حاصل کریں۔ ناظرین انصاف کریں کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے موئے مبارک کو باعث برکت ہونے کی بناء پر اپنے صحابہ کو عطا فرمایا۔ صحابۂ کرام ان مقدس بالوں کو حصول برکت کے لئے اپنے پاس رکھیں لیکن تبلیغی جماعت کے تھانوی صاحب یہ کہیں کہ ''اس میں کیا رکھا ہے؟'' حق و باطل کا فیصلہ حدیث کی روشنی میں کریں۔

⊙ حدیث شریف

صحیح بخاری شریف میں حضرت عثمان بن عبداللہ بن مواہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰی أُمِّ سَلَمَةَ فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا شَعْرًا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوبًا "

ترجمہ: ''حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی۔ اس پر خضاب کا اثر تھا۔'' (حوالہ:- ایضا، ص:۱۴)

قارئین کرام توجہ فرمائیں کہ حضرت عثمان بن عبداللہ کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت کرائی۔ زیارت کرنے والے صحابی رسول مرد اور زیارت کرانے والی محترمہ ام المؤمنین۔ لیکن تھانوی صاحب نے اپنی مضحکہ خیز کتاب ''بہشتی زیور'' میں موئے مبارک کی زیارت کی ممانعت کی ایک وجہ یہ بتائی ہے کہ ''زیارت کرانے والوں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں'' جس کا مطلب یہ ہوا کہ عورتیں زیارت کراتی ہیں اس لئے زیارت کرنا منع ہے۔ اگر اسی وجہ سے زیارت کی ممانعت لازم آتی ہے تو تبلیغی جماعت کے متبعین تھانوی صاحب کے فتوے کی رو سے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق کیا حکم لگائیں گے؟

⊙ حدیث شریف

صحیح مسلم شریف میں ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجۂ محترمہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

" إِنَّهَا أَخْرَجَتْ جُبَّةً طَيَالِسِيَةً كَسْرَوَانِيَةً لَهَا لَبِنَةٌ "دِيْبَاجٍ" وَفَرْجَيْهَا مَكْفُوفَيْنِ بِالدِّيْبَاجِ وَقَالَتْ: هٰذِهٖ جُبَّةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِي بِهَا "

ترجمہ: ''حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق نے ایک اونی جبہ کسروانی ساخت کا نکالا۔ اس کی پلیٹ ریشمی تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا۔ ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے۔ تو ہم اسے دھودھو کر مریضوں کو پلاتے ہیں اور شفا چاہتے ہیں۔'' (حوالہ:- ایضا)

ناظرین کرام! توجہ فرمائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جبہ شریف کو حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق دھو کر اس کا دھون مریضوں کو حصول شفا کے لئے پلاتی تھیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق ذی مرتبت صحابیہ ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ شریف میں ''شافی الامراض'' یعنی بیماروں کو شفا دینے کی خصوصیت ہے جبکہ تبلیغی جماعت کے حکیم الامت ملّا تھانوی صاحب حضور اقدس کے جبہ شریف کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ''اس میں کیا رکھا ہے؟'' حق اور باطل کا فیصلہ ناظرین کرام فرمائیں۔

اس بحث کو طول نہ دیتے ہوئے صرف اتنی گزارش ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے

تبرکات سے فیض وبرکت حاصل کرنا زمانہ قدیم سے اب تک صلحاء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اولیاء، ائمہ، علماء وغیرہ میں رائج اور مشروع رہا ہے۔قرآن واحادیث اور کتب معتبرہ میں اس کے وافر وکثیر دلائل وشواہد موجود ہیں۔اہل ذوق حضرات سے التماس ہے کہ قرآن مجید، پارہ:۲، سورۂ البقرہ کی آیت نمبر:۲۴۸، میں تابوت سکینہ کا بیان ہے اس کی تفسیر کا مطالعہ فرمائیں۔

اب ہم اپنے معزز قارئین کرام کو ملک شام کے یرموک کے میدان میں واپس لے چلتے ہیں، جہاں جنگ یرموک کے بارہویں دن کی جنگ جاری ہے۔

⊙ حضرت خالد کے ہاتھوں بطریق نسطور کا قتل

گھوڑے کے ٹھوکر کھانے کی وجہ سے بطریق نسطور کو حضرت خالد پر وار کرنے کا موقع مل گیا اور اس نے حضرت خالد کی پشت پر تلوار کی ضرب لگائی لیکن حضرت خالد نے لوہے کی زرہ پہنی تھی لہذا تلوار نے کچھ کام نہیں کیا۔حضرت خالد کا گھوڑا ابھی ٹھوکر کھا کر فوراً کھڑا ہو گیا لیکن اس درمیان حضرت خالد کی ٹوپی زمین پر گر گئی۔ٹوپی کے گرتے ہی حضرت خالد بے چین وبے قرار ہو گئے کیونکہ یہ ٹوپی ان کے لئے متاع حیات تھی۔بلکہ یوں کہئے کہ اس ٹوپی میں حضرت خالد کی جان تھی کیونکہ اس ٹوپی میں حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے۔جس کی برکت سے حضرت خالد ہر جنگ میں فتح یاب ہوتے تھے۔
حضرت خالد نے بلند آواز سے پکارا کہ میرا تاج گر گیا ہے اسے اٹھالو۔حضرت خالد کے ساتھیوں میں سے قوم بنی مخزوم کے ایک مجاہد نے ان کی پکار سن لی۔اس مجاہد نے اپنی جان کی پرواہ کیئے بغیر، گھمسان کی لڑائی میں جہاں گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے کچل جانے کا اندیشہ تھا اپنی جان ہتھیلی پہ لے کر انھوں نے حضرت خالد کی ٹوپی ڈھونڈ ھ نکالی اور آپ کو پہنچادی۔

مقدس گیسوؤں والی ٹوپی واپس مل جانے پر حضرت خالد کی جان میں جان اور دم میں دم آیا۔حضرت خالد نے ٹوپی سر پر رکھی اور ٹوپی پر سرخ ''سربند'' باندھ کر اسے دوبارہ گرنے سے محفوظ کر لیا۔یہ مقدس ٹوپی سر پر رکھتے ہی حضرت خالد کے اندر ایک نیا جوش پیدا ہو گیا، ان کی جسمانی طاقت کا یہ عالم تھا کہ بطریق نسطور پر تلوار کا جو وار کیا وہ اتنا شدید تھا کہ اس کی لوہے کی

زرہ کاٹ کر اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔رومیوں نے دیکھا کہ ہمارے لشکر کا اہم رکن نسطور بطریق دو حصہ ہو کر زمین پر مردہ پڑا ہے تو ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔قدم اکھڑ گئے اور میدان کارزار سے راہ فرار اختیار کر کے کیمپ میں پناہ لینی چاہی۔حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے بھاگنے والے رومی سپاہیوں کا تعاقب کیا اور ان کے سروں پر تلواریں چمکائیں اور لاشوں کے انبار لگا دیئے۔

حضرت خالد بن ولید نے اتنی کثرت سے تلوار چلائی تھی کہ ان کے بازو شل ہو گئے تھے مگر اس کے باوجود بھی انہوں نے جہاد کا حق ادا کر دیا تھا۔حضرت ابوعبیدہ نے آپ کو مسلسل تلوار زنی کی مشقت برداشت کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اے ابوسلیمان! اب ذرا توقف کرو! تعاقب مت کرو! اپنی جان کو تھوڑا آرام دو! خدا کی قسم! تم نے آج جہاد کا حق ادا کر دیا ہے۔حضرت خالد نے جواب دیا کہ اے سردار! اللہ تعالیٰ میری نیت جانتا ہے۔آج میری نیت یہ ہے کہ اسلام کے دشمنوں سے لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں۔لہذا آج مجھے لڑنے سے مت روکو۔چنانچہ حضرت خالد نے رومی سپاہیوں کا ان کے کیمپ تک تعاقب کیا اور رومی سپاہیوں کا قتل عام کر کے واپس آئے۔المختصر! حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن بھر جنگ کرتے رہے، آفتاب غروب ہونے کے بعد اپنے کیمپ میں واپس آئے۔جنگ یرموک کے بارہویں دن رومی لشکر کے چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) سپاہی قتل ہوئے۔

رات کے وقت اسلامی لشکر کے کیمپ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے بعد مجاہدوں نے نماز ادا کی۔پھر کچھ حضرات عبادت میں مشغول ہو گئے اور بقیہ دن بھر کی تھکن کی وجہ سے بستر استراحت پر گئے۔اسلامی لشکر کے کیمپ کی نگہبانی کی ذمہ داری حضرت ابوعبیدہ نے اپنے سر لی اور وہ رات کے وقت چند مجاہدوں کے ہمراہ کیمپ کے ارد گرد گشت کرتے رہے۔کچھ رات گزرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کے کیمپ کے گرد دو گھوڑے سواروں کو دیکھا۔حضرت ابوعبیدہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کی طرف لپکے، جب ان کے درمیان تھوڑا فاصلہ رہ گیا تو زور سے پکارا'' لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ''۔ان دونوں سواروں نے بلند آواز سے جواب دیا'' مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ''(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔حضرت ابوعبیدہ یہ جواب سن کر ان

کے قریب گئے تو معلوم ہوا کہ وہ دوسوار حضرت زبیر بن العوام اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق ہیں حضرت ابوعبیدہ کو بہت تعجب ہوا اور فرمایا اے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی! آپ اس وقت یہاں کیا کرر ہے ہیں؟ حضرت زبیر نے فرمایا کہ میں اپنے خیمہ میں تھا کہ مجھ سے میری زوجہ اسماء نے کہا کہ آج اسلامی لشکر نے دن بھر بہت مشقت اٹھائی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آج کی رات مجاہدین گہری نیند سو جائیں اور کوئی نگرانی پر مامور نہ ہو مبادا رات میں دشمن حملہ کردیں لہذا ہم نے ارادہ کیا کہ اسلامی لشکر کی نگہبانی کرنی چاہیئے پس ہم لشکر اسلام کی پاسبانی کی غرض سے گھوم رہے ہیں۔حضرت ابوعبیدہ نے یہ بات سنی تو بہت خوش ہوئے اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ اپنے خیمہ میں جا کر آرام کریں، ہم اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں لیکن حضرت زبیر نہ مانے اور رات بھر اپنی زوجہ کے ہمراہ کیمپ کی نگہبانی میں گشت کرتے رہے۔

جنگ یرموک کا تیرہواں دن

علی الصبح چند مجاہدین حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمہ میں آئے اور اطلاع دی کہ ایک رومی اجنبی شخص آپ سے ملاقات کا متمنی ہے اور کہتا ہے کہ مجھے تمہارے سردار سے، جنگ کے تعلق سے کچھ اہم اور ضروری گفتگو کرنی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس شخص کو یہاں لے آئیں۔حضرت ابوعبیدہ نے اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ اس رومی کو حضرت ابوعبیدہ کے پاس لایا گیا۔وہ رومی شخص حمص شہر کا باشندہ تھا اور اس کا نام ''ابوالجعید'' تھا۔

حضرت ابوعبیدہ نے ابوالجعید سے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ ابوالجعید نے جواب دیا میں رومیوں سے انتقام لینا چاہتا ہوں اور ایک ایسی ترکیب بتاؤں گا کہ ہزاروں رومی لشکر کے سپاہی ایک ساتھ ہلاک ہو جائیں گے۔ابوالجعید نے مزید کہا کہ یرموک میں رومی لشکر کی تعداد بہت کثیر ہے، گزشتہ کل کی طرح تم روزانہ رومیوں کو قتل کرتے رہو گے تو بھی طویل مدت تک رومی لشکر ختم نہ ہوگا۔تم ان کو قتل کرتے کرتے تھک جاؤ گے پھر بھی ان کا لشکر ختم نہ ہوگا۔لیکن میری بتائی ہوئی ترکیب سے ان کے لشکر کا بہت بڑا حصہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔حضرت ابوعبیدہ نے ابوالجعید سے دریافت فرمایا کہ تم رومی ہو کر بھی رومی لشکر کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہو؟ ابوالجعید نے کہا کہ رومی لشکر نے میرے ساتھ بڑا ظلم وستم کیا ہے اور میری دنیا اُجاڑ ی ہے۔میری خوشیوں کا چمن لوٹا ہے،اس لئے میرے دل میں بدلے کی آگ بھڑک رہی ہے اور جب تک میں ان سے انتقام نہیں لوں گا مجھے سکون حاصل نہیں ہوگا۔رومیوں نے میرے ساتھ جو زیادتی کی ہے اس کی داستان بہت دردناک ہے۔

⊙ ابوالجعید پر رومی لشکر کے ظلم وستم کی داستان

اگر چہ ابوالجعید شہر حمص کا رہنے والا تھا لیکن اس نے شہر میں رہنے کے بجائے وہاں سے کچھ فاصلہ پر ایک سرسبز وشاداب اور پر فضا مقام میں سکونت اختیار کر رکھی تھی۔اس علاقہ میں

اس نے اپنا کھیت خریدا تھا اور کھیت میں ہی اس نے رہائش کے لئے عمدہ مکان تعمیر کیا تھا۔اس
کے کھیت میں پھلدار درخت، پھول اور باغات وغیرہ کثرت سے تھے۔لہلہاتے باغوں کے
درمیان روح افزا آب وہوا اور خوشگوار ماحول میں وہ اپنے قبیلہ کے ساتھ رہتا تھا۔اس کا
کھیت بھی بہت ہی وسیع تھا۔اس کا کھیت حمص سے یرموک کی طرف جانے والی شاہراہ پر واقع
تھا۔

ہرقل بادشاہ کی منادی پر ملک شام کے تمام لشکر جب یرموک جا رہے تھے تو ایک لشکر
راہ میں ابوالجعید کے کھیت کے قریب سے گزرا۔شام کا وقت تھا۔ابوالجعید اپنے کھیت سے
مزدوروں کے ساتھ شاہراہ پر آیا اور رومی لشکر کا بہت ہی شاندار استقبال کیا اور لشکر کے
سرداروں سے کہا کہ آج رات کا کھانا میرے یہاں کھائیں اور بحیثیت مہمان میرے کھیت
پر ٹھہریں اور مجھ کو مہمان نوازی کا موقع دیں صبح آپ کو بخوشی رخصت کردوں گا۔رومی لشکر کئی
دن کی مسافت طے کرنے کے باعث تھک چکا تھا اور ان کو آرام کی خواہش تھی،ابوالجعید نے
جب بہت اصرار کیا تو رومی لشکر ابوالجعید کے کھیت سے متصل وسیع میدان میں ٹھہر گیا۔
ابوالجعید نے بہترین کھانے،میوے،پھل اور دیگر اشیاء خورد ونوش سے عمدہ ضیافت کی اور
خاطرداری ومہماں نوازی کا پورا حق ادا کیا۔ابوالجعید کی بیوی نہایت ہی حسین وجمیل اور
جوان تھی۔رنگ وروپ میں حسن کی پری معلوم ہوتی تھی۔وہ بھی اپنے شوہر کا ہاتھ بٹاتے
ہوئے مہمانوں کی خاطر، تواضع کرنے میں لگی تھی رومی لشکر کے سردار ابوالجعید کی بیوی کا حسن
وجمال دیکھ کر فریفتہ ہوگئے اور دل ہی دل میں اس کو حاصل کرنے کے منصوبے بنانے
لگے۔رومی لشکر کے تمام سرداروں کی آنکھ میں ابوالجعید کی بیوی سما گئی تھی اور وہ اس کو اپنی
ہوس کا شکار بنانے کے درپے ہوگئے۔

سرداروں کے خیمے ابوالجعید کے مکان سے قریب نصب تھے۔آدھی شب میں رومی
سرداروں نے آدمی بھیج کر ابوالجعید کو خیمہ میں بلایا۔ابوالجعید فوراً آیا اور مہمانوں سے کہا کہ کوئی
خدمت ہو تو حکم فرمائیں۔لشکر کے سرداروں نے کہا کہ اپنی بیوی کو ہماری دل لگی کرنے
بھیجو۔تمہاری مہمان نوازی سے ہم بہت خوش ہیں۔تم نے ہماری بہت ہی خاطر تواضع کی ہے

صرف ایک کمی رہ گئی ہے لہذا وہ بھی پوری کردو۔آج کی رات اپنی بیوی کو ہمارے بستر گرمانے
کے لئے بھیج دو۔رومی سرداروں کی فرمائش سن کر ابوالجعید چونک گیا اور اس نے شریفانہ انداز
میں صاف انکار کردیا لیکن رومی سردار شراب کے نشے میں شباب کے بیحد خواستگار تھے،انہوں
نے اصرار جاری رکھا تو ابوالجعید شریفانہ انداز چھوڑ کر تند لہجہ میں گفتگو پر اُتر آیا اور بات بڑھتی
ہوئی تو تو،مَیں مَیں سے تجاوز کرکے فحش کلامی اور گالی گلوج تک پہنچ گئی۔ابوالجعید نے ان کو
سات پشتوں کی کھری کھری سنا کر اپنے مکان واپس لوٹ گیا۔لیکن شراب کے نشے میں
دھت رومی لشکر کے سرداروں کے سروں پر شہوت کا شیطان سوار تھا۔وہ چند سپاہیوں کو لے کر ز
بردستی ابوالجعید کے مکان میں گھس گئے ابوالجعید کو سپاہیوں کے حوالے کرکے حکم دیا کہ اس کو
باہر مت نکلنے دینا اور یہیں روک رکھنا۔پھر وہ ابوالجعید کی بیوی کو جبراً اٹھا کر اپنے خیمہ میں
لائے۔رات بھر تمام رومی سرداروں نے ابوالجعید کی بیوی کی اجتماعی آبروریزی کی۔

ابوالجعید کی بیوی تڑپتی اور چیختی تھی،لیکن اس کے ساتھ جنسی ظلم وزیادتی کا سلسلہ صبح تک
جاری رہا۔اپنی بیوی کی گاہے گاہے درد بھری فریاد سن کر ابوالجعید تڑپ اٹھتا تھا اور اپنی بیوی کو
درندوں کے پنجوں سے چھڑانے کے لئے بے چین وبیقرار ہوجاتا تھا لیکن وہ مجبور تھا رومی
سپاہیوں نے اسے دبوچ رکھا تھا۔وہ تن تنہا کر بھی کیا سکتا تھا؟ پھر بھی موقع پا کر اس نے رومی
سپاہیوں کے ہاتھوں سے بھاگنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ابوالجعید کی اس حرکت سے رومی
سپاہی خشمناک ہوئے اور ابوالجعید کا کمسن لڑکا وہیں موجود تھا۔غصہ میں اس کا سرکاٹ ڈالا۔اپنی
نظر کے سامنے اپنے اکلوتے لخت جگر کو بے رحمی سے قتل ہوتا دیکھ کر ابوالجعید بے ہوش
ہوگیا۔جب ہوش آیا تو صبح ہوچکی تھی۔کمرہ خالی تھا۔ابوالجعید اور اس کا مقتول بیٹا پڑا ہوا
تھا۔ابوالجعید اپنے لخت جگر کی لاش سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

سرداروں نے صبح تک ابوالجعید کی بیوی کا نازک جسم جی بھر کر روندا۔جب صبح نمودار ہوگئی
اور اجالا پھیلنے کو ہوا تب اس بیچاری کو رہائی ملی۔لڑکھڑاتی،گھسٹتی ہوئی بڑی مشکل سے اپنے مکان
میں آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کا نور چشم فرش پر مردہ پڑا ہوا ہے اور اس کا شوہر پاگلوں کی طرح
دیوار پر سر پٹک پٹک کر واویلا مچا رہا ہے۔ابوالجعید کی بیوی کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔اس

کا کلیجا منھ کو آ گیا۔ اپنے گھر میں یہ ہولناک منظر دیکھ کر اس پر تھر تھراہٹ طاری ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے لئے وہ اپنا درد دکھ بھول گئی اور اپنے لخت جگر کے فراق اور اپنے شوہر کی خستہ حالت دیکھ کر غم کے دریا میں غرق ہوگئی۔ اس نے دیکھا کہ رومی لشکر کوچ کر رہا ہے۔ اسے کیا سوجھی کہ اس نے اپنے بیٹے کا کٹا ہوا سر اٹھایا اور رومی لشکر کے سرداروں کے سامنے کھڑی ہوگئی اور پکار پکار کر کہنے لگی کہ اے ظالمو! تم نے میرے ساتھ جو کیا سو کیا لیکن اس چھوٹے بچے نے تمہارا کیا بگاڑا تھا کہ تم نے بے رحمی اور بے دردی سے اس کو قتل کر دیا۔ رومی لشکر اس وقت یرموک کی جانب کوچ کرنے کی تیاری میں مصروف تھا اور ایک عجیب شور وغل بلند ہو رہا تھا لہذا ابوالجعید کی آہ و بکا جس طرح نقار خانہ میں طوطی کی آواز دب کر رہ جاتی ہے اسی طرح دب کر رہ گئی۔ کسی بھی رومی سردار کو نظر التفات کرنے کی فرصت نہ تھی اور نہ ہی انھوں نے اسے ضروری جانا بلکہ طوطا چشمی کرتے ہوئے مطلب کی گھات چل دیئے۔

ابوالجعید کی بیوی نے رومی لشکر کے سرداروں کو سنگ دلی سے منھ پھیر کر جاتے دیکھا تو چیخ کر کہا کہ ''قسم خدا کی! تم کو تمہارے ظلم کا بدلہ ملے گا۔ عرب تم پر غالب آ جائیں گے اور تم کو ہلاک کر دیں گے''۔ یہ جملہ مسلسل کہتی تھی اور دل کی گہرائی سے ان کے حق میں بددعا کرتی تھی۔ جب تک رومی لشکر نظروں سے اوجھل نہ ہوا یہ روتی پیٹتی رہی اور بددعا دیتی رہی یہاں تک کہ اس پر غشی طاری ہوگئی۔ ابوالجعید اور اس کی بیوی پر ظلم و ستم ڈھانے والے رومی سرداروں میں بطریق نسطور بھی شامل تھا۔ جس کو کل حضرت خالد نے قتل کیا تھا۔

مذکورہ واقعہ کو چند دن ہی گزرے تھے کہ ابوالجعید کی بیوی کی عصمت دری کرنے والے رومی سرداروں میں سے بہت سے مقام یرموک میں مجاہدوں کی تلواروں سے ہلاک ہوگئے۔ بطریق نسطور بھی حضرت خالد بن ولید کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کے قتل ہونے کے دوسرے دن ہی ابوالجعید اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا لیکن ابھی تک اس کے دل میں انتقام کی آگ شعلہ زن تھی۔ ابوالجعید نے حضرت ابوعبیدہ سے درخواست کی کہ مجھ کو ہمیشہ کے لئے مع اہل وعیال امان دی جائے اور مجھ سے کبھی بھی جزیہ نہ لیا جائے اور اس عہد و پیمان کی مجھے تحریری دستاویز دی جائے تو میں رومی لشکر کو کلیتہ

ہلاک کرنے کی تدبیر عمل میں لاؤں۔ حضرت ابوعبیدہ نے اس کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا، امان دینے اور جزیہ دائمی طور پر نہ لینے کی دستاویز لکھ دی۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے ابوالجعید سے دریافت کیا کہ تمہاری اسکیم کیا ہے؟

ابوالجعید کا فریب دے کر رومی لشکر کو ندی میں غرق کرنا

ابوالجعید نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ اے سردار! رومی لشکر کے تھوڑے ہی فاصلہ پر فوج کا دوسرا کیمپ واقع ہے اور میں اس میں اہم رکن کی حیثیت سے شامل ہوں رومی اور اسلامی لشکر کے کیمپوں کے درمیان ''یاقوصہ'' نام کی ندی حائل ہے۔ یہ ندی بہت ہی گہری اور تیز بہنے والی ہے۔ رومی لشکر کے کیمپ کے آگے اس ندی کا موڑ اس طرح واقع ہے کہ وہ آپ کے لشکر کے کیمپ کے درمیان حائل ہوتی ہے اور اس حقیقت سے تمام رومی بے خبر اور غافل ہیں لہذا آپ میرے ساتھ پانچ سو مجاہدوں کو شام کے وقت بھیج دیجئے جن کو میں رومی لشکر کے کیمپوں کے قریب واقع گھنی جھاڑی میں چھپا دوں پھر میں لشکر کے کیمپ میں چلا جاؤں اور ان سے یہ کہوں کہ اسلامی لشکر رات میں فرار ہونے والا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ رات میں مسلمانوں کا لشکر ہم پر حملہ کر دے۔ اس طرح جھوٹی خبریں دے کر میں ان کو ورغلاؤں گا۔ جب رات کی تاریکی پھیل جائے اور گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جائے تب آپ اپنے کیمپ میں ہزاروں مشعلیں روشن کرنا۔ مشعلیں روشن ہوتے ہی میں رومی لشکر سے کہوں گا کہ دیکھو مسلمان بھاگنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ پھر تھوڑے وقفہ کے بعد جھاڑی میں چھپے ہوئے پانچ سو مسلح سوار رومی کیمپ پر حملہ کر دیں۔ تھوڑی دیر وہ لڑیں اور پھر دفعتہً ہزیمت اٹھا کر بھاگیں لیکن تمام کے تمام اسی سمت بھاگیں جدھر مشعلیں جلتی دکھائی دیں۔ تھوڑا فاصلہ سیدھی لائن میں بھاگ کر طے کریں اور پھر بائیں ہاتھ کی جانب مڑ جائیں وہاں پر درختوں کی جھاڑی ہے اس میں پوشیدہ ہو جائیں۔ میں رومی لشکر کو سامنے کی سمت تعاقب کرنے کے لئے تیز رفتاری سے گھوڑے دوڑانے کی ترغیب دوں گا۔ رات کا اندھیرا اور دور سے ہزاروں جلتی مشعلیں دیکھنے کی وجہ سے ان کو بیچ میں حائل یاقوصہ ندی نظر نہ آئے گی اور وہ تمام ندی میں

گر جائیں گے۔ علاوہ ازیں وہ جہاں سے ندی میں گریں گے وہ جگہ کافی بلند ہے اور ندی گہری سطح زمین پر بہتی ہے لہذا بلندی سے گھوڑے سمیت گرنے کی وجہ سے ان کو شدید چوٹیں آئیں گی اور وہ پانی میں تیرنے کے بھی قابل نہ رہیں گے اور گہری ندی میں غرق ہو کر ہلاک ہو جائیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ نے ابوالجعید کی تجویز کو پسند فرمایا اور شام کے وقت اس کے ساتھ پانچ سو شجاع شہسواروں کو روانہ کیا۔ ابوالجعید کے ساتھ جو پانچ سو مجاہد گئے تھے ان میں حضرت ضرار بن ازور (۲) حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر (۳) حضرت عیاض بن غنم بن طارق ہلالی (۴) حضرت رافع بن عمیرہ طائی (۵) حضرت عبداللہ بن قرط (۶) حضرت عبداللہ بن یاسر (۷) حضرت عبداللہ بن اوس (۸) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب (۹) حضرت غانم بن عبداللہ لیثی وغیرہ روساء لشکر اسلام شامل تھے۔ ان پانچ سو مجاہدوں کو ابوالجعید درمیان سے جانے والے خفیہ راستہ سے لے گیا اور رومی لشکر کے کیمپ نمبر۲ کے قریب واقع گھنے درختوں کی جھاڑی میں چھپا دیا۔ پھر ابوالجعید رومی لشکر کے کیمپ نمبر۲ میں آیا اور لشکر کے سرداروں سے کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ مسلمانوں کا لشکر نصف شب کے وقت بھاگ نکلنے والا ہے اور ایک خبر یہ بھی ہے کہ رات کے وقت وہ ہم پر حملہ کرنے والے ہیں۔ اس طرح ابوالجعید نے رومی لشکر کو اُکسایا اور مشتعل کر دیا۔

جب رات کی تاریکی بالکل پھیل گئی تو حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کو حکم دیا کہ لشکر میں جتنی زیادہ ہو سکے مشعلیں روشن کر دو، چنانچہ سب مجاہد مشعلیں روشن کرنے میں لگ گئے اور تھوڑی دیر میں ہی تقریباً دس ہزار مشعلیں جل اُٹھیں۔ ایک ساتھ اتنی کثیر تعداد میں مشعلیں روشن ہونے کی وجہ سے دور تک اس کی روشنی نظر آنے لگی۔ رومی لشکر کے کیمپ کے قریب جھاڑی میں چھپے ہوئے مجاہدوں نے اسلامی لشکر کے کیمپ میں مشعلیں روشن ہوتی ہوئی دیکھیں تو پلان کے مطابق وہ جھاڑی سے نکلے اور رومی لشکر کے کیمپ پر حملہ کر دیا۔ حالانکہ ان کو اندیشہ تھا کہ رات میں مسلمان حملہ کریں گے مگر پھر بھی شراب کے نشے میں دھت ہو کر

پڑے تھے۔ اور اکثر ان میں سے گہری نیند میں پڑے ہوئے تھے۔ مجاہدوں کا حملہ تو صرف ایک گرداوہ تھا۔ اس بہانے وہ رومی لشکر کو مشتعل کرنا چاہتے تھے۔ مجاہدوں نے حملہ کیا اور رومی اپنے ہتھیاروں اور گھوڑوں کی طرف دوڑیں اتنی دیر میں تو وہ بھاگ گئے اور رومیوں کو ایسا محسوس ہوا کہ وہ ہزیمت اٹھا کر بھاگ گئے لہذا وہ کیمپ کے کنارے رُک گئے لیکن ابوالجعید نے پکار کر کہا کہ دیکھو! مسلمانوں کے لشکر میں ایک ساتھ ہزاروں مشعلیں روشن ہوئی ہیں اور وہ لوگ بھاگنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ میری دونوں اطلاع صحیح ہیں۔ حملہ کرنے کی اطلاع آئی تھی سو حملہ ہوا لیکن ہمارے ڈر سے وہ بھاگ گئے۔ لہذا اسلامی لشکر کے کوچ کر جانے کی جو اطلاع ملی ہے وہ بھی صحیح ہے۔ وہ لوگ بھاگ رہے ہیں ورنہ اس وقت آدھی شب گزرنے کے بعد اتنی مشعلیں روشن کرنے کا کیا مطلب ہے؟ لہذا میری رائے یہ ہے کہ ہم حملہ کر کے بھاگ جانے والوں کے تعاقب میں تیز رفتاری سے جائیں اور ان کو راہ ہی میں پالیں اور ختم کر دیں اور پھر اسلامی لشکر کے کیمپ پر دھاوا بول دیں۔ وہ لوگ کوچ کرنے کی تیاری میں مصروف ہوں گے اور ہمارے اچانک حملہ سے غافل اور بے خبر ہوں گے لہذا وہ بے ترتیب اور بلا ہتھیار ہوں گے اور ہم ان پر دفعۃً جا پڑیں گے اور ان کا صفایا کر دیں گے۔

ابوالجعید نے یہ بات ایسے جوشیلے انداز میں کہی تھی کہ رومی لشکر کو جوش آ گیا اور تمام لشکر گھوڑوں پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ حملہ کر کے بھاگنے والے مجاہدین اور ان کے تعاقب کے لئے روانہ ہونے والے رومی لشکر کے درمیان اتنے وقت کا ابوالجعید نے وقفہ کر دیا تھا کہ بھاگنے والے مجاہدین بہت آگے نکل گئے۔ مجاہدین برق رفتاری سے کچھ فاصلہ تک اسلامی لشکر کے کیمپ کی سمت بھاگے اور پھر بائیں طرف مڑ گئے اور وہاں پر واقع درختوں کی جھاڑی میں چھپ گئے۔ رومی لشکر کے سپاہی اس گمان میں تھے کہ مجاہدین سامنے کی جانب بھاگ رہے ہیں لہذا تعاقب کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کی رفتار تیز سے تیز تر کرتے جا رہے تھے۔ ابوالجعید بھی

ان کے ساتھ تھوڑے فاصلہ تک گیا اور پھر ٹھہر گیا اور ایک کنارے کھڑا ہو کر اپنے پیچھے سے آنے والوں کو پکار پکار کر کہنے لگا کہ اے بہادر سپاہیوں! مسلمان اپنے کیمپ کی طرف بھاگے جارہے ہیں۔ اپنے گھوڑوں کی رفتار تیز کرو اور ان کو پکڑ کر ختم کردو۔ ابوالجعید نے اس طرح ترغیب دے دے کر تمام سواروں کو اندھا دُھند گھوڑے دوڑانے پر مستعد کر دیا۔ رومی سپاہی اپنے گھوڑے کو ایڑی مار کر رفتار کی تیزی بڑھا رہے تھے۔

تمام رومی سپاہی اندھیرے میں بے تحاشا گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ دور سے اسلامی لشکر کے کیمپ میں ہزاروں مشعلیں جلتی دکھائی دیتی تھیں۔ اس کی سمت نظر جما کر آگے بڑھ رہے تھے۔ آگے کا راستہ بالکل نظر نہیں آتا تھا۔ صرف مشعلیں نظر آتی تھیں۔ اور اب یاقوصہ ندی قریب آگئی لیکن کسی کو وہم وگمان نہیں تھا کہ درمیان میں خطرناک ندی حائل ہے۔ سب یہی سمجھتے تھے کہ اسلامی لشکر کے کیمپ تک چٹیل میدان اور سپاٹ سطح زمین ہے کہ اچانک صف اوّل کے تمام گھوڑے سواروں سمیت بلندی سے ندی میں گرے۔ ان پر دوسری صف والے گرے۔ دوسری صف پر تیسری صف والے گرے۔ الغرض ہر صف پر اس کے پیچھے کی صف گرتی تھی اور اگلی صف والے دب کر ندی میں غرق ہو کر ہلاک ہوتے جاتے تھے۔ پیچھے سے آنے والے کو کوئی خبر نہ تھی کہ آگے کیا ہو رہا ہے۔ ہر رومی سپاہی جلد از جلد اسلامی کیمپ تک پہنچ کر حملہ کرنے کے ارادے سے تیز رفتاری سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آتا تھا اور ندی میں گر کر اپنے آگے والوں پر گھوڑے سمیت جا پڑتا تھا اور اس پر اس کے پیچھے والے آپڑتے تھے چنانچہ وہ اپنے آگے والوں کو ہلاک کر دیتا تھا اور اس کو اس کے پیچھے والا ہلاک کر دیتا تھا۔

رات بھر رومی سپاہیوں کا مع اپنی سواری ''یاقوصہ'' ندی میں گرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ ندی کا پانی بہت ہی گہرا تھا اور پانی کا بہاؤ بھی اتنا تیز تھا کہ جو بھی اس میں گرتا تھا ندی کا پانی اس کو بہالے جاتا تھا۔ قارئین کرام کی ضیافتِ طبع کی خاطر ذیل میں جو نقشہ درج ہے اس

کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ابوالجعید نے کس طرح رومی لشکر کو چکما دے کر غرق دریا کر دیا:
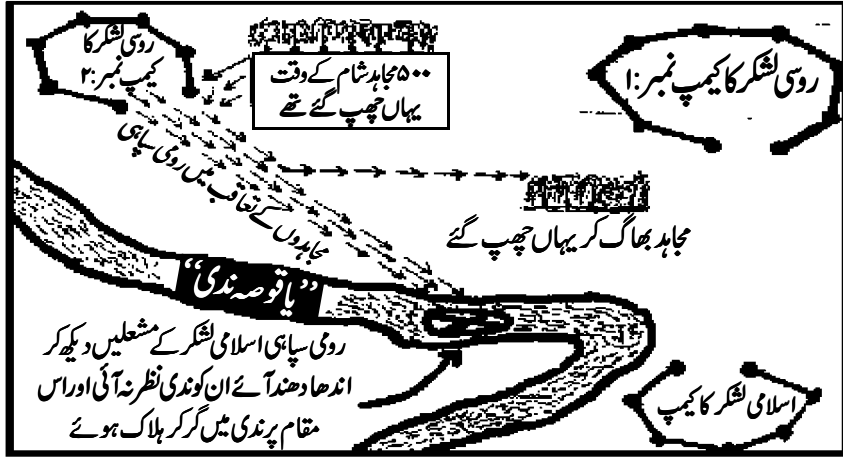
جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ یاقوصہ ندی رومی لشکر کے سپاہیوں اور گھوڑوں کی لاشوں سے لبریز ہے بلکہ یاقوصہ ندی کے دونوں کناروں پر میلوں تک لاشیں ہی لاشیں بکھری پڑی تھیں اور ہر طرف چیل، کوے اور گدھ و دیگر مردہ خور پرندے اور درندے لاشوں پر منڈلا کر ضیافت اُڑا رہے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ کون شخص تھا جس نے ہم کو پکار کر عربوں کا تعاقب کرنے پر اُبھارا تھا؟ جواب ملا کہ وہی ابوالجعید تھا جس کی بیوی کی رومی لشکر کے سرداروں نے عصمت دری کی تھی اور اس کے اکلوتے بیٹے کو بے رحمی سے قتل کیا تھا۔ اسی نے اپنے اوپر ہوئے ظلم وستم کا تمہارے ساتھ مکر وفریب کر کے اچھی طرح بدلہ لے لیا۔ رومیوں نے ابوالجعید کی تلاش شروع کی تا کہ اس کو قتل کر دیں لیکن ابوالجعید تو اپنا مقصد انتقام پورا کر کے صبح ہونے سے پہلے ہی رفو چکر ہو گیا تھا۔

❁......❁......❁

جنگ یرموک کا چودہواں دن اور اسلامی لشکر کی فتح عظیم

صبح رومی لشکر کے سپہ سالار اعظم باہان ارمنی کو رات کے حادثہ کی اطلاع ملی تو اس کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور مایوس ہوکر کہا کہ میرا گمان ہے کہ صلیب ہماری مدد نہیں کرتی اور عنقریب عرب ہم پر غالب آجائیں گے۔ باہان کو اب اپنی جان کی فکر دامنگیر تھی لہذا اس نے رومی لشکر کے سردار اور ہرقل بادشاہ کے بھانجے قوریر کو مشورہ کے لئے اپنے خیمہ میں بلایا۔ قوریر سے باہان نے رات کے حادثہ کا ذکر کیا اور اس کی وجہ دریافت کی تو قوریر نے باہان سے کہا کہ ہمارے لشکر کے سردار نے ابوالجعید پر جو ظلم وستم کیا تھا اس کا انتقام لینے کی غرض سے اس نے سازش کر کے ہمارے ہزاروں شہسواروں کو ہلاک کر دیا ہے۔ باہان نے کہا کہ لوگوں کو اس وقت بھی عیاشی کی سوجھتی ہے جب کہ ہماری بقا اور فنا کا سوال ہے۔ ہم اپنی ان بدکاریوں کی وجہ سے ہی ذلت وشکست سے دوچار ہوتے ہیں۔ مجھے اب فتحیابی کی کوئی اُمید نہیں ہے۔ یہ عرب ہم پر ضرور غالب آجائیں گے۔ اگر ہم ان پر سب مل کر ایک ساتھ حملہ کریں گے تب بھی ہم کو غلبہ حاصل نہیں ہوگا بلکہ ہمارے پورے لشکر کا صفایا ہوجائے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم جنگ موقوف کر دیں اور عربوں سے صلح کرلیں ورنہ میری اور تمہاری جان بھی خطرہ میں ہے۔ میں نے تم کو یہاں اس لئے بلایا ہے کہ تم ہرقل بادشاہ کے بھانجے اور ان کے معتمد ہو۔ لہذا میں صلح کا قدم اُٹھانے سے پہلے تمہاری رائے جان لوں تا کہ کل ہرقل بادشاہ کا مجھ پر عتاب نہ ہو۔ قوریر نے کہا کہ تم جو مناسب سمجھو کرو، میں تمہارے ہر فیصلہ سے متفق ہوں۔ باہان نے کہا کہ ہم چند دنوں کے لئے جنگ موقوف کر دیں اور کوئی ایسی تدبیر سوچیں کہ ہماری جانیں بچ سکیں۔

باہان نے قوم لخم کے ایک نصرانی عرب کو حضرت ابوعبیدہ کے پاس بطور ایلچی بھیجا۔

باہان کے ایلچی نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ گذشتہ شب جو حادثہ ہوا ہے اس کی وجہ سے ہمارے ہزاروں سپاہی ہلاک ہوگئے ہیں اور ان کی لاشیں میلوں میں متفرق پڑی ہوئی ہیں۔ ان کی تجہیز وتکفین کا ہمارے لئے بہت بڑا مسئلہ کھڑا ہوگیا ہے لہذا ہمارے لشکر کے سردار آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر آج جنگ موقوف رکھی جائے تو ہم اپنے مردوں کو اول منزل پہنچانے کا کام انجام دے دیں۔ گزشتہ کل دن بھر جنگ کرنے کی وجہ سے تمام مجاہد بھی کافی تھک چکے تھے اور ان کو بھی آرام کی سخت ضرورت تھی لہذا حضرت ابوعبیدہ باہان کی درخواست منظور فرمانے کا ارادہ کرتے تھے لیکن حضرت خالد بن ولید نے منع کرتے ہوئے کہا کہ اے سردار! ان کی درخواست رد فرما دیں کیونکہ جنگ موقوف کرنا ہمارے حق میں بہتر نہیں۔ اس وقت رومیوں کے حوصلے پست ہیں اور ہمارے لشکر کے مجاہدوں میں نیا جوش وخروش پیدا ہوگیا ہے لہذا جنگ موقوف کرنے میں ہمارا نقصان اور رومیوں کا فائدہ ہے لہذا میری آپ سے مؤدبانہ عرض ہے کہ جنگ موقوف کرنے کی درخواست نامنظور فرمائیں۔
حضرت ابوعبیدہ نے باہان کے قاصد سے فرمایا کہ باہان سے کہنا کہ ہم تمہاری درخواست پر جنگ موقوف نہیں کرسکتے۔ ہم کو اور بہت سارے کام ہیں مزید تاخیر کرنا ہمارے لئے مناسب نہیں۔ ہم تھوڑی دیر بعد معرکۂ جنگ میں آتے ہیں، باہان سے کہنا کہ وہ بھی اپنا لشکر جلد میدان میں بھیجے۔

باہان کا ایلچی خائب و خاسر اپنا سا منھ لے کر باہان کے پاس لوٹا اور کہا مسلمانوں کا لشکر میدان جنگ کی طرف روانہ ہورہا ہے۔ باہان نے کہا کہ آج میں بذات خود معرکۂ جنگ میں جاؤں گا۔ چنانچہ اس نے رومی لشکر کو میدان کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا۔ باہان نے رومی لشکر کے تمام سردار، بطریق، راہب وغیرہ کو اپنے ساتھ لیا اور بڑے کروفر کے ساتھ میدان میں آیا۔ نصرانی پادری کا ایک گروہ انجیلیں اُٹھائے اس کے اردگرد تھا۔ صلیب کو نمایاں طور پر بلند کیا گیا تھا اور انجیل کی آیتیں پڑھتے اور دھونی دیتے ہوئے اس کی کامیابی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ میدان میں آتے ہی باہان نے اپنے لشکر کو صف بستہ کر کے مرتب کیا۔
حضرت ابوعبیدہ بھی اسلامی لشکر کو لے کر میدان میں آگئے۔ انھوں نے اور حضرت

خالد نے بہت ہی سرعت سے لشکر کی صف بندی اور ترتیب کا کام انجام دیا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد صفوں کے درمیان گشت کرتے تھے اور جہاد کی فضیلت بیان کر کے مجاہدوں کو ترغیب دیتے تھے۔

⊙ رومی سردار جرجیر اور حضرت ابوعبیدہ کے درمیان جنگ

رومی لشکر کی جانب سے باہان نے سردار جرجیر کو میدان میں اُتارا۔ جرجیر ملک شام کے بادشاہوں میں سے تھا لہذا وہ شاہانہ شان وشوکت سے میدان میں آیا۔ میدان میں آ کر اس نے بلند آواز سے کہا کہ میرے مقابلہ میں تمہارے سردار کے علاوہ کوئی نہ آئے۔ میں تمہارے سردار کو مقابلہ کے لئے طلب کرتا ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ نے جرجیر کی مبارزت طلبی سماعت فرمائی تو ان کے ہاتھ میں جونشان تھا وہ حضرت خالد کے سپرد کیا اور فرمایا کہ اے ابوسلیمان! اگر میں اس لڑائی سے زندہ واپس آیا تو تم سے علم واپس لے لوں گا اور اگر شہید ہو جاؤں تو تم سرداری کے متکفل رہنا کیونکہ تم ہی سرداری کے مستحق ہو۔ حضرت خالد نے کہا کہ اے سردار! آپ زحمت مت اٹھاؤ اور مجھ کو اس گبر کے مقابلہ کے لئے جانے کی اجازت عطا فرماؤ۔ حضرت ابوعبیدہ ضعیف العمر بزرگ شخص تھے۔ علاوہ ازیں شب میں کثرت سے عبادت وریاضت اور دن میں روزہ رکھنے کی وجہ سے بہت ہی نحیف جسم تھے۔ اور ان کے مقابل جرجیر کا جسم قوی اور بھاری بھرکم تھا لہذا حضرت خالد اور تمام مسلمانوں نے حضرت ابوعبیدہ کو مقابلہ کے لئے جانے سے روکا اور بہت ہی منت سماجت کر کے اپنا ارادہ ترک کر دینے کی گزارش کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ دشمن مجھ کو طلب کر رہا ہے اور میں نہ جاؤں یہ کتنی شرم کی بات ہے۔ آج اگر میں اس کے مقابلہ کے لئے نہ نکلا تو یہ امر لشکر اسلام کے لئے باعث ننگ وعار ہے۔ اے ابوسلیمان! تم ہمیشہ شہادت کی تمنا کرتے ہو تو میں اس رتبہ کو کیوں نہ چاہوں؟ لہذا مجھے مت روکو اور جانے دو۔

حضرت ابوعبیدہ میدان میں آئے اور اپنے گھوڑے کو گرداوا دیا اور جرجیر کے قریب آئے۔ جرجیر نے جب حضرت ابوعبیدہ کا دبلا جسم دیکھا تو حیرت سے پوچھا کہ تم ہی مسلمانوں

کے سردار ہو؟ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ مسلمان مجھے اپنا سردار سمجھتے ہیں حالانکہ میں ان کا بھائی ہوں۔ جرجیر نے کہا کہ میرا گمان تو یہ تھا کہ مسلمانوں کا سردار قوی ہیکل اور قد آور جوان ہوگا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اسلامی لشکر کا سردار تمہارے جیسا بوڑھا شخص ہے تو میں مقابلہ کے لئے سردار کو طلب نہ کرتا۔ لہذا تم واپس لوٹ جاؤ اور کسی جوان کو میرے مقابلہ میں بھیجو۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ ہم جسمانی طاقت کے بل بوتے پر کبھی نہیں لڑتے بلکہ ہمارا دارومدار قوت ایمانی پر ہوتا ہے اور اپنے ایمان کی قوت پر اعتماد کر کے میں تجھے قتل کرنے آیا ہوں اور تیرے بعد باہان کو بھی قتل کروں گا۔ حضرت ابوعبیدہ کا دنداں شکن جواب سن کر جرجیر خشمناک ہوا اور طیش میں آ کر حضرت ابوعبیدہ پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت ابوعبیدہ پہلے سے ہی چوکنا اور محتاط تھے، انھوں نے وار چکا دیا اور بازگشت وار کیا۔ جس کو جرجیر نے سپر پر لے کر بچایا۔ دونوں میں کثرت سے تلوار زنی ہوتی رہی۔ جرجیر نے یہ گمان کیا تھا کہ حضرت ابوعبیدہ زیادہ دیر تک نہیں لڑ سکیں گے اور تھک جائیں گے لیکن حضرت ابوعبیدہ نے ثبات قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شمشیر زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ جرجیر بھی انگشت بدنداں تھا۔ حضرت خالد بن ولید ٹکٹکی باندھ کر حضرت ابوعبیدہ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ ان کے لئے بیحد فکرمند اور پریشان تھے اور ان کی حفاظت وسلامتی کی دعا مانگتے تھے بلکہ تمام مجاہدین اپنے محترم ومعزز سردار کے لئے بے چین وبے قرار تھے اور بارگاہ خداوندی میں ان کی نصرت وعافیت کی دعا کرتے تھے۔ دونوں کی لڑائی نے طول پکڑا۔ دونوں لشکر کے لوگ محو حیرت ہو کر دونوں کی جنگی فنکاری دیکھ رہے تھے۔ جرجیر اب لڑتے لڑتے تھک گیا تھا لیکن حضرت ابوعبیدہ کو تھکن کا نام ونشان تک نہ تھا۔ جرجیر نے اب مکروفریب کی راہ اختیار کی اور لڑائی چھوڑ کر رومی لشکر کی طرف بھاگا۔ حضرت ابوعبیدہ نے اس کا تعاقب کیا لیکن تھوڑے فاصلہ تک بھاگنے کے بعد جرجیر نے دفعۃً اپنے گھوڑے کی باگ پھیری اور بجلی کی سرعت سے وہ حضرت ابوعبیدہ کی طرف پلٹا۔ ہاتھ میں تلوار بلند کر کے برق رفتاری سے گھوڑا دوڑاتا ہوا حضرت ابوعبیدہ کی طرف آیا تا کہ تلوار کا وار حضرت ابوعبیدہ کی گردن پر لگے۔ جیسے ہی اس نے قریب آ کر وار کیا حضرت ابوعبیدہ جھک گئے اور جھکنے کی حالت میں وار کرنے میں سبقت لے گئے۔ جرجیر کا وار حضرت ابوعبیدہ کے سر

کے اوپر سے خالی گزرا لیکن حضرت ابوعبیدہ کی تلوار نے جرجیر کو ایک شانہ سے دوسرے شانہ تک کاٹ کر رکھ دیا اور وہ کشتہ ہو کر زمین پر مردہ گرا۔ جرجیر کے قتل ہوتے ہی حضرت ابوعبیدہ نے تکبیر کہی اور مجاہدوں نے اس کا نعرۂ تکبیر سے کوہ شگاف صدا سے جواب دیا۔ حضرت ابوعبیدہ جرجیر کی لاش کے قریب آ کر ٹھہرے اور اس کا بھاری ڈیل ڈول دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ ابھی تک میدان میں تھے اور انتظار کرتے تھے کہ جرجیر کے قتل ہونے پر رومی لشکر سے کوئی مقابلہ میں آئے گا لیکن حضرت خالد بن ولید نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ اے سردار! بتحقیق تم پر جو واجب تھا وہ تم کر چکے۔ خدا کے واسطے واپس اپنی جگہ پلٹو۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر میں واپس آئے۔ تمام مجاہدوں نے نعرۂ تکبیر سے ان کا استقبال کیا اور کامیابی وسلامتی کی مبارک باد پیش کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ پھر حضرت خالد بن ولید کے ہاتھ سے اسلامی لشکر کا علم واپس لیا اور اپنی جگہ آ کر ٹھہرے۔

⊙ بطریق سرجس اور حضرت مالک نخعی کے درمیان لڑائی

رومی لشکر کے سردار جرجیر کا قتل پلک جھپکنے کی دیر میں واقع ہوا تھا۔ باہان کی نظر کے سامنے اس کے لشکر کا اہم رکن مقتول پڑا تھا۔ جرجیر کی موت سے رومی لشکر میں کہرام مچ گیا اور ماتم چھا گیا۔ باہان کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور اس کو اپنی موت کا یقین ہو گیا لہذا اس نے بھاگنے کا ارادہ کیا لیکن پھر خیال کیا کہ اگر میں بھاگ گیا تو رومی لشکر میں انتشار پھیل جائے گا اور تمام سپاہی بھاگ نکلیں گے اور ان کے بھاگ جانے کی ذمہ داری میرے سر عائد ہوگی اور جب ہرقل بادشاہ کو اس معاملہ سے آگہی ہوگی تو وہ مجھے کبھی بھی معاف نہیں کرے گا اور اس کے غضب وعتاب سے میں بچ نہیں سکوں گا۔ علاوہ ازیں پورے ملک شام میں میری ذلت اور رسوائی ہوگی اور میں کہیں بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا، ملک شام کا ہر فرد مجھ پر لعنت ملامت کرے گا لہذا ایسی ذلت کی زندگی جینے سے تو بہتر ہے کہ میں لڑتے لڑتے مر جاؤں۔ لہذا اس نے بذات خود معرکۂ جنگ میں جانے کا عزم کیا۔ اس نے لشکر کے اراکین اور سرداروں کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور سامان جنگ اور پر تکلف لباس سے آراستہ ہو کر

میدان میں جانے کی تیاری کی۔ راہبوں اور بطارقہ نے انجیل کی آیتیں پڑھیں، عمودیہ کا پانی چھڑکا، دھونی دی اور صلیب بلند کر کے اس کے لئے دعائیں کیں، اور باہان روانہ ہو رہا تھا کہ ''سرجس'' نام کا ایک بطریق آیا اور باہان کے گھوڑے کی رکاب تھام لی اور کہا کہ اے بادشاہ! میں جب تک زندہ ہوں آپ کو میدان میں اُترنے کی مشقت نہیں اٹھانے دوں گا۔ سردار جرجیر میرا رشتہ دار تھا۔ اس کی موت کا معاملہ مجھ پر سخت دشوار گزر رہا ہے قسم ہے حق مسیح اور مقدس صلیب کی! اب میدان میں میرے سوا دوسرا کوئی نہیں جائے گا۔ جرجیر کی موت کا بدلہ لے کر ان کے سردار کو قتل کر دوں گا یا پھر میں بھی جرجیر سے جا ملوں گا۔ لہذا مجھے میدان میں جانے کی اجازت مرحمت کی جائے۔

سرجس کا ولولہ اور جذبۂ انتقام دیکھ کر باہان نے اسے میدان میں جانے کی اجازت دے دی۔ نصرانی پادریوں نے اسے کنیسہ کی دھونی دی، راہبوں نے انجیل کی آیتیں پڑھ کر اس پر دم کیا۔ ایک راہب نے اپنی گردن میں لٹکی ہوئی صلیب نکالی اور کہا کہ یہ صلیب حضرت مسیح کے زمانہ سے راہبوں کی وراثت میں چلی آئی ہے۔ اس صلیب کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس سے مدد طلب کرنا یہ ضرور تمہاری مدد کرے گی۔ سرجس نے راہب کے ہاتھ سے صلیب لے کر چوما اور اپنے گلے میں ڈال لی اور میدان کی طرف روانہ ہوا۔ سرجس طویل جسامت کا نہایت فربہ اور صحتمند تھا۔ سرجس کے جسم کی ہیئت ایسی ڈراؤنی تھی کہ دیکھنے والے پر خوف طاری ہو جائے۔ اس نے لوہے کی جو زرہ پہنی تھی وہ اتنی وزنی تھی کہ ایک آدمی اسے بڑی مشکل سے اُٹھا سکے۔ سرجس نے میدان میں آ کر اپنے گھوڑے کو گردا وادیا اور تکبر وغرور کے لہجہ میں مقابل طلب کرنے لگا۔ سرجس فصیح عربی میں گفتگو کرتا تھا پس مجاہدوں کو یہ گمان ہوا کہ یہ کوئی نصرانی عرب ہے۔ سرجس غرور کے نشہ میں بہت ہی گستاخانہ انداز میں کلام کرتا تھا اور مقابل طلب کرتے ہوئے کہتا تھا کہ جو شخص اپنی زندگی سے تنگ آ گیا ہو، وہی میرے مقابلے کو نکلے تا کہ میں اسے موت کی آغوش میں بھیج دوں۔ حضرت ضرار نے جب اس کی یہ بات سنی تو غضبناک ہو کر مثل شعلہ میدان میں آئے۔ حضرت ضرار نے بھی اپنے جسم کو زرہ اور خود سے محفوظ کر رکھا تھا۔ جب وہ بطریق سرجس کے قریب آئے اور اس کو تمام

ساز و سامان سے آراستہ دیکھا تو حضرت ضرار کو افسوس اور ندامت کا احساس ہوا اور اپنے نفس سے کہا کہ اگر موت آگئی ہے تو زرہ اور خود کا لبادہ موت سے بے نیاز نہیں کرے گا۔ یہ بطریق بھی خود اور زرہ سے آراستہ ہے اور تو بھی خود اور زرہ سے آراستہ ہے۔ پھر توکل علی اللہ کے معاملہ میں تجھ میں اور اس میں کیا فرق رہا؟ اے نفس! لوہے کی زرہ اُتار کر پھینک دے اور اللہ کی حفاظت کی زرہ پہن لے۔ لوہے کا خود اپنے سر سے الگ کر دے اور اللہ کی نصرت کا خود سر پر رکھ لے۔ یہ خیال آتے ہی حضرت ضرار نے گھوڑے کی باگ پھیری اور اپنے خیمہ کی طرف واپس لوٹے۔

حضرت ضرار کے میدان سے واپس لوٹ آنے پر تمام مجاہدوں کو تعجب ہوا کہ نہ جانے آج کیا بات ہے کہ حضرت ضرار عین لڑائی کے وقت واپس لوٹ آئے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ بطریق سرجس نے یہ گمان کیا کہ میرا بھاری اور قوی جسم اور میرا جنگی ساز و سامان دیکھ کر حضرت ضرار ڈر کر بھاگ گئے ہیں۔ لہذا اس کی جرأت بڑھ گئی اور وہ زور زور سے چیخ مار کر مقابل طلب کرنے لگا، حضرت مالک نخعی اشتر اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر میدان میں نکلے۔ حضرت مالک نخعی بھی بہت دراز قد تھے۔ ان کی جسامت کا یہ عالم تھا کہ وہ فربہ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تب بھی ان کے پاؤں زمین کو مس ہوتے تھے۔ حضرت ضرار بن ازور اپنے خیمہ میں گئے اور تمام جنگی لباس اُتار دیا حتی کہ اپنا کرتا بھی اُتار دیا۔ صرف ازار پہنے تھے باقی اوپر کا جسم بالکل عریاں کر دیا اور فوراً میدان میں واپس آئے۔

جب حضرت ضرار میدان میں آئے تو انھوں نے دیکھا کہ حضرت مالک نخعی سبقت کر کے سرجس کے مقابلے میں پہنچ گئے ہیں لہذا حضرت ضرار ٹھہر گئے اور وہ حضرت مالک اور بطریق سرجس کا مقابلہ دیکھنے لگے۔ حضرت مالک نے آتے ہی بطرق سرجس سے ایک جملہ کہا۔ وہ جملہ کیا تھا؟ اس جملہ کے الفاظ کیا تھے؟ وہ علامہ واقدی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

''پس دیکھا ضرار نے کہ مالک نخعی پکارتے ہیں گبر کو ان الفاظ سے "تَقَدَّمْ يَا عَبَّادَ الصَّلِيْبِ إِلَى الرَّجُلِ النَّجِيْبِ نَاصِرُه مُحَمَّدُ الْحَبِيْبُ" پس نہ جواب دیا ان کو گبر نے بسبب لاحق ہونے خوف کے پس گرد گھومے اس کے

مالک نخعی اور ارادہ کیا اس پر نیزہ مارنے کا''

(حوالہ:-''فتوح الشام'' از:- علامہ واقدی، ص:۲۶۹)

ناظرین کرام غور فرمائیں! حضرت مالک نخعی جلیل القدر صحابیِ رسول ہیں انھوں نے میدان میں آتے ہی یہ جملہ فرمایا کہ:

"تَقَدَّمْ يَا عَبَّادَ الصَّلِيْبِ إِلَى الرَّجُلِ النَّجِيْبِ نَاصِرُه مُحَمَّدُ الْحَبِيْبُ"

ترجمہ:-'' آگے بڑھ اے صلیب کے پوجاری! بجانب اس مرد گرامی کے کہ جس کو مدد دینے والے محمد حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔''

اس جملہ کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ پڑھیں۔ حضرت مالک نخعی اپنا عقیدہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ''ہماری مدد کرنے والے اللہ کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں''۔ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا ناصر یعنی مدد کرنے والا کہنا اور ماننا صحابۂ کرام کا عقیدہ تھا۔ یہ صرف حضرت مالک نخعی کا ہی عقیدہ نہ تھا بلکہ تمام صحابہ کا عقیدہ تھا۔ فتوح الشام کی مندرجہ بالا عبارت پر مکرر توجہ فرمائیں۔ عبارت کا ابتدائی جملہ یہ ہے کہ حضرت ضرار نے حضرت مالک نخعی کو یہ جملہ کہتے سنا۔ تو جب حضرت ضرار نے سنا تو دیگر صحابۂ کرام نے بھی ضرور سنا۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا ''مددگار'' کہنا اور ماننا شرک ہوتا تو اَجلہ صحابۂ کرام کی جماعت وہاں موجود تھی۔ وہ حضرت مالک کو ٹوکتے کہ ایسا کہنا اور ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے لیکن کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا بلکہ سکوت اختیار کر کے اس کی تائید کی لہذا ہمارے لئے صحابۂ کرام کا فعل واعتقاد دلیل اور ثبوت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے غلاموں کی ضرور مدد فرماتے ہیں اور اپنی امت کے ناصر یعنی مدد کرنے والے ہیں۔

لیکن افسوس!

موجودہ دور کے منافقین کا کہنا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا مددگار سمجھنا شرک ہے۔

✪ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام و پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب

تقویت الایمان کے پہلے باب میں، عنوان ''تصرف اور قدرت کاملہ اللہ کی خصوصیت ہے'' کے ذیل میں لکھا ہے:

''دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا، اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا جلانا، روزی کی فراخی اور تنگی کرنا، اور تندرست و بیمار کردینا، فتح وشکست دینا، اقبال وامداد دینا، مرادیں پوری کرنا، حاجتیں برلانا، بلائیں ٹالنا، مشکل میں دست گیری کرنا، برے وقت میں پہونچنا، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی نبی اور ولی پیر ومرشد شہید، بھوت وپری کی یہ شان نہیں۔ جو شخص کسی کا کوئی ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مراد مانگے اور اسی توقع پر اس کی نذر ونیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے وہ مشرک ہوجاتا ہے''

(حوالہ:-تقویۃ الایمان، ناشر:-دارالسّلفیہ، بمبئی، ص:۲۳)

تقویۃ الایمان کی مندرجہ بالا عبارت کتنی خطرناک ہے کہ قلم کے ایک ہی جھٹکے سے لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کو مشرک کہہ دیا۔ اس عبارت کی تردید میں بہت کچھ وضاحت کی جاسکتی ہے۔ جو یہاں ممکن نہیں۔ اس عبارت کے صرف ان جملوں کی طرف توجہ دیں:

(۱) اقبال وامداد دینا (۲) کسی نبی اور ولی کی یہ شان نہیں (۳) جو شخص کسی کا کوئی ایسا تصرف ثابت کرے (۴) وہ مشرک ہوجاتا ہے۔

الحاصل مولوی اسمٰعیل دہلوی کے شرک کے فتوی کی مشین گن سے ایک گولہ یہ بھی برسا کہ جو شخص کسی نبی اور ولی کا ایسا تصرف یعنی اختیار ثابت کرے کہ وہ ہماری مدد کرسکتے ہیں، وہ شخص مشرک ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)۔ اب قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ:

حضرت مالک نخعی اشتر، اور دیگر صحابۂ کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ''ناصر'' یعنی مدد کرنے والے ہیں۔

لیکن!

دور حاضر کے منافقین کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی کا کہنا یہ ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا

شخص مشرک ہے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کا یہ فتوی کن کن صحابۂ کرام پر چسپاں ہورہا ہے؟ یہ قارئین کرام سوچیں اور حق وباطل کا امتیاز کریں۔

ہر بات میں شرک، شرک اور صرف شرک کی راگ الاپنے والے، شرک کا فتویٰ صادر کرنے میں اتنے بیباک اور جری ہوتے ہیں کہ وہ اندھا دھند شرک کے فتوے کی گولہ باری کرتے وقت بالکل یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے فتوے کا گولہ کہاں اور کس پر پڑے گا۔ اُردو زبان کی مشہور مثل ہے کہ ''بندر کو ملی ہلدی کی گرہ پنساری بن بیٹھا''۔ اسی طرح ہاتھ میں قلم، دوات اور کاغذ کیا آیا، مفتی بن بیٹھے اور شرک کے فتووں کی بھرمار کردی۔ کروڑوں، اربوں کلمہ گو اور مخلص مسلمانوں کو بلا وجہ مشرک کہہ دیا حتی کہ مقدس صحابۂ کرام کو بھی نہیں بخشا۔ توحید کی آڑ میں تنقیص وتوہین انبیاء کا شیوہ اپنا کر قرآن وحدیث کے صاف اور صریح ارشادات کے خلاف عقائد فاسدہ گڑھ لیئے۔ انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے توسل وامداد حاصل کرنا قرآن وحدیث، قول وفعل صحابہ وتابعین، اقوال ائمہ اور ملت اسلامیہ کے جلیل القدر علماء وصلحاء کی کتب معتبرہ معتمدہ سے روز روشن کی طرح ظاہر وباہر ہے یہاں اس کی تفصیلی گفتگو خوف طوالت کی وجہ سے ممکن نہیں۔ جس کو اس مسئلہ کی تفصیلی وضاحت درکار ہو وہ امام اہلسنّت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کرے

(۱) بَرَکَاتُ الإِمْدَادُ لِأَهْلِ الْاِسْتِمْدَادْ ۱۳۱۱ھ

(۲) اَلْأَمْنُ وَالْعُلٰی لِنَاعَتِی الْمُصْطَفٰی بِدَافِعِ الْبَلاء ۱۳۱۱ھ

(۳) اَلْإِهْلَالُ بِفَيْضِ الْأَوْلِيَاءِ بَعْدَ الْوِصَال ۱۳۰۳ھ

قارئین کرام کی فرحت طبع کی خاطر ذیل میں ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔

⊙ حدیث شریف

طبرانی نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس ناصر ملت ودافع البلاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

'' إِذَا ضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئاً وَأَرَادَ عَوْناً وَ هُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا

أَنِيُس " فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِينُونِي، يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِينُونِيْ، يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِينُونِيْ. فَاِنَّ لِلّٰهِ عِبَاداً لَا يَرَاهُمْ "

ترجمہ:- ''جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہوجائے یا راہ بھولے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہئے یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا'' (وہ اس کی مدد کریں گے)۔

(برکات الامداد لاہل الاستمداد مصنف:- امام احمد رضا محدث بریلوی، ناشر:- تحریک اصلاح العقائد، کراچی، پاکستان، ص:۱۵)

اس حدیث شریف کے ایک ایک لفظ کا غور سے مطالعہ کریں۔ اس حدیث میں ''اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو'' کا جملہ تکرار کے ساتھ تین مرتبہ ہے اور یہ جملہ کسی عام انسان کا مقولہ نہیں بلکہ خیر البشر، سید الانس والجان، صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا جملہ ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے امتیوں کو یہ تعلیم فرمائیں کہ اللہ کے بندوں سے مدد طلب کرو لیکن مولوی اسمٰعیل دہلوی کا یہ کہنا ہے کہ اللہ کے نبی سے مدد مانگنے والا مشرک ہے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا قول حدیث کے فرمان کے سراسر متضاد ہے اور اسلامی عقیدہ کی بیخ کنی کرنے والا ہے۔

اس بحث کو طول نہ دیتے ہوئے اب ہم میدان یرموک چل کر حضرت مالک نخعی اور بطریق سرجس کے درمیان واقع لڑائی کا منظر دیکھیں۔

جب حضرت مالک نے ''تو آگے بڑھ اے صلیب کے پرستار! اس مرد کی جانب جس کے پشت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہیں'' کا جملہ نکالا تو سرجس پر ایک خوف اور لرزہ طاری ہوگیا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ حملہ کرنے سے بھی باز رہا۔ حضرت مالک نے اس کو کئی مرتبہ للکارا لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلنے کا نام نہ لیتا تھا۔ خود حضرت مالک نے چاہا کہ اس پر نیزہ کا وار کریں لیکن بطریق سرجس لوہے کے غلاف میں ایسا ملبوس تھا کہ اس کے جسم پر کہیں بھی نیزہ مارنے کی جگہ نظر نہ آتی تھی پس حضرت مالک نے گھوڑے کی ران میں نیزہ

مارا۔ نیزہ لگتے ہی سرجس کا گھوڑا بدکا اور زور سے ہنہنا کر اچھل کود کرنے لگا۔ سرجس نے گھوڑا قابو میں کرنے کی بہت کوشش کی لیکن نیزہ کے زخم کی وجہ سے اس کا اضطراب بڑھتا ہی جاتا تھا اور گھوڑا چراغ پا ہوگیا۔ بطریق سرجس نے گھبراہٹ کے عالم میں گھوڑے کی باگ کو جھٹکا دیا۔ اس دوران حضرت مالک نے چاہا کہ نیزہ کھینچ کر دوسرا وار کریں لیکن نیزہ گھوڑے کی بدن میں گہرائی تک پہنچ کر پسلیوں میں پھنس گیا تھا۔ حضرت مالک نے طاقت لگا کر نیزہ کھینچا تو ٹوٹ گیا اور نیزے کی انی گھوڑے کے بدن میں رہ گئی۔ بطریق سرجس کا لگام کو جھٹکا مارنا اور حضرت مالک کا نیزہ کھینچنا یہ دونوں فعل ایک ہی وقت میں ہوا، چنانچہ گھوڑا پیٹھ کے بل گرا۔ گھوڑے کے ساتھ بطریق سرجس بھی زمین پر آگرا۔ اس نے کھڑے ہونے کی بہت کوشش کی لیکن وہ زین کے ساتھ زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا لہذا اس کا ایک پاؤں گھوڑے کے جسم کے نیچے دب گیا۔ پھر بھی اس نے اپنا بدن سرکا کر نکلنے کی کوشش جاری رکھی اتنے میں حضرت ضرار بن ازور دوڑتے ہوئے وہاں پہنچ گئے اور سرجس کے سر پر تلوار کی ایسی شدید ضرب لگائی کہ لوہے کا خود ٹوٹ گیا اور اس کا سر خربوزہ کی طرح دو ٹکڑے ہوگیا۔

⊙ رومی لشکر کے سپہ سالار باہان کی میدان میں آمد

اسلام کے مجاہدوں نے جس آسانی سے بطریق سرجس کو کاٹ کر پھینک دیا وہ دیکھ کر باہان لرز اٹھا۔ اس کو ایسا محسوس ہوا گویا اس کا بازو کٹ گیا۔ اس نے رومی لشکر کے ارکین کو جمع کر کے کہا کہ اب مجھے میدان میں جانا لازمی ہوگیا ہے۔ اگر میں غالب رہا اور فتح یابی ہوئی تو ہرقل بادشاہ سے سرخ روئی سے ملوں گا اور اگر مارا جاؤں تو ہرقل بادشاہ کو میرا اسلام کہنا اور ان کی خدمت میں میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میں نے دین صلیب کی اعانت و مدد کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی لیکن میں پروردگار آسمان پر غالب ہونے کی قوت وطاقت نہیں رکھتا جس نے عربوں کو ہم پر غلبہ دے کر ہمارے شہروں کا انھیں مالک بنادیا۔ رومی لشکر کے ارکین نے باہان سے کہا کہ اے سردار! آپ میدان میں جانے کی جلدی مت کرو اور کسی دوسرے کو میدان میں بھیجو۔ باہان نے کہا کہ اب میں کیا منھ لے کر بادشاہ کے حضور جاؤں گا جب کہ ہمارے لشکر

کے اہم افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ میرے لئے یہی مناسب ہے کہ نیزہ بازی اور شمشیر زنی کرتے ہوئے مرجاؤں تاکہ قوم کی ملامت اور بادشاہ کی سرزنش سے بچ رہوں اور میں تم سب کو صلیب کے حوالے اور اس کی پناہ میں دیتا ہوں لوگوں نے کہا اے بادشاہ ہم آپ کو میدان میں ہرگز نہیں جانے دیں گے۔ پہلے ہم لڑتے ہوئے مرجائیں پھر آپ میدان میں جانے کا قصد کرنا۔ ہمارے زندہ ہوتے ہوئے آپ کو مشقت اُٹھانے کی ضرورت نہیں لیکن باہان نے ان کی گزارش کو ٹھکرا دیا اور چاروں کنیسوں کی قسم کھا کر کہا اب میدان میں میرے علاوہ کوئی نہیں جائے گا۔ باہان کے عزم مصمم کے سامنے اس کی قوم نے ہتھیار ڈال دیا۔ باہان نے اپنے بیٹے کو بلایا اور صلیب اعظم اس کو دیتے ہوئے کہا کہ تو میرے قائم مقام کی حیثیت سے میرا عہدہ سنبھال۔ پھر باہان نے عمدہ سامان جنگ پہنا۔ باہان کی تلوار، نیزہ، سپر، زرہ، خود، زین وغیرہ میں سونے کا کام کیا ہوا تھا اور اس میں قیمتی جواہر جڑے ہوئے تھے۔ باہان کے ہاتھ میں سونے کا ''عمود'' تھا جب باہان میدان میں کھڑا ہوا تو آفتاب کی روشنی میں اس طرح چمکتا تھا کہ دیکھنے والے کو محسوس ہوا کہ یہ کوئی سونے کا مجسمہ ہے۔ باہان کے جسم اور گھوڑے پر جو جنگی سامان تھے اس کی قیمت تقریباً ساٹھ ہزار درہم تھی۔

باہان نے میدان میں آکر اپنے گھوڑے کو گرداوا دیا اور اپنا نام و عہدہ جتا جتا کر لڑنے کے لئے مقابل طلب کرنے لگا۔ قبیلہ دوس کا ایک جوان مقابلہ کے لئے میدان میں آیا۔ باہان نے اس جوان کو حملہ کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور اس جوان کے سر میں سونے کا عمود ایسی شدت سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور خون کا چشمہ جاری ہو گیا۔ لیکن وہ نوجوان مسکراتے ہوئے خوشی سے مچل مچل کر آسمان کی جانب اشارہ کر رہا تھا اور کہنے لگا کہ میں جنت کا مشتاق ہوں اور جنت کی حوریں میرا استقبال کرنے آئی ہوئی ہیں۔ اس نوجوان کے چہرے پر رنج و تکلیف کے آثار کے بجائے فرحت وانبساط کے آثار نظر آتے تھے:

موت نزدیک، گناہوں کی تہیں، میل کے خول
آ برس جا کہ نہا دھولے یہ پیاسا تیرا

(از:- امام عشق و محبت، حضرت رضا بریلوی)

چند ہی لمحوں کے بعد وہ دوسی نوجوان اپنے گھوڑے سے زمین پر گرا اور شہید ہو گیا۔ باہان کی جرأت بڑھ گئی۔ دوسی جوان کو شہید کر کے وہ غرور میں بھر گیا اور اپنی بہادری اور شجاعت کی گل بانگ ہانکنے لگا اور چیخ چیخ کر مقابل طلب کرنے لگا۔ باہان کی حوصلہ افزائی کرنے اور اس کو سراہنے کے لئے رومی لشکر کے سپاہی بلند آواز میں کلمۂ کفر کا شور و غل مچانے لگے۔ حضرت مالک نخعی پھر ایک مرتبہ میدان میں آئے اور باہان کو للکارا۔ باہان نے حضرت مالک نخعی کے سر پر عمود کا ایسا سخت وار کیا کہ حضرت مالک کا خود ٹوٹ گیا، خود کا ایک ٹکڑا پیشانی میں پیوست ہو گیا اور ان کی آنکھ کے اُوپر کی ہڈی ٹوٹ گئی، بے تحاشا خون بہنے لگا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب مالک نخعی ''اشتر'' ہو گیا۔ یعنی آنکھ کے اوپر زخم کھانے والا۔

حضرت مالک نخعی کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا اور سر میں چکر آنے لگا۔ باہان اس انتظار میں تھا کہ حضرت مالک اب گھوڑے سے گرنے والے ہیں۔ حضرت مالک نے اسلامی لشکر کی طرف پلٹ جانے کا ارادہ کیا لیکن انھیں یہ خیال آیا کہ اس طرح واپس پلٹنا میدان جہاد سے پیٹھ پھیرنے کے مترادف ہے اور جہاد سے بھاگنا اللہ کو ناپسند ہے۔ لہذا انھوں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ خود حضرت مالک نخعی نے روایت کیا ہے کہ میں شدید زخم کی مصیبت میں مبتلا تھا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ دفعۃً حضرت مالک کے جسم میں ایک عجیب قوت اور طاقت پیدا ہوئی اور حضرت مالک نے لپک کر باہان کے بازو پر تلوار کا وار کیا۔ باہان نے زرہ پہنی تھی مگر پھر بھی تلوار نے زرہ کو کاٹ کر زخم کر دیا۔ زخم گہرا نہیں تھا۔ معمولی زخم تھا لیکن زخم سے خون بہنے لگا۔ اپنے جسم سے خون بہتا دیکھ کر باہان گھبرا گیا اور اپنے گھوڑے کی باگ پھیر کر رومی لشکر کی طرف بھاگا۔ حضرت مالک نے اس کا تعاقب کیا لیکن باہان برق رفتاری سے بھاگا تھا لہذا ہاتھ نہ آیا۔ باہان زخمی ہو کر رومی لشکر میں داخل ہوا ارکان لشکر نے سہارا دے کر اسے گھوڑے سے اُتارا اور اس کا زخم باندھا۔

ادھر حضرت مالک نخعی اسلامی لشکر میں واپس آئے۔ مجاہدوں نے ان کو گھوڑے سے اُتارا اور زخم کی مرہم پٹی کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے راہ خدا میں مشقت اٹھانے پر اجر عظیم کی بشارت سنائی اور ان کے کام کا شکریہ ادا کیا اور سلامت واپس آنے اور غلبہ حاصل کرنے کی مبارکباد دی۔

رومی لشکر کا ہزیمت اٹھا کر بھاگنا اور اسلامی لشکر کی فتح

باہان زخمی حالت میں واپس آیا تھا اور وہ خوف و دہشت سے لرز رہا تھا۔ نہ جانے اس نے کیا دیکھ لیا تھا کہ اس کے بدن پر کپکپی طاری ہوگئی تھی اور وہ اپنی موت کو سر پر کھیلتی دیکھ رہا تھا اس طرح وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے اب یقین ہوگیا تھا کہ میں موت کی آغوش میں جانے والا ہوں۔ باہان کی بھربھراہٹ دیکھ کر رومی لشکر کے سپاہیوں کے دل اچاٹ ہوگئے۔ اور انھیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ جان بچی لاکھوں پائے پر عمل کر کے بھاگ نکلنے کا ارادہ کرنے لگے لیکن اپنے سرداروں کے خوف اور شرماحضوری میں دل برداشتہ ہوکر رُکے ہوئے تھے۔ ادھر حضرت خالد نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ اے سردار! باہان کے زخمی ہوکر واپس جانے کی وجہ سے رومی لشکر پر خوف طاری ہوگیا ہے اور ان کا حوصلہ ٹوٹ چکا ہے۔ مناسب ہے کہ ہم پورے لشکر کے ساتھ رومیوں پر یلغار کردیں اور ان کو پھاڑ کر رکھ دیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد کے مشورہ کے مطابق اسلامی لشکر کو یورش کا حکم دیا۔

تمام مجاہدوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور رومی لشکر پر یکبارگی ٹوٹ پڑے اور لڑائی کا ماحول گرم ہوگیا، شدت سے تیغ زنی اور نیزہ بازی شروع ہوگئی۔ رومی سپاہی پہلے ہی سے پژمردہ اور شکستہ دل تھے۔ مجاہدوں کی تلواروں کے سامنے ٹھہر نہ سکے۔ کچھ دیر رومی سپاہی میدان میں جم کر لڑے مگر مجاہدوں نے ان کی لاشوں کا انبار لگا دیا۔ خون کی ندی بہہ نکلی۔ رومیوں کے قدم اُکھڑ گئے اور پیٹھ دکھا کر راہ فرار اختیار کی۔ رومی لشکر کی جمعیت اور کثرت کی وجہ سے وہ ایک سمت نہیں بھاگ سکے بلکہ مختلف راستوں سے بھاگے۔ جس کو بھی جہاں کشادگی دکھائی پڑی اپنی جان بچا کر اس طرف بھاگا۔ رومی سپاہی دُم دَبا کر چاروں طرف بھاگ رہے تھے اور جیش اسلام کے مجاہد ان کا تعاقب کر رہے تھے اور جو بھی ہاتھ لگتا تھا اس کو تہ تیغ کرتے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں رومی سپاہی یاقوصہ ندی کی طرف بھاگے۔ مجاہدین ان کے تعاقب میں گئے، جب ندی کا گھاٹ آیا تو رومی سپاہیوں نے مجاہدوں کی تلوار کے خوف سے اپنے گھوڑوں کے ساتھ گھاٹ کی بلندی سے ندی میں چھلانگ لگادی اور ایک دوسرے پر گر کر تمام غرق آب ہوکر

ہلاک ہوگئے۔

بعض رومی سپاہی بھاگ کر پہاڑوں کی طرف گئے اور اپنے گھوڑے چھوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ مجاہدوں نے ہر سمت ان کا تعاقب کیا۔ جنہوں نے ہتھیار پھینک کر ہاتھ اُوپر اُٹھا کر ''لفون لفون''، یعنی امان، امان پکارا ان کو قتل نہیں کیا بلکہ قید کرلیا۔ غروب آفتاب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ شب کے وقت تمام مجاہد اسلامی لشکر کے کیمپ میں واپس آئے اور فتح و نصرت کے شکرانے میں شب بھر نماز و عبادت میں مشغول رہے۔

صبح میں یعنی جنگ یرموک کے پندرہویں دن طلوع آفتاب کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کے ہمراہ میدان کا گشت فرمایا۔ پورا میدان رومی سپاہیوں کی لاشوں سے بھرا پڑا تھا۔ رومی مقتولین کی تعداد کا شمار کرنا دشوار تھا، حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کو حکم دیا کہ وہ سوکھی لکڑیاں جمع کریں۔ تقریباً دس ہزار مجاہدین اس کام پر گئے اور ہر مجاہد اپنے ساتھ پندرہ پندرہ لکڑیاں لایا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حکم دیا کہ میدان میں پڑی رومیوں کی لاشوں پر ایک ایک لکڑی رکھتے آؤ۔ اس طرح مردم شماری کرنے پر صرف یرموک کے میدان میں ایک لاکھ، پانچ ہزار رومی سپاہی مقتول پائے گئے۔ اسلامی لشکر کے چار ہزار مجاہد شہید ہوئے تھے۔ تمام شہداء کو میدان سے اٹھا کر کیمپ میں لایا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعدۂ ان کو دفن کیا گیا۔

جنگ یرموک میں چالیس ہزار رومی سپاہی قید ہوئے۔ جنگ کے آخری دن رومی لشکر کے ایک لاکھ پانچ ہزار سپاہیوں کی لاشیں میدان سے دستیاب ہوئیں۔ ہزاروں کی تعداد میں یاقوصہ ندی میں گر کر ہلاک ہوئے۔ ہزاروں بھاگتے ہوئے مقتول ہوئے اور ہزاروں کی تعداد میں پہاڑوں پر چڑھ گئے وہ مجاہدوں کے خوف سے نیچے نہ اترے اور بھوک و پیاس سے ہلاک ہوگئے۔ مجاہدوں نے رومی لشکر کے کیمپ پر قبضہ کرلیا۔ چاندی کے برتن، سونے کی صلیبیں، ریشمی کپڑے، زیورات، جواہر، تلواریں اور دیگر اسباب جنگ، خیمے، بستر، سواری کے جانور وغیرہ لاکھوں کی تعداد میں مال غنیمت حاصل ہوا۔ ملک شام میں اسلامی لشکر کی سب سے عظیم فتح یرموک میں ہوئی اور بہت مال غنیمت حاصل ہوا۔

⊙ باہان کا دمشق تک تعاقب، اور حضرت خالد کے ہاتھوں قتل

حضرت خالد بن ولید مجاہدوں کی لاشوں کو دفن کرنے کے بعد لشکر زحف لے کر رومیوں کی تلاش میں جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک چرواہا ملا۔ حضرت خالد نے اس سے رومی سپاہیوں کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ باہان ارمنی چالیس ہزار لشکریوں کے ساتھ دمشق کی طرف بھاگ کر جا رہا ہے۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ دمشق کی طرف جانے والی راہ پر تیزی سے چلو۔ سب نے اپنے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ حضرت خالد نے باہان کے لشکر کو دمشق کے قریب پالیا اور جاتے ہی تمام مجاہد مثل شیر حملہ آور ہوئے۔ باہان اور اس کے ساتھیوں کو پتہ چلا کہ ''سیف اللہ'' حضرت خالد بن ولید جیش اسلام کو لے کر آ پہنچیں ہیں تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ مجاہدوں نے ان کے سروں پر تلواریں رکھیں اور قتل کرنا شروع کیا۔ باہان نے اپنا قیمتی لباس اُتار دیا اور گھوڑے سے اُتر کر پاپیادہ ہو گیا تاکہ اسے کوئی پہچان نہ سکے۔ اس کا ارادہ فرار ہونے کا تھا لہٰذا وہ گھمسان کی لڑائی میں گھوڑوں کے درمیان گھس کر بھاگنے لگا لیکن حضرت نعمان بن ازدی یا حضرت عاصم بن خول یربوی نے اسے پہچان لیا اور اسے قتل کر دیا۔ باہان کے قتل ہوتے ہی تمام رومی بھاگ نکلے۔

باہان کے لشکر کو ہلاک کرنے کا معرکہ دمشق کے قلعہ کے باہر اور قلعہ سے تھوڑے فاصلہ پر ہوا تھا۔ جب اہل دمشق کو پتہ چلا کہ قلعہ کے باہر یہ معاملہ ہوا ہے تو دمشق کے معزز اور روساء کا ایک وفد حضرت خالد بن ولید کے پاس آیا اور کہا کہ اس معرکہ میں ہم غیر جانبدار رہے ہیں۔ ہم نے رومی لشکر کی نہ تو کوئی مدد کی ہے اور نہ ہی ہم نے تمہارے خلاف ہتھیار اُٹھائے ہیں ہم نے کوئی ایسا کام بھی نہیں کیا کہ جس سے تم کو نقصان پہنچے بلکہ ہم نے صلح کے عہد و پیمان کی پابندی کی ہے۔ کیا آپ ہمارے رویہ سے مطمئن ہیں اور ہم اپنی صلح و امان پر قائم ہیں؟ حضرت خالد نے فرمایا تم اطمنان رکھو، تمہاری صلح بدستور قائم ہے۔ حضرت خالد کا جواب سن کر اہل دمشق مطمئن ہوئے اور حضرت خالد کا شکریہ ادا کر کے خوشی خوشی دمشق واپس لوٹ گئے۔

پھر حضرت خالد یرموک سے بھاگے ہوئے رومی سپاہیوں کا تعاقب کرتے ہوئے دمشق سے نکلے اور جہاں کہیں بھی رومی سپاہی ہاتھ لگتا اس کو قتل کر دیتے، اس طرح رومی سپاہیوں کو قتل کرتے ہوئے "منية العقات" نامی مقام تک پہنچے۔ وہاں ایک دن قیام کیا اور پھر وہاں سے روانہ ہو کر حمص پہنچے۔ دمشق سے حمص تک کی مسافت طے کرنے کے دوران حضرت خالد نے ہزاروں رومیوں کو واصل جہنم کیا۔

حضرت ابو عبیدہ کو پتہ چلا کہ حضرت خالد بن ولید اپنے لشکر کے ساتھ حمص پہنچ گئے ہیں تو وہ بھی اسلامی لشکر کے ساتھ یرموک سے حمص آ گئے۔ پھر وہاں سے تمام جیش اسلام کو لے کر دمشق آ گئے۔ دمشق آ کر حضرت ابو عبیدہ نے مال غنیمت سے خمس الگ کر کے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا، جنگ یرموک کی پوری تفصیل اور فتح عظیم کا مژدۂ جانفزا حضرت حذیفہ بن یمان کے ساتھ بھیجا گیا۔ ساتھ میں دس ساتھیوں کو بھی مدینہ منورہ بھیجا۔ حضرت حذیفہ بن یمان کو مال غنیمت اور خط دے کر مدینہ منورہ روانہ کرنے کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے اسلامی لشکر کو دمشق میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ مجاہدوں نے دمشق میں استراحت حاصل کی۔ حضرت ابو عبیدہ امیر المؤمنین کے جوابی خط کا انتظار کر رہے تھے تاکہ حکم خلیفہ کے مطابق مجاہدوں میں مال غنیمت تقسیم کیا جائے۔

⊙ حضرت عمر فاروق کے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ یرموک کے تعلق سے اسلامی لشکر کے لئے بہت زیادہ فکر مند تھے۔ کیونکہ ان کو اطلاع ملی تھی کہ یرموک میں عیسائیوں کے لشکر کی تعداد آٹھ لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ علاوہ ازیں کئی دنوں سے حضرت ابو عبیدہ کی جانب سے کوئی خبر یا اطلاع نہیں آئی تھی۔ جس دن جنگ یرموک میں رومیوں کو شکست فاش اور لشکر اسلام کو فتح عظیم حاصل ہوئی، اس رات حضرت عمر فاروق نے خواب دیکھا۔ جس کو امام سیر و تواریخ حضرت علامہ واقدی قدس سرہٗ نے اس طرح نقل فرمایا ہے:

''دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شب ہزیمت روم کو یہ خواب کہ گویا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے روضۂ مقدس میں ہیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ہیں اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کیا اور کہا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرا دل مسلمانوں سے متعلق ہے اور نہیں جانتا ہوں میں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا کیا انکے دشمنوں کے معاملے میں اور میں نے سنا ہے کہ رومی آٹھ لاکھ ہیں۔ پس ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اے عمر! خوش ہو تم کہ بتحقیق فتح دی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اور شکست دی ان کے دشمنوں کو۔ اس قدر ان میں سے مارے گئے۔ پھر پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت "تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ"

(حوالہ:-فتوح الشام، از:-علامہ واقدی، ص:۲۷۳)

آیت کا حوالہ:-سورہ القصص، آیت نمبر ۸۳

آیت کا ترجمہ:-''یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے۔''

(کنز الایمان)

صبح نماز فجر کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے اپنا خواب بیان کیا۔ خواب سن کر سب بیحد مسرور ہوئے کیونکہ شیطان خواب میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت میں نہیں آسکتا۔ لہٰذا اس خواب کے سچے ہونے کا اعتماد کیا اور یرموک میں لشکر اسلام کی فتح کا یقین کیا۔ چند دن گزرے کہ حضرت حذیفہ بن یمان اپنے دس ساتھیوں کے ہمراہ مال غنیمت اور حضرت ابوعبیدہ کا خط لے کر مدینہ منورہ آئے۔ حضرت حذیفہ نے امیر المؤمنین کو حضرت ابوعبیدہ کا خط دیا۔ امیر المؤمنین نے خط کا مضمون لوگوں کو پڑھ سنایا تو خط کا مضمون حضور اقدس، عالم غیب، مطلع علی ما کان وما یکون، رسول مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ خواب میں عمر کو دی گئی بشارت کے عین مطابق تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم نے سجدۂ شکر ادا کیا اور تمام حاضرین نے الحمد للہ اور سبحان اللہ کی صدائیں بلند کیں۔

معزز قارئین کرام کی توجہ درکار ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق اعظم کو جنگ یرموک میں اسلامی لشکر کو حاصل شدہ فتح کی خوشخبری سنائی اور ساتھ میں رومی لشکر کے مقتول ہونے والے سپاہیوں کی تعداد بھی بتادی اور وہ تعداد حضرت ابوعبیدہ کے خط میں مرقوم تعداد کے مطابق تھی۔ یہ علم غیب نہیں تو اور کیا ہے؟ کہاں میدان یرموک اور کہاں مدینہ منورہ؟ اس گنبد خضراء میں آرام فرماتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یرموک کی جنگ میں قتل ہونے والے رومی سپاہیوں کی تعداد معلوم کرلی اور حضرت عمر فاروق کو اس تعداد سے آگاہ فرمادیا۔ لیکن افسوس دورِ حاضر کے منافقین یہ کہتے ہیں کہ ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں'' (معاذ اللہ)۔ حوالہ کے لئے دیکھو، کتاب ''براہین قاطعہ'' از: خلیل احمد انبیٹھوی ومصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ علم غیب کے تعلق سے مفصل بحث نہ کرتے ہوئے صرف اشارہ کردیا گیا ہے۔

القصہ! امیر المؤمنین نے حضرت حذیفہ سے دریافت فرمایا کہ حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں میں مال غنیمت تقسیم کردیا یا نہیں؟ حضرت حذیفہ نے عرض کیا، ابھی نہیں بلکہ صرف خمس (۲۰٪) الگ کرکے میرے ساتھ بیت المال میں جمع کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ باقی مال تقسیم کرنے کے لئے آپ کے حکم کے منتظر ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنیمت تقسیم کرنے کا تحریری حکم نامہ حضرت حذیفہ کے ہاتھ حضرت ابوعبیدہ کو ارسال فرمایا۔ حضرت حذیفہ امیر المؤمنین کا خط لے کر دمشق آئے اور حضرت ابوعبیدہ کو دیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے وہ خط مجاہدوں کو پڑھ کر سنایا اور پھر مال غنیمت تقسیم فرمایا۔ ہر سوار کے حصہ میں چودہ ہزار مثقال سونا اور ہر پیدل کے حصہ میں آٹھ ہزار مثقال سونا آیا اور اسی طرح چاندی بھی تقسیم ہوئی۔

✪ اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات

(۱) ارکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس (۱۰) جوسیہ (۱۱) حمص (۱۲) شیرز (۱۳) رستن (۱۴) حمات (۱۵) قنسرین (۱۶) بعلبک (۱۷) یرموک

اسلامی لشکر ایک مہینہ دمشق میں ٹھہرا۔ ایک مہینہ گزرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے

اسلامی لشکر کے سرداروں کو اپنے خیمہ میں جمع کیا اور کہا کہ میرا ارادہ دمشق سے کوچ کرنے کا ہے۔ لیکن میں آپ حضرات کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں سے بیت المقدس جائیں یا قیساریہ؟ سب نے بیک زبان کہا کہ اے سردار! آپ امین الامت ہیں۔ آپ کا جو بھی فیصلہ ہوگا وہ ہم کو متفقہ طور پر منظور ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ میں نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ تمام حضرت کی رائے معلوم کرنے کے بعد ہی فیصلہ کروں۔ اس پر حضرت معاذ بن جبل نے کہا کہ اے سردار! ہماری رائے طلب کرنے سے بہتر ہے کہ آپ امیر المؤمنین کی رائے طلب کریں اور امیر المؤمنین جو حکم فرمائیں اس پر عمل کریں۔ حاضرین نے حضرت معاذ بن جبل کا مشورہ پسند کیا اور حضرت ابوعبیدہ نے اسی وقت حضرت عرفہ بن ناصح نخعی کو خط دے کر مدینہ منورہ روانہ کیا۔ حضرت عمر نے خط پڑھنے کے بعد اَجلہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جمع کیا اور صورت حال سے آگاہ کرنے کے بعد ان سے رائے طلب کی۔ حضرت سیدنا مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ ابوعبیدہ کو حکم کرو کہ وہ پہلے بیت المقدس جائیں اور بیت المقدس فتح کرنے کے بعد قیساریہ جائیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ کو خبر دی ہے پہلے بیت المقدس فتح ہوگا اور اس کے بعد قیساریہ فتح ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سن کر امیر المؤمنین حضرت عمر نے فرمایا کہ اے ابوحسن! آپ سچ فرماتے ہو۔ سچ فرمایا تھا مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔ اس معاملہ کو علامہ واقدی نے اپنی کتاب میں اس طرح نقل فرمایا ہے:

”پس کہا حضرت مرتضی علی کرم اللہ وجہہ نے کہ اے میر المؤمنین! حکم کرو تم ابو عبیدہ بن الجراح کو کہ جا اتریں وہ بجمعیت لشکر مسلمانوں کے بیت المقدس پر پس گھیر لیویں اُس کو اور لڑیں وہاں کے لوگوں سے کہ یہ بہتر اور مبارک رائے ہے۔ پس جس وقت فتح کرے گا اللہ تعالیٰ بیت المقدس کو پھیریں وہ اپنے لشکر کو بجانب قیساریہ کے کہ وہ بعد اس کے فتح ہو جاوے گی اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے۔ ایسی ہی خبر دی تھی مجھ کو رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے۔ حضرت عمر نے

کہا کہ سچ فرمایا تھا مصطفیٰ صلاۃ اللہ علیہ نے اور سچے ہو تم اے ابا الحسن“

(حوالہ: -فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص: ۲۷۵)

حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے کو قبول فرماتے ہوئے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق نے فوراً حضرت ابوعبیدہ کو خط لکھا کہ آپ پہلے بیت المقدس جائیں اور بیت المقدس کو فتح کرنے کے بعد ہی بجانب قیساریہ کوچ کریں۔

ناظرین کرام توجہ فرمائیں کہ سیدنا عمر فاروق اعظم اور سیدنا مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پختہ عقیدہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا تھا اور آپ جمیع مغیبات پر مطلع تھے اور آپ کو یہ معلوم تھا کہ پہلے بیت المقدس فتح ہوگا اور بعد میں قیساریہ فتح ہوگا اور اس معاملہ کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر بھی دی تھی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایسا یقین تھا کہ جب حضرت عمر فاروق نے اجلہ صحابۂ کرام کو مشورہ کے لئے جمع کیا تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس میں حضرت علی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب پر اعتماد ویقین رکھتے ہوئے وہی مشورہ دیا جو حضور اقدس نے غیب کی خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ بیت المقدس پہلے فتح ہوگا۔ صرف سیدنا حضرت علی ہی نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق اعظم اور تمام صحابۂ کرام کا پختہ عقیدہ تھا کہ اللہ کے محبوب اعظم کو علم غیب حاصل تھا اور علم غیب کی بناء پر جو فرمایا ہے وہ سو فیصد سچ ہے۔ الحاصل! تمام صحابۂ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب تھا لیکن دورِ حاضر کے منافقین یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم عیب نہیں تھا۔ اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا شرک ہے۔

✪ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام وپیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے:

”کسی نبی، ولی یا امام و شہید کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے۔“ (حوالہ: -تقویۃ الایمان، ناشر: - دار السّلفیہ، بمبئی، ص: ۴۷)

✪ تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی کے پیرومرشد اور وہابی دیوبندی تبلیغی جماعت کے امام ربانی اور مقتدا مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کا فتوی ہے:

''اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے''

(حوالہ:- فتاوی رشیدیہ، ناشر:- مکتبہ تھانوی، دیوبند، ص:۱۰۳)

تعجب کی بات ہے کہ جس عقیدہ کو صحابۂ کرام نے اپنایا اور جس پر یقین کیا، اس عقیدہ کو دورِ حاضر کے منافقین شرک کہہ رہے ہیں۔ اب ناظرین ہی فیصلہ کریں کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی او مولوی رشید احمد گنگوہی کے مندرجہ بالا فتاوے کن پر چسپاں ہو رہے ہیں؟

القصہ! امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کا جوابی خط لے کر حضرت عرفہ بن ناصح نخعی مدینہ منورہ سے نکلے۔ ادھر حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کو لے کر دمشق سے باہر جابیہ نامی مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ حضرت عرفہ نے جابیہ پہنچ کر حضرت ابوعبیدہ کو امیر المؤمنین کا خط دیا۔

حضرت ابوعبیدہ نے تمام مسلمانوں کو جمع کر کے خط پڑھا۔ مضمون سن کر تمام حاضرین خوش ہوئے اور کہا کہ جب حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشین گوئی کے مطابق فتح کی بشارت دی ہے تو انشاء اللہ بیت المقدس ضرور فتح ہوگا۔ حضرت ابوعبیدہ نے اسی وقت اسلامی لشکر سے فرمایا کہ امیر المؤمنین کے حکم کے مطابق ہم پہلے بیت المقدس کی طرف کوچ کریں گے۔

جنگ بیت المقدس

حضرت ابوعبیدہ نے جابیہ سے اسلامی لشکر کو حسب ذیل ترتیب سے بیت المقدس کی جانب روانہ فرمایا اور ہر ایک سردار کو نشان (علم) عطا فرمایا۔

⊙ پہلے دن حضرت یزید بن ابوسفیان کو پانچ ہزار سواروں پر سردار مقرر فرما کر روانہ کیا۔

⊙ دوسرے دن حضرت شرحبیل بن حسنہ کو پانچ ہزار سواروں پر سردار مقرر فرما کر روانہ کیا۔

⊙ تیسرے دن حضرت مرقال ہاشم بن عتبہ کو پانچ ہزار سواروں پر سردار مقرر فرما کر روانہ کیا۔

⊙ چوتھے دن حضرت مسیّب بن نجیبہ فزاری کو پانچ ہزار سواروں پر سردار مقرر فرما کر روانہ کیا۔

⊙ پانچویں دن حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی کو پانچ ہزار سواروں پر سردار مقرر فرما کر روانہ کیا۔

⊙ چھٹے دن حضرت عروہ بن مہلہل بن یزید الجبل کو پانچ ہزار سواروں پر سردار مقرر فرما کر روانہ کیا۔

مندرجہ بالا ترتیب سے حضرت ابوعبیدہ نے چھ دن میں تیس ہزار کا اسلامی لشکر جابیہ سے بیت المقدس روانہ فرمایا۔ باقی لشکر مع مستورات، اطفال، سواریاں اور سامان، جابیہ میں مقیم رہا اور حضرت ابوعبیدہ و حضرت خالد بن ولید باقی لشکر کے ساتھ جابیہ میں ٹھہرے رہے۔

⊙ بیت المقدس میں اسلامی لشکر کی آمد

سب سے پہلے حضرت یزید بن ابوسفیان پانچ ہزار سواروں کے ساتھ بیت المقدس پہنچے اور قلعہ کے باہر تھوڑے فاصلہ پر ''باب ارحا'' کے سامنے پڑاؤ کیا۔ اسلامی لشکر نے آتے ہی تکبیر و تہلیل کے فلک شگاف نعرے بلند کیا، ان فلک شگاف نعروں کی دھمک سن کر اہل شہر چونک اُٹھے اور قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر دیکھا تو باب ارحا کے سامنے اسلامی لشکر اپنا کیمپ کھڑا کر رہا تھا۔ رومیوں نے صرف پانچ ہزار کا قلیل لشکر دیکھ کر اسلامی لشکر کو معمولی وحقیر جانا۔ دوسرے دن حضرت شرحبیل بن حسنہ اور تیسرے دن حضرت مرقال ہاشم بن عتبہ اپنے

اپنے لشکروں کے ساتھ تکبیر وتہلیل کہتے ہوئے آئے اور ''باب غربی'' کے سامنے کچھ فاصلہ پر پڑاؤ کیا۔ چوتھے دن حضرت مسیّب بن نجیہ فزاری اپنے لشکر کے ساتھ آپہنچے اور ''باب وسط'' کے سامنے ٹھہرے۔ پانچویں دن حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی کا لشکر نعرۂ تکبیر وتہلیل بلند کرتا ہوا آیا اور وہ بھی باب وسط کے سامنے حضرت مسیّب فزاری کے لشکر کے قریب خیمہ زن ہوا۔ چھٹے روز حضرت عروہ بن مہلہل بن یزید الجبل اپنے لشکر کے ساتھ آئے اور ''رملہ'' کے راستہ کے قریب ''محراب داؤدؑ'' سے متصل کیمپ لگایا۔

اس طرح تیس ہزار کے اسلامی لشکر نے بیت المقدس کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ روزانہ اسلامی لشکر کی ایک قسط آتی۔ آنے پر شوروغل ہوتا۔ جسے سن کر رومی قلعہ کی دیوار پر چڑھتے۔ تھوڑی دیر معائنہ کرتے۔ پھر اُتر جاتے۔ بیت المقدس کا قلعہ نہایت بلند، وسیع اور مضبوط تھا۔ جس دن اسلامی لشکر کی پہلی بٹالین بیت المقدس آئی تھی اسی دن سے رومیوں نے قلعہ کی فصیل پر چاروں طرف اینٹ، پتھر، کے ڈھیر لگا دیئے تھے۔ تیر کمانیں، آلات حرب وضرب جمع کر دیا تھا، لیکن کچھ تعرض نہیں کرتے تھے۔ اسلامی لشکر کی آخری قسط بیت المقدس پہنچے تین دن گزر گئے لیکن اہل شہر قلعہ میں محصور بیٹھے رہے۔ ہر دن قلعہ کی دیوار پر آتے، اسلامی لشکر کو دیکھتے، پھر کچھ دیر بعد نیچے اُتر جاتے۔ رومیوں کی طرف سے کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں ہوتی تھی بلکہ ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم کا معاملہ تھا۔

اسلامی لشکر نے تین دن انتظار کیا کہ شاید اہل شہر کسی ایلچی کو بھیجیں گے اور لڑائی یا صلح کے معاملہ میں گفتگو کریں گے مگر نہ تو کوئی قاصد آیا نہ کسی رومی نے ذاتی طور پر مجاہدوں سے کوئی گفتگو کی اور نہ ہی رومیوں کی جانب سے کسی قسم کا کوئی حملہ ہوا۔ گویا کہ وہ اسلامی لشکر کی آمد سے بے خبر ہوں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ ہمارے نزدیک تمہاری کوئی وقعت اور اہمیت نہیں۔ حالانکہ اسلامی لشکر سے گاہے گاہے تکبیر وتہلیل کی صدائیں بلند ہوتی رہتی تھیں اور وہ سنتے تھے۔ اور شہر پناہ کی فصیل سے اسلامی لشکر کو وہ دیکھتے بھی تھے مگر پھر بھی وہ قصداً اندھے اور گونگے بنے بیٹھے تھے۔ اسلامی لشکر کے ایک مجاہد نے چوتھے روز حضرت شرحبیل بن حسنہ سے کہا کہ اے سردار! کیا بیت المقدس کے باشندے بہرے ہیں جو ہماری آوازیں نہیں سنتے ؟ یا

اندھے ہیں جو ہمیں نہیں دیکھتے ؟ یا گونگے ہیں جو بات نہیں کرتے ؟ اے سردار! ہم کو ان پر حملہ کرنے کی اجازت عطا کرو۔ حضرت شرحبیل نے فرمایا کہ ان لوگوں کو اپنی کثرت پر ناز اور قلعہ کی مضبوطی پر اعتماد ہے۔

اسی دن حضرت یزید بن ابی سفیان اپنے ساتھ چند ہتھیار بند مجاہد اور ایک مترجم کو ساتھ لے کر قلعہ کی دیوار کے قریب گئے۔ قلعہ کی فصیل پر رومی خاموش کھڑے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ مترجم نے پکار کر کہا کہ اے بیت المقدس کے باشندو! اسلامی لشکر کے سردار تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ رومیوں نے جواب میں کہا کہ کس معاملہ میں بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے مترجم کے توسط سے فرمایا کہ کلمۂ حق ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ'' پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جاؤ، ہماری دعوت قبول کر کے ہمارے بھائی بن جاؤ اور ہماری تلواروں سے اپنی جانیں مامون کرلو، اللہ تعالیٰ تمہارے ماضی کے گناہوں کو بخش دے گا۔ تمام رومیوں نے جواب میں کلمۂ کفر بلند کیا اور شور مچانے لگے اور کہا کہ ہم اپنا مذہب ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ اپنے دین سے منحرف ہونے سے مرجانا بہتر سمجھتے ہیں۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے فرمایا کہ اگر تم کو دین اسلام قبول کرنے سے انکار ہے تو پھر جزیہ ادا کرنا ہوگا تب ہم سے امان حاصل کر سکو گے ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔ رومیوں نے کہا کہ جزیہ ادا کر کے ہم ذلیل ہونا نہیں چاہتے اور ہم کو تمہارے امن کی کوئی حاجت نہیں۔ ہم تم سے ہر حالت میں لڑیں گے لیکن اپنے دین سے منحرف ہونا یا جزیہ ادا کرنا، دونوں باتیں ہمیں قطعاً منظور نہیں۔ لہٰذا تم سے جو ہو سکے کرو، ہم تم کو دیکھ لیں گے۔

حضرت یزید بن ابی سفیان مندرجہ بالا گفتگو کرنے کے بعد اپنے کیمپ میں آئے اور لشکر کے تمام سرداروں کو جمع کر کے صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ ہمیں ان پر حملہ کرنا چاہئے یا اسی طرح توقف کرنا چاہئے؟ کیونکہ ہمارے سپہ سالار اعظم نے ہم کو بیت المقدس کو صرف محاصرہ کرنے کا حکم دیا ہے، حملہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ تمام سرداروں نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ ہم پہلے حضرت ابوعبیدہ کو پوری کیفیت لکھیں اور وہ جیسا حکم دیں اس کے

مطابق عمل کریں، چنانچہ حضرت یزید بن ابی سفیان نے قاصد کے ذریعہ فوراً حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں نامہ ارسال کیا اور یہاں کی تمام کیفیت قلمبند کی۔ حضرت ابوعبیدہ کی طرف سے جواب آیا کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ بیت المقدس کے قلعہ پر حملہ شروع کرو۔ اور میں بھی اسلامی لشکر اور حضرت خالد بن ولید کے ہمراہ جابیہ سے روانہ ہوکر بیت المقدس پہنچ رہا ہوں۔ تم میرے آنے کا انتظار مت کرنا بلکہ خط ملتے ہی حملہ شروع کردو۔

حضرت ابوعبیدہ کا خط حضرت یزید بن سفیان نے تمام سرداروں کے پاس بھیجا۔ انھوں نے اپنے لشکر کو خط پڑھ کر سنایا۔ خط سن کر تمام مجاہدین خوش ہوئے اور سب نے خوشی و مسرت کے ساتھ رات گزاری۔ رات بھر مجاہدین اپنے ہتھیاروں کو درست کرنے اور جنگ کی تیاری میں مصروف رہے اور صبح کا انتظار کرنے لگے۔

جنگ بیت المقدس کا پہلا دن

رات کی بکھری ہوئی سیاہ زلفیں سمٹیں اور کنارۂ اُفق سے طلوع فجر کے آثار نمودار ہوئے، لشکر میں مؤذنوں نے اذان دی۔ ہر سردار نے اپنے لشکر کے ساتھ باجماعت نماز فجر ادا کی۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے اپنے لشکر کی امامت کی اور قرآن شریف کی سورۂ مائدہ کی تلاوت شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچے:

" يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خَاسِرِيْنَ " (سورۂ مائدہ، آیت:۲۱)

ترجمہ:- "اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو، جو اللہ نے تمہارے لئے لکھی ہے اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے۔" (کنزالایمان)

نمازیوں پر خشیت الٰہی طاری ہوگئی۔ اتفاق کی بات ہے کہ ہر امام نے اس دن نماز فجر میں اسی آیت کی تلاوت کی۔ نماز کی تکمیل کے بعد تمام مجاہد مسلح ہوکر میدان میں آئے۔ ہر طرف سے اسلامی لشکر نے قلعہ پر حملہ کیا، اہل شہر جوابی حملہ کے لئے مستعد تھے۔ انہوں نے تیروں کی بوچھار شروع کی اور منجنیق سے پتھروں کی بارش برسائی۔ باشندگان بیت المقدس نے اسلامی لشکر کا ذرا بھی خوف وڈر محسوس نہ کیا اور دلیری سے لڑتے ہوئے تیر اور پتھر برساتے رہے۔ صبح سے شام تک مسلسل مقابلہ ہوتا رہا۔ اسلامی لشکر کے بہت سے افراد شدید زخمی، اور کچھ شہید بھی ہوئے۔ جب آفتاب دامن اُفق میں پناہ گزیں ہوا تب جنگ موقوف ہوئی اور اسلامی لشکر اپنے اپنے سردار کے ہمراہ کیمپ میں واپس آیا۔

جنگ کا دوسرا اور پھر مسلسل گیارہواں دن

دوسرے دن بعد نماز فجر تمام سردار اپنے اپنے لشکروں کو لے کر قلعہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مجاہدین اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھتے

ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔قلعہ سے کچھ فاصلہ پرٹھہر کر تیر چلانا شروع کیا۔قلعہ کی دیوار پر منجنیق اور کمانوں سے پتھر اور تیر برسنے شروع ہوئے۔رومی برابر جوابی حملہ کرتے ، اور کسی طرح بھی مغلوب وخائف نہیں تھے بلکہ عالی ہمتی اور دلیری سے لڑتے تھے اس دن بھی گزشتہ کل جیسی کیفیت رہی۔میدان سے مجاہدین اور قلعہ کی دیوار سے رومی ایک دوسرے پر شام تک تیر اور پتھر پھینکتے رہے اور آفتاب غروب ہونے پر جنگ موقوف ہوئی اور اسلامی لشکر کیمپ میں واپس آیا۔اسی طرح مسلسل دس دن تک لڑائی ہوتی رہی۔حسب معمول نماز فجر کے بعد جنگ شروع ہوتی اور غروب آفتاب کے وقت موقوف ہوتی۔حالانکہ ان ایام میں اسلامی لشکر نے قلعہ فتح کرنے کی انتہائی کوشش کی مگر کامیابی حاصل نہ ہوئی۔رومی کسی کو بھی قلعہ کی فصیل کے قریب آنے نہیں دیتے۔ جو کوئی جرأت کر کے قلعہ کی دیوار کے نزدیک جانے کی کوشش کرتا اس پر کثرت سے تیر اور پتھر برسا کر زخمی کر دیتے اور اس کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑتا۔رومیوں نے دس دن تک اسلامی لشکر کا برابر مقابلہ کیا اور کسی قسم کے خوف وہراس میں مبتلا نہ ہوئے بلکہ دلیری سے لڑتے رہے۔ملک شام میں شاید یہ پہلا معرکہ تھا کہ رومیوں نے اسلامی لشکر سے مطلق خوف نہ کھایا اور لڑائی کے معاملہ میں جرأت ودلیری دکھائی۔

حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد کی بیت المقدس آمد

جنگ کے گیارہویں دن حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کے ساتھ بیت المقدس آگئے۔ان کے آنے کی اطلاع ملتے ہی مجاہدوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔تھوڑی دیر میں حضرت ابوعبیدہ کے لشکر کا نشان نمودار ہوا۔اس نشان کو حضرت غالبہ بن سالم نے اُٹھایا تھا۔حضرت ابوعبیدہ کے دائیں طرف حضرت خالد بن ولید اور بائیں طرف حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق تھے۔جب حضرت ابوعبیدہ کا لشکر قریب آپہنچا تو بیت المقدس میں مقیم اسلامی لشکر کے تمام مجاہدوں نے تہلیل وتکبیر سے ان کا خیر مقدم کیا۔ایک ساتھ ہزاروں مجاہدوں نے بلند آواز سے تہلیل وتکبیر کے نعرے لگائے اور اس صدا سے قلعہ کی دیواریں اور پورا شہر گونج اٹھا۔پیہم تکبیروں کی آوازیں سن کر اہل شہر حیرت وتعجب میں پڑے کہ آخر کیا معاملہ ہے؟ مسلمان کیوں

شور کر رہے ہیں؟ قلعہ کی فصیل سے بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے سردار لشکر کے ساتھ آپہنچے ہیں۔اسلامی لشکر کی کمک آنے پر اب رومی کچھ گھبرائے اور ان کے دلوں میں رعب سمایا لہذا روساء اور بطارقہ شہر کے بڑے کنیسہ کے بطریق کے پاس آئے۔اس بطریق کا نام ''قمامہ'' تھا اور جو تمام بطریقوں اور راہبوں سے معزز اور بوڑھا تھا۔سب اس کی عظمت کے قائل تھے اور اس کی بیحد عزت وتکریم کرتے تھے۔بطریق قمامہ دین نصرانیہ اور دین یہود کا زبر دست عالم تھا۔توریت،انجیل،زبور اور دیگر کتب سابقہ اور ملاحم کی معلومات کے سلسلہ میں ملک شام میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔

اہل شہر نے کنیسہ میں جا کر بطریق قمامہ کو تعظیمی سجدہ کیا اور اس کے سامنے ادب واحترام سے کھڑے رہے۔عین اسی وقت اسلامی لشکر سے نعرۂ تکبیر کی صدا بلند ہوئی جس کی آواز بطریق قمامہ کے کانوں تک پہنچی۔بطریق قمامہ نے حاضرین سے پوچھا کہ آج کیا معاملہ ہے کہ مسلمان گاہے گاہے شور بلند کرتے ہیں۔اہل شہر نے کہا کہ آج مسلمانوں کا سردار یہاں آیا ہے جس کی خوشی میں مسلمان بار بار شور مچاتے ہیں۔بطریق قمامہ نے جب سنا کہ اسلامی لشکر کا سردار آیا ہے تو اس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا اور وہ زور سے ''ہی ہی'' کہنے لگا۔مسلسل کئی مرتبہ وہ ہی ہی کہتا رہا اور اس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔رومی زبان میں افسوس اور غم کا اظہار کرنے کے لئے''ہی ہی'' کا کلمہ استعمال ہوتا ہے۔اہل شہر نے بطریق قمامہ کی متغیر حالت دیکھی تو انھوں نے کہا کہ اے ہمارے معزز رہبر!اس طرح افسوس کا اظہار کرنے کی وجہ کیا ہے؟ بطریق قمامہ نے کہا کہ قسم ہے حق انجیل کی!اگر یہ وہی سردار ہے تو تمہاری ہلاکت نزدیک ہے۔اہل شہر نے کہا کہ اے ہمارے آقا! ہم آپ کی بہت ہی عزت وتعظیم کرتے ہیں۔آپ کی یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی لہذا براہ کرم آپ وضاحت سے اپنی بات ہم کو باور کرائیں۔

بطریق قمامہ نے جواب میں کہا:

''جو علم مجھ کو متقدّمین سے بطور وراثت ملا ہے اس سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ ملک شام کو محمد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سرخ رنگ کے صحابی فتح کریں گے۔اگر واقعی یہ سردار

وہی صحابی ہے تو ہم میں ان کا مقابلہ کرنے کی کوئی طاقت نہیں ۔لہذا ضروری ہے کہ میں مسلمانوں کے سردار کو دیکھوں اگر میں نے ان میں وہی صفات پائے جو اگلی کتابوں میں مذکور ہیں تو میں ان سے صلح کرلوں گا اور وہ جو بھی ارادہ کریں گے اس کو قبول کرلوں گا اور شہران کو سپرد کردوں گا کیونکہ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ۔اور اگر یہ سردار وہ صحابی نہیں بلکہ دوسرا کوئی ہے تو میں ہرگز اس سے صلح کر کے شہر سپرد نہیں کروں گا بلکہ تم کو حکم دوں گا کہ ان سے لڑو اور لڑائی میں شدت کرو‘‘

حضرت ابوعبیدہ کو دیکھنے بطریق قمامہ کی فصیل شہر پر آمد

بطریق قمامہ اسی وقت اُٹھ کھڑا ہوا اور راہبوں و بطارقہ کی جماعت کے ہمراہ کنیسہ سے باہر نکلا۔بطریق قمامہ بشکل جلوس قلعہ کی دیوار کی طرف روانہ ہوا۔راہب اور بطریق انجیل ساتھ میں لئے اور صلیب بلند کیئے ہوئے اس کو جلو میں لے کر چل رہے تھے بطریق قمامہ قلعہ کی دیوار پر آیا اور اسلامی لشکر کی جانب دیکھا تو مسلمان اپنے سردار کی تعظیم وتکریم اور ہدیۂ سلام پیش کرنے میں مشغول تھے۔پھر تھوڑی دیر کے بعد اسلامی لشکر نے قلعہ پر حملہ شروع کیا۔تب بطریق قمامہ کے حکم سے ایک رومی نے فصیح عربی زبان میں پکار کر کہا کہ اے گروہ عرب!تم تھوڑی دیر کے لئے لڑائی موقوف کردو تاکہ ہم تم سے کچھ سوال اور طلب خیر کریں۔تمام مجاہدوں نے جنگ موقوف کردی اور کہا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟اس رومی نے کہا کہ ہماری کتابوں میں تمہارے اس سردار کا ذکر ہے جو اس شہر کو اور دیگر بہت سے شہروں کو فتح کرے گا۔تمہارے اس سردار کی صفت اور حلیہ بھی ہم کو معلوم ہے لہذا تم اپنے سردار کو ہمارے سامنے لاؤ تاکہ ہمارے سب سے معزز رہبر اور راہب ان کو دیکھیں۔اگر تمہارے سردار وہی شخص ہیں تو ہم تم سے لڑے بغیر شہر تمہارے حوالے کردیں گے اور اگر تمہارے سردار وہی شخص نہیں بلکہ دیگر ہیں تو ہم تم سے جنگ جاری رکھیں گے۔

رومی منادی کی یہ بات سن کر مجاہدوں نے حضرت ابوعبیدہ کو اس امر کی اطلاع دی، رومیوں کی درخواست کے مطابق حضرت ابوعبیدہ قلعہ کی دیوار کے قریب گئے۔بطریق قمامہ

حضرت ابوعبیدہ کو دیر تک بنظر غائر دیکھتا رہا اور ان کی صورت اور حلیہ کا معائنہ کرتا رہا اور اگلی کتابوں میں مذکور صفات سے موازنہ کرتا رہا۔بطریق قمامہ نے حضرت ابوعبیدہ سے کوئی گفتگو نہیں کی،صرف ان کو قریب سے دیکھا اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ وہ شخص نہیں ۔اتنا کہہ کر وہ قلعہ کی دیوار سے اُتر کر اپنے کنیسہ میں چلا گیا۔کنیسہ میں روسائے شہر،بطارقہ اور راہب کی بھیڑ لگ گئی۔بطارقہ نے کنیسہ میں آکر مزید وضاحت کی غرض سے بطریق قمامہ سے پوچھا کہ اے معزز رہبر!آپ نے کیا دیکھا اور اب آپ کیا حکم فرماتے ہیں۔بطریق قمامہ نے کہا کہ مسلمانوں کے سردار کو بغور دیکھا لیکن اس میں وہ صفت نہ دیکھی جو اگلی کتابوں میں مذکور ہے لہذا خوش ہو کہ یہ شخص ہمارا شہر فتح نہیں کرسکے گا ،اپنے دین مسیح کی خاطر ان سے لڑو اور دلیری سے لڑو اور ان پر شدید حملے جاری رکھو۔بطریق قمامہ کی بات سن کر اہل شہر خوشی سے مچل گئے اور اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کلمۂ کفر کے نعرے بلند کیئے اور تمام رومی ایک نئے جوش وخروش کے ساتھ جنگ کی طرف ملتفت ہوئے۔

حضرت ابوعبیدہ قلعہ کی دیوار کے قریب جا کر بطریق قمامہ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمانے کے بعد جب اسلامی لشکر کے کیمپ میں واپس آئے تو وہ بھی متحیر تھے کیونکہ رومیوں کے بڑے راہب نے ان سے کسی قسم کی کوئی گفتگو ہی نہ کی اور صرف اک نظر دیکھ کر واپس پلٹ گیا تھا۔حضرت خالد بن ولید نے ان سے پوچھا کہ اے امین الامت!رومی بطریق سے کیا بات چیت ہوئی؟ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان!تعجب کی بات ہے جب میں شہر پناہ سے قریب گیا تو ان کا ایک بوڑھا راہب نمودار ہوا اور وہ مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگا۔مجھ سے کوئی بات چیت نہیں کی اور پھر اپنی قوم سے کچھ کہا اور چلا گیا۔حضرت خالد نے کہا کہ ضرور اس میں کوئی راز ہے۔حالانکہ اس وقت وہ راز ظاہر نہیں ہوا لیکن انشاءاللہ عنقریب ہم اس راز پر مطلع ہوجائیں گے۔

مسلسل چار ماہ شہر کا محاصرہ اور بطریق قمامہ سے دوبارہ گفتگو

حضرت ابوعبیدہ کے قلعہ کی دیوار سے واپس آنے کے بعد حضرت خالد بن ولید نے

قلعہ پر سخت حملہ کیا۔بطریق قمامہ نے بھی اپنی قوم کو لڑنے کی ترغیب دی،فریقین میں سخت لڑائی ہوئی۔اسلامی لشکر کھلے میدان میں رہ کر تیراندازی اور پتھر بازی کرتا۔اور رومی قلعہ کی فصیل سے تیر اور پتھر برساتے۔اسلامی لشکر کھلے میدان میں ہونے کی وجہ سے محل خطرہ میں تھے لہذا وہ بہت احتیاط برتتے تھے۔ڈھال اور سپر کی آڑ میں چھپ کر تیراندازی کرتے تھے جب کہ رومی قلعہ کی دیوار پر ہونے کی وجہ سے بےخوف تھے اور بے محابا اِدھر اُدھر آتے جاتے لیکن ان کی بے احتیاطی کا مجاہدین بھرپور فائدہ اٹھا کر ان پر نشانہ باندھ کر تیر مارتے ،اور ان کو قلعہ کی دیوار سے نیچے گرادیتے۔حضرت ضرار بن ازور نے ایک بڑے بطریق کو دیکھا کہ جس کے سر پر سونے کی صلیب تھی اور اس کے اِرد گرد اس کے خدام وغلام تھے اور وہ بطریق رومیوں کو لڑائی کی ترغیب دیتا تھا۔حضرت ضرار ڈھال کے نیچے اپنے کو چھپاتے ہوئے قلعہ کی دیوار کے قریب،جس برج پر وہ بطریق کھڑا تھا اس کے نیچے پہنچ گئے اور کمان میں تیر چڑھا کر بطریق کا نشانہ لگایا اور "بِسْمِ اللهِ وعَلىٰ مِلَّةِ رسُولِ اللهِ" کہہ کر تیر چلایا۔تیر بغیر خطا کیئے ٹھیک اپنے نشانے پر لگا۔وہ بطریق رومیوں کو سامان جنگ تقسیم کررہا تھا کہ ناگاہ حضرت ضرار کا تیر اس کے حلق میں پیوست ہوگیا۔حلق میں تیر لگتے ہی وہ بطریق ہڑبڑا اٹھا اتفاق سے وہ قلعہ کی دیوار کے بالکل کنارے کھڑا تھا۔تیر کا زخم لگنے سے اس نے اپنے جسم کا توازن کھودیا اور قلعہ کی دیوار سے زمین پر گرا۔زمین پر بھی سر کے بل گرا،اور اس کا سر ناریل کی طرح دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔اسی طرح اسلامی لشکر کے تیراندازوں نے کثیر تعداد میں رومیوں کو تیر مار کر قلعہ کی دیوار سے گرایا لہذا رومیوں نے ڈھالوں اور چمڑے کے نمدوں کی آڑ اور پناہ کھڑی کردی۔

ان دنوں کڑاکے کی سردی تھی۔جاڑے کی شدت کا یہ عالم تھا کہ دانت سے دانت بجتے تھے اور ہاتھ پاؤں شل ہوئے جاتے تھے۔ایسی سخت ٹھنڈک کے موسم میں اسلامی لشکر کھلے میدان میں پڑا ہوا تھا۔رومی اس گمان میں تھے کہ سخت گرمی والے ملک عرب کے باشندے سردی برداشت نہ کرسکیں گے اور بھاگ جائیں گے لیکن مجاہدین صبرواستقلال سے جمے رہے اور مسلسل چار مہینہ تک جنگ جاری رہی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔روزانہ فریقین کے آدمی

زخمی ہوتے اور مرتے تھے۔

لڑائی کا اس قدر طول پکڑنے کی وجہ سے رومی چار ماہ سے قلعہ میں محصور رہ کر تنگ آ گئے تھے۔شہر کے روساء وامراء بطریق قمامہ کے پاس کنیسہ میں آئے۔بطریق قمامہ کو تعظیمی سجدہ کیا اور اس کے سامنے کی زمین کو بوسہ دے کر اس کی تعظیم وتکریم بجالائی اور ہاتھ باندھے باادب کھڑے رہے۔بطریق قمامہ آنکھیں بند کر کے سمادھی میں بیٹھا ہوا اپنے گردوپیش کے ماحول سے بےخبر تھا۔جب اس نے سمادھی پوری کر کے آنکھیں کھولیں تو قوم کو اپنے سامنے استادہ دیکھ کر آنے کا سبب دریافت کیا۔قوم نے کہا کہ اے ہمارے رہبر!عربوں نے مسلسل چار مہینہ سے قلعہ کا محاصرہ کررکھا ہے اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ ہمارے کچھ آدمی نہ مارے جاتے ہوں حالانکہ ان کے بھی آدمی مارے جاتے ہیں لیکن وہ موت کی پرواہ نہیں کرتے اور ہماری بہ نسبت وہ لڑائی کے زیادہ خواہشمند ہیں۔ہم کو یہ امید تھی کہ ہرقل بادشاہ ہماری کمک کرنے بذات خود آئے گا یا کسی لشکر کو بھیجے گا لیکن یرموک کی جنگ میں شکست وریخت سے دوچار ہونے کے بعد وہ اپنے کام کا نہیں رہا۔آپ کی ذات گرامی ہمارے لئے سب کچھ ہے لہذا آپ اس کا مناسب حل ڈھونڈھ نکالیں۔ اور ہمیں مصیبت سے نجات دلائیں آپ پھر ایک مرتبہ ان کے سردار سے گفتگو کر کے صلح کی کوئی سبیل پیدا کریں۔ہم چار مہینہ سے قلعہ میں محصور رہ کر اتنا تنگ آ گئے ہیں کہ اب ہم نے قصد کیا ہے کہ شہر کا دروازہ کھول کر ہم میدان میں لڑنے نکلیں اور یکبارگی عربوں پر حملہ کر کے ان کو ختم کردیں یا خود ہلاک ہوجائیں۔اس صورت میں اس پار یا اس پار کچھ بھی نتیجہ نکل آئے گا اور ہم محاصرہ کی کلفت سے نجات حاصل کریں گے۔

قوم کی پرسوز التماس پر بطریق قمامہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور قلعہ کی فصیل پر آیا۔بطریق قمامہ کے مترجم نے بلند آواز سے پکارا کہ اے گروہ عرب!دین نصرانیت کا عمدہ شخص اور دین مسیح کا سب سے بڑا عالم وعامل تمہارے سردار سے گفتگو کرنے آیا ہے لہذا اپنے سردار کو قلعہ کی دیوار کے قریب بھیجو۔مجاہدوں نے فوراً حضرت ابوعبیدہ کو اطلاع پہنچائی،حضرت ابوعبیدہ صحابۂ کرام کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر قلعہ کی دیوار کے قریب بطریق قمامہ کے سامنے

ٹھہرے۔ بطریق قمامہ نے کہا کہ اے گروہ عرب کے سردار! ہمارا یہ شہر ارض مقدس ہے اور اس شہر کے ساتھ برائی کا ارادہ کرنے والے پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کرتا ہے۔ تم اس شہر کا محاصرہ ترک کر کے یہاں سے چلے جاؤ ورنہ تم پر اللہ کا غضب اور عذاب نازل ہوسکتا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ شہر مقدس اور بابرکت ہے۔ اسی شہر سے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج میں آسمان پر تشریف لے گئے تھے اور اپنے رب سے اتنے قریب ہوئے یہی ہمارا قبلہ اول اور ثالث حرم ہے۔ علاوہ ازیں یہ شہر معدن انبیاء ہے اور اس شہر میں اولوالعزم انبیاء ومرسلین کے مزارات ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مندرجہ بالا جواب کو امام سیر وتواریخ حضرت علامہ محمد بن عمرو واقدی قدس سرہ نے اس طرح نقل فرمایا ہے:

"پس کہا ابوعبیدہ بن الجراح نے مترجم سے کہ کہہ تو اُن سے کہ ہم جانتے ہیں اس امر کو کہ یہ شہر بزرگ ہے اور اسی شہر سے تشریف لے گئے تھے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نزدیک ہوئے تھے اپنے پروردگار سے۔ پس قریب ہوئے تھے وہ بقدر دو گوشہ کمان کے بلکہ کمتر اس سے اور یہ شہر معدن انبیا اور ان کی قبریں اس میں ہیں۔ (حوالہ:- فتوح الشام، از:- علامہ واقدی، ص:۲۸۰)

ناظرین کرام توجہ فرمائیں کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت المقدس سے اپنے جسم اقدس کے ساتھ معراج میں تشریف لے گئے اور ان کو اللہ کا اتنا قرب حاصل ہوا تھا جیسے کہ دو کمانوں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے یا اس سے کم۔ لیکن دور حاضر کے کچھ منافقین حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کا انکار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں معراج ہوئی تھی اور وہ اپنے جسم کے ساتھ معراج میں نہیں گئے تھے۔

حالانکہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جسمانی معراج کا ثبوت قرآن شریف کی سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں موجود ہے۔ بلکہ اپنے رب سے قریب ہونے کا بیان وثبوت بھی قرآن شریف میں ہے:

"ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ☆ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ☆ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی ☆ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ☆ اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی" (سورۂ النجم: آیت:۸ تا ۱۲)

ترجمہ :- "پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو" (کنزالایمان)

معراج جسمانی کے موضوع پر تفصیلی گفتگو یہاں ممکن نہیں۔ سورۂ النجم کی مندرجہ بالا آیات کی تفسیر کا مطالعہ کرنے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج جسمانی اور اپنے رب سے قریب ہونے کا ثبوت حاصل ہوگا الحاصل حضور اقدس کو جسمانی معراج ہوئی تھی:

(۱) ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا تموج بحر ہو میں ابھرا
دنیٰ کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیئے تھے

(۲) وہی ہے اول، وہی ہے آخر، وہی ہے باطن، وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے، اسی سے ملنے، اسی سے، اس کی طرف گئے تھے

(از:- امام عشق ومحبت، حضرت رضا بریلوی)

القصہ! پھر حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اس شہر کے تم سے زیادہ ہم حقدار ہیں ہم جنگ جاری رکھیں گے اور محاصرہ ہرگز نہ توڑیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس شہر کا مالک کردے جیسا کہ اس نے ہم کو دوسرے شہروں کا مالک کردیا۔ بطریق قمامہ نے کہا کہ تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ ہم تین باتیں چاہتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ تم "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ محمد" رَّسُولُ اللّٰہ" پڑھ کر اسلام قبول کرلو تا کہ تم ہمارے دینی بھائی بن جاؤ اور تمہارا ہمارا حال یکساں ہوجائے۔ بطریق قمامہ نے کہا کہ بیشک "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" بڑا کلمہ ہے اور ہم اس کے قائل ہیں لیکن تمہارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم اللہ کا رسول

نہیں مانتے۔حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ تو جھوٹا ہے کیونکہ تم عیسائی لوگ اللہ کی وحدانیت کے بھی قائل نہیں ہو اور تم حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلو ۃ والسلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہو اور تمہارے اس باطل عقیدہ کا اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام قرآن مجید میں رَد فرمایا ہے۔تم تین خدا کے قائل ہو لہذا تم "لَا اِلٰهَ اِلا اللّٰه" کے قائل نہیں۔اسلام نے ہی سچی توحید بتائی ہے لہذا تم اللہ کی وحدانیت اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کا صدق دل سے اقرار کر کے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔بطریق قمامہ نے کہا کہ ہم ہرگز اسلام قبول نہیں کریں گے۔

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اگر تم کو اسلام قبول کرنے سے انکار ہے تو جزیہ ادا کرو۔بطریق قمامہ نے کہا کہ یہ دوسری بات تو ہمارے لئے پہلی بات سے بھی سخت ہے کیونکہ جزیہ دے کر تمہارے محکوم اور تمہارے امن کی پناہ میں رہنے کی ذلت ہمیں منظور نہیں۔حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ جب تم کو ان دونوں باتوں سے انکار ہے تو تیسری بات یہ ہے کہ جنگ کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔بطریق قمامہ نے کہا کہ قسم ہے حق مسیح کی! اگر تم تیس سال تک بھی محاصرہ قائم رکھو گے تب بھی تم ہمارا قلعہ فتح نہیں کر سکو گے کیونکہ ہمارا قلعہ ملک شام کے تمام قلعوں سے مضبوط اور بلند ہے۔ہمارے پاس اشیاء خورد و نوش اور ہتھیاروں کا عظیم ذخیرہ موجود ہے۔لہذا ہم تمہارے محاصرہ سے نہیں ڈرتے اور نہ ہی تم سے لڑنے سے خوف زدہ ہیں۔ہم ہر حال میں تم سے لڑیں گے۔

البتہ ہمارے شہر کو صرف ایک شخص ہی فتح کرے گا اور اس کے اوصاف وصفات ہماری کتابوں میں لکھے ہیں۔اور اس شخص کی جو تعریف ہماری کتابوں میں مذکور ہے وہ تم پر صادق نہیں آتی۔حضرت ابوعبیدہ نے پوچھا کہ جو شخص تمہارا شہر فتح کرے گا اس کی صفتیں کیا ہیں؟ بطریق قمامہ نے کہا کہ اس کی صفتیں ہم تمھیں نہیں بتائیں گے البتہ اسے دیکھ کر فوراً پہچان لیں گے کہ یہ وہی شخص ہے۔اور ہاں! اگر تم اس کا نام جاننا چاہتے ہو تو ہم اس کا نام بتا سکتے ہیں۔حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔تم صرف نام ہی بتا دو۔

بطریق قمامہ نے کہا کہ جو شخص ہمارا شہر فتح کرے گا وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابی

ہوگا، اس کا نام عمر بن الخطاب ہوگا۔جو فاروق کے لقب سے مشہور ہوگا اور جو نہایت سخت مرد ہوگا۔اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرے گا۔اس شخص کی جو جو صفتیں ہماری کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں وہ تم میں نظر نہیں آتیں۔بطریق قمامہ کی بات سن کر حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اگر وہ ذات گرامی تمہارے سامنے آئے تو کیا ان کو دیکھ کر تم پہچان لو گے؟ بطریق قمامہ نے کہا کیوں نہیں؟ ان کی صفت اور ان کی نشانیاں مجھ کو معلوم ہیں۔ان کو دیکھتے ہی میں فوراً پہچان سکتا ہوں۔

بطریق قمامہ کا جواب سن کر حضرت ابوعبیدہ خوشی سے جھوم اٹھے اور مسکراتے ہوئے فرمایا" فَتَحْنَا الْبَلَدَ وَرَبَّ الْكَعْبَةِ" یعنی قسم ہے کعبہ کے رب کی! ہم نے شہر فتح کر لیا پھر آپ نے بطریق قمامہ سے فرمایا کہ تم جس ذات گرامی کا ذکر کر رہے ہو وہی حضرت عمر بن الخطاب، فاروق اعظم ہمارے سردار اور خلیفۃ المسلمین، امیر المؤمنین اور جلیل القدر صحابی رسول ہیں۔بطریق قمامہ نے کہا کہ اگر واقعی یہی بات ہے تو تم خونریزی اور قتل وقتال سے باز رہو اور انھیں یہاں بلا لو۔ہم ان کو دیکھیں گے اور ان کی صفات و نشانیاں ثابت اور واضح ہو جائیں گی تو ہم ان کے واسطے شہر کے ہی نہیں بلکہ اپنے دل کے دروازے کھول دیں گے، جزیہ دینا بھی قبول کر لیں گے۔اور بیت المقدس تمہارے حوالہ کر دیں گے، لہذا تم اپنے سردار اور بادشاہ عمر بن الخطاب جب تک یہاں نہیں آتے اس وقت تک جنگ موقوف رکھو۔حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات منظور ہے اور میں حضرت عمر بن خطاب کو خط بھیج کر یہاں بلاتا ہوں اور جب تک وہ یہاں تشریف نہیں لاتے تب تک جنگ موقوف رکھنے کا عہد و پیمان کرتا ہوں۔حضرت ابوعبیدہ کی یہ بات سن کر بطریق قمامہ بہت خوش ہوا اور وہ قلعہ کی دیوار سے اُتر کر اپنے کنیسہ میں چلا گیا۔

حضرت عمر بن خطاب کی بیت المقدس تشریف آوری

بطریق قمامہ سے گفتگو کے بعد حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر میں تشریف لائے اور تمام مجاہدوں کو حکم دیا کہ جنگ موقوف کردو۔ بعدۂ انھوں نے تمام سرداروں اور روسائے مسلمین کو جمع کر کے بطریق قمامہ کے ساتھ ہوئی گفتگو کی تفصیل سنائی۔ تمام مجاہدین خوشی میں پھول گئے اور نعرۂ تکبیر و تہلیل کی فلک شگاف صدا بلند کر کے اپنی خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ یہ خوشی اس طور تھی کہ ہمارے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ شان ہے کہ ان کی صفات کا تذکرہ عیسائیوں کی مذہبی کتابوں میں موجود ہے۔ پھر حضرت ابو عبیدہ نے امیر المؤمنین کی خدمت میں بیت المقدس کے محاصرہ کا احوال اور بطریق قمامہ کی گفتگو کا تفصیلی خط حاضر کیا اور اس میں گزارش کی کہ آپ جلد از جلد بیت المقدس تشریف لے آئیں۔ حضرت میسرہ بن مسروق عبسی خط لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

حضرت عمر فاروق نے حضرت ابوعبیدہ کا خط لیا، اسے بوسہ دیا پھر پڑھا۔ خط کا مضمون پڑھنے کے بعد آپ نے صحابۂ کرام کی مقدس جماعت کو بھی سنایا اور مشورہ فرمایا۔ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ اے امیر المؤمنین! میری رائے ہے کہ آپ کا جلد از جلد تشریف لے جانا ہی بہتر ہے کیونکہ رومیوں نے آپ کو دیکھنے کی درخواست کی ہے اور ان کی یہ درخواست در پردہ ان کی ذلت کا اعتراف اور اسلام کی حقانیت کا اقرار ہے۔ علاوہ ازیں لشکر کے مجاہدین عرصۂ دراز سے لڑائی اور سخت سردی کی مشقت برداشت کر رہے ہیں، آپ کے جانے سے اگر شہر فتح ہو جائے تو لشکر اسلام کو بڑی مشقت سے نجات مل جائے اور اگر آپ تشریف نہ لے گئے تو رومی مایوس اور مشتعل ہو کر سختی سے لڑیں گے اور اگر جنگ نے طول پکڑا تو چونکہ بیت المقدس تمام عیسائیوں کا قبلہ اور معزز و مقدس شہر ہے اور وہ لوگ بیت المقدس کا حج کرتے ہیں لہٰذا ملک شام کے تمام رومی بیت المقدس کی اعانت میں جمع ہوں گے اور لشکر اسلام کو بہت ہی دُشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور اگر آپ کے تشریف لے جانے سے

بغیر جنگ کے شہر فتح ہو جاتا ہے تو یہ نہایت بہتر اور مناسب ہے۔

حضرت عمر فاروق نے حضرت علی رضی اللہ عنہما کا عمدہ اور نیک مشورہ دینے پر شکریہ ادا کیا اور جزاء خیر کی دعا دی اور بیت المقدس کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔

حضرت عمر فاروق کا سفر بیت المقدس

حضرت عمر فاروق اعظم نے بیت المقدس جانے کا فیصلہ فرمایا ہے یہ جان کر مدینہ منورہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت عمر فاروق نے سفر کا آغاز فرماتے ہوئے سب سے پہلے مسجد نبوی شریف میں آ کر چار رکعت نماز ادا کی اور پھر اپنے آقا و مولیٰ، شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پہ حاضری دی۔ حضرت سیدنا مولیٰ علی مرتضیٰ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور اپنے سرخ اونٹ پر سوار ہوئے۔ حضرت عمر فاروق اعظم کا سامان سفر اس طرح تھا۔ دو تھیلے جن میں سے ایک میں ستو اور دوسرے میں چھوہارے، پانی کا ایک مشکیزہ اور ایک بڑے پیالے میں کھانا۔ حضرت عمر فاروق کے ساتھ چند صحابۂ کرام بھی شریک سفر تھے اور ان میں بعض وہ حضرات تھے جو جنگ یرموک کے بعد مدینہ منورہ لوٹ آئے تھے۔ مثلاً: حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبادہ بن صامت وغیرہ۔ حضرت عمر فاروق کو مسلمانوں نے مصافحہ اور سلام کے ساتھ الوداع کیا اور آپ اپنے قافلہ کے ہمراہ مدینے منورہ سے بیت المقدس کی جانب روانہ ہوئے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کے سفر کی نوعیت یہ تھی کہ آپ نماز فجر کے بعد مسافت طے فرماتے اور ظہر کی نماز تک چلتے رہتے۔ ظہر کی نماز کے بعد آپ کسی بھی مقام پر ٹھہر جاتے اور وعظ و نصیحت فرماتے۔ اپنے ہمراہیوں کو خشیت الٰہی، کثرت عبادت، آخرت کی یاد تزکیہ نفس کی ترغیب دیتے۔ جب کھانے کا وقت ہوتا تو حضرت عمر فاروق اپنا زادِ راہ ستو اور کھجوریں نکال کر بچھا دیتے اور اپنے ہمسفر ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔

راہ میں ''ذات المنار'' نامی مقام پر تھوڑا وقت ٹھہرے۔ وہاں سے روانہ ہو کر قبیلۂ بنی مرہ کے علاقہ میں پہنچے۔ وہاں کچھ دیر توقف فرما کر آگے بڑھے اور ''وادی القریٰ'' پہنچے۔ ان

تمام مقامات میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے مختلف مقدمات اور معاملات پیش ہوئے جن کا آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلہ فرمایا اور مقدمات سے متعلق اشخاص کو آپ نے پابندیٔ شریعت کی سختی سے تاکید فرمائی اور شریعت کی خلاف ورزی کرنے پر سخت سزا کی تعزیر سنائی۔ آپ نے اپنا سفر مسلسل جاری رکھا، یہاں تک کہ آپ بیت المقدس کی سرحد میں داخل ہوئے۔

سرحد میں داخل ہونے کے بعد امیر المؤمنین نے کچھ عربوں کا ایک گروہ دیکھا۔ حضرت زبیر بن العوام کو ان کی خبر لانے کے لئے بھیجا۔ حضرت زبیر بن العوام اس قافلہ کے قریب گئے اور دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اسلامی لشکر کے سپاہی ہیں، حضرت ابوعبیدہ نے ہم کو امیر المؤمنین کی خبر معلوم کرنے بھیجا ہے۔ ان سپاہیوں نے حضرت زبیر بن العوام کو نہیں پہچانا، انھوں نے پوچھا کہ اے برادر دینی! آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟... میں زبیر بن العوام، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی کا بیٹا ہوں اور مدینہ منورہ سے آرہا ہوں۔ حضرت زبیر کا تعارف ملتے ہی انھوں نے مرحبا کہا، خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ اے ابن عم رسول! جب آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو امیر المؤمنین کو کس حال میں چھوڑا؟ آیا وہ بیت المقدس آنے والے ہیں یا نہیں؟ حضرت زبیر بن العوام نے فرمایا کہ بشارت ہو تم کو کہ امیر المؤمنین آپہنچے ہیں اور میں بھی ان کے ہمراہ آیا ہوں پھر حضرت زبیر ان مجاہدوں کو لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں آئے۔ تمام مجاہدوں نے امیر المؤمنین کی خدمت میں ہدیہ سلام پیش کر کے مصافحہ ودست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ یہاں کس لئے آئے ہو؟ مجاہدوں نے جواباً عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! لشکر اسلام اپنی آنکھیں بچھائے آپ کی قدوم میمنت کا منتظر ہے اور گردنیں لمبی کئے مدینہ طیبہ سے آنے والے راستہ پر نظریں جمائے ہوئے ہے۔ ہر شخص آپ کے دیدار کے لئے بے چین وبیقرار ہے۔ لہٰذا امین الامت حضرت ابوعبیدہ نے ہم کو آپ کی خبر معلوم کرنے بھیجا ہے۔ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو ہم جاکر جیش اسلام کو آپ کی آمد کا مژدہ سنادیں۔ حضرت عمر فاروق اعظم نے انھیں اجازت عطا فرمائی۔

امیر المؤمنین کی خبر معلوم کرنے والا وفد اجازت لے کر بڑی تیزی سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا۔ اسلامی لشکر کے کیمپ کے قریب پہنچتے ہی انھوں نے بلند آواز سے پکارا اے گروہ مسلمین! خوشخبری ہو کہ امیر المؤمنین آپہنچے۔ اس مژدۂ جانفزا کو سن کر پورا اسلامی لشکر حرکت میں آگیا، ہر شخص نے چاہا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر امیر المؤمنین کے استقبال کے لئے نکل جائے۔ پس حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: میں تم سب کو قسم دلاتا ہوں کہ کوئی بھی شخص اپنی جگہ سے نہ نکلے۔ پھر حضرت ابوعبیدہ اپنے ہمراہ مہاجرین اور انصار کے چند اشخاص کو لے کر حضرت عمر فاروق اعظم کے استقبال کے لئے روانہ ہوئے۔

حضرت ابوعبیدہ نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کا قافلہ سامنے سے آتا نظر آیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم پیدل اُونٹ کی مہار ہاتھ میں تھامے آگے آگے چل رہے ہیں اور ان کا غلام اونٹ پر سوار ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم سفر میں اپنا ایک ہی اونٹ لائے تھے۔ ایک روز حضرت عمر فاروق سوار ہوتے اور ان کا غلام مہار پکڑ کر چلتا اور دوسرے روز حضرت عمر مہار لے کر چلتے اور غلام اونٹ پر سوار ہوتا۔ حضرت عمر فاروق اعظم امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین کے منصب اعلیٰ پر فائز ہیں اور ان کی حیثیت ملک کے بادشاہ کی ہے لیکن آپ نے آقا وغلام کا فرق مٹا دیا اور عملی طور پر مساوات کی تعلیم دے کر دنیا کو درس دیا کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو دنیا کو عدل وانصاف اور مساوات کا پیغام دیتا ہے۔ جس کے نظام میں غلام وآقا کے مابین کوئی امتیاز نہیں۔

القصہ! حضرت ابوعبیدہ کا قافلہ امیر المؤمنین کے قافلہ سے ملا۔ حضرت ابوعبیدہ مسلح ہوکر اونٹنی پر سوار آئے تھے۔ انھوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی، نیچے اُترے اور امیر المؤمنین کی خدمت میں سلام نیاز پیش کیا۔ پھر تمام ساتھیوں نے امیر المؤمنین سے سلام وملاقات کی اور پھر سب بیت المقدس کی جانب روانہ ہوئے۔ جب امیر المؤمنین کو لے کر امین الامت اسلامی لشکر کے کیمپ میں آئے تو تمام مجاہدوں نے نعرۂ تکبیر وتہلیل سے ان کا استقبال کیا۔ تمام مجاہدوں نے قطار بند اور باری باری آکر امیر المؤمنین کی خدمت میں سلام پیش کیا اور ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ پھر حضرت عمر فاروق اعظم نے نہایت ہی فصیح وبلیغ خطبہ فرمایا اور آپ نے

تمام مجاہدوں کو اعمال صالحہ اور تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنے کی نصیحت و تنبیہ فرمائی۔خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے حضرت ابو عبیدہ سے ملک شام کی لڑائیوں کے تفصیلی حالات سماعت فرمائے۔ان حالات کو سن کر کبھی آپ روتے ،کبھی سکون میں آتے ،اور کبھی خوش ہوتے۔یعنی کسی مجاہد کی شہادت کا حال سن کر آپ رونے لگتے اور رومیوں کی شکست اور اسلامی لشکر کی فتح کی کیفیت معلوم ہوتی تو خوش ہوتے۔امیر المؤمنین اور امین الامت اسی طرح گفتگو کرتے رہے۔، یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا۔

حضرت بلال کی اذان سن کر لشکر اسلام پر رقت

حضور اقدس، جان عالم و جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور مؤذن حضرت بلال بن حمامہ حبشی رضی اللہ تعالی عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مدینہ طیبہ سے ملک شام چلے آئے تھے اور شہر دمشق میں سکونت اختیار کر لی تھی۔حضرت بلال کو اسلامی لشکر کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ بھی جیش اسلام میں شامل ہوگئے اور راہِ خدا میں جہاد کا شوق امنڈ پڑا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم کی بیت المقدس میں تشریف آوری ہوئی حضرت بلال اسلامی لشکر میں موجود تھے۔آپ بھی امیر المؤمنین سے ملنے آئے ،سلام کیا اور آپ کی تعظیم و تکریم کی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت بلال نے اذان کہنا ترک کر دیا تھا۔اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی جدائی و فرقت میں وہ اتنے اندوہگیں ہوگئے تھے کہ کلمات اذان ادا کرنا دشوار تھا اور وہ اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مفارقت میں اتنے غمناک ہوئے کہ انھوں نے اذان دینی چھوڑ دی۔

جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو مجاہدوں نے امیر المؤمنین حضرت عمر سے درخواست کی کہ حضرت بلال یہاں موجود ہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ آج ان کی زبان سے اذان سنیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانۂ خیر القرون کی یاد تازہ کریں۔حضرت عمر فاروق اعظم نے حضرت بلال سے فرمایا کہ اے بلال !اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

خواہش و درخواست ہے آپ اذان کہو اور ان کو حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ کی یاد تازہ کرا دو۔حالانکہ حضرت بلال نے اذان دینا بالکل ترک کر دیا تھا۔کئی لوگوں نے اس سے قبل اذان کہنے کی درخواست کی تھی لیکن انھوں نے کسی کی درخواست منظور نہ کی۔لیکن چونکہ حضرت بلال کے دل میں حضرت عمر فاروق اعظم کا غایت درجہ ادب و احترام تھا۔آج امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم کی فرمائش ہے،انکار ممکن نہ ہوا اور بلال اذان کہنے کے لئے رضا مند ہوگئے۔حضرت عمر فاروق امیر المؤمنین کی فرمائش بلال کے لئے حکم کا درجہ رکھتی تھی۔

حضرت بلال نے اذان شروع کی۔بلند آواز سے اللہ اکبر ،اللہ اکبر کہا۔ان کی درد بھری آواز صحابہ کے کانوں سے ٹکرائی اور ان پر ایک لرزہ طاری ہوگیا۔آنکھیں نمناک ہوگئیں اور وہ شدت غم سے کانپنے لگے۔پھر حضرت بلال نے بار دوم اللہ اکبر، اللہ اکبر کہا۔اب ان کی آواز میں دَرد اتنا زیادہ تھا کہ سننے والوں کے لئے برداشت کرنا دشوار تھا۔حضرت بلال اذان کے کلمات دہراتے جاتے اور ان کا لہجہ اور درد انگیز ہوتا جاتا۔اور جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه کہا تو لشکر اسلام میں کہرام مچ گیا۔صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نظروں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقدس زمانہ پھر گیا اور حضور اقدس کی یاد اور فراق کے غم میں تڑپنے لگے، آہ وبکا کا وہ شور بلند ہوا کہ پتھر دل بھی پگھل جائے۔اسلامی لشکر کا ہر مجاہد چیخ چیخ کر رونے لگا۔شدت غم سے مجاہدین ایسے بلکتے اور تڑپتے تھے کہ لگتا تھا کہ ان کے دل پھٹ جائیں گے۔بعض نیم غشی کی حالت میں زمین پر گر پڑے ، اپنے محبوب آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد رفتہ کچھ یوں تازہ ہوئی کہ چاروں طرف گریہ و زاری کا ماحول گرم ہوگیا۔حضرت عمر فاروق اعظم بھی بے اختیار رو رہے ہیں۔حضرت بلال کی حالت بھی دگرگوں ہے۔اذان کے ہر کلمہ پر ان کا قلق واضطراب بڑھتا جاتا تھا۔اور ایسا محسوس ہوتا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر جائیں گے اور اذان پوری نہ کر سکیں گے اسلامی لشکر پر غم واضطراب کی وہ کیفیت طاری تھی کہ رونے اور چیخنے کی آوازوں کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ ہزاروں کی جانیں نکل جائیں گی۔کسی کو بھی اپنے تن وجاں کا ہوش

نہیں تھا:

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو
پھر دکھا دے وہ رخ ، اے مہر فروزاں ہم کو

(از:- امام عشق ومحبت حضرت رضؔا بریلوی)

اہل سیر وتواریخ بیان کرتے ہیں کہ اس دن امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم اور تمام مسلمان اتنا روئے ہیں کہ کسی کو اتنا روتا ہوا نہ تو دیکھا گیا اور نہ ہی سنا گیا۔ ہر ایک کی آنکھ سے اشک کا دریا رواں تھا۔ اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد وجدائی کے غم میں ہر ایک نے رو رو کر اپنی آنکھیں لال کر لی تھیں:

آنکھیں رو رو کے سجانے والے
جانے والے نہیں آنے والے
اور
دیکھ او زخم دل آپے کو سنبھال
پھوٹ بہتے ہیں ٹپکنے والے

(از:- امام عشق ومحبت حضرت رضؔا بریلوی)

بہر حال حضرت بلال نے روتے ، تڑپتے ، کسی طرح اذان پوری کی۔ صحابۂ کرام کے سامنے اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منظر آگیا جو کبھی وہ ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا کرتے تھے۔ دیر تک لشکر اسلام کا ہر مجاہد زار وقطار روتا رہا۔ حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت بلال بھی مسلسل روتے رہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے انھیں تسکین دی۔ پھر حضرت عمر فاروق اعظم نے تمام لشکر کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی۔

⊙ حضرت عمر کی قلعہ کی طرف روانگی

حضرت عمر فاروق اعظم اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور بیت المقدس کے قلعہ کی طرف جانے کا قصد فرمایا۔ آپ نے بکری کے بالوں کا بنا ہوا لباس پہنا ، آپ کا جبہ شریف ٹکڑے

ٹکڑے جوڑ کر بنا ہوا تھا۔ اس میں چودہ پیوند لگے ہوئے تھے اور بعض پیوند چمڑے کے تھے۔ اسلامی لشکر کے سرداروں نے امیر المؤمنین سے درخواست کی کہ آپ ان کپڑوں کو اُتار دیں اور اچھے کپڑے زیب تن فرما کر اونٹ کے بجائے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے جائیں تاکہ دشمن پر آپ کا رُعب پڑے اور آپ کی ہیبت طاری ہو۔ حضرت عمر فاروق نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔ حضرت ابو عبیدہ نے مصری اعلیٰ قسم کے کپڑے کا بنا ہوا سفید لباس اور عمامہ پیش کیا جس کو امیر المؤمنین نے زیب تن فرمایا اور اُونٹ کے بجائے گھوڑے پر سوار ہو کر اسلامی لشکر کے کیمپ سے بیت المقدس کے قلعہ کی جانب روانہ ہوئے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق چند ہی قدم چلے تھے کہ لوگوں نے دیکھا کہ اچانک آپ کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوئے ، گویا آپ کو کوئی سخت تکلیف لاحق ہوئی ہو آپ لرزنے لگے ، آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اضطراب کے عالم میں آپ نے فرمایا کہ سواری روکو ، سواری روکو۔ آپ کے ارشاد پر ہمراہی ٹھہر گئے۔ حضرت عمر فوراً اپنے گھوڑے سے نیچے اُتر گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری لغزش کو معاف فرمائے ، قریب تھا کہ میں ہلاک ہو جاتا کیونکہ ایسے پر تکلف لباس پہننے سے میرے دل میں کبر (فخر) داخل ہو گیا اور میں نے اپنے آقا ومولیٰ ، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے ، آپ کا ارشاد ہے:

" لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ وَّ لَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ "

ترجمہ: -"جس کے دل میں رائی (خردل) کے دانہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جس کے دل میں دانۂ رائی برابر ایمان ہوگا وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔"

پھر حضرت عمر نے فرمایا کہ تمہارے عمدہ سفید کپڑے اور تمہارا خوشنما وخوش رفتار گھوڑا مجھ کو ہلاکت میں ڈال دیتا۔ پھر آپ نے وہ عمدہ کپڑے تبدیل فرمائے اور بکری کے بالوں کا چودہ پیوند والا لباس پہن لیا اور اپنے اُونٹ پر سوار ہو کر قلعہ کی سمت روانہ ہوئے۔ جب آپ قلعہ کے

سامنے پہنچے اور بیت المقدس نظر آیا تو آپ نے ''اللہ اکبر = اللہ اکبر'' کہا اور پھر یہ دعا مانگی:

" اللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا فَتْحًا كَبِيْرًا وَّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيْرًا"

ترجمہ: -''اے میرے اللہ! فتح کر تو ہمارے لئے بڑی فتح اور دے تو ہمیں اپنی طرف سے غلبہ اور مدد''

بیت المقدس کا جن مجاہدوں نے محاصرہ کر رکھا تھا انھوں نے حضرت عمر فاروق اعظم کی سواری کو دیکھتے ہی جوش وخروش سے تکبیر وتہلیل کے نعرے بلند کر دیا۔ نعروں کی بلند آوازیں سن کر اہل بیت المقدس حیران ہوئے۔ کیونکہ جنگ تو کئی دنوں سے موقوف تھی لہذا وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھے تا کہ دیکھیں کہ مسلمانوں نے حملہ تو نہیں کر دیا۔ بطریق قمامہ نے بھی نعروں کی آوازیں سنی۔ لہذا اس نے بھی اپنے خادموں کو دوڑایا کہ معلوم کریں کیا معاملہ ہے؟ رومیوں نے قلعہ کی دیوار سے دیکھا تو مجاہدین نے قلعہ پر حملہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ امیر المؤمنین کی آمد پر خوشی کا اظہار اور استقبال کرنے کی غرض سے نعرے لگا رہے ہیں۔

حضرت عمر فاروق اعظم نے ابوعبیدہ سے فرمایا کہ رومیوں کو میرے آنے کی اطلاع دے دو چنانچہ حضرت ابوعبیدہ قلعہ کی دیوار کے قریب آئے اور بلند آواز سے فرمایا کہ اے بیت المقدس کے باشندو! آگاہ ہو جاؤ کہ ہمارے سردار، خلیفۃ المسلمین، امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم مدینہ منورہ سے تشریف لے آئے ہیں۔

فتح بیت المقدس اور حضرت عمر کا شہر میں دخول

بطریق قمامہ کو حضرت عمر فاروق اعظم کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو وہ بیت المقدس کے حاکم ''باطلیق'' اور شہر کے معزز لوگوں کو لے کر قلعہ کی دیوار پر آیا اور اس نے پکار کر کہا کہ اے گروہ عرب! تمہارے بڑے سردار کو ہم قریب سے دیکھنا چاہتے ہیں لہذا ان کو قلعہ کی دیوار کے قریب بھیجو، ان کو تنہا یا ان کے ساتھ ایک دو آدمی کو ہی بھیجو تا کہ ہم ان کو بغور دیکھ کر شناخت کر سکیں، اگر ہم نے ان کو اپنی کتابوں میں مذکور صفات کے مطابق پایا تو قسم ہے حضرت مسیح کی! ہم شہر اُن کے حوالہ کر دیں گے۔ حضرت عمر فاروق نے تن تنہا قلعہ کی دیوار کے قریب جانے کا

ارادہ فرمایا۔ اس پر صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ تنہا ان لوگوں کی طرف جا رہے ہیں اور آپ کے ساتھ کسی قسم کا سامان جنگ بھی نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ بیوفائی کریں اور آپ کو کوئی اذیت پہنچائیں۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ مؤمن کو اللہ کے سوا کسی سے بھی نہ ڈرنا چاہیئے۔ جو ہمارے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے وہ ضرور پیش آئے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

" قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰىنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ" (سورہ التوبہ: آیت:۵۱)

ترجمہ: -''تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا۔ وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیئے'' (کنز الایمان)

پھر حضرت عمر اپنے اونٹ پر سوار ہوئے۔ آپ کے ہاتھ میں دُرّہ تھا، دوسرا کسی قسم کا کوئی ہتھیار ساتھ میں نہیں تھا۔ آپ نے حضرت ابوعبیدہ کو اپنے ہمراہ لیا اور قلعہ کی دیوار کے بالکل قریب جا کر ٹھہرے۔ حضرت ابوعبیدہ نے قلعہ کی دیوار پر موجود لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اے لوگو! امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق یہاں تشریف لائے ہیں۔ حاکم شہر باطلیق اور بطریق قمامہ نے حضرت عمر فاروق اعظم کو گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بنظر غور دیکھنے کے بعد دفعۃً بطریق قمامہ نے بلند آواز سے شور کرتے ہوئے اپنی قوم کو پکار کر کہا کہ ''قسم خدا کی! یہ وہی شخص ہیں جن کی صفت اور نعت ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں اور ان کے ہاتھ پر ہمارا شہر فتح ہوگا''۔ پھر بطریق قمامہ نے اپنی قوم کو جھڑکتے اور ڈانٹتے ہوئے کہا کہ سختی ہو تم پر، یہ کیا تاخیر ہے؟ جلدی اُترو اور ان کے پاس جاؤ اور ان سے امان طلب کرو۔ خدا کی قسم! یہ محمد بن عبداللہ کے صحابی ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جب رومیوں نے بطریق قمامہ کا فرمان سنا تو وہ جلدی جلدی قلعہ کی دیوار سے اُترے اور شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا اور دوڑتے ہوئے حضرت عمر فاروق اعظم کے پاس آئے اور صلح وامان کی درخواست اور ادائے جزیہ کا اقرار بھی کرنے لگے۔ حضرت عمر فاروق اعظم نے رومیوں کے مسخر اور مطیع ہو کر آنے پر اور آسانی سے بیت المقدس کا قلعہ فتح ہونے پر اللہ تعالیٰ

کی حمد اور اس کا شکر ادا کیا اور اُونٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے پالان پر سجدۂ شکر بجالائے۔حضرت عمر
فاروق اعظم رومیوں کے سامنے آئے اور ان سے فرمایا کہ اس وقت تم شہر کی طرف لوٹ جاؤ
تمہارے لئے امن اور ذمہ کا عہد ہوگا اور تم جزیہ ادا کرنے کا اقرار کروگے۔حضرت عمر فاروق
اعظم کی زبان حق ترجمان سے یہ وعدہ سن کر رومی خوشی سے مچل اُٹھے۔امیر المؤمنین کا شکریہ ادا
کیا اور شہر کی طرف واپس لوٹے اور اب انھوں نے قلعہ کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ امن کے
وعدے پر اعتماد کر کے شہر پناہ کے تمام دروازے کھلے چھوڑ دیئے۔پھر حضرت عمر فاروق اعظم
بھی مجاہدوں کے ساتھ اسلامی لشکر کے کیمپ میں واپس تشریف لائے اور عبادت و ریاضت
میں شب گزاری۔دوسرے دن بروز دوشنبہ بعد نماز فجر حضرت عمر فاروق اعظم لشکر اسلام کے
ساتھ قلعہ میں داخل ہوئے۔آپ دوشنبہ سے جمعہ تک بیت القدس میں قیام پذیر رہے۔آپ
نے شہر کے وسط میں ایک نشانِ محراب بنایا اور وہاں مسجد تعمیر کرنے کا حکم فرمایا۔آپ نے اس
جگہ جمعہ کی نماز پڑھائی اور اب اس جگہ پر عالی شان مسجد بنی ہوئی ہے۔

⊙ جمعہ کی نماز میں متعصب رومیوں کا حملہ کا ارادہ

بیت المقدس شہر میں کچھ متعصب قسم کے رومی بھی تھے۔بطریق قمامہ نے شہر حضرت عمر
فاروق کے حوالے کردیا، یہ امر ان پر شاق گزرا تھا۔وہ پکے نصرانی تھے اور مسلمانوں کا وجود
تک ان کو گوارا نہیں تھا۔انتقام اور حسد کی آگ ان کے دلوں میں شعلہ زن تھی لہذا انھوں نے
یہ پلان بنایا کہ جمعہ کی نماز میں جب مسلمان سجدہ میں جائیں تب ان پر یکبارگی حملہ کر کے ان کو
قتل کرڈالیں کیونکہ نماز میں مسلمان ہتھیاروں سے مسلح نہیں ہوتے۔ان مفسد رومیوں نے
اپنی تجویز کو عمل میں لانے سے پہلے ابوالجعید سے مشورہ کرنا مناسب سمجھا، یہ وہی ابوالجعید تھا
جس کی بیوی کی رومی لشکر کے سرداروں نے عصمت دری کی تھی اور اس کے بیٹے کو قتل کیا تھا اور
ابوالجعید نے انتقام لیتے ہوئے ہزاروں رومی سپاہیوں کو یاقوصہ ندی میں غرقاب کیا تھا اور پھر
وہ یرموک سے بھاگ کر بیت المقدس میں پناہ گزیں ہوگیا تھا۔مفسد و متعصب رومی ابوالجعید
کے پاس آئے اور اپنا منصوبہ بتایا اور اس معاملہ میں اس کی رائے معلوم کی۔ابوالجعید نے کہا

کہ ایسی بیوقوفی کرنے سے ہماری ذلت اور رسوائی ہوگی اور ہماری قوم روم پوری دنیا میں بدنام
ہوجائے گی کہ صلح کرنے کے بعد نماز میں مشغول مسلمانوں پر حملہ کیا اور یہ کام ہماری مغلوبی کا
بھی باعث ہوگا کیونکہ بیوفائی کرنے والا کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔متعصب رومیوں نے ابوالجعید
کا مشورہ سن کر کہا کہ اے ابوالجعید !تم کوئی ایسی تدبیر بتاؤ جس سے ہمارا مقصد بھی پورا ہوجائے
اور ہم پر کسی قسم کی ملامت بھی عائد نہ ہو۔

ابوالجعید نے کہا کہ مسلمان خدا پرست اور عبادت گزار قوم ہے۔ان کے ساتھ غدر
و بیوفائی کرنے میں ہرگز کوئی بھلائی نہیں۔اگر یہ دنیا طلب ہوتے تو میں تم کو یہ کام کرنے کا
مشورہ دیتا۔لہذا تم ان کا امتحان لو اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنی زینت کی چیزیں اور قیمتی
مال و اسباب سے انھیں للچاؤ۔جب یہ لوگ نماز کے لئے جائیں تو راستہ کے دونوں طرف
سونے چاندی اور جواہرات کے برتن اور ریشمی کپڑوں کے ڈھیر لگادو۔اگر ان میں کا کوئی
شخص دنیا کی چیزوں کی جانب راغب و ملتفت ہوکر اسے لینے کی کوشش کرے تو جان لینا کہ
یہ لوگ آخرت کے خواہاں نہیں بلکہ متاع دنیا کے طلب گار ہیں۔تب تم ان پر حملہ کردینا۔اس
صورت میں ہمارے لئے ایک بہانہ بھی ہوگا کہ ہم نے بیوفائی نہیں کی بلکہ مسلمانوں نے عہد
شکنی کر کے بیوفائی کی، ہمارے مال و متاع پر نیت خراب کی لہذا ہم نے ان کے ارتکابِ جرم
کی سزادی ہے۔ابوالجعید کا یہ مشورہ سب نے پسند کیا اور اس پر عمل کیا۔

جب جیش اسلام کے مجاہد شہر میں داخل ہوئے تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ راستہ
کے دونوں طرف قیمتی مال و متاع کے انبار لگے ہوئے تھے اور ان پر کوئی نگہبان اور محافظ نہ
تھا۔مگر اسلامی لشکر کے کسی مجاہد نے ان چیزوں کو ہاتھ تک نہ لگایا بلکہ نظر التفات سے دیکھا تک
نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے متاع دنیا سے روگردانی کر کے چلے جاتے تھے:

سایۂ دیوار وخاک در ہو یارب اور رضا
خواہشِ دیہیم قیصر،شوق تخت جم نہیں

(از:-امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

شعر کے تعلق سے حل لغت

(۱) دیہیم = تاج شاہی، کلغی، افسر (فیروز اللغات، ص:۶۷۴)

(۲) قیصر = شاہ روم کا لقب، سلطان، بادشاہ (فیروز اللغات، ص:۹۶۸)

(۳) تخت = بادشاہ کے بیٹھنے کی چوکی، مسند، گدی، سلطنت (فیروز اللغات، ص:۳۴۸)

(۴) جم = ایران کے ایک قدیم بادشاہ جمشید کا مخفف (فیروز اللغات، ص:۴۷۰)

القصہ! مسلمانوں کو دنیا کے قیمتی متاع سے بے پرواہ و بے نیاز ہو کر گزرتے دیکھ کر رومی متعجب تھے۔ ابوالجعید نے کہا کہ یہ وہی قوم ہے جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے توریت اور انجیل میں بیان کی ہے اور یہ قوم حق پر ہے۔ جب تک یہ قوم حق وصداقت پر قائم رہی گی دنیا کی کوئی بھی طاقت اُن پر غالب نہ ہوسکے گی۔ ابوالجعید کی بات سن کر متعصب رومیوں کے سر ندامت سے جھک گئے اور انھوں نے بیوفائی کرنے کا جو منصوبہ بنایا تھا اس پر اظہار افسوس کیا اور اپنا فاسد ارادہ ترک کردیا۔

⦿ حضرت کعب بن احبار کے ایمان لانے کا واقعہ

حضرت کعب بن احبار ملک شام کے صوبہ فلسطین کے دیہات کے سرداروں میں سے تھے اور اپنے علاقہ میں ان کا کافی رعب واثر تھا۔ جب ان کو اطلاع ملی کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم مدینہ منورہ سے بیت المقدس تشریف لائے ہیں اور کچھ عرصہ قیام پذیر رہنے والے ہیں تو وہ بیت المقدس آئے اور امیر المؤمنین کے دست حق پرست پر ایمان لائے۔ انھوں نے اپنے ایمان لانے کا جو سبب بتایا، وہ انھیں کی زبانی ذیل میں پیش خدمت ہے۔

حضرت کعب بن احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''میرے والد ماجد کتب سماوی اور دین موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زبردست عالم تھے۔ میرے والد نے کتب سابقہ کا اتنا وسیع مطالعہ کیا تھا کہ اس کی وجہ

سے وہ آئندہ ہونے والے واقعات وحادثات کی اچھی طرح معلومات وواقفیت رکھتے تھے۔ میں ان کا اکلوتا بیٹا تھا اور وہ مجھ کو بہت ہی چاہتے تھے۔ میری تعلیم وتربیت کا وہ بہت خیال رکھتے تھے اور اس کا اہتمام فرماتے تھے۔ علم وحکمت کی باتیں اور اس کے اسرار ورموز سے مجھ کو مطلع فرماتے رہتے تھے اور شاید ہی انھوں نے مجھ سے کوئی بات چھپائی ہوگی۔ بلکہ ہر معاملہ کی مجھ کو تعلیم فرما کر مجھ کو آگاہ کردیا تھا۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تب انھوں نے مجھے اپنے پاس خلوت میں بلایا اور فرمایا کہ اے میرے نور نظر اور راحت جگر! میں نے تم کو سب کچھ تعلیم کردیا ہے اور کوئی بھی چیز تم سے پوشیدہ نہیں رکھی۔ اب میرا دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آگیا ہے اور مجھے خوف ہے کہ عنقریب کچھ جھوٹے لوگ تم کو بہکانے کی کوشش کریں گے لہٰذا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ان جھوٹے دعوے کرنے والوں کی ہرگز اتباع وپیروی مت کرنا۔''

اب میں تم کو ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ میں نے اس مکان کے روشن دان میں دو کاغذ لکھ کر رکھ دیئے ہیں۔ ان میں میں نے تمہاری دنیا وآخرت کی بھلائی وبہتری کی باتیں لکھ دی ہیں۔ تم ان کاغذ کو اس وقت نکالنا جب تو یہ خبر سنے کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں۔ تب ان اوراق کو نکال کر پڑھنا اور ان پر عمل کرنا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے حق میں بہتری اور نیکی چاہی تو تم اس پر ضرور عمل کروگے۔ پھر چند دنوں کے بعد میرے والد کا انتقال ہوگیا۔ میرے والد کی تجہیز وتکفین کے بعد ہر وقت مجھے ان اوراق کا ہی خیال آنے لگا۔ ان اوراق میں کیا لکھا ہے معلوم کرنے کے لئے میں بے چین وبیقرار تھا لیکن میرے والد کے ایام تعزیت کی وجہ سے ہمارے گھر میں رشتہ داروں اور مہمانوں کا ہجوم رہتا تھا اور مجھے روشن دان کے اوراق برآمد کرنے کا موقع میسر نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا میں ایام تعزیت کے گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔ جب ایام تعزیت گزر گئے اور ہمارے سب مہمان رخصت ہوگئے تو

میں نے سب سے پہلے روشن دان سے اپنے والد کے لکھے ہوئے کاغذات نکالنے کا کام کیا۔ میں نے روشن دان سے کاغذات نکال کر پڑھے تو اس میں لکھا ہوا تھا:

"لَا اِلٰـهَ اِلَّـا اللّٰـهُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمَ النَّبِيّنَ لَا نَبِيّ بَعْدَهُ مَوْلُدُهٗ بِمَكّةَ وَدَارُ هِجْرَتِهٖ طَيبَةُ الطَّيِّبَةُ الأمِينةُ ، لَيْسَ بِفَظٍّ وّ لَا غَلِيْظٍ وّ لَا سَخَّابٍ ، أُمّتهُ الْحَامِدُوْنَ وَالّذِيْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰه عَلىٰ كُلِّ حَالٍ، اَلْسِنَتُهُمْ رَطْبَةٌ" بِالتَّكْبِيرِ وَالتَّهْلِيْلِ، وَهُوَ مَنْصُوْرٌ" عَلىٰ كُلِّ مَنْ نَادَاهٗ مِنْ أعْدَائِهٖ اَجْمَعِينَ، يَغْسِلُوْنَ فُرُوْجَهُمْ وَيَسْتَرُوْنَ اَوْسَانَ لَهُمْ، أَنَاجِيْلُهُمْ فِىْ صُدُوْرِهِمْ ، وَتَرَاحُمُهُمْ بَيْنَهُمْ تَرَاحُمَ الأنْبِيَاءِ بَيْنَ الأمَمِ ، وَهُمْ أوّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْنَ الأمَمِ ، وَهُمُ السّابِقُوْنَ الْمُقَرّبُوْنَ الشّافِعُوْنَ الْمُشَفّعُ لَهُمْ"

(حوالہ:۔فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص:۲۹۰)

ترجمہ:۔ ''نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں جو نبوت کو ختم فرمانے والے ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ان کی ولادت کا مقام مکہ ہوگا اور ان کی ہجرت کا مقام طیبہ ہوگا وہ طیبہ جو امان والا ہے یعنی مدینہ منورہ، وہ نبی نہ تو بدخواہ ہوں گے، نہ درشت خو یعنی جھگڑالو ہوں گے اور نہ لغو گو ہوں گے ان کی امت اللہ کی حمد بجالانے والی ہوگی اور ان کے اُمتی وہ لوگ ہوں گے جو ہر حال میں اللہ کی حمد کریں، ان کی زبانیں تکبیر اور تہلیل میں متحرک ہوں گی، اور وہ نبی مدد دیئے جائیں گے ہر اس شخص پر جو ان سے لڑے گا ان کے دشمنوں میں سے، اس نبی کے امتی اپنی شرم گاہوں کو دھوئیں گے اور اپنی ستروں کو چھپائیں گے، ان کے سینے ہدایت سے لبریز ہوں گے، ان کی آپس میں

ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی ایسی ہوگی جیسی انبیاء کرام اپنی اُمتوں کے ساتھ مہربانی فرماتے ہیں، قیامت کے دن ان کی امت تمام امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوگی، اس نبی کے امتی ایمان لانے میں سبقت (پہل) کریں گے، وہ امتی بزرگی والے ہوں گے، شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔''

اوراق کی یہ تحریر پڑھ کر میں نے کہا کہ میرے والد نے مجھ کو جو کچھ بھی علم سکھایا ہے اور جو کچھ بھی اسرار بتائے ہیں ان سب سے یہ بہتر ہے۔ میرے والد کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد میں نے سنا کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظّمہ میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اور وہ اپنے کام کو ظاہر فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کی قسم! بے شک یہ وہی ہیں جن کے متعلق میرے والد مرحوم نے اپنی تحریر میں ارقام فرمایا ہے۔ میں ان کے احوال شریفہ سے برابر آگاہ ہوتا رہا یہاں تک کہ مجھے اطلاع ملی کہ وہ مکہ معظّمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں۔ میں ان کے احوال سے برابر باخبر ہوتا رہتا تھا جہاد، اعلان توحید، دشمنوں پر غلبہ، ان کے اصحاب کے اخلاق حسنہ وغیرہ سے متواتر واقفیت حاصل کرتا رہا۔ میں نے ایک مرتبہ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا قصد بھی کیا لیکن اپنی مصروفیات کی وجہ سے نہ جا سکا۔ پھر مجھ کو خبر ملی کہ انھوں نے انتقال فرمایا ہے۔ پھر میں نے سوچا کہ یہ شاید وہی نہ تھے جن کا میں انتظار کرتا تھا لیکن میں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور فرشتے گروہ در گروہ اُترتے ہیں اور کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اور اہل زمین سے وحی موقوف اور منقطع ہوگئی۔ بعدہٗ مجھے خبر ملی کہ ان کی اُمت سے ایک شخص خلیفہ مقرر ہوئے ہیں اور ان کا نام ابوبکر صدیق ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں لیکن میں نے دیر کردی اور وہ بھی اس عالم سے انتقال فرما گئے۔ پھر میں نے سنا کہ اب عمر بن الخطاب خلیفہ ہوئے ہیں اور وہ بیت المقدس آئے ہوئے ہیں لہٰذا میں نے ارادہ کیا کہ بیت المقدس جا کر حضرت عمر بن الخطاب سے ملاقات کرکے ان کے دین کی حقیقت معلوم کرلوں اور پھر ان کے

دین میں داخل ہو جاؤں۔

حضرت کعب بن احبار مذکورہ سبب کے پیش نظر حضرت عمر فاروق اعظم کی خدمت میں بیت المقدس حاضر ہوئے۔ حضرت کعب نے امیر المؤمنین فاروق اعظم سے کتب سابقہ میں مذکور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کے تعلق سے کچھ سوالات کیئے اور تسلی بخش جوابات ملنے پر انھوں نے کہا:

"یـا أَمِیـرَ الْمُؤمِنِینَ أَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنّ مُحَمّداً رّسُوْلُ اللّٰهِ"

ترجمہ: -''اے امیر المؤمنین! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔''

⊙ حضرت کعب کو قبر رسول کی زیارت کی دعوت

حضرت کعب بن احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام کے با اثر شخص تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے حضرت عمر فاروق اعظم بہت خوش ہوئے اور آپ نے ان کو حضور اقدس، جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آستانہ کی حاضری کی دعوت دی۔ حضرت عمر فاروق نے جن الفاظ میں دعوت دی، وہ علامہ واقدی قدس سرہٗ کی کتاب سے ذیل میں پیش خدمت ہیں:

''پس بہت خوش ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسبب مسلمان ہونے کعب کے پھر کہا انھوں نے کعب سے کہ آیا ہوسکتا ہے کہ چلو تم میرے ساتھ مدینہ طیبہ کو پس زیارت کرو تم قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اور فائدہ حاصل کرو تم قبر شریف کی زیارت سے پس کہا میں نے کہ ہاں یا امیر المؤمنین میں ایسا ہی کروں گا۔'' (حوالہ: -''فتوح الشام'' از علامہ واقدی، ص:۲۹۲)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب بن احبار کو صرف ''قبر انور'' کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ آنے کی دعوت دی۔ جس کا

صاف مطلب یہ ہوا کہ کعب بن احبار ملک شام سے مدینہ منورہ تک کا طویل سفر صرف اور صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس آرام گاہ کی زیارت کے لئے کریں۔ علاوہ ازیں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم کا یہ جملہ کہ ''اور قبر شریف کی زیارت سے فائدہ حاصل کرو'' قابل غور ہے یعنی حضرت عمر فاروق کا عقیدہ تھا کہ میرے مالک ومختار آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت کرنے سے ضرور فائدہ حاصل ہوتا ہے:

مانگیں گے، مانگے جائیں گے، منھ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ ''لا'' ہے، نہ حاجت اگر کی ہے

(از: -امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

لیکن افسوس! کہ دور حاضر کے منافقین کا کہنا ہے کہ صرف گنبد خضراء کی حاضری کے قصد سے مدینہ طیبہ کا سفر کرنا منع ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں مزار اقدس سے زائر کو کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر صرف قبر شریف کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ کا سفر کرنا ممنوع ہوتا تو حضرت عمر فاروق اعظم ہرگز حضرت کعب بن احبار کو صرف قبر شریف کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ کا سفر کرنے کا مشورہ نہ دیتے اور اگر قبر شریف کی زیارت سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا تو حضرت عمر فاروق حضرت کعب سے ہرگز یہ نہ فرماتے کہ ''قبر شریف کی زیارت سے فائدہ حاصل کرو۔'' ثابت ہوا کہ یہ دونوں اُمور جائز اور مستحسن ہیں۔ ان کاموں کا ناجائز اور حرام ہونا تو درکنار اگر اس میں ذرہ برابر بھی شریعت کی خلاف ورزی یا شرعی قباحت ہوتی تو حضرت عمر فاروق ہرگز حضرت کعب کو ان کاموں کی ترغیب نہ دیتے بلکہ حضرت کعب کو سختی سے منع فرما دیتے کیونکہ حضرت فاروق اعظم امام الہدیٰ اور حق وباطل میں فرق کرنے والے تھے۔ وہ کسی کی بھی رعایت کر کے خلاف شرع کام روا نہیں رکھتے تھے:

فارقِ حق و باطل امام الہدیٰ
تیغ مسلول شدت پہ لاکھوں سلام

(از: -امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

کعب کے ساتھ حضرت عمر کی ملک شام سے روانگی

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المقدس شہر میں پانچ دن اور اسلامی لشکر کے کیمپ میں پانچ دن، یعنی کل دس روز بیت المقدس میں قیام فرمایا۔ بیت المقدس کے باشندوں کو صلح اور امن کا عہد نامہ تحریر فرمانے کے بعد آپ بیت المقدس سے لشکر اور حضرت کعب بن احبار کے ہمراہ روانہ ہوکر ''جابیہ'' آئے۔ آپ جابیہ میں ٹھہرے اور وہاں آپ نے ایک انتظامی امور کا دفتر کھولا اور اسلامی لشکر کو حسب ذیل تقسیم سے مرتب فرمایا:

- حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت خالد بن ولید کو بیس ہزار (20,000) کا لشکر دے کر ان کو ''خوزان'' سے لے کر ''حلب'' تک کا علاقہ سپرد کیا۔ اجنادین کا بھی کچھ حصہ انھیں دیا۔
- حضرت یزید بن ابی سفیان کو چھ ہزار (6,000) کا لشکر دے کر ''ارض فلسطین''، ارض القدس اور بیت المقدس کا ساحلی علاقہ سپرد کیا اور ان پر حضرت ابوعبیدہ کو حاکم مقرر فرمایا۔ اور حضرت یزید بن ابی اسفیان کو ''قیساریہ'' پر حملہ کرنے کا بھی مشورہ دیا۔
- حضرت عمرو بن العاص کو دس ہزار (10,000) کا لشکر دے کر مصر روانہ کیا۔
- حضرت عمرو بن سعید انصاری کو حمص کے عہدۂ قضاۃ پر مقرر فرمایا۔

پھر حضرت عمر فاروق اعظم حضرت کعب بن احبار کے ساتھ جابیہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ آئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عمر نے سب سے پہلے جو کام انجام دیا وہ حضرت کعب کے ساتھ گنبدِ خضراء میں حاضری تھی۔ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بارگاہ صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سلام پیش کرنے کے بعد آپ نے مسجد نبوی میں چار رکعت نفل نماز پڑھیں۔ اہل مدینہ کو امیر المؤمنین کی ملک شام سے واپسی کی اطلاع ملی تو مدینہ شہر جنبش میں آگیا۔ لوگ خوشی اور سرور سے مچل اُٹھے اور گروہ در گروہ امیر المؤمنین کی ملاقات کے لئے مسجد نبوی میں آنے لگے۔ لوگوں نے آپ کو سلام پیش کیا، مرحبا کہا اور بیت المقدس کی

فتح مبین کی مبارکباد دی۔ جب مسجد نبوی لوگوں سے بھر گئی تو حضرت عمر فاروق نے مجمع کے سامنے حضرت کعب بن احبار کو کھڑا کیا اور فرمایا کہ مسلمانوں کو اپنے ایمان لانے کا واقعہ سناؤ۔ چنانچہ حضرت کعب نے از اوّل تا آخر تمام واقعہ رقت آمیز لہجہ میں بیان کیا، جس کو سن کر لوگوں کے ایمان قوی اور تازہ ہوگئے۔ تمام صحابۂ کرام اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق صادق کے جذبہ سے سرشار ہوکر جھوم اُٹھے اور اپنے محبوب آقا کی عظمت و محبت میں مچلنے لگے:

نہ دل بشر ہی فگار ہے کہ ملک بھی اس کا شکار ہے
یہ جہاں کہ ہژدہ ہزار ہے جسے دیکھو اس کا ہزار ہے

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضؔا بریلوی)

اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات

(۱) ارکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصری (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس (۱۰) جوسیہ (۱۱) حمص (۱۲) شیرز (۱۳) رستن (۱۴) حمات (۱۵) قنسرین (۱۶) بعلبک (۱۷) یرموک (۱۸) بیت المقدس

اب ہم ناظرین کو ایک ایسی جنگ کا منظر دکھائیں گے جو ملک شام کی تمام جنگوں میں ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔ مجاہدین اسلام کی دلیری اور شجاعت کی نرالی داستان کا آنکھوں دیکھا حال اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

جنگ حلب

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیش اسلام کو تقسیم فرما کر الگ الگ سمت میں کوچ کرنے کا جو حکم فرمایا تھا اس کے مطابق اسلامی لشکر متفرق علاقوں کی طرف روانہ ہونا شروع ہوا۔ حضرت عمرو بن العاص دس ہزار (10,000) سواروں کا لشکر لے کر مصر کی جانب روانہ ہوئے اور حضرت یزید بن ابی سفیان چھ ہزار (6,000) کا لشکر لے کر بجانب قیساریہ روانہ ہوئے۔ لیکن قیساریہ میں ہرقل بادشاہ کا بیٹا قسطنطین اسّی ہزار (80,000) کی فوج جمع کر کے مقابلہ کے لئے مستعد بیٹھا تھا۔ لہذا حضرت یزید بن ابی سفیان نے حضرت ابوعبیدہ سے کمک طلب کی چنانچہ حضرت ابوعبیدہ نے تین ہزار (3,000) کا لشکر زیر سرداری حضرت حرب بن عدی بجانب قیساریہ حضرت یزید بن ابی سفیان کے لئے کمک بھیجی۔

حضرت ابوعبیدہ مع حضرت خالد بن ولید بیس ہزار (20,000) کے لشکر کے ساتھ بجانب حلب روانہ ہونے کا ارادہ رکھتے تھے، اس میں تین ہزار کا لشکر قیساریہ بھیج دیا۔ اب ان کے ساتھ سترہ ہزار (17,000) کا لشکر باقی رہا۔ جن میں اکثر اہل یمن تھے۔ حضرت ابوعبیدہ سترہ ہزار کا لشکر لے کر قلعہ حلب کی جانب روانہ ہوئے۔ راہ میں قنسرین شہر واقع تھا۔ جب آپ قنسرین آئے تو اہل قنسرین نے سال گزشتہ کی ہوئی صلح کی از سر نو تجدید کی۔ پانچ ہزار اوقیہ سونا، پانچ ہزار اوقیہ چاندی، دو ہزار دیباج کے کپڑے اور پانچ سو اونٹ کا بوجھ زیتون اور انگور پر صلح تمام ہوئی۔ حضرت ابوعبیدہ نے اہل قنسرین کو صلح اور امان کی تحریر مرقوم فرمادی۔ حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے سرداروں کے ہمراہ شہر میں داخل ہوئے۔ شہر میں ایک مناسب جگہ پر مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ کیا اور جگہ مقرر کر کے خطِ مسجد کھینچا۔ بعدہ قنسرین سے حلب کی جانب روانہ ہوئے۔

⊙ حلب کے قلعہ اور اس کے حاکم کا مختصر تعارف

حلب کسی زمانہ میں بغیر قلعہ کا شہر تھا۔ ایک چھوٹا سا برائے نام معمولی قلعہ ضرور تھا لیکن وہ

قلعہ شہر سے الگ اور ویران تھا۔ حلب کا حاکم ایک جنگجو بطریق تھا۔ اس نے شہر حلب اور اطراف و جوانب کی گھاٹیوں اور پہاڑوں پر قبضہ کر لیا تھا اور تمام علاقہ کا جبراً مالک بن گیا تھا۔ اس نے از سر نو شہر پناہ تعمیر کی اور اپنی ذاتی نگرانی میں مضبوط قلعہ تعمیر کیا۔ حلب کا قلعہ بہت ہی مضبوط تھا۔ اس کی دیواروں کی بلندی ۴۲ رفٹ کے قریب تھی۔ علاوہ ازیں قلعہ کی دیوار کی چوڑائی اتنی وسیع تھی قلعہ کی دیوار پر لشکر سامان جنگ کے ساتھ چڑھ کر دشمن سے لڑ سکے۔ قلعہ کے دروازے مضبوط لکڑی کے بنے تھے اور اس پر لوہے کا غلاف چڑھا تھا۔ اس بطریق نے قلعہ میں بھاری تعداد میں سامان جنگ جمع کر رکھا تھا اور اپنی ذاتی فوج کا دستہ قائم کر رکھا تھا۔ وہ بطریق لڑائی کے فن کا مشاق اور ماہر تھا۔ علاوہ ازیں فن سیاست اور مکر و فریب میں وہ اپنی مثال آپ تھا۔ لہذا ہرقل بھی اس سے تعرض نہیں کرتا تھا بلکہ اس نے جتنا علاقہ جبراً قبضہ کر رکھا تھا وہ تمام علاقہ ہرقل بادشاہ نے اس کو بطور جاگیر لکھ دیا تھا۔ اس میں لوگوں کو اُکسانے اور لڑائی پر اُبھارنے کا ایسا فن تھا کہ اس کی بات سن کر لوگ اپنی جان قربان کرنے پر راضی ہو جاتے۔ ہرقل بادشاہ کو خوف تھا کہ اس بطریق کو اگر خوش نہیں رکھوں گا تو وہ میرے خلاف علم بغاوت بلند کر کے میری سلطنت کا مالک بن جائے گا لہذا وہ بطریق بادشاہ ہرقل سے جو کچھ بھی مطالبہ کرتا، پورا کر دیا جاتا۔ بلکہ ملک شام کے تمام بادشاہ اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اس سے اچھے تعلقات برقرار رکھنے کے لئے اس کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کرتے بلکہ اس کی خوشامد اور چاپلوسی کرتے۔ المختصر! پورے ملک شام پہ حلب کے قلعہ اور اس کے حاکم کا ایک رُعب اور دبدبہ مسلط تھا۔

حلب کے مذکورہ حاکم بطریق کے مرنے کے بعد اس کے دو بیٹے قلعہ کے مالک ہوئے تھے۔

(۱) بڑے بیٹے کا نام ''یوقنا'' تھا۔ وہ اپنے والد کے نقش قدم پر چل کر سیاسی اور جنگی اُمور میں بہت مہارت حاصل کر چکا تھا اور اس نے بھی پورے ملک شام میں اپنی انفرادی حیثیت بنا رکھی تھی بلکہ جنگی معاملات میں وہ اپنے باپ سے بھی سبقت لے گیا۔ اپنے باپ کے انتقال کے بعد اس نے لشکر کی تعداد میں کافی اضافہ کیا تھا اور وسیع پیمانہ پر قلعہ میں سامان جنگ ذخیرہ کر رکھا تھا۔ شہر کے

حاکم کا منصب بھی اس نے اپنے اختیار میں رکھا تھا۔لڑائی کے معاملہ میں وہ کسی سے ڈرتا نہیں تھا کیونکہ وہ نہایت دلیر، شجاع اور جنگجو شہسوار تھا۔

(۲) چھوٹے بیٹے کا نام ''یوحنا'' تھا۔وہ نہایت ہی نرم طبیعت کا اور عبادت گزار شخص تھا۔اس نے اپنی مرضی سے ملکی اور سیاسی اُمور سے دست برداری اختیار کر لی تھی۔دنیوی معاملات میں وہ مطلق دخل اندازی نہیں کرتا تھا بلکہ کامل طور سے وہ اپنے مذہب کی طرف راغب ہو گیا تھا۔وہ دین نصرانیہ کا زبردست عالم اور راہب تھا۔یوحنا اپنا تمام وقت کنیسہ میں مقیم رہ کر توریت، انجیل اور دیگر کتب سماوی کی تلاوت، مطالعہ اور عبادت میں بسر کرتا تھا۔علاوہ ازیں نئے نئے کنیسہ، دیر اور صومعہ تعمیر کرنا، قسوں اور راہبوں کا کھانا، کپڑا اور دیگر ضروریات زندگی فراہم کرنا اور ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت انجام دینا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔

اسلامی لشکر کے متعلق حاکم یوقنا اور راہب یوحنا میں گفتگو

جب اہل حلب کو اطلاع ہوئی کہ اسلامی لشکر قنسرین سے کوچ کر کے حلب کی جانب آ رہا ہے تو پورے شہر میں بھگدڑ اور ہلچل مچ گئی۔راہب یوحنا بھی یہ خبر سن کر اپنے بڑے بھائی حاکم یوقنا کے پاس آیا اور پوچھا کہ عربوں کے معاملہ میں تم کیا ارادہ رکھتے ہو۔حاکم یوقنا نے کہا کہ میں عربوں سے برابر لڑوں گا۔میں ملک شام کے ان بادشاہوں کی طرح بزدل اور نامرد نہیں ہوں جو عربوں کے سامنے جھک گئے بلکہ میں ان عربوں کو اپنے علاقہ میں پاؤں بھی نہیں رکھنے دوں گا اور ان کے سامنے چل کر دلیری سے مقابلہ کر کے ان کو بھگا دوں گا۔دونوں بھائیوں میں یہ گفتگو ہوئی رؤسائے شہر کی موجودگی میں ہوئی یوحنا نے حاکم یوقنا سے کہا، میں یہ چاہتا ہوں کہ آج کی رات ہم دونوں بھائی خلوت میں بیٹھ کر اطمنان سے اس معاملہ پر مشورہ کریں اور ٹھنڈے دماغ سے سوچ کر اس معاملہ کا حل تلاش کریں۔حاکم یوقنا نے کہا کہ تمہاری رائے مناسب ہے۔

رات کے وقت جب دونوں بھائی خلوت میں جمع ہوئے تو راہب یوحنا نے اپنے بڑے بھائی حاکم یوقنا سے کہا کہ میں تمہارا چھوٹا بھائی ہوں علاوہ ازیں لڑائی کے امور میں مجھے کچھ بھی تجربہ نہیں لیکن اس کے باوجود میں تم کو ایسا مشورہ دوں گا کہ اگر تم نے میرا مشورہ قبول کیا تو تیری عزت برقرار رہے گی علاوہ ازیں تیرا مال، تیری جان اور ساتھ میں اہل شہر کے بھی جان و مال سلامت رہیں گے۔حاکم یوقنا نے کہا کہ اے بھائی! تم عمر میں مجھ سے چھوٹے ضرور ہو لیکن ہمارے دین کی پابندی، معلومات، اور خدمات کی وجہ سے تم مجھ سے مرتبہ میں بڑے ہو۔میں تمہاری غایت درجہ عزت کرتا ہوں اور تم کو صرف میرا ہی نہیں بلکہ تمام اہل حلب کا خیر خواہ اور ہمدرد جانتا ہوں لہذا تم خوشی سے اپنا مشورہ بیان کرو۔

یوحنا نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم ان عربوں کے پاس ایلچی بھیجو اور اگر تمہیں منظور ہو تو میں ان کے پاس بطور ایلچی جاؤں۔ان سے صلح کے معاملہ میں گفتگو کر کے وہ جس قدر بھی مال طلب کریں، ان کو دیا جائے اور ان سے صلح کر لی جائے، اور جب تک ان کا ملک شام پر غلبہ اور تسلط رہے، ہر سال اسی مقدار میں جزیہ ادا کر کے صلح کی تجدید کرتے رہیں تاکہ بغیر لڑائی کے ہم کو امن و امان حاصل ہو جائے۔برخلاف اس کے جنگ کرنے میں ہمارے شہر کے بہت سے لوگ مارے جائیں گے اور ہمارا بھی جانی و مالی نقصان زیادہ ہوگا۔کیونکہ عربوں پر غلبہ حاصل کرنا لوہے کے چنے چبانے سے بھی زیادہ دشوار کام ہے۔ہرقل بادشاہ کے عظیم لشکر کو انھوں نے اجنادین، یرموک وغیرہ میں شکست فاش دی ہے۔ملک شام کے مضبوط قلعے دمشق، بصرہ، قنسرین، بیت المقدس، بعلبک وغیرہ انھوں نے آسانی سے فتح کر لئے ہیں، لہذا میرے مشورہ کے مطابق ہماری بہتری اور بھلائی اسی میں ہے کہ ہم ان سے جنگ نہ کریں اور صلح کر لیں۔

حاکم یوقنا اپنے بھائی یوحنا کی بات سن کر غضبناک ہو گیا، بولا کہ تیرا مسیح برا کرے! کیسی عاجزی اور ذلت بھری رائے دیتا ہے۔تیری ماں نے تجھ کو راہب جنا ہے اور راہب کی غذا تیل، سبزی ہوتی ہے، وہ گوشت اور دیگر نعمتوں کو نہیں چھوتے لہذا ان میں بزدلی زیادہ ہوتی ہے اور میری ماں نے مجھ کو بادشاہ جنا ہے۔میں بادشاہ کا بیٹا اور بادشاہ ہوں۔لڑائی کا فن مجھے

وراثت میں ملا ہے۔ جنگ کی مہارت اور دانش مجھے گھٹی میں پلائی گئی ہے۔ تجھ پر سختی ہو، کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں بغیر لڑائی اپنا شہر عربوں کے سپرد کر دوں؟ اب تو ہمارے اور عربوں کے درمیان جنگ ہی فیصلہ کرے گی۔ جب یوحنا نے اپنے بھائی یوقنا کی یہ بات سنی تو متعجب ہو کر ہنسا اور کہا کہ قسم ہے حق مسیح کی! اے میرے بھائی! میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تیری موت قریب ہے۔ کیونکہ تو ستم گر اور باغی ہے اور ناحق خونریزی کو پسند کرتا ہے۔ تجھ کو تیرے لشکر اور سامان جنگ پر فخر اور غرور ہے لیکن تیرا یہ لشکر ہرقل بادشاہ کے جمع کردہ یرموک کے لشکر کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اور تو جانتا ہے کہ ہرقل بادشاہ کے لشکر نے یرموک میں کیسی منہ کی کھائی ہے لہٰذا اللہ سے ڈر اور تکبر و عناد ترک کر ورنہ عنقریب تو ہلاک ہو جائے گا۔

حاکم یوقنا نے اپنے بھائی یوحنا سے کہا اب بس کر اور خاموش رہ۔ تو نے ان ننگے بھوکے عربوں کو بہت اہمیت دے دی ہے۔ میں ان بادشاہوں میں سے نہیں جو عربوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دوں، مجھے پورا یقین ہے کہ حضرت مسیح اور صلیب کی مدد مجھ کو حاصل ہوگی۔ میں ان عربوں کو نہ صرف یہاں سے بھگا کر دم لوں گا بلکہ ان کے تعاقب میں ملک حجاز تک جاؤں گا اور ملک حجاز پر بھی قبضہ کروں گا اور ملک شام کے تمام بادشاہوں کو دکھا دوں گا کہ میں نے عربوں کو نیست و نابود کر دیا۔ پھر پورے ملک شام میں میرے نام کا ڈنکا بجے گا اور ہرقل بادشاہ کو معزول کر کے ''قیصر روم'' کے منصب پر فائز ہو جاؤں گا۔ حاکم یوقنا کی متکبرانہ گفتگو سن کر اس کا چھوٹا بھائی یوحنا بہت ناراض ہوا اور کہا کہ جب تک تو میری رائے سے اتفاق نہیں کرے گا تب تک تجھ سے سلام و کلام کرنا میرے لئے حرام ہے۔ پھر وہ خشمناکی کے عالم میں وہاں سے اُٹھ کر اپنے صومعہ میں چلا گیا۔

دوسرے دن حاکم یوقنا نے شہر کے جنگجو افراد اور لشکر کو جمع کیا اور مال و ہتھیار کا خزانہ کھول دیا۔ جس کسی نے جو بھی ہتھیار اور مال مانگا اس کو فراخ دلی سے دیا بعدہٗ اس نے حاضرین کو مخاطب کر کے پرجوش تقریر کی اور اطمنان دلایا کہ عربوں سے مقابلہ کرنا بہت آسان ہے۔ کیونکہ ان کا لشکر متفرق ہو گیا ہے۔ کچھ قیساریہ کی جانب گیا ہوا ہے اور کچھ دیگر علاقوں کی طرف گیا ہوا ہے۔ ہمارے شہر پر حملہ کرنے جو لشکر آ رہا ہے اس کی تعداد بہت کم ہے لہٰذا ہم اُن

کو تہ تیغ کر کے ختم کر دیں گے۔ حاکم یوقنا کی بات سن کر لوگوں میں لڑائی کا جوش پیدا ہوا اور ان کے حوصلے بلند ہوئے۔

حلب کی جانب پہلا اسلامی لشکر

حضرت ابو عبیدہ نے قنسرین سے حضرت کعب بن ضمرہ ضمری کو ایک ہزار کا لشکر بطور طلیعہ دے کر فرمایا کہ تم حلب کی جانب کوچ کرو اور میں بھی باقی لشکر لے کر تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ حضرت ابو عبیدہ کے حکم کے مطابق حضرت کعب بن ضمرہ ایک ہزار کا لشکر لے کر قنسرین سے حلب کی جانب روانہ ہوئے۔ حلب سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ایک نہر کے کنارے پہنچ کر پڑاؤ کیا اور حضرت ابو عبیدہ کے لشکر کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ حاکم یوقنا نے ہر طرف اپنے جاسوس پھیلا رکھے تھے۔ چند جاسوسوں نے آ کر یوقنا کو اطلاع دی کہ مسلمانوں کا تقریباً ایک ہزار پر مشتمل چھوٹا لشکر حلب سے چھ میل کے فاصلہ پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ یہ خبر سن کر حاکم یوقنا کے منہ میں پانی آیا۔ فوراً اس نے دس ہزار (10,000) کا لشکر مرتب کیا اور شہر سے روانہ ہوا۔ حاکم یوقنا نے ایک مکر یہ کیا کہ نہر کے قریب جہاں اسلامی لشکر کا پڑاؤ تھا وہاں پہنچ کر قریب میں واقع ایک گاڑی میں پانچ ہزار کا لشکر پوشیدہ کر دیا اور پانچ ہزار کا لشکر لے کر نہر کی طرف آگے بڑھا۔ حضرت کعب بن ضمرہ کا لشکر نہر کے کنارے اطمنان سے پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ مجاہدین اپنے گھوڑوں کو دانا پانی دینے، وضو کرنے، کھانا پکانے اور دیگر کاموں میں مشغول تھے۔ حاکم یوقنا کے لشکر کے حملہ سے بے خبر تھے کہ دفعۃً پانچ ہزار کا رومی لشکر آ پڑا۔

رومی لشکر کا حملہ اور صحابہ کا یا محمد ﷺ پکارنا

حاکم یوقنا تیز طوفان کی طرح اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا آ رہا تھا۔ چند مجاہدوں نے دُور سے دیکھا کہ صلیبیں بلند کئے ہوئے رومی لشکر آ رہا ہے تو وہ سوار ہو کر اپنے ساتھیوں کو چوکنا کرنے دوڑے۔ حضرت کعب بن ضمرہ نے رومی لشکر کا اندازہ کیا تو تقریباً پانچ ہزار معلوم

ہوا۔ حضرت کعب بن ضمرہ نے مجاہدوں کو حملہ کا جواب دینے کے لئے تیار کر دیا اور پکار کر کہا کہ اے دین کے مددگارو! ہم میں سے ہر ایک شخص کو پانچ رومی سپاہی سے مقابلہ کرنا ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو یہ پانچ ہزار کا رومی لشکر ہمارے لئے غنیمت ہے۔ مجاہدوں نے کہا خدا کی قسم ایسا ہی ہوگا۔ ہر مجاہد اپنے ساتھی کو جوش دلا رہا تھا۔ مجاہدوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور حملہ کے لئے تیار ہوگئے۔ یہ صبح کا وقت تھا۔ آفتاب آسمان میں ایک نیزہ بلند ہوا تھا۔ یوقنا اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ مجاہدوں نے بڑی دلیری سے مقابلہ کیا اور حملہ کا جواب دیا۔ دونوں لشکر آپس میں گتھم گتھا ہوگئے شدت سے نیزہ بازی اور تیغ زنی ہونے لگی۔ مسلمان قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود شجاعت اور ثابت قدمی سے لڑتے تھے اور قریب تھا کہ غلبہ پا جائیں گے کہ اچانک گاڑی میں پوشیدہ رومی لشکر نے اسلامی لشکر کی پشت کی جانب سے حملہ کر دیا۔ آگے پانچ ہزار کا رومی لشکر اور پیچھے بھی پانچ ہزار کا رومی لشکر اور درمیان میں صرف ایک ہزار کا اسلامی لشکر پوری طرح سے رومی لشکر کے گھیرے میں آ گیا تھا۔ اسلامی لشکر کے مجاہدین یکے بعد دیگرے شہید ہونے لگے اور آن کی آن میں ایک سو مجاہد شہید ہوگئے۔ باقی نو سو مجاہد سخت مصیبت میں گرفتار تھے لیکن بڑی ثابت قدمی سے جم کر مقابلہ کر رہے تھے۔

حاکم یوقنا اپنے لشکر کو اُکساتا اور حملہ کی شدت میں اضافہ کرنے کی ترغیب دیتا۔ حضرت کعب بن ضمرہ اپنے ساتھیوں پر آپڑی مصیبت سے سخت بے چین و بیقرار تھے لیکن بڑی دلیری سے مقابلہ کر رہے تھے۔ اسلامی لشکر کی تعداد آہستہ آہستہ کم ہوتی جا رہی تھی۔ شہید ہونے والوں کی تعداد اب ایک سو ستر ہوگئی تھی۔ حضرت کعب بن ضمرہ بھی شدید زخمی ہوگئے تھے۔ اکثر مجاہد زخموں سے چور تھے۔ تمام مجاہد حضرت ابوعبیدہ کے لشکر کی آمد کا انتظار کر رہے تھے بلکہ شدت سے خواہش کر رہے تھے۔ لڑتے لڑتے قنسرین کی طرف سے آنے والے راستہ کو دیکھتے تھے کہ اسلامی لشکر کا نشان نظر آئے کیونکہ ان سے حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے پیچھے روانہ ہوتا ہوں لیکن ابھی تک ان کی آمد نہ ہوئی تھی بلکہ ان کے آنے کا کوئی نشان بھی نظر نہیں آیا تھا۔

اب آفتاب آسمان کے بیچ میں آ گیا تھا۔ دوپہر کا وقت، شدت کی دھوپ، جنگ کی

آگ کی گرمی، مجاہدوں کا کثرت سے شہید ہونا وغیرہ اُمور سے یہ گمان ہو رہا تھا کہ شام ہونے سے پہلے تمام مجاہد جام شہادت نوش کر لیں گے۔ اور ناگاہ اسلامی لشکر کو ایک اور عظیم صدمہ پہنچا۔ صحابی رسول اور جنگ تبوک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہی حضرت سعید بن مفلح شہید ہوگئے۔ حضرت سعید بن مفلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چالیس زخم لگے تھے اور تمام زخم سینہ کی طرف تھے۔ ایک بھی زخم پیٹھ کی جانب نہ تھا۔ حضرت سعید بن مفلح کے شہید ہونے سے اسلامی لشکر کے مجاہدوں کا حوصلہ ٹوٹ گیا۔ حضرت کعب بن ضمرہ بھی سخت تشویش میں تھے۔ حضرت ابوعبیدہ کے لشکر کو آنے میں بھی تاخیر ہوگئی تھی۔ بظاہر بچنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی تھی۔ اور مایوسی کا بادل چھایا ہوا تھا۔ تب حضرت کعب بن ضمرہ صحابی رسول نے اس طرح پکارا:

"یَا مُحَمَّدُ، یَا مُحَمَّدُ، نَصْرُ اللّٰہِ اَنْزِلْ، یَامَعشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ
اِثْبِتُوْا لَھُمْ فَإِنَّمَا ھِیَ سَاعَةٌ وَّ أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ"

ترجمہ:۔"یارسول اللہ! یارسول اللہ! مدد کرو، اے مدد اللہ کی نازل ہو تو۔ اے گروہِ مسلمان! ثابت قدمی کرو تم ان کے مقابلہ میں اس واسطے کہ نہیں ہے یہ معاملہ مگر ایک گھڑی کا اور تم ہی غالب ہوگے۔"

قارئین کرام غور فرمائیں۔ حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ہیں سخت مصیبت میں گرفتار ہیں۔ بظاہر نصرت و نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تب اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "یا محمد یا محمد" کہہ کر پکارتے ہیں۔ اگر مدد کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارنا شرک ہوتا تو کیا حضرت کعب اس طرح پکارتے؟ ہرگز نہیں۔ ثابت ہوا کہ مصیبت کے وقت مدد کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "یارسول اللہ" کہہ کر پکارنا سنت صحابۂ کرام ہے۔ لیکن افسوس کہ دورِ حاضر کے منافقین یہ کہتے ہیں کہ یارسول اللہ کہنا شرک ہے۔ ناظرین کرام فیصلہ کریں کہ ہم کو صحابۂ کرام کا قول و فعل اختیار کرنا ہے یا دورِ حاضر کے منافقین کا باطل قول؟

القصہ! حضرت کعب بن ضمرہ کے اس طرح پکارنے سے مجاہدوں میں ایک نیا جوش پیدا

ہوا۔ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر دہرے جوش سے لڑنے لگے۔ اور اچانک یوقنا کے لشکر نے پیٹھ پھیری اور تمام رومی حلب کی جانب بھاگے۔ ان کے بھاگنے کا سبب کیا تھا، وہ ہم بعد میں ذکر کریں گے کیونکہ بھاگنے کا جو سبب تھا اس کے تعلق سے ضروری اُمور کو مقدم پیش خدمت کرنا ضروری ہے۔ تا کہ رومی لشکر کے بھاگنے کی وجہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

اہل حلب کی صلح کی پیشکش

حضرت ابوعبیدہ نے حضرت کعب بن ضمرہ کو روانہ کرنے کے بعد اسلامی لشکر کو لے کر قنسرین سے حلب کی طرف روانہ ہو رہے تھے کہ اسلامی لشکر کے کیمپ کے قریب تیس (۳۰) اشخاص آئے اور بلند آواز سے ''لفون لفون'' یعنی امان امان پکارنے لگے۔ مجاہدوں نے جب یہ آواز سنی تو ان کے قریب گئے اور ان تیس اشخاص کو حضرت ابوعبیدہ کے خیمہ میں لے آئے۔ وہ تمام اشخاص حلب کے رئیس اور تاجر تھے اور حلب سے قنسرین اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ سے ملنے آئے تھے۔ ان کے آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ حاکم یوقنا حلب سے دس ہزار کا لشکر لے کر حضرت کعب بن ضمرہ کے لشکر پر حملہ کرنے نکلا تو اس کے روانہ ہونے کے بعد اہل حلب اور اطراف کے علاقہ کے تاجر، روسا اور ذی شعور لوگ جمع ہوئے اور یہ مشورہ کیا کہ یوقنا تکبر اور غرور کے نشہ میں آمادۂ جنگ ہو کر خود بھی ہلاک ہوگا اور ساتھ میں ہم کو بھی ہلاک کرے گا۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ہم کچھ لوگ قنسرین جا کر اسلامی لشکر کے سردار سے اہل شہر کی جانب سے صلح کر کے امان حاصل کر لیں۔ دیگر مقامات کے طاقتور شہر کے لوگوں نے بھی عربوں سے صلح کی ہے اور سنا ہے کہ عرب اپنے قول کے سچے و پیمان میں پکے ہیں۔ صلح کرنے کے بعد یہ لوگ غدر اور بیوفائی نہیں کرتے بلکہ اپنا وعدہ نبھاتے ہیں۔ چنانچہ اہل شہر کے تیس رئیس اور تاجر خفیہ راستہ اختیار کر کے حضرت ابوعبیدہ کے پاس آئے۔ اور انھوں نے صلح کی درخواست پیش کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ کیونکہ تمہارا حاکم یوقنا تو ہم سے جنگ کرنے پر بڑے شدومد سے تُلا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے سردار! ہم اپنے حاکم یوقنا سے خفیہ طور پر آپ سے صلح کرنے آئے ہیں کیونکہ وہ تمہارے لشکر (حضرت کعب بن

ضمرہ) سے لڑنے دس ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا ہے اس کے بعد شہر کے اہل رائے اور عقلمند لوگوں نے مشورہ کر کے بھلائی کا طریقہ اختیار کر کے ہم کو تمہارے پاس صلح کرنے بھیجا ہے۔ اگر آپ نے ہماری درخواست منظور کر کے صلح کر لی تو ہم آپ کی مدد کریں گے اور ہمارے اطراف کے دیہات اور شہر بھی تمہاری صلح میں داخل ہو کر تمہاری مدد کریں گے اور اگر آپ نے صلح سے انکار کر دیا اور یہ بات مشہور ہوگئی کہ اسلامی لشکر کے سردار صلح نہیں کرتے تو پھر کوئی شہر اور قصبہ آپ سے صلح کرنے نہیں آئے گا۔

چنانچہ حضرت ابوعبیدہ نے اہل حلب سے حسب ذیل شرائط پر صلح کی:

(۱) اہل قنسرین نے صلح کے لئے جس قدر مال دیا ہے اس کا نصف تم ادا کرو گے۔

(۲) تم ہر سال جزیہ ادا کرو گے۔

(۳) جب ہمارا لشکر حلب آئے گا تو تم ہم سے غلہ اور دیگر اشیاء خرید و فروخت کرو گے۔

(۴) لڑائی میں ہمارے دشمنوں کی کسی قسم کی مدد نہیں کرو گے۔

(۵) ہماری کسی قسم کی کوئی خبر یا اطلاع ہمارے دشمنوں تک نہیں پہنچاؤ گے۔

(۶) ہمارے دشمنوں کی خبر اور ان کی سازشوں کی اطلاع ہم تک پہنچانے میں تاخیر اور خیانت نہیں کرو گے۔

اہل حلب نے تمام شرائط منظور کیئے۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے ان کے نام اور پتے لکھ لیئے۔ پھر ان سے پوچھا کہ تمہارا حاکم یوقنا ہمارے لشکر پر حملہ کرنے حلب سے کب روانہ ہوا؟ انھوں نے کہا کہ آج صبح میں، اور اس کے نکلنے کے بعد ہم خفیہ راستہ سے آپ کے پاس آنے کے لئے روانہ ہوئے۔ پھر وہ وفد حلب کی طرف چلا گیا۔

رات کا وقت تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے پوری رات حضرت کعب بن ضمرہ اور ان کے ساتھیوں کی فکر میں بسر کی کیونکہ یوقنا اس وقت حضرت کعب بن ضمرہ کے قریب پہنچ گیا ہوگا اور علی الصبح حملہ کر دے گا اور ہم کو وہاں پہنچنے میں دیر ہو جائے گی۔ اور واقعی ایسا ہی ہوا تھا کہ یوقنا نے صبح کے وقت حضرت کعب بن ضمرہ کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا اور جس وقت یوقنا نے حملہ کیا تھا اس وقت تو حضرت ابوعبیدہ کے لشکر نے قنسرین سے حلب کی جانب کوچ کا آغاز کیا تھا اور

قنسرین سے حلب کی مسافت ایک دن کی ہے۔

حضرت کعب بن ضمرہ کے ساتھ نصرت الٰہی اور یوقنا کی ہزیمت

حضرت سعید بن مفلح کے شہید ہونے پر مجاہدین کو بھاری صدمہ پہنچا۔ تمام مجاہدین حضرت ابوعبیدہ کے لشکر کا شدید انتظار کر رہے تھے لیکن حضرت ابوعبیدہ کا لشکر تو اثنائے راہ تھا۔ شام تک اس لشکر کے آنے کی توقع نہ تھی اور یہاں دوپہر کا وقت تھا۔ جنگ اپنے شباب پر تھی مجاہدین بڑی دلیری سے مقابلہ کر رہے تھے اور مجاہدین کے شہید ہونے کا سلسلہ بھی جاری تھا اور ایسا گمان ہوتا تھا کہ شام ہوتے ہوتے تمام مجاہد شہید ہو جائیں گے۔ کیونکہ ابھی تو دوپہر کا وقت تھا۔ تمام مجاہدین کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تھا اور وہ شوق شہادت میں نصرت الٰہی پر اعتماد رکھتے ہوئے بڑی ثابت قدمی سے مقابلہ کر رہے تھے اور قنسرین سے آنے والے راستہ کی طرف پرُامید نظروں سے دیکھتے تھے کہ شاید حضرت ابوعبیدہ کا لشکر آجائے لیکن لشکر کی آمد کے کوئی آثار رونما نہیں ہوتے تھے کہ اچانک حضرت کعب بن ضمرہ نے دیکھا کہ حاکم یوقنا نے پیٹھ پھیری اور بے صبری اور اضطراب کے عالم میں وہ اپنے لشکر کو ساتھ لے کر شہر کی طرف بھاگا۔ گویا اس نے آسمان سے کوئی ڈراؤنی آواز سن لی تھی یا پھر جنگ بدر کی طرح آسمان سے فرشتے نازل ہوتے دیکھ لئے تھے اور گھبراہٹ کے عالم میں بھاگا تھا۔

حاکم یوقنا کے میدان سے بھاگنے کا سبب

حلب کے تیس رئیس اور تاجر ابوعبیدہ سے صلح کر کے رات ہی میں قنسرین سے روانہ ہو کر علی الصبح حلب واپس آگئے۔ حلب آکر انھوں نے اہل حلب کو صلح کی کیفیت اور شرائط سے آگاہ کیا اور امان حاصل ہو جانے کی خوشخبری سنائی۔ یوقنا حاکم کے جاسوسوں کو جب پتہ چلا کہ اہل شہر قنسرین جاکر اسلامی لشکر کے سردار سے صلح کر آئے ہیں اور عنقریب اسلامی لشکر کی آمد ہونے والی ہے تو وہ جاسوس حلب سے بھاگ کر اس مقام پر پہنچے جہاں نہر کے قریب حاکم یوقنا

حضرت کعب بن ضمرہ کے لشکر کے ساتھ مصروف جنگ تھا۔ جاسوسوں نے حاکم یوقنا کو اطلاع دی کہ تم یہاں مٹھی بھر اسلامی لشکر سے بھڑنے میں مبتلا ہو اور تمہارے پیچھے یہ حالت ہے کہ تمہارا سب کچھ لٹ گیا۔ جلدی حلب شہر کی طرف واپس لوٹو ورنہ ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔ تمہاری عدم موجودگی میں اہل شہر نے مسلمانوں سے قنسرین جاکر صلح کر لی ہے اور مسلمانوں کے لشکر کی مدد کرنے کا عہد و پیمان کر آئے ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ شہر کے تمام دروازے کھلے پڑے ہیں۔ مسلمانوں کا لشکر عنقریب آپہنچنے والا ہے اور آتے ہی شہر میں داخل ہو کر شہر پر قابض ہو جائے گا۔ لہذا ان مٹھی بھر مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور شہر کی خبر لو ورنہ پھر پچھتائے کیا ہوتا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت جیسا معاملہ ہو گا۔

جاسوسوں کی دی ہوئی اطلاع سن کر حاکم یوقنا کے پاؤں تلے زمین سرک گئی۔ اس نے حضرت کعب بن ضمرہ کے لشکر سے لڑنا موقوف کر کے لشکر کو جلد از جلد حلب پہنچنے کا حکم دیا۔ حکم پاتے ہی رومی لشکر نے اپنی لیلا سمیٹ لی اور حلب کا رخ کیا۔ اچانک رومی لشکر کو بھاگتا دیکھ کر مجاہدین بھی محو حیرت تھے۔ حضرت کعب بن ضمرہ نے بھاگتے ہوئے رومی لشکر کا تعاقب کرنے کا ارادہ کیا لیکن ساتھیوں نے کہا کہ اے سردار! آپ نے راہِ خدا میں اپنی جان خرچ کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور بہت زیادہ مشقت اُٹھائی ہے لہذا اب توقف کرو اور تعاقب میں جانے کی زحمت مت کرو، حضرت کعب بن ضمرہ رک گئے۔

حضرت خالد، حضرت کعب کی کمک کے لئے روانہ

حضرت ابوعبیدہ علی الصبح قنسرین سے حلب کی جانب روانگی کے وقت حضرت خالد سے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! میں حضرت کعب بن ضمرہ اور ان کے ساتھیوں کے معاملہ میں بہت فکر مند ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ حاکم یوقنا نے مکر و فریب سے تمام کو شہید کر دیا اور اسی فکر میں مجھے پوری شب نیند نہیں آئی۔ حضرت خالد نے کہا کہ اے سردار! میرا بھی یہی حال ہے۔ خدا کی قسم! اپنے مسلمان بھائیوں کی فکر اور رنج نے رات بھر مجھے سونے نہیں دیا۔ اے سردار! اس معاملہ میں آپ کیا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم تیز

رفتاری سے اپنے ساتھیوں کو لے کر جلد از جلد حضرت کعب تک پہنچو۔ حکم ملتے ہی حضرت خالد نے لشکر زحف کو ساتھ لیا اور قنسرین سے اس حال میں روانہ ہوئے کہ سواروں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں اور گھوڑے ہوا سے باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ حضرت خالد بہت ہی عجلت سے نہر کے کنارے پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت خالد نے دیکھا کہ جنگ کے بجائے ایک سناٹا اور خاموشی چھائی ہوئی ہے اور پورا میدان لاشوں سے بھرا ہوا ہے۔ قریب میں اسلامی لشکر کے خیمے نصب دکھائی دیئے۔ وہاں جا کر دیکھا تو تمام مجاہد نیم مردہ اور خستہ حالت میں پڑے ہیں۔

کسی میں بھی ہلنے کی سکت اور طاقت نہیں۔ اکثر زخمی حالت میں تھے اور ان کے جسم بے حس اور بے جان سے معلوم ہو رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت خالد نے بلند آواز سے پکارا:

"النَّفِيرُ! النَّفِيرُ! يَا أَنْصَارَ الدِّيْن"

یعنی "اٹھ کھڑے ہو، چلو، اے دین کے مددگارو"

حضرت خالد کی اس صدا پر مجاہدوں کے جسم میں ایک نئی جان آ گئی اور تمام مجاہدین اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور حضرت خالد کے گرد جمع ہو گئے، حضرت کعب بن ضمرہ نے جنگ کی پوری روداد سنائی۔ حضرت خالد نے مجاہدوں کی خبر گیری کی، زخمیوں کے زخم باندھے اور ان کو اطمینان اور تسلی دلائی۔ کچھ دیر میں حضرت ابوعبیدہ بھی اسلامی لشکر کے ساتھ تشریف لے آئے اور حضرت کعب بن ضمرہ کو سلامت دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر میدان کی طرف متوجہ ہوئے۔ میدان مقتولین اور شہداء کی لاشوں سے بھرا ہوا تھا۔ ان میں اکثر لاشیں رومیوں کی تھیں۔ مسلمان شہداء کی لاشیں الگ چھانٹ کر ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ حضرت ابوعبیدہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور شہداء کو ان کے خون آلود کپڑوں میں ہی دفن کیا گیا۔ بعدہ اسلامی لشکر نے حلب کی طرف کوچ کی۔

حاکم یوقنا کا شہریوں پر ظلم وستم، اپنے بھائی یوحنا کا قتل

یوقنا حاکم حضرت کعب کے ساتھ لڑائی کو درمیان سے چھوڑ کر حلب آیا اور اہل شہر کو جمع

کر کے کہا کہ خرابی ہو تمہارے لئے کہ تم نے عربوں سے صلح کر لی اور ان کے مددگار بن گئے۔ اس پر اہل شہر نے کہا کہ ہاں! بیشک ہم نے صلح کی ہے، اس لئے کہ وہ غلبہ دیئے گئے ہیں۔ اس پر یوقنا نے کہا کہ تم سے حضرت مسیح راضی نہ ہوں گے اور قسم ہے حق مسیح کی! جس نے بھی عربوں سے صلح کی ہے، ان سب کو میں مار ڈالوں گا۔ اور اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو اپنی صلح توڑ دو اور عربوں کے مقابلہ میں میرا ساتھ دو۔ اس پر اہل شہر خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ قوم کے سکوت سے یوقنا کو غصہ آیا اور اس نے کہا کہ مجھ کو فلاں بطریق کے متعلق اطلاع ملی ہے کہ اسی نے قوم کو صلح کرنے پر اُبھارا ہے، اس بطریق کو پکڑ کر لے آؤ۔ چنانچہ یوقنا کے غلام اس بطریق کو پکڑ لائے۔ یوقنا نے اس بطریق کو سر عام قتل کر ڈالا اور اس کے ساتھ تین سو آدمیوں کو بھی مار ڈالا۔ حاکم یوقنا کے اس ظلم سے اہل حلب لرز گئے۔ بچوں اور عورتوں نے اپنے اقرباء کے قتل ہونے پر رونا اور شور وغل مچانا شروع کیا اور شہر حلب میں ایک کہرام مچ گیا۔

یوقنا کا بھائی یوحنا اپنے کنیسہ میں مشغول عبادت تھا۔ رونے اور چیخنے کی آوازیں سن کر آیا اور سارا ماجرا دیکھ کر اپنے بھائی یوقنا سے کہا کہ لوگوں پر ظلم نہ کر۔ نرم روش اختیار کر ورنہ حضرت مسیح تجھ پر خشمناک ہوں گے۔ یوقنا نے کہا کہ اے بھائی! ان لوگوں نے ہمارے دشمنوں کی اعانت کرنے پر صلح کی ہے لہذا میں ان میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یوحنا نے یوقنا سے کہا کہ اس میں ان کا کوئی قصور نہیں، کیونکہ یہ لوگ جنگجو نہیں بلکہ تاجر ہیں، اپنی بہتری اور جان کی حفاظت کے لئے انھوں نے ایسا کیا ہے۔ اپنے بھائی یوحنا کی بات سن کر یوقنا نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے ان لوگوں کو صلح کی ترغیب دی ہے اسی لئے ان کا دفاع اور ان کی سفارش کرتا ہے۔ لہذا تو ہی سب سے بڑا قصوروار ہے اور سب سے پہلے تو ہی سزا کا مستحق ہے۔ یہ کہہ کر یوقنا اپنے بھائی کی طرف متوجہ ہوا اور اس پر قابض ہو کر تلوار نکال لی۔ تاکہ اس کو قتل کر دے۔

یوحنا نے جب دیکھا کہ میرے بھائی نے میرے قتل کے ارادہ سے تلوار نکال لی ہے اور میرا قتل یقینی ہو گیا تو اس نے آسمان کی طرف اپنا سر اُٹھایا اور با آواز بلند کہا:

"اللّٰهُمّ اشْهَدْ عَلىٰ أَنِّي مُسْلِمٌ إِلَيكَ مُخَالِفُ الدِّيْنِ هٰؤُلَاءِ
الْقَوْمِ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إِلّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنّ مُحَمّداً رَسُوْلُ

اللهِ وَأَنَّ الْمَسِيْحَ نَبِيُّ اللهِ"

ترجمہ: -''اے میرے اللہ! گواہ ہو تو اس امر پر کہ میں کہ اسلام قبول کرنے والا ہوں تیری طرف اور اس قوم کے دین کی مخالفت کرنے والا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں۔''

(حوالہ:-''فتوح الشام، از:- علامہ واقدی، ص:۳۰۳)

مندرجہ بالا ایمانی کلمات فرمانے کے بعد حضرت یوحنا نے اپنے بھائی حاکم یوقنا سے فرمایا کہ اب تجھے جو کرنا ہے کر گزر۔ اگر تو مجھ کو قتل بھی کردے گا تو میں جنت میں جاؤں گا کیونکہ میں نے دین حق اسلام قبول کرلیا ہے۔ مجھے اب اپنی جان کی پرواہ نہیں:

جان سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں

(از:- امام عشق ومحبت، حضرت رضا بریلوی)

حاکم یوقنا نے اپنے بھائی کی زبانی قبول اسلام کا اقرار سن کر لال پیلا ہوگیا۔ اس نے اپنے بھائی حضرت یوحنا رحمۃ اللہ علیہ پر تلوار کا وار کیا اور ان کی گردن تن سے الگ کرکے شہید کردیا۔ پھر اس نے اپنے غصہ اور تشدد کا شکار اہل شہر کو بنایا۔ حاکم یوقنا نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اہل شہر کو قلعہ کے باہر لے جاؤ۔ حاکم یوقنا کے سپاہی اہل شہر کو پکڑ پکڑ کر شہر کے باہر وسیع میدان میں لاتے اور ان پر طرح طرح کا ظلم وستم کرکے مار ڈالتے۔ اہل شہر رو رو کر فریاد کرتے مگر ان کا کوئی پرسان حال نہ ہوتا۔ چاروں طرف سے یوقنا کے سپاہیوں نے انھیں گھیر رکھا تھا اور یوقنا کا حکم پاتے ہی ان کو تہ تیغ کردیتے۔

⊙ حلب کے قلعہ تک اسلامی لشکر کی رسائی

اہل حلب کسمپرسی کے عالم میں حاکم یوقنا کے ظلم وستم جھیل رہے تھے کہ دفعۃً اسلام کا لشکر

جرار حلب کے قلعہ پر آ پہنچا۔ اسلامی لشکر کے نشان دکھائی دیئے۔ حضرت خالد بن ولید لشکر کے آگے تھے اور وہ سبقت کرکے آن کی آن میں قلعہ کے قریب اس جگہ پہنچ گئے جہاں اہل حلب پر ظلم وستم ڈھایا جارہا تھا۔ حضرت خالد نے حاکم یوقنا کے گبروں کو للکارا اور ان کو تنبیہ کی کہ حلب کے باشندے ہماری صلح میں داخل ہیں اور عہد وپیمان کے مطابق ہم پر ان کی حفاظت لازم ہے لہذا ظلم وزیادتی سے باز رہو۔ انھوں نے سنی ان سنی کردی تو حضرت خالد نے اسلامی لشکر کو یوقنا کے گبروں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی تمام مجاہدین رومی سپاہیوں پر باز کی طرح ٹوٹ پڑے۔ اور سرعت سے شمشیر زنی اور نیزہ بازی کرکے گبروں کو خاک وخون میں ملانا شروع کردیا۔ مجاہدوں کے اس حملہ سے یوقنا بوکھلا گیا اور اپنے سپاہیوں کو لے کر قلعہ کی طرف بھاگا۔ مجاہدوں نے ان کا تعاقب کیا لیکن رومی خوف کی وجہ سے ہرن کی رفتار بھاگ کر قلعہ میں داخل ہوگئے اور قلعہ کا دروازہ بند کرلیا۔ لیکن یوقنا کے تین ہزار سپاہی قلعہ کے باہر رہ گئے جن کو مجاہدوں نے قتل کردیا۔ اہل حلب نے یوقنا کے ظلم وستم سے نجات دلانے پر حضرت ابوعبیدہ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر انھوں نے یوقنا حاکم کی کہانی حضرت ابوعبیدہ کو سنائی۔ حضرت ابوعبیدہ نے پوری کیفیت سماعت کرنے کے بعد اظہار افسوس فرمایا۔

اب اسلامی لشکر نے قلعہ سے تھوڑے فاصلہ پر اپنی جگہ تجویز کی۔ خیمہ وغیرہ نصب کیئے گئے اور سامان استقامت درست کیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اہل حلب چالیس گبروں کو قیدی بنا کر حضرت ابوعبیدہ کے پاس لائے اور کہا کہ یہ یوقنا کے ساتھی ہیں۔ قلعہ کا دروازہ بند ہوجانے کے باعث قلعہ کے باہر رہ گئے اور اطراف کے کھیتوں اور مکانوں میں چھپ گئے تھے، اور چونکہ ہم تمہاری صلح میں داخل ہیں اور صلح کی شرائط کے مطابق ان کو پناہ دینا عہد شکنی ہے لہذا ہم ان کو تمہارے پاس لائے ہیں، ان کے ساتھ مناسب معاملہ کرو۔ حضرت ابوعبیدہ نے ان چالیس گبروں پر اسلام پیش کیا، جن میں سے صرف سات اشخاص نے اسلام قبول کیا باقی سب نے قبولِ اسلام سے انکار کیا لہذا انکار کرنے والوں کی گردنیں ماری گئیں۔

حضرت ابوعبیدہ نے اہل حلب سے فرمایا کہ تم نے اپنی صلح کے معاملہ میں اخلاص کا مظاہرہ کیا ہے لہذا عنقریب ہم بھی تمہارے ساتھ وہ معاملہ کریں گے کہ تمہارے دل خوشی

سے باغ باغ ہو جائیں گے۔ پھر ان سے فرمایا کہ تمہارا حاکم اپنے لشکر کے ہمراہ قلعہ میں پناہ گزیں ہوا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو قلعہ میں داخل ہونے کا خفیہ راستہ معلوم ہے؟ اہل حلب نے کہا قسم خدا کی! ہم پوشیدہ راہ نہیں جانتے۔ اگر ہم کو قلعہ میں داخل ہونے کی پوشیدہ راہ معلوم ہوتی تو ہم تمہارے ساتھ غدر اور بیوفائی کر کے ہرگز نہیں چھپاتے بلکہ ضرور نشاندہی کرتے۔

⦿ حلب کے قلعہ کا محاصرہ، حاکم یوقنا کی جانب سے جوابی کاروائی

جب قلعہ میں داخل ہونے کے خفیہ راستہ کا سراغ نہ ملا تو اسلامی لشکر کے سرداروں نے باتفاق رائے قلعہ کا محاصرہ کر کے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسلامی لشکر قلعہ سے قریب ہوا لیکن حاکم یوقنا نے قلعہ کی دیوار پر پتھر، تیر، کمان اور دیگر آلات حرب ذخیرہ کر رکھا تھا۔ جیسے ہی اسلامی لشکر شہر پناہ کے قریب آیا رومی لشکر نے پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کر دی۔ حاکم یوقنا نے اس کثرت سے تیر اور پتھر برسائے کہ پورے ملک شام میں کسی بھی لڑائی میں اسلامی لشکر پر اس کثرت سے تیر اور پتھر نہیں برسائے گئے۔ سینکڑوں کی تعداد میں مجاہدوں کے سر پھوٹے، ہاتھ پاؤں ٹوٹے اور کثرت سے زخمی اور اپاہج بھی ہوئے۔ شام تک یہی حالت رہی کہ رومی غالب رہے اور اسلامی لشکر کو ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ غروب آفتاب کے وقت اسلامی لشکر اس حال میں اپنے کیمپ میں واپس لوٹا کہ بھاری تعداد میں مجاہدین زخمی تھے اور بہت سے شہید ہوئے تھے۔ شہیدوں کو دفن کیا گیا اور زخمیوں کا معالجہ کیا گیا۔ اسلامی لشکر کو ناکامیوں اور مصیبتوں کا سامنا تھا رومی لشکر کا دل بڑھ رہا تھا۔ یوقنا نے کہا کہ آج کے بعد اسلامی لشکر قلعہ کی دیوار کے قریب نہیں آئے گا اور میں ان کے ساتھ ایک بڑا مکر کر کے ان پر بہت بڑی آفت ڈھا دوں گا۔

اسلامی لشکر نے اس دن کے بعد قلعہ کی دیوار سے کچھ فاصلہ پر رہ کر محاصرہ جاری رکھا۔ محاصرہ کا سلسلہ کئی دن جاری رہا لیکن کوئی لڑائی وقوع پذیر نہ ہوئی۔

⦿ حاکم یوقنا کا اسلامی لشکر پر شبخوں

اسلامی لشکر کی تعداد سترہ ہزار (17,000) تھی۔ سترہ ہزار آدمیوں کے لئے وسیع میدان میں خیمے نصب تھے۔ اور اسلامی لشکر کا کیمپ طول وعرض میں بہت پھیلا ہوا تھا لہذا حضرت ابوعبیدہ نے چند اشخاص کو شب میں کیمپ کے ارد گرد گشت لگا کر چوکیداری کی خدمت پر مامور کر رکھا تھا۔ کئی دن گزر گئے لیکن کوئی ناز یبا واقعہ نہیں پیش آیا۔

ایک رات اچانک حاکم یوقنا دو ہزار سپاہیوں کو لے کر قلعہ سے باہر آیا۔ وہ تمام پیدل تھے اور کسی قسم کا شور وغل کئے بغیر چپکے سے مسلمانوں کے قریب پہنچ گئے اور اسلامی لشکر کے کیمپ کے کنارے جہاں قوم بنی کعب اور قوم عک کے خیمے واقع تھے ان خیموں پر حملہ کر دیا۔ اس طرف کے خیمہ والوں نے اپنے علاقے کی مشعلیں اور خیموں کی قندیلیں گل کر دیں تھیں اور بے پرواہ ہو کر محوخواب تھے۔ ان کے ہتھیار بھی ان کے قریب نہیں تھے بلکہ اپنے بستر سے دُور خیمہ کے کونے میں پڑے ہوئے تھے۔ آدھی شب گزر چکی تھی۔ سپاہی گہری نیند میں بے خبری میں سوئے ہوئے تھے کہ اچانک دو ہزار رومی سپاہیوں نے بنی کعب اور قوم عک کے خیموں پر دھاوا بول دیا۔ رومی گبروں نے جاتے ہی قتل وغارت گری، لوٹ مار اور قید کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح کے اچانک حملہ سے اسلامی لشکر کے کنارے کے خیموں میں کہرام مچ گیا۔ مجاہدین گھبراہٹ کی حالت میں بیدار ہوئے اور قریب والے کو باخبر کرنے کے لئے ”اَلنَّفِیرُ اَلنَّفِیر“ یعنی مدد کو پہنچو، مدد کو پہنچو پکارنے لگے، شور وغل کی آواز بلند ہوئی۔ اس علاقہ کے خیموں میں مقیم مجاہدین اُٹھ کھڑے ہوئے اور جو بھی ہتھیار ہاتھ میں آیا وہ اُٹھا کر مقابلہ کرنے لگے۔ لیکن سب کے سب مجاہدین بے ترتیب اور غیر مسلح تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا معاملہ ہے البتہ رومی سپاہی رومی زبان میں زور زور سے چلاتے تھے لہذا ان کو پتہ چل گیا تھا کہ رومیوں نے رات کے اندھیرے میں چھاپا مارا ہے۔ اس علاقے کے خیموں سے کچھ اشخاص بھاگ کر حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد کے خیمے میں پہنچ گئے اور بلند آواز سے پکار پکار کر سب کو بیدار کیا اور اسلامی لشکر کے کنارے والے خیموں پر

رومی لشکر کے حملہ کی اطلاع دی اور جلدی مدد کو پہنچنے کے لئے آوازیں دینے لگے۔

حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مثل حملہ آور شیر اُن خیموں کی طرف لپکے جہاں یوقنا نے حملہ کیا تھا۔ حضرت خالد کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ آتا دیکھ کر یوقنا نے اپنے سپاہیوں کو قلعہ کی طرف بھاگنے کا حکم دیا، چنانچہ تمام رومی سپاہی خیموں سے قلعہ کی طرف بھاگے۔ اس دوران رومیوں نے ساٹھ (60) مسلمانوں کو شہید کر دیا اور بہت مال و اسباب بھی لوٹ لیا تھا۔ بھاگتے وقت اپنے ساتھ پچاس (50) مسلمانوں کو بھی قید کر لے گئے۔ حضرت خالد بن ولید جب وہاں پہنچے رومی سپاہی بھاگ رہے تھے لہذا حضرت خالد نے ان کا قلعہ کی دیوار تک تعاقب کیا اور بھاگنے میں پیچھے رہ جانے والے تقریباً ایک سو رومیوں کو قتل کیا لیکن یوقنا مع اپنے سپاہیوں کے بھاگ نکلنے میں کامیاب رہا۔ قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔

⊙ پچاس قیدی مجاہدوں کی قلعہ کی فصیل پر شہادت

حسب معمول دوسرے دن صبح میں اسلامی لشکر اپنے کیمپ سے روانہ ہو کر قلعہ کا محاصرہ کرنے آیا۔ اسلامی لشکر نے قلعہ کا تھوڑے فاصلہ پر رہ کر محاصرہ کیا تھا۔ فاصلہ اتنا کم تھا کہ فریقین ایک دوسرے کو آسانی سے پہچان سکتے تھے۔ یوقنا ان پچاس مجاہد قیدیوں کو قلعہ کی دیوار پر لایا ان کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں۔ یوقنا نے ان پچاس مجاہدوں کو قلعہ کی دیوار پر اس طرح کھڑا کیا کہ اسلامی لشکر کا ہر شخص ان کو دیکھتا تھا اور ان کی آوازیں سنتا تھا۔ وہ پچاسوں بیک زبان بلند آواز سے "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ" (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پکارتے تھے اور اسی حالت میں ان تمام کی گردنیں الگ کر دی گئیں اور سب کو ایک ساتھ شہید کر دیا گیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

اپنے دینی بھائیوں کو اپنی نظروں کے سامنے شہید ہوتا دیکھ کر اسلامی لشکر کا ہر فرد تڑپ اُٹھا۔ ہر ایک چشم نمناک ہو گئی، اس ناقابل برداشت سانحہ کو دیکھ کر مجاہدین کر بھی کیا سکتے تھے؟ سب مجبور تھے۔ ان کی مدد کسی عنوان ممکن نہ تھی۔ حضرت ابوعبیدہ کے لئے یہ صدمہ ناقابل تحمل

تھا۔ حضرت خالد بن ولید کی آنکھیں خونبار تھیں۔ سب نے صبر کیا اور شہید ہونے والوں کے لئے دعائے مغفرت کی۔

اس حادثہ سے حضرت ابوعبیدہ بہت ہی رنجیدہ خاطر ہوئے تھے۔ آپ نے لشکر میں منادی کرا دی کہ قسم ہے اللہ اور رسول کی طرف سے اور قسم ہے سردار ابوعبیدہ کی طرف سے کہ اب سے ہر شخص اپنی نگہبانی خود کرے اور کسی دوسرے کے سہارے نہ رہے، کوئی بھی دوسرے پر بھروسہ کر کے غفلت نہ کرے۔ اس منادی کے بعد مجاہدین رات کے وقت خوب احتیاط کرنے لگے اور اسلامی لشکر کے کیمپ کی نگہبانی اور چوکیداری سخت بنا دی گئی۔

⊙ حاکم یوقنا کا دوسرا فریب، غلہ لینے گئے ہوئے مجاہدین کی شہادت

یوقنا اپنے زعم میں مکر وفریب کی ہر چال میں کامیاب ہو رہا تھا۔ اس نے کچھ نصرانی عربوں کو جاسوسی پر متعین کر کے اسلامی لشکر میں گھسا دیا تھا۔ یوقنا کے جاسوس اسلامی لشکر کے اہم اُمور کی خبریں اسے متواتر پہنچایا کرتے۔ ایک دن دوپہر کے وقت حاکم یوقنا اپنے بطارقہ اور عمالقہ کے ساتھ بیٹھ کر کسی نئی چال کے متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ اس کا ایک جاسوس خبر لایا کہ عربوں نے حلب کے اطراف کے جنگلی علاقوں کے لوگوں سے صلح کر لی ہے اور لشکر کے کھانے پینے کے لئے رسد (اناج) لینے کے لئے ایک سو مسلمان سوار اپنے ساتھ اُونٹ اور خچر وغیرہ لے کر جنگل کی طرف گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر یوقنا خوشی سے مچل اُٹھا اور اس نے ایک چال تجویز کی۔ اپنے ایک معتمد بطریق کو ایک ہزار منتخب سردار سواروں کو رات کے وقت اس جاسوس کے ہمراہ خفیہ دروازے سے جنگل کی طرف روانہ کیا۔ ایک ہزار رومی سپاہی مسلمانوں کے قافلہ کے تعاقب میں رات کے اندھیرے میں عجلت سے جا رہے تھے۔ راہ میں ایک چرواہا ملا۔ رومی لشکر کے سردار بطریق نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے عربوں کے کسی قافلہ کو یہاں سے گزرتا دیکھا ہے؟۔ چرواہے نے کہا کہ ہاں! طلوع آفتاب کے وقت رومی لشکر نے دور سے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ اپنے ساتھ جانوروں پر غلہ لادے حلب کی طرف آ رہے ہیں۔

مسلمانوں کا قافلہ جنگل کے ایک دیہات سے غلہ لے کر علی الصبح روانہ ہوا تھا۔

مسلمانوں کے قافلہ کے سردار حضرت منادش بن ضحاک طائی تھے۔ حضرت منادش اپنے ساتھیوں کو جلدی جلدی چلنے کی ترغیب دیتے تھے تاکہ زوال کے وقت تک اسلامی لشکر کے کیمپ حلب میں پہنچ جائیں۔ تھوڑی مسافت طے کرکے جنگل کے علاقہ میں ہی تھے کہ سامنے سے رومیوں کا ایک ہزار مسلح سواروں کا لشکر نظر آیا۔ حضرت منادش نے ساتھیوں کو جہاد کے فضائل بیان کرکے لڑنے کی ترغیب دی۔ تھوڑی دیر میں رومی لشکر ان پر آپڑا۔ مجاہدوں نے بڑی دلیری سے مقابلہ کیا لیکن فوراً ہی حضرت منادش بن ضحاک اور ان کے ہمراہ تیس مجاہد شہید ہوگئے۔ اپنے سردار اور تیس ساتھیوں کو شہید ہوتا دیکھ کر باقی ستر مجاہدوں نے شکست اُٹھائی اور حلب کے جانب اسلامی لشکر کے کیمپ کی طرف بھاگے۔

رومیوں نے غلّہ سے لدے ہوئے جانوروں پر قبضہ کرلیا اور قریب میں واقع ایک پہاڑی گاؤں میں چھپ گئے کیونکہ اس وقت صبح کا وقت تھا لہذا وہ ڈرے کہ اس وقت حلب کی طرف جانا مناسب نہیں کیونکہ جو ستر مسلمان بھاگ کر حلب گئے ہیں وہ اس معاملہ کی خبر اسلامی لشکر کو ضرور دیں گے اور مسلمانوں کا لشکر اس طرف ضرور آئے گا۔ ہوسکتا ہے کہ راستہ میں ہی اسلامی لشکر سے آمنا سامنا ہوجائے، ہمارے لئے مناسب یہی ہے کہ دن کے وقت جنگل کے کسی گاؤں میں چھپ جائیں اور رات کے وقت اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر گزشتہ شب کی طرح سفر طے کرکے خیریت سے حلب کے قلعہ میں داخل ہوجائیں گے۔ چنانچہ ایک ہزار رومی قریب میں واقع ایک گاؤں میں چلے گئے اور دن بھر وہاں چھپ کر رات کی تاریکی چھانے کا انتظار کرتے رہے۔

⊙ حضرت خالد کی رومیوں کی تلاش میں جنگل کی طرف روانگی

اسلامی قافلہ کے شہید ہونے والے سردار حضرت منادش بن ضحاک کے بھتیجے حضرت یعقوب بن صباح طائی ستر آدمیوں کے ساتھ بھاگ کر دوپہر کے وقت اسلامی لشکر کے کیمپ میں آئے اور آتے ہی سردار ابوعبیدہ کو پکارنے لگے۔ حضرت ابوعبیدہ نے ان کو زخمی اور خستہ حال دیکھا تو پریشان ہوگئے اور فوراً دوڑ کر قریب آئے اور پوچھا کہ تمہارے پیچھے کیا حال ہے؟

کہا کہ اے سردار! قسم خدا کی! ہمارے سردار منادش بن ضحاک طائی اور دیگر بہت لوگ شہید کردیئے گئے اور ہمارے ساتھ کا غلّہ اور جانور بھی لوٹ لیا گیا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہا کہ تمہارے ساتھ کس نے ایسا سلوک کیا ہے؟ حضرت یعقوب بن صباح نے کہا کہ اے سردار! ہم نہیں جانتے کہ وہ کون تھے۔ صرف اتنا جانتے ہیں کہ ایک بطریق اچھے سامان اور کثیر تعداد کا لشکر لے کر اچانک ہم پر حملہ آور ہوا۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ حلب کے قلعہ کا تو ہم نے محاصرہ کررکھا ہے لہذا یہاں سے یوقنا یا کسی اور کے جانے کا امکان نہیں حضرت یعقوب بن صباح نے کہا کہ اے سردار! وہ کہاں سے آیا، کون تھا اور کدھر چلا گیا، اس کی ہمیں کچھ خبر نہیں۔

حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد بن ولید کو صورت حال سے آگاہ کرکے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! جنگل کے لوگ تو ہماری صلح میں داخل ہونے کی وجہ سے یہ حرکت نہیں کرسکتے علاوہ ازیں حلب کے قلعہ کا ہم نے محاصرہ کررکھا ہے لہذا یہاں سے تو یوقنا کسی کو بھیج نہیں سکتا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا معاملہ ہے لہذا تم فوراً جاؤ اور ان کے نشان قدم ڈھونڈھ کر ان پر جاپڑو اور اپنے بھائیوں کا بدلا لے کر ان کو ہلاک کردو۔

حضرت ابوعبیدہ کا حکم پاتے ہی حضرت خالد بن ولید اپنے خیمہ میں گئے اور مسلح ہوکر اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر تنہا جانے کا قصد کیا۔ ان کو اکیلے جاتے ہوئے دیکھ کر حضرت ابوعبیدہ نے پوچھا کہ اے ابوسلیمان! کہاں جاتے ہو؟ حضرت خالد نے جواب دیا کہ آپ نے جس کام کا حکم فرمایا ہے اس کو جلدی انجام دینے جارہا ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اپنے ساتھ کسی کو لے لو۔ حضرت خالد نے کہا کہ میں کسی کو بھی ساتھ لینا نہیں چاہتا اور اکیلا ہی جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ دشمنوں کی تعداد کتنی ہے؟ حضرت خالد نے کہا کہ ہاں مجھے معلوم ہے۔ وہ ایک ہزار ہیں اور میں اکیلا ان کے مقابلہ کے لئے کافی ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ تم ان ایک ہزار رومیوں کے لئے کافی ہو اور یہ کام تم سے ہوسکتا ہے کیونکہ ایسے کاموں کے کرنے کی تم میں صلاحیت ہے لیکن پھر بھی میں یہی چاہتا ہوں کہ تم تن تنہا جانے کے بجائے اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لے لو۔ چنانچہ حضرت خالد اپنے ساتھ حضرت ضرار بن ازور، حضرت ربیعہ بن عامر اور قوم طے کے مجاہدوں

کو لے کر روانہ ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بہت تیز رفتاری سے جنگل کے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے اور جائے واردات پر پہنچے۔ وہاں جا کر دیکھا تو تیس شہیدوں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں اور ان لاشوں کے اِرد گرد جنگل کے لوگ جمع ہیں اور رو رہے ہیں۔ ان کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ اس علاقہ کے لوگوں کو یہ اندیشہ تھا کہ ان عربوں کے قتل کا الزام ہم پر عائد ہوگا اور ان کا انتقام لیتے ہوئے عرب ہم کو مار ڈالیں گے۔ حضرت خالد کے آتے ہی انھوں نے رو رو کر اور قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم تمہاری صلح میں داخل ہیں اور قتل کے ارتکاب سے بری ہیں۔ خدا کی قسم! ہم نے ان کو قتل نہیں کیا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ جب تم نے قتل نہیں کیا تو پھر یہ کام کس نے کیا ہے؟ جنگل کے لوگوں نے کہا کہ حلب کے حاکم یوقنا کا ایک بطریق مع ایک ہزار سواروں کے یہاں وارد ہوا تھا اور اسی نے یہ کام کیا ہے۔ حضرت خالد نے ان لوگوں سے پوچھا کہ وہ بطریق کس طرف گیا ہے؟ ان لوگوں نے دور نظر آنے والے پہاڑ کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ ہم نے اس بطریق کو اپنے سپاہیوں کے ساتھ پہاڑ کی اُونچائی پر واقع ایک گاؤں کی طرف جاتے دیکھا ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ کیا واقعی پہاڑ کی بلندی پر کوئی گاؤں ہے؟ انھوں نے ہاں کہا۔ حضرت خالد کے ذہن میں رومیوں کا پلان سمجھ میں آ گیا۔ آپ نے پہاڑی لوگوں میں سے ایک شخص کو راستہ دکھانے کے لئے ساتھ لے لیا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ پہاڑ کی جانب اپنے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دو۔

جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو حضرت خالد ایک مقام پر رُک گئے اور راہبر سے پوچھا کہ پہاڑ کے گاؤں سے حلب کی طرف جانے کا اور کوئی دوسرا راستہ ہے؟ راہبر نے کہا کہ نہیں، بلکہ صرف یہی راستہ ہے۔ حضرت خالد نے ساتھیوں سے فرمایا کہ بطریق پہاڑ کے گاؤں میں رات کے انتظار میں دن کاٹ رہا ہے۔ اس نے گمان کیا ہے کہ ہم اس کا تعاقب کرتے ہوئے آئیں گے لہذا وہ پہاڑ کے گاؤں میں چلا گیا ہے تا کہ دن وہاں گزار دے اور جب رات ہوگی تب وہاں سے حلب کی جانب روانہ ہوگا اور وہ یہیں سے گزرے گا، ہم یہیں آس پاس میں چھپ جائیں۔ حضرت خالد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسی مقام پر ایک کمین گاہ میں چھپ گئے

اور رات میں اپنے شکار بطریق اور اس کے لشکر کے نکلنے کا انتظار کرنے لگے۔

جب رات کی تاریکی چھا گئی تو بطریق اپنے لشکر کے ہمراہ پہاڑ کے گاؤں سے روانہ ہوا۔ تھوڑی رات گزری تو حضرت خالد نے گھوڑوں کی ٹاپوں اور آدمیوں کے چلنے کی آہٹ محسوس کی۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھیوں کو راستہ کے دونوں طرف پھیلا دیا اور سب تلواریں میان سے نکال کر حملہ کرنے کے لئے مستعد ہو کر بیٹھ گئے۔ ایک ہزار رومی گبر بے خوف و خطر اور غافل اپنی کامیابی کی خوشی میں اتراتے ہوئے اور ہنسی مزاق کی باتیں کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ لشکر کے آگے بطریق متکبرانہ شان و شوکت سے چل رہا تھا۔ جب رومی لشکر قریب آیا تو تمام مجاہدین کمین گاہ سے نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کرتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ اس بطریق کے متعلق حضرت خالد نے یہ گمان کیا کہ شاید یہ حاکم یوقنا ہے لہذا آپ مثل شیر اس پر حملہ آور ہوئے اور تلوار کی ایک شدید ضرب لگا کر اس کو دو ٹکڑے کر دیا۔ حضرت خالد کی متابعت میں حضرت ضرار بن ازور، حضرت ربیعہ بن عامر اور ساتھیوں نے ایسا سخت حملہ کیا کہ رومیوں کے اوسان خطا کر گئے۔ مجاہدوں نے دلیری اور کثرت سے تلوار زنی کر کے صرف ایک ہی گرداوے میں سات سو رومیوں کو زمین پر کشتہ ڈال دیا اور باقی تین سو نے ہتھیار ڈال کر ہاتھ بلند کر کے ''لفون لفون'' پکارا، تو اُن کو قید کر لیا۔

پھر حضرت خالد نے سات سو مقتولین کا مال و اسباب، ان کے گھوڑے اور اسلامی لشکر سے چھینا ہوا غلہ، مال و اسباب اور جانوروں پر قبضہ کر لیا اور تین سو قیدیوں کا اسباب بھی اپنے ساتھ لے کر اسلامی لشکر کے کیمپ میں واپس آئے۔ حضرت خالد کی آمد اور کامیابی پر اسلامی لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کا تہلیل اور تکبیر کے نعروں سے شاندار استقبال کیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کا شکریہ ادا کیا اور دعائے خیر و عافیت سے نوازا۔ پھر حضرت خالد نے حضرت ابوعبیدہ کو از اوّل تا آخر تمام روداد کہہ سنائی، جس کو سن کر حضرت ابوعبیدہ نہایت مسرور ہوئے۔

پھر حضرت خالد نے تین سو رومی قیدیوں کو حضرت ابوعبیدہ کے سامنے پیش کیا۔ حضرت

ابوعبیدہ نے ان پر اسلام پیش کیا۔جس کا انھوں نے انکار کیا اور زرِ فدیہ لے کر آزاد کر دینے کی درخواست کی لیکن حضرت ابوعبیدہ نے ان کی درخواست نامنظور فرمائی اور سب کی گردنیں مارنے کا حکم دیا۔حضرت ابوعبیدہ کے حکم کی تعمیل میں مجاہدوں نے تین سو رومیوں کو قتل کرنے کا قصد کیا لیکن...

حضرت خالد نے انھیں قتل کرنے سے باز رکھا اور فرمایا کہ ان کو یہاں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ جس طرح یوقنا نے ہماری نظروں کے سامنے ہمارے پچاس (۵۰) مجاہدوں کو شہید کیا ہے، ہم بھی یوقنا کو دکھا کر اس کے سامنے اس کے تین سو سپاہیوں کو قتل کر کے اس کو دلی صدمہ پہنچائیں گے اور اپنے بھائیوں کا انتقام لیں گے۔ چنانچہ مجاہدین ان رومیوں کو قتل کرنے سے باز رہے۔ جب اسلامی لشکر قلعہ کا محاصرہ کرنے دیوار قلعہ سے قریب ہوا تو ان تین سو قیدیوں کو بھی ساتھ میں لے گیا۔ یوقنا اور اس کے ساتھی قلعہ کی دیوار سے اسلامی لشکر کا محاصرہ دیکھ رہے تھے کہ ان کی نظریں رومی سپاہیوں پر پڑیں کہ تین سو کے قریب رومی سپاہی مشکیں بندھی ہوئی حالت میں اسلامی لشکر کے آگے کھڑے کیے گئے ہیں۔قلعہ کی دیوار کے اُوپر موجود لوگوں میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی لہذا تمام لوگ گردنیں اُٹھا اٹھا کر ٹکٹکی باندھے رومی قیدیوں کی جانب دیکھنے لگے اور شور وغل مچا کر،صلیب سے مدد طلب کر کے ان کی رہائی اور سلامتی کی دُعا کرنے لگے۔حاکم یوقنا بھی اُچھل کود کرنے لگا اور چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کی رہائی کا مطالبہ کرنے لگا۔حضرت خالد بن ولید نے دیکھا کہ قلعہ کی دیوار پر موجود ہر شخص ان تین سو قیدیوں کے معاملہ سے واقف اور خبر دار ہو گیا ہے اور سب کی توجہات ان کی طرف مرکوز ہیں اور ان کے لئے مضطرب اور بیقرار ہیں۔تب حضرت خالد نے اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو حکم دیا کہ ان رومی قیدیوں کی گردنیں ماری جائیں۔ چنانچہ ہر رومی قیدی کے سامنے ایک ایک مجاہد برہنہ تلوار لے کر کھڑا ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر قلعہ کی دیوار پر موجود رومیوں نے شور وغل بلند کیا اور چلانے لگے، تب حضرت خالد نے اشارہ فرمایا۔حضرت خالد کا حکم ملتے ہی مجاہدوں نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے ایک ساتھ اُن رومی قیدیوں پر تلوار کی ضربیں لگائیں اور ایک ساتھ تین سو گردنیں دھڑ سے جدا ہو کر خاک وخون

میں تڑپنے لگیں اور تھوڑی دیر میں تڑپ کر ٹھنڈی پڑ گئیں۔

ایک ساتھ تین سو رومی سپاہیوں کو اپنی نظروں کے سامنے کشتہ ہوتا دیکھ کر حاکم یوقنا بوکھلا گیا۔اس کے ہوش اڑ گئے، رومیوں میں کہرام مچ گیا اور آہ و بکا کی صدائیں فضا میں گونجنے لگیں۔رومیوں نے جی بھر کے اور دل کھول کر سینہ کوبی اور ماتم کیا۔حاکم یوقنا کو احساس ہو گیا کہ چند دنوں پہلے پچاس مسلمانوں کو اسلامی لشکر کی نظروں کے سامنے شہید کرنے کا مسلمانوں نے بہت بھاری انتقام لے لیا ہے اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی بجائے چٹان سے دیا ہے۔

⊙ قلعہ حلب کا چار ماہ تک محاصرہ

مذکورہ واقعہ سے حاکم یوقنا اور تمام رومی خوفزدہ ہو گئے تھے۔تین سو رومی سپاہی نظروں کے سامنے مقتول ہوئے، اور سات سو سپاہیوں کے ہلاک ہونے کی جنگل کے علاقہ سے اطلاع موصول ہوئی تھی۔اسلامی قافلہ کو لوٹنے اور تباہ کرنے کی غرض سے حاکم یوقنا کا بھیجا ہوا ایک ہزار شہسواروں کا اہم لشکر کوڑیوں دام ضائع ہوا تھا۔حاکم یوقنا اتنا زیادہ مرعوب اور سراسیمہ ہو گیا تھا کہ قلعہ سے باہر نکل کر حملہ کرنا اور مکر وفریب کی چالیں چلنا ترک کر دیا اور قلعہ کے اندر محصور ہو کر شہر پناہ کی دیوار کے اُوپر سے لڑنا اختیار کیا۔اسلام کے لشکر نے بھی قلعہ کا محاصرہ سخت کر دیا،لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔روزانہ اسلامی لشکر اپنے کیمپ سے روانہ ہو کر قلعہ کی دیوار کے قریب آتا اور محاصرہ کرتا۔رومی قلعہ کی دیوار سے دیکھتے رہتے اور کسی قسم کی کوئی حرکت فریقین کی جانب سے نہیں ہوتی یہاں تک کہ غروب آفتاب کا وقت قریب آجاتا اور اسلامی لشکر اپنے کیمپ میں واپس لوٹ جاتا۔روزانہ کا یہی معمول بن چکا تھا۔اس طرح چار ماہ کا عرصہ گزر گیا۔

اہلِ حلب محاصرہ سے اب تنگ آ گئے تھے علاوہ ازیں قلعہ میں غلّہ اور دیگر اشیائے صرف کی قلت محسوس کی جانے لگی۔اسی طرح اسلامی لشکر بھی بغیر کسی نتیجہ کے محاصرہ سے تھک گیا۔حضرت ابوعبیدہ نے چند دنوں پہلے یہ ارادہ فرمایا تھا کہ حلب کا محاصرہ ترک کر کے کسی دوسرے

مقام کی جانب کوچ کر جائیں اور انھوں نے اپنے ارادہ کی اطلاع امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم کی خدمت میں بذریعہ خط لکھ بھیجی اور امیر المؤمنین سے اس امر میں اجازت طلب کی، لیکن امیر المؤمنین نے حضرت ابوعبیدہ کو محاصرہ ترک کر کے کسی دوسرے مقام کی طرف کوچ کرنے کی ممانعت فرمائی اور یہ حکم مرقوم فرمایا کہ قلعۂ حلب کا محاصرہ جاری رکھو اور قلعہ فتح کرنے کی پوری کوشش کرو۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکر کی کمک کرنے مدینہ منورہ کے اطراف کے علاقے (۱) حضرموت (۲) یمن (۳) رومان (۴) سبا اور (۵) مارب سے بقصد جہاد آئے ہوئے تقریباً پانچ سو مجاہدوں کو حلب کی طرف روانہ فرمایا۔

لہذا حضرت ابوعبیدہ نے حلب کے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ اسی دوران مدینہ منورہ سے امیر المؤمنین کا بھیجا ہوا پانچ سو افراد پر مشتمل لشکر حلب آ پہنچا، ان میں حضرت سراقہ بن مرداس کندی اپنے غلام حضرت دامس کے ساتھ شامل تھے۔ حضرت دامس کی کنیت ابوالہلول تھی اور وہ اپنے نام اور کنیت سے مشہور تھے یعنی ''دامس ابوالہلول'' کے نام سے متعارف اور مشہور تھے۔ حضرت دامس عرب کے غلام قبیلہ ''بنی طریف'' میں سے تھے۔ حضرت دامس ابو الہلول بہت سیاہ رنگ اور پست گردن تھے اور شجاعت و بہادری میں اپنی مثال آپ تھے۔ انھوں نے کئی معرکوں میں تن تنہا بڑی بڑی جماعتوں کا مقابلہ کیا تھا اور غالب رہے تھے۔ حضرت دامس ابوالہلول کی شجاعت و بہادری کے بہت واقعات لوگوں میں مشہور اور موضوع سخن رہتے تھے۔

⦿ حاکم یوقنا کا رات کی تاریکی میں اسلامی لشکر پر دوبارہ حملہ

کچھ عرصہ تک حاکم یوقنا نے قلعہ سے نکل کر رات کے وقت حملہ کرنا، مکر و فریب کرنا وغیرہ بالکل ترک کر دیا تھا لیکن چار مہینہ تک محاصرہ کے طول پکڑنے کی وجہ سے تنگ آ کر اس نے دوبارہ مکر و فریب کا آغاز کیا۔ یوقنا دن کے وقت جنگ کرنے سے قطعاً باز رہتا، لیکن رات کے وقت قلعہ سے نکل کر اسلامی لشکر کے کیمپ کے کنارے پر واقع خیموں میں سوئے ہوئے لوگوں

پر اچانک آ پڑتا، اور ان کو شہید کرتا اور ان کا اسباب لوٹ کر بھاگ کر قلعہ میں چلا جاتا۔ آج اس نے اسلامی لشکر کے کنارۂ مشرق پر حملہ کیا تو کل مغرب یا جنوب کے کنارے پر حملہ کر دیا۔ اس طرح سے وہ روزانہ الگ الگ اطراف میں حملہ کرتا۔ آج اِدھر تو کل اُدھر۔ رات میں حملہ کرنا یوقنا کا معمول ہو گیا تھا لہذا اسلامی کیمپ کے کنارے پر واقع خیموں کے لوگ شب بھر بیدار رہ کر نگہبانی اور چوکیداری کرتے۔

حضرت دامس ابوالہلول اور ان کے ساتھیوں کو اپنے خیمے نصب کرنے کے لئے کیمپ کے کنارے پر جگہ ملی تھی۔ لہذا ان کو تاکید کی گئی، کہ تم لوگ نئے نئے آئے ہو اور کیمپ کے کنارے تمہارے خیمے ہیں اور یہاں کا ماحول یہ ہے کہ رات میں کسی بھی وقت حلب کا حاکم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کنارے پر واقع خیموں پر حملہ کر کے ضرر پہنچاتا ہے لہذا تم بیدار رہنا اور بالکل غفلت مت برتنا۔ آج کی رات حضرت دامس ابوالہلول اپنے ساتھیوں کے ساتھ اطراف کے خیموں کے مجاہدوں کے ساتھ گفتگو میں مصروف ہو کر شب بیداری کر رہے تھے کہ اچانک قریب میں واقع خیموں سے شور و غل بلند ہوا، مار پیٹ اور لوٹ مار کی آوازیں آنے لگیں۔ ہوا یہ تھا کہ حاکم یوقنا اپنے پانچ سو سپاہیوں کو لے کر قریب والے خیموں پر حملہ آور ہوا تھا۔ حضرت دامس ابوالہلول اپنی قوم طریف کے لوگوں کے ساتھ ہاتھ میں برہنہ تلواریں لے کر ان خیموں کی طرف دوڑے اور جاتے ہی رومیوں پر مثل شیر ٹوٹ پڑے اور اس شدت سے تلوار زنی کی کہ چند لمحوں میں دو سو رومیوں کو زمین میں مردہ ڈال دیا۔ یوقنا کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس پر ایسا شدید جوابی حملہ ہوگا لہذا وہ لرز گیا اور اس کے قدم اُکھڑ گئے اور پیٹھ دکھا کر قلعہ کی طرف بھاگا۔ یوقنا اور اس کے ساتھیوں کو فرار ہوتے دیکھ کر حضرت دامس ابو الہلول نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کا تعاقب کیا لیکن عین اسی وقت حضرت ابوعبیدہ حملہ کی خبر سن کر دوڑتے ہوئے وہاں آ پہنچے، اس وقت یوقنا بھاگ رہا تھا اور حضرت دامس ابوالہلول اس کا پیچھا کر رہے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے بلند آواز سے پکار کر فرمایا کہ اندھیری رات میں کوئی بھی شخص بھاگتے ہوئے رومیوں کا تعاقب نہ کرے اور اپنی جگہ واپس لوٹ آئے۔ حضرت دامس ابوالہلول نے حضرت ابوعبیدہ کا یہ حکم سنا لہذا وہ ٹھہر گئے اور اپنے خیمہ

میں واپس لوٹ آئے۔

⊙ حضرت دامس کا حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد سے تعارف

رات کے حملہ کی اور دوسو رومی سپاہیوں کے قتل ہونے کی خبر اسلامی لشکر کے کیمپ میں بجلی کی طرح پھیل گئی۔حملہ کرنے آنے والے رومیوں کے دوسو آدمیوں کی ہلاکت اسلامی لشکر کے لئے باعث مسرت تھی۔صبح فجر کی نماز کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد سے فرمایا کہ رات کو''قدم کندہ'' کے لوگوں نے اچھی دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کرکے رومیوں کو بھگادیا ہے اور مجھ کو خبر ملی ہے کہ ان میں سے دامس ابوالہلول نام کے شخص نے بڑی جوانمردی سے تلوار زنی کرکے رومیوں کے پرخچے اڑائے۔ اس وقت حضرت سراقہ بن مرداس کندی حضرت ابوعبیدہ کے قریب ہی موجود تھے۔انھوں نے عرض کیا کہ اے سردار! دامس ابوالہلول میرے غلام ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد سے پوچھا کہ کیا تم دامس ابوالہلول کو پہچانتے ہو؟ حضرت خالد نے جواب دیا کہ ان کے متعلق میں نے بہت کچھ سنا ہے کہ وہ بہت ہی دلیر اور شجاع شخص ہیں پھر حضرت خالد نے ان کا تنِ تنہا قوم شعراء کے ستر (۷۰) آدمیوں سے لڑنا اور تمام کو ہلاک کرنے کا طویل واقعہ سنایا۔ پھر حضرت خالد نے فرمایا کہ میں نے ان کی بہادری کے ایسے کئی واقعات سنے ہیں لیکن ابھی تک ان سے ملاقات کرنے کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔حضرت ابوعبیدہ نے حضرت سراقہ بن مرداس کندی سے فرمایا کہ اپنے غلام سے ہماری ملاقات کراؤ۔ چنانچہ حضرت سراقہ اپنے خیمہ کی طرف گئے اور حضرت دامس ابوالہلول کو لے کر واپس آئے اور حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد بن ولید سے ان کا تعارف کرایا۔ دونوں سرداروں نے ان کے کام کی تعریف کرکے حوصلہ افزائی فرمائی اور حلب کے حاکم یوقنا سے چوکنا رہ کر احتیاط برتنے کی نصیحت کی۔

حضرت دامس ابوالہلول نے حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد کا شکریہ ادا کیا اور جنگ کے تعلق سے اپنے تجربات بیان کئے۔سن کر دونوں سردار بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔ پھر حلب کے قلعہ کے متعلق رائے طلب کی تو حضرت دامس ابوالہلول نے کہا کہ میری

رائے یہ ہے کہ پورے اسلامی لشکر کو ایک ساتھ حملہ کرنا چاہئے اور محاصرہ میں شدت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

⊙ قلعہ کا مزید سینتالیس دن تک محاصرہ اور حملہ

حضرت ابوعبیدہ نے حضرت دامس ابوالہلول کا مشورہ قبول فرمایا کر لشکر میں منادی کرائی کہ تمام مجاہد اپنا سامان جنگ درست کرلیں۔آئندہ کل پورا لشکر قلعہ کی طرف کوچ کرے گا۔ دوسرے دن پورا اسلامی لشکر قلعہ کی طرف گیا اور محاصرہ سخت کرکے حملہ کیا۔ پورے اسلامی لشکر کو ایک ساتھ آیا ہوا دیکھ کر رومی گھبرائے اور حاکم یوقنا کے پاس برائے مشورہ جمع ہوئے۔بعض نے قلعہ سے نکل کر لڑنے کا مشورہ دیا اور بعض نے صلح کی رائے پیش کی لیکن بالآخر طے پایا کہ قلعہ کی دیوار سے لڑیں لہذا رومی لشکر قلعہ کی دیوار پر چڑھ گیا اور دیوار کے اوپر سے تیر اور پتھر برسائے جس کا اسلامی لشکر کی جانب سے برابر جواب دیا گیا۔صبح سے شام تک اسی طرح جنگ جاری رہی لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔غروب آفتاب کے وقت اسلامی لشکر اپنے کیمپ میں واپس آگیا۔

اس روز جنگ ہوتی رہی مگر کوئی نتیجہ نہیں آیا۔ یہاں تک کہ اس طرح کی لڑائی مزید سینتالیس دن تک جاری رہی۔تب حضرت ابوعبیدہ نے حضرت دامس ابوالہلول کو اپنے خیمہ میں بلایا اور فرمایا کہ اس قلعہ کو فتح کرنے کے تعلق سے تم کوئی تدبیر بتا سکتے ہو؟ حضرت دامس ابوالہلول نے عرض کیا کہ اے سردار! میں نے ایک تدبیر سوچی ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں کامیابی عطا فرمائے گا۔

⊙ حضرت دامس کی قلعہ میں داخل ہونے کی عجیب ترکیب

حضرت دامس ابوالہلول محاصرہ کے ایام میں حلب کے قلعہ کے اِرد گرد گھوما کرتے تھے۔انھوں نے حلب کے قلعہ کی دیوار کا قریب سے معائنہ کیا تھا اور قلعہ کے اطراف کے

جغرافیہ سے بھی اچھی طرح واقفیت حاصل کر لی تھی۔ان کے ذہن میں ایک ترکیب آئی،انھوں نے حضرت ابوعبیدہ سے عرض کیا کہ اے سردار! آپ لشکر کو لے کر یہاں سے کوچ کر جاؤ اور تقریباً ایک فرسخ یعنی تین میل کے فاصلہ پر جا کر پڑاؤ ڈالو اور ایسا ظاہر کرو کہ حلب کے قلعہ کے محاصرہ سے ہم تنگ آ گئے ہیں اور فتح سے مایوس ہو کر محاصرہ ترک کر کے کسی دوسرے مقام کی جانب کوچ کرتے ہیں اور کس طرف جانا ہے، وہ ابھی تک طے نہیں کیا ہے لہذا یہاں پڑاؤ کیا ہے۔اس بہانے لشکر کے لوگ کچھ آرام بھی کر لیں۔علاوہ ازیں تیس آدمی مجھ کو دے کر ان پر مجھ کو سردار مقرر فرما دیں۔میں ان تیس آدمیوں کو لے کر لشکر کے کوچ کرنے سے پہلے ہی قریب والے پہاڑ کے غار میں چھپ جاؤں گا۔ پھر آپ لشکر لے کر کوچ کر جائیں اور پڑاؤ میں میرے پیغام کے انتظار میں ٹھہرے رہیں اور میری طرف سے پیغام آتے ہی آپ جلدی سے لشکر کے ساتھ قلعہ پر آ پہنچیں۔

مذکورہ پلان کے مطابق حضرت ابوعبیدہ نے قلعہ کا محاصرہ ترک اور یہاں سے کوچ کرنے کا حکم جاری کیا۔تمام مجاہدین قلعہ کی دیوار کا محاصرہ ترک کر کے اسلامی لشکر کے کیمپ میں آ گئے اور اپنا مال واسباب باندھ کر کوچ کرنے کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ خیمے سمیٹنے، مال واسباب باندھنے اور کوچ کرنے کی تیاری میں جانوروں پر سامان لادنے وغیرہ ضروری اُمور ایک ساتھ انجام دینے کے باعث شور وغل بلند ہوا۔رومی سپاہیوں نے قلعہ کی دیوار سے دیکھا کہ مسلمانوں نے اچانک محاصرہ ترک کر دیا ہے اور کیمپ کا مال وسامان بھی سمیٹا جا رہا ہے۔شاید مسلمان تنگ آ کر کوچ کر رہے ہیں۔تھوڑی دیر کے بعد رومیوں کو اپنا گمان صحیح معلوم ہوا۔تہلیل وتکبیر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے اسلامی لشکر نے حلب سے کوچ کی۔اس دوران بھیڑ اور اژدہام کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے حضرت دامس ابوالہلول اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چپکے سے الگ ہو کر قریب میں واقع پہاڑ کی طرف روانہ ہو گئے اور ان کو جاتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔تمام رومی اسلامی لشکر کو کوچ کرتا ہوا دیکھنے میں منہمک تھے اور کسی کا ان کی طرف خیال نہیں گیا۔حضرت دامس پہاڑ میں واقع ایک غار میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پناہ گزیں ہو گئے۔

اسلامی لشکر کے کوچ کرنے کی خبر قلعہ میں بجلی کی طرح پھیلی۔ لوگ دوڑتے ہوئے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور اسلامی لشکر کو کوچ کرتا ہوا دیکھنے لگے۔اہل حلب بھی محاصرہ سے تنگ آ گئے تھے لہذا اسلامی لشکر کو جاتا دیکھ کر خوشیاں منانے لگے۔ آپس میں ایک دوسرے کو خوشخبری اور مبارکبادی دیتے اور کہتے تھے کہ قلعہ کی فتح سے نا اُمید اور محاصرہ سے تنگ آ کر عرب کوچ کر گئے۔حلب سے روانہ ہو کر اسلامی لشکر تین میل کے فاصلہ پر پہنچ کر ٹھہرا۔حضرت ابوعبیدہ نے اعلان کیا کہ ہم حلب سے کس طرف جائیں؟ ابھی طے نہیں ہے لہذا یہاں پڑاؤ کرتے ہیں اور کچھ طے ہونے کے بعد یہاں سے کوچ کریں گے۔ یہ اعلان اس لئے کیا گیا تھا کہ اگر لشکر میں یوقنا کا کوئی جاسوس ہو تو وہ یوقنا کو یہ خبر پہنچائے کہ اسلامی لشکر اب حلب نہیں آئے گا بلکہ کسی اور مقام کی طرف جائے گا۔حضرت ابوعبیدہ نے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا اور حضرت دامس ابوالہلول کی طرف سے پیغام آنے کے انتظار میں توقف کیا۔

اسلامی لشکر کے کوچ کر جانے سے رومی مطمئن ہو گئے تھے لیکن حاکم یوقنا نے احتیاط کے طور پر قلعہ کے دروازے ابھی بند ہی رکھے تھے۔البتہ قلعہ کی دیوار پر جو لشکر تھا اس کو نیچے اُتار لیا تھا اور قلعہ کی دیوار پر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بنے برجوں میں چوکیدار بٹھا دیا،لیکن وہ چوکیدار تھوڑی رات گزرنے کے بعد شراب کے نشے میں دُھت ہو کر سو جاتے۔شروع میں ایک دو دن چوکیدار آدھی شب تک چوکنا تھے لیکن دو تین دن کے بعد وہ غیر محتاط ہو گئے۔ حضرت دامس ابوالہلول دو تین دن پہاڑ کے غار میں پوشیدہ رہے۔اسلامی لشکر کی روانگی کو دو تین دن گزر جانے سے اب رومی بالکل بے خوف اور مطمئن ہو گئے اور غفلت اور بے احتیاطی برتنے لگے تھے۔نصف شب میں حضرت دامس ابوالہلول نے اپنے ساتھیوں میں سے دو اشخاص کے ذریعہ حضرت ابوعبیدہ کے پاس کہلا بھیجا کہ علی الصبح پورے لشکر کو لے کر قلعہ کے دروازے پر آ جائیں۔آپ کو انشاء اللہ تعالیٰ دروازہ کھلا ہوا ملے گا۔ باقی اٹھائیس آدمی اندھیرے میں چھپتے چھپاتے اور کسی قسم کا شور وغل کئے بغیر قلعہ کی دیوار کے قریب پہنچ گئے اور حضرت دامس ابوالہلول نے حسب ذیل ترتیب سے ان اٹھائیس آدمیوں کو قلعہ کی دیوار کے

قریب دیوار سے لگ کر کھڑے کر دیا:
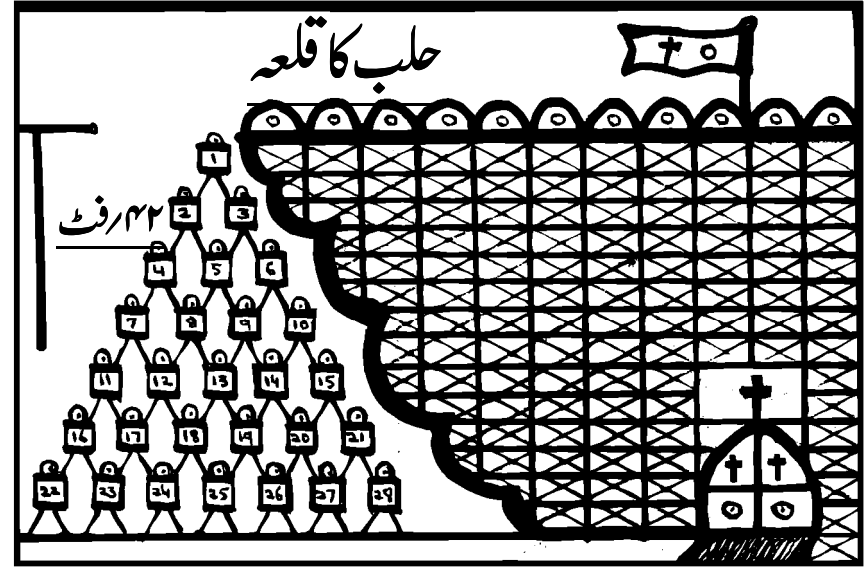
مندرجہ بالا نقشہ کے مطابق پہلی صف میں سات ، دوسری میں چھ، تیسری میں پانچ ، چوتھی میں چار، پانچویں میں تین ، چھٹی میں دو اور ساتویں میں ایک آدمی کھڑا ہوا۔ نتیجتاً ساتویں صف کا ایک آدمی قلعہ کی ۴۲رفٹ کی اونچی دیوار کے محاذی بلند ہوگیا۔ سب نے اپنے ہاتھ قلعہ کی دیوار سے مس کر کے سہارا لیا تھا تاکہ توازن برقرار رہے۔ سب سے نیچے والی صف میں بھاری جسامت والے اور مضبوط اشخاص کھڑے کیے گئے ، پھر اس کے اوپر والی صف میں ان اشخاص سے ہلکے، پھر اس سے ہلکے علیٰ ہذا الترتیب۔ سب سے اُوپر والی یعنی ساتویں صف والا شخص قلعہ کی دیوار کے کنگروں تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے کنگروں کو تھام لیا اور دیوار پر چڑھ کر پھاند گیا۔ پھر اس ایک شخص نے ہاتھ کا سہارا دے کر چھٹی صف والے دونوں شخصوں کو یکے بعد دیگرے اوپر کھینچ لیا۔ اب قلعہ کی دیوار پر تین مجاہد پہنچ گئے تھے۔ قریب میں ایک برج تھا، جس میں ایک رومی سپاہی شراب کے نشے میں دُھت مدہوش پڑا تھا۔ تینوں مجاہد بلی کی چال چلتے ہوئے چپکے سے اس کے پاس پہنچ گئے اور بہت احتیاط سے آہستہ آہستہ اسے اس طرح اُٹھایا کہ اس کی نیند نہ کھل جائے اور پھر قلعہ کی دیوار سے باہر کی

جانب سر کے بل اُلٹا گرا دیا۔ وہ رومی سپاہی سر کے بل قلعہ کی ۴۲رفٹ کی اونچائی سے گرا اور اس کا سر ایک پتھر سے ٹکرا کر مثل خربوزہ پاش پاش ہوگیا۔ پھر وہ تینوں مجاہد نیچے کھڑے اپنے ۲۵رساتھیوں کے محاذی آئے اور اپنے عمامے کھول کر نیچے لٹکا کر پانچویں صف والے تین اشخاص کو اوپر کھینچ لیا۔ اب قلعہ کی دیوار پر چھ مجاہد پہنچ گئے تھے۔ پھر اُوپر والے چھ اشخاص نے اپنے عماموں میں گرہ لگا کر چوتھی صف والے چار کو اُوپر کھینچ لیا۔ اس طرح تمام کے تمام اٹھائیس کفن بردوش مجاہد قلعہ کی دیوار کے اوپر پہنچ گئے۔ حضرت دامس ابوالہلول نے اپنے ساتھیوں کے کان میں بات کر کے تاکید کی کہ برجوں کی دیوار اور قلعہ کی دیوار کے کنگروں کے نیچے چت لیٹ کر پڑے رہو اور ذرہ برابر بھی حرکت یا آواز نہ ہو۔ اپنے ساتھیوں کو اس طرح کنگروں کے نیچے چھپا دینے کے بعد حضرت دامس سینہ کے بل لیٹ کر گھسٹتے اور سرکتے ہوئے تھوڑی دُور تک گئے تو دیوار کے نیچے شہر کے اندرونی حصہ کی طرف سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ حضرت دامس نے قلعہ کی دیوار کے کنگروں کے شگاف سے جھانک کر نیچے دیکھا تو حاکم یوقنا اپنے روسا اور احباب کے دسترخوان پر ضیافت اُڑانے میں مشغول ہے۔ پرتکلف کھانے اور شراب و کباب کی مجلس سجی ہوئی ہے۔ محاصرہ سے نجات پانے اور اسلامی لشکر کے چلے جانے کی خوشی میں رقص و سرود کی محفل سجائی گئی تھی۔ محفل میں شریک سبھی کثرت سے شراب نوشی کر رہے تھے بلکہ شراب میں نہائے ہوئے پاگلوں کی طرح ناچتے کودتے تھے اور لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ رومی سپاہی بھی اپنی اپنی جگہ کی ڈیوٹی چھوڑ چھوڑ کر وہاں آ گئے تھے، اور بے تحاشا شراب پی پی کر جھوم رہے تھے۔

حضرت دامس ابوالہلول یہ منظر دیکھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آئے اور ان کو بشارت دی کہ تھوڑی دیر بعد رومی لشکر کے روسا اور حاکم یوقنا شراب کے نشے میں چور ہو کر خواب غفلت کی آغوش میں پہنچ جائیں گے لہٰذا اب اطمینان سے یہاں چھپ کر پڑے رہو یہاں تک کہ صبح نمودار ہو اور اُمید ہے کہ ہمارے دو ساتھیوں نے حضرت ابوعبیدہ کو خبر پہنچا دی ہوگی اور وہ لشکر لے کر صبح کو آ پہنچیں گے۔

اسلامی لشکر کا قلعہ میں داخل ہو کر حلب کو فتح کرنا

حضرت دامس ابوالہلول اور ان کے ساتھیوں نے قلعہ کی دیوار پر رات بسر کر دی اور صبح کے قریب وہ تمام برجوں سے نیچے جانے والے زینوں کے پاس چپکے سے آئے۔ وہاں تین رومی سپاہی سوئے پڑے تھے۔ انھوں نے ان تینوں کے منہ دبا کر خنجروں سے ان کے سر کاٹ کر الگ کر دیئے۔ جب صبح نمودار ہوئی تو اٹھائیس (۲۸) مجاہد زینہ سے اُتر کر نیچے آ گئے اور قلعہ کے دروازے کی طرف لپکے۔ کچھ رومی سپاہی دروازے کی نگہبانی کر رہے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ شہر کے اندر عرب آ پہنچے ہیں تو وہ گھبرا گئے کہ کیا معاملہ ہے؟ یہ عرب قلعہ کے اندر کہاں سے آ ئے؟ رومی سپاہیوں نے شور وغل بلند کیا اور مجاہدوں پر حملہ کر دیا لیکن مجاہدوں نے مثل شیر حملہ کر کے بہت سے رومیوں کو پھاڑ کر رکھ دیا۔ قلعہ کے دروازے پر ہنگامہ مچ گیا اور اِردگرد بکھرے سارے رومی سپاہی آ دھمکے اور مجاہدوں کو گھیر لیا لیکن مجاہدوں نے جس شجاعت اور دلیری کا مظاہرہ کر کے مقابلہ کیا ہے اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ آن کی آن میں ہزاروں رومی سپاہی قلعہ کے دروزاے پر آ پہنچے لیکن مجاہدوں نے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا اور شمشیر زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ کسی رومی سپاہی کو قریب آنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی اور جو بھی ہمت کر کے حملہ کرنے کی غرض سے قریب آتا کشتہ ہو کر زمین پر ڈھیر ہوتا۔

حاکم یوقنا کو اطلاع ہوئی کہ کچھ عرب قلعہ میں داخل ہو گئے ہیں اور قلعہ کے دروازے پر گھمسان کی لڑائی جاری ہے تو وہ بھی کچی نیند اُٹھ کر بھاگتا ہوا قلعہ کے دروازے پر آ پہنچا اور اپنے سپاہیوں کو لڑنے کی ترغیب دینے لگا۔ یوقنا کے آنے سے رومی سپاہیوں نے حملہ سخت کر دیا اور آٹھ مجاہدوں کو شہید کر ڈالا۔ اب صرف بیس (۲۰) مجاہد اپنی جان ہتھیلی پہ لے کر لڑ رہے تھے۔ حضرت دامس ابوالہلول کی تلوار بجلی کی طرح چمک رہی تھی اور ایک ضرب میں دو دو تین تین رومیوں کا صفایا کرتی تھی لیکن حضرت دامس کو کئی شدید زخم آئے تھے۔ تمام مجاہدوں کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تھا اور تمام مجاہد نعرۂ تکبیر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے لڑتے تھے کہ اچانک اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرہ کی صدا بلند ہوئی۔ ایک ساتھ ہزاروں زبانوں سے نکلی

ہوئی نعرۂ تکبیر کی صدا نے قلعہ کی دیواروں کو ہلا کر رکھ دیا۔ رومی سپاہی شہر کی طرف بھاگے۔ وہ اس گمان میں تھے کہ اسلامی لشکر قلعہ کے اندر سے نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کر رہا ہے۔ رومیوں کو یہ وہم ہو گیا کہ اسلامی لشکر کو قلعہ کے اندر داخل ہونے کا خفیہ راستہ معلوم ہو گیا ہے اور خفیہ راستہ سے اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہو رہا ہے لہذا تمام سپاہی اس جگہ کی طرف دوڑے جہاں قلعہ میں داخل ہونے کا خفیہ راستہ تھا۔

لیکن حقیقت یہ تھی کہ حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر لے کر قلعہ کے دروازے کے باہر کھڑے تھے اور نعرۂ تکبیر بلند کر رہے تھے۔ حضرت دامس ابوالہلول اور ان کے ساتھیوں نے جب نعرۂ تکبیر کی صدا سنی تو ان کے حوصلے بلند ہو گئے اور ان میں ایک ایسا جوش پیدا ہوا کہ رومی سپاہیوں کو مارتے اور کاٹتے ہوئے قلعہ کے دروازہ پر قابض ہو گئے اور دروازہ کھول ڈالا۔ دروازہ کھلتے ہی حضرت خالد بن ولید نے یلغار کر دی اور قلعہ میں داخل ہوتے ہی رومیوں کے سروں پر تلواریں پڑنی شروع ہوئیں اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے نیزوں سے رومیوں کے سینے چھلنی اور تلواروں سے رومیوں کے سر قلم کر کے رکھ دیئے۔ تھوڑی دیر میں تو رومی سپاہیوں کی لاشوں سے زمین بھر گئی اور خون کی ندی بہہ نکلی۔ رومی سپاہیوں کو یقین ہو گیا کہ اسلامی لشکر سے مقابلہ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں لہذا انھوں نے ہتھیار پھینک کر ہاتھ اوپر کو اُٹھا دیا اور لفون، لفون یعنی امان، امان پکارنا شروع کر دیا۔ حضرت خالد نے شمشیر زنی موقوف فرما دی۔ اتنے میں حضرت ابوعبیدہ بھی باقی لشکر لے کر تشریف لے آئے اور انھوں نے بھی امن و پناہ دے دی۔

شہر کے باشندے حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابوعبیدہ نے تمام پر اسلام پیش کیا۔ قارئین کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ سب سے پہلے حاکم حلب یوقنا نے اسلام قبول کیا اور ان کی متابعت میں حلب کے سرداروں، رؤسا، اور بطارقہ نے بھی اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے ان کو اپنے اہل وعیال کی طرف پھیر دیا اور ان کے جرائم معاف فرما دیئے۔ پھر حلب کے نواحی علاقہ کے اور کاشتکار لوگوں پر بھی حضرت ابوعبیدہ نے احسان اور کرم فرماتے ہوئے ان کو امن وامان دیا اور ان کے جرائم بھی معاف فرما دیئے اور ان کو اس

امر کی تاکید کی کہ اب کبھی بھی اسلامی لشکر کی مخالفت میں حصّہ نہ لیں اور مسلمانوں سے نیک سلوک کرنے کا وعدہ لیا۔ پھر قلعہ سے سونا، چاندی اور سونے چاندی کے برتنوں اور ظروف کا عظیم ذخیرہ برآمد کیا گیا اور اس میں سے بیت المال کے لئے خمس (20%) الگ کر کے باقی مال مجاہدوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

اسلامی لشکر نے حلب میں اقامت کی اور اس کی اہم وجہ یہ تھی کہ حضرت دامس ابوالہلول اور ان کے ساتھی شدید زخمی ہو گئے تھے۔ حضرت دامس ابوالہلول کو کل تہتّر (۷۳) زخم آئے تھے اور بعض زخم تو سخت گہرے تھے۔ لہٰذا ان تمام زخمیوں کا علاج کرنے اور ان کے صحت یاب ہونے تک اسلامی لشکر نے حلب میں قیام کیا۔ حاکم یوقنا نے بھی اسلامی لشکر کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور اسلامی لشکر کی حتی الامکان خدمات انجام دیں۔ روزانہ حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اپنی خدمات اور مفید مشورے پیش کیا کرتے تھے۔

⊙ حاکم یوقنا کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور اس کی برکت

حاکم یوقنا حضرت عبداللہ جب بھی حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو فصیح عربی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔ حالانکہ حاکم یوقنا عربی زبان سے بالکل ناواقف تھے۔ جنگ کے دوران حضرت ابوعبیدہ کے ساتھ جنگ کے امور کے متعلق جب بھی گفتگو کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی، مترجم کے واسطے سے ہی گفتگو کی تھی لیکن اچانک ان کو فصیح و بلیغ عربی زبان میں گفتگو کرتے دیکھ کر حضرت ابوعبیدہ کو بہت تعجب ہوا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حاکم یوقنا سے فرمایا کہ میری معلومات کے مطابق تم عربی زبان نہیں جانتے ہو لیکن اچانک اس طرح عربی زبان میں گفتگو کرنا کہاں سے حاصل ہوا؟ حاکم یوقنا نے جو جواب دیا اس کو ہم علامہ واقدی قدس سرہ کی کتاب سے نقل کرتے ہیں:

"پس کہا یوقنا نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ آیا تعجب کرتے ہو تم اے سردار اس حال سے۔ ابوعبیدہ بن الجراح نے کہا ہاں۔ یوقنا نے کہا کہ میں

شب گزشتہ کو فکر اور اندیشہ کرتا تھا تمہارے کام میں کہ کیوں کر مدد اور غلبہ لے گئے تم لوگ ہم پر حالانکہ کوئی گروہ تم سے زیادہ ضعیف ہمارے نزدیک نہ تھا۔ پس جب دل میں ڈالا میں نے تمہارے معاملہ کو تو سو گیا میں۔ پس دیکھا میں نے ایک شخص کو روشن تر چاند سے۔ پس پوچھا میں نے کیفیت ان کی۔ پس کہا گیا مجھ سے کہ یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پس گویا میں سوال کرتا ہوں کہ اگر یہ نبی صادق ہیں تو درخواست کریں اپنے پروردگار سے کہ آگاہ اور تعلیم کر دیوے مجھ کو پروردگار ساتھ زبان عربی کے۔ پس گویا اشارہ فرماتے ہیں وہ میری طرف اور درخواست کی اپنے پروردگار سے اس امر کی۔ پس بیدار ہو گیا میں اس حال میں کہ زبان عربی میں کلام کرتا تھا۔"

(حوالہ:-"فتوح الشام" از علامہ واقدی، ص:۳۲۸)

ناظرین کرام مذکورہ عبارت کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ غور سے پڑھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصرف اور اختیار کیسا عظیم ہے کہ آپ نے اشارہ فرمایا اور حاکم یوقنا عربی زبان میں ماہر ہو گئے۔ حالانکہ عام انسان حالت بیداری میں بھی ایک اشارہ کر کے کسی کو آن کی آن میں کسی زبان کی مہارت ودیعت نہیں کر سکتا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "مالک کونین" کا منصب عطا فرما کر کائنات کی تمام چیزیں اور تمام امور ان کے اختیار اور تصرف میں عطا فرما دیا تھا اور وہ محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو چاہتے تھے ہو کر رہتا تھا:

تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہ محن پھول

(از:-امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

ایک ضروری امر کی طرف بھی توجہ درکار ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابیٔ رسول نے حضرت یوقنا حاکم کی زبانی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرف اور اختیار کی یہ بات سماعت فرمائی لیکن انھوں نے حاکم یوقنا کی بات رد نہیں

فرمائی بلکہ خوش ہوئے۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرف اور اختیار کا عقیدہ رکھنا شرک ہوتا تو حضرت ابوعبیدہ فوراً حاکم یوقنا کی بات کا رد فرماتے کہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ ثابت ہوا کہ جلیل القدر صحابی رسول حضرت ابوعبیدہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام اختیارات اور تصرفات سے نوازا ہے۔

لیکن افسوس! صد افسوس!

دورِ حاضر کے منافقین یہ کہتے ہیں کہ:

✪ ''اور اس بات کی بڑائی ان میں کچھ نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو چاہیں مار ڈالیں یا اولاد دے دیں یا مشکل آسان کر دیں یا مرادیں پوری کر دیں یا فتح و شکست دیں یا غنی اور فقیر کر دیں یا کسی کو بادشاہ یا امیر و وزیر بنا دیں یا کسی سے بادشاہت و امارت چھین لیں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیں یا کسی کا ایمان چھین لیں کہ ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار ہیں۔''

(حوالہ:- تقویت الایمان، از:- مولوی اسمٰعیل دہلوی، ناشر: سلفیہ، بمبئی، ص:۴۶)

مندرجہ بالا عبارت مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ''تقویت الایمان'' میں ''الفصل الثانی'' ''اشراک فی العلم کے رد میں ''نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں تھا'' عنوان کے تحت لکھی ہے۔ اس عبارت میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کا یہ کہنا ہے کہ تمام بڑے اور چھوٹے بندے یعنی اس میں انبیاء و اولیاء بھی شامل ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے کسی قسم کا کوئی تصرف نہیں دیا۔ اس عبارت میں ''مرادیں پوری کرنا'' بھی لکھا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ کسی کی مراد پوری کرنا انبیاء و اولیاء کے اختیار تصرف میں نہیں۔ (معاذ اللہ)

جب کہ حاکم یوقنا کی عربی زبان سیکھنے کی مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالت بیداری کے بجائے حالت نیند، خواب کے عالم میں پوری فرما دی اور حاکم یوقنا کہ جن کی مادری زبان رومی تھی ان کو آن کی آن میں عربی زبان کی فصاحت و بلاغت عنایت فرما دی۔ جس کا خود حاکم یوقنا نے تجربہ کیا اور حضرت ابوعبیدہ اور دیگر اجلہ صحابہ نے مشاہدہ کیا۔

⊙ حاکم یوقنا نے انجیل میں حضور اقدس کے اوصاف دیکھے

حاکم یوقنا نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ یہ خواب دیکھنے کے بعد میں اپنے مرحوم بھائی یوحنا کے گھر گیا اور یوحنا کی کتابوں کا خزانہ کھول کر آسمانی کتابوں، صحیفوں اور ملاحم کو پڑھا تو ان میں مَیں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ پائے اور ان کے وہ حالات مرقوم پائے جو رونما ہونے والے تھے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے زیادہ تر دشمن یہودی ہوں گے۔ کیا واقعی ایسا ہوا ہے؟ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ ہاں! واقعی قوم یہود کے لوگ ان کی عداوت میں غلو اور انتہا تک پہنچے تھے اور ان کی جان کے دشمن بن گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے دشمنوں پر فتح و غلبہ عطا فرمایا۔ حاکم یوقنا نے مزید کہا کہ میں نے ان کی ایک صفت یہ بھی پائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے اُمتیوں کو وصیت فرمائے گا کہ یتیموں اور مسکینوں کی مدد و اعانت کرو۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام مجید میں اس امر کا حکم نازل فرمایا ہے:

"وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ"

(سورۃ الشعراء، آیت:۲۱۵)

ترجمہ:- اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لئے۔'' (کنز الایمان)

⊙ حضرت ابوعبیدہ کی "وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى" کی ایمان افروز تفسیر

پھر حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

"اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ○ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى ○ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى ○ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ○ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ (سورۃ الضحیٰ، آیت:۶ تا ۱۰)

ترجمہ: '' کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی، اور تمہیں اپنی محبت میں

خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی، اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا، تو
یتیم پر دباؤ نہ ڈالو، اور منگتا کو نہ جھڑکو۔" (کنزالایمان)

قارئین کرام سے التماس ہے کہ اپنی تمام تر توجہات مرکوز کر کے ذرا آگے کی سطور مطالعہ فرمائیں:

جب حضرت ابوعبیدہ نے قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات تلاوت فرمائیں تو ان آیات میں سے ایک آیت "وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى" سماعت کر کے حاکم یوقنا کو بہت تعجب ہوا اور انھوں نے اپنی حیرت کا جن الفاظ میں اظہار کیا وہ حضرت علامہ واقدی کی زبانی سماعت فرمائیں:

"یوقنا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت صفت ضلالت کی کیوں بیان کی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑے مرتبہ والے ہیں"

(حوالہ:- فتوح الشام، از:- علامہ واقدی، ص:۳۲۸)

لغت میں ضلالت کے معنی گمراہی کے ہوتے ہیں۔ حالانکہ لفظ ضلالت دیگر بہت معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ لیکن اکثر اس کا استعمال گمراہی کے معنی میں ہوتا ہے۔ لہٰذا حاکم یوقنا کے ذہن نے یہ بات قبول نہ کی۔ پوری آیت کا ترجمہ پھر ایک مرتبہ دیکھیں۔ اور وہ معنی لفظی ترجمہ اور لفظوں کے بظاہر معنی سے دیکھیں۔ آیت کریمہ اس طرح ہے:

"وَ وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى" اس کے ظاہری معنی ہوئے "پایا آپ کو ضال پس ہدایت دی" لفظ "ضال" کے ظاہری معنی ہوئے گمراہ، بھٹکا، بے خبر وغیرہ۔

(فیروز اللغات، ص:۸۶۸)

حضرت حاکم یوقنا جیسے نو مسلم کے دل نے بھی یہ بات گوارا نہ کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی "ضال" یعنی گمراہ ہو سکتے ہیں لہٰذا انہوں نے حضرت ابوعبیدہ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف "ضال" کی نسبت کیوں کی؟ حالانکہ حضور اقدس کا اللہ کے نزدیک بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ اعلیٰ منصب ہے کہ ان کے لئے "ضال" یعنی گمراہ، بھٹکا ہوا کی نسبت نہیں

کی جا سکتی۔ لیکن چونکہ قرآن مجید کی آیت ہے لہٰذا انھوں نے اس آیت کی صحیح تفہیم حاصل کرنے کی غرض سے حضرت ابوعبیدہ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت میں لفظ "ضال" کی نسبت کی ہے تو اس کی کیا توجیہ ہے؟

حضرت ابوعبیدہ نے حاکم یوقنا سے اس آیت کی تفسیر بیان فرما کر اس آیت کا صحیح مفہوم بیان فرما کر ایمان افروز وضاحت بیان فرمائی ہے اس کو امام ارباب سیر و تواریخ امام علامہ محمد بن عمرو الواقدی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب میں اس طرح مرقوم فرمایا ہے:

"پس کہا ابوعبیدہ بن الجراح نے معاذ اللہ یہ معنی اس کے نہیں ہیں بلکہ معنی یہ ہیں:

"وَوَجَدَكَ ضَالًّا فِی تِيْهِ مُحَبَّتِنَا فَهَدَيْنَاكَ اِلٰی مُشَاهَدَتِنَا وَاَيْضًا سَهَّلَ لَكَ الْوُصُوْلُ اِلٰی مَنَازِلِ الْمُكَاشَفَةِ وَ وَقَفَكَ لِلْوُقُوْفِ فِیْ مَقَامِ الْمُشَاهَدَةِ وَاَيْضًا وَوَجَدَكَ ضَالًّا فِیْ بِحَارِ الطَّلَبِ عَلٰی مَرَاكِبِ الطَّلَبِ فَاٰوَاكَ اِلٰی سَوَاحِلِ الْحَقِّ وَقَرَّبَكَ اِلٰی ظِلِّ حَقَائِقِ الصِّدْقِ"

(حوالہ: فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص:۳۲۸)

ترجمہ:- "اور پایا ہم نے تم کو جھکنے والا اپنی محبت کے جنگل میں پس سیدھی راہ بتلا دی ہم نے تم کو بجانب اپنے دیدار اور حضوری کے اور نیز آسان کر دیا ہم نے تمہارے واسطے پہونچنے کو بجانب مقامات کھل جانے چھپے ہوئے بھیدوں کے اور آسان کر دیا ہم نے تم کو واسطے ٹھہرنے حضوری میں اور پایا ہم نے تم کو جستجو کے دریاؤں میں تلاش کی کشتیوں پر پس پناہ دی ہم نے تم کو اور پہونچا دیا بجانب کنارے ہر سزاوار اور راہ راست کے اور نزدیک کر دیا ہم نے تم کو بجانب سایہ اور پناہ حقیقتوں راستی کے۔"

(ترجمہ ماخوذ اور حاشیہ فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص:۳۲۸)

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے "وَجَدَكَ ضَالًّا" کی مندرجہ بالا تفسیر سماعت کر کے حاکم یوقنا کے تمام شکوک کا ازالہ ہو گیا اور ان کو پورا اطمنان ہو گیا

اوران کا دل خوشی سے بھر گیا اور دل کی خوشی کے آثاران کے چہرہ پر نمودار ہوئے اوران کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا کیونکہ حضرت ابوعبیدہ نے اس آیت کی جوتفسیر بیان کی اس کا مضمون توریت شریف کے حاشیہ کے مضمون کے عین مطابق تھا، جس کو حاکم یوقنا نے اپنے مرحوم بھائی حضرت یوحنا کی کتاب میں پڑھا تھا۔ جس کوانہوں نے حضرت ابوعبیدہ کے سامنے ان الفاظ میں اعتراف کیا۔

علامہ واقدی کی زبانی:

''پس جب سنا یوقنا نے یہ کلام ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے چمکنے لگا چہرہ ان کا خوشی سے اور کہا کہ ایسا ہی پڑھا تھا میں نے شب گزشتہ کواپنے بھائی یوحنا کی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ پایا اس نے اس مضمون کوتوریت کے حاشیہ میں اور اب مضبوطی پکڑ لی تمہارے دین نے میرے دل میں اور جان لیا میں نے کہ یہی دین حق ہے۔'' (حوالہ:-فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص:۳۲۹)

ناظرین کرام! سورۂ الضحٰی کی آیت " وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى "کی جوتفسیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی اس کو پھر ایک مرتبہ بغور ملاحظہ فرمائیں اور اس آیت کا امام عشق ومحبت، اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے جوترجمہ فرمایا ہے، اس ترجمہ کو دیکھیں۔ ترجمہ اس طرح ہے:

''اورتمہیں اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'' (کنزالایمان)

امام احمد رضا محدث بریلوی کا ترجمہ امین الامت، صحابیٔ رسول واحد من عشرۂ مبشرہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان فرمودہ تفسیر کے عین مطابق ہے بلکہ حضرت محدث بریلوی کا ترجمہ امین الامت حضرت ابوعبیدہ کی تفسیر کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اور توریت شریف کے حاشیہ کے مطابق ہے۔ یہ وہ ترجمہ ہے کہ جس کے ہر لفظ سے محبت رسول اورعظمت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹپکتی اورعیاں ہوتی ہے۔

آیئے! اس آیت کے تحت دور حاضر کے منافقین کے اکابر وپیشواؤں کے تراجم دیکھیں:

✪ دار العلوم دیوبند کے صدر المدرسین اور وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے استاد، اور جن کوعلمائے دیوبند بڑے فخر سے ''شیخ الہند'' کہتے ہیں، وہ مولوی محمود الحسن دیوبندی نے اس آیت کا اس طرح ترجمہ کیا ہے:

''اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دکھائی''

مولوی محمود الحسن دیوبندی نے اس ترجمہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے لفظ'' بھٹکتا'' کا استعمال کیا۔ لفظ بھٹکتا کے معنی ہم لغت سے دیکھیں:

بھٹکتا = گمراہ ہونا، آوارہ پھرنا (حوالہ:- جامع اللغات)

بھٹکتا = گمراہ ہونا، راہ بھولنا، آوارہ پھرنا (حوالہ:- فیروز اللغات، ص:۲۳۲)

لغت کے اعتبار سے بھٹکتا کے معنی گمراہ اور آوارہ کے ہوئے اوران الفاظ کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے استعمال کرنا سخت بے ادبی، گستاخی اور توہین ہے بلکہ قرآن کے خلاف ہے:

" مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى " (سورۃ النجم، آیت:۲)

ترجمہ :-''تمہارے صاحب نہ بہکے، نہ بے راہ چلے۔'' (کنزالایمان)

تفسیر:- (۱) صَاحِبُكُمْ سے مراد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ معنی یہ ہیں کہ حضور انور نے کبھی طریق حق وہدایت سے عدول نہ کیا۔ ہمیشہ اپنے رب کی توحید وعبادت میں رہے آپ کے دامن عصمت پر کبھی کسی امر مکروہ کی گرد نہ آئی۔

(۲) اور بے راہ نہ چلنے سے مراد ہے کہ حضور ہمیشہ رشد وہدایت کی اعلیٰ منزل پر متمکن رہے اوراعتقاد فاسد کا شائبہ کبھی آپ کے حاشیہ بساط تک نہ پہنچ سکا۔

(حوالہ:-تفسیر خزائن العرفان، ص:۹۴۶)

قرآن مجید کا صاف ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "مَا ضَلَّ" یعنی کبھی نہیں بھٹکے لیکن دورِ حاضر کے منافقین کہتے ہیں" ضَلَّ" یعنی بھٹکے ہیں اگر معاذ اللہ حضور اقدس

جان ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ گمان کیا جائے کہ وہ ''بھٹکے'' تھے۔اور پھر اللہ نے ان کو ''راہ دکھائی''، تو پھر سورۃ النجم کی آیت کریمہ "مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ" یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہیں بھٹکے کے کیا معنی ہوں گے؟

منافقین زمانہ اور ان کے متبعین کو "وَوَجَدَكَ ضَالًّا" میں ایسا لطف آتا ہے کہ اس آیت سے غلط استدلال اور الٹا مفہوم اخذ کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گمراہ، بے خبر، بھٹکتا وغیرہ بے ادبی کے الفاظ بولتے ہیں اور تنقیص شان رسالت کرتے ہیں۔ہم نے خود اپنے کانوں تبلیغی جماعت کے جاہل بلکہ اجہل مبلغین کی زبانی ایسے نازیبا الفاظ سنے ہیں۔ جب ان سے مؤدبانہ گزارش کی جاتی ہے کہ جناب! اس قسم کے الفاظ خلاف شان رسالت ہیں۔تو اپنے آپ کو علامہ دہر سمجھ کر سورۃ الضحیٰ کی آیت پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں ضال کا لفظ وارد ہے اور سورۃ فاتحہ کی آخری آیت "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" میں بھی ''ضال'' کا لفظ وارد ہے۔کیونکہ ''ضالین'' جمع ہے لفظ ''ضال'' کی اور سورۃ فاتحہ کی آخری آیت کا ترجمہ ہے ''نہ ان کا راستہ جن پر غضب ہوا اور نہ ان کا جو گمراہ ہیں''۔تو سورۃ فاتحہ میں لفظ ''ضال'' کے معنی ''گمراہ'' ہیں، وہی معنی ہم نے یہاں لئے ہیں، کیونکہ یہاں بھی لفظ ''ضال'' وارد ہے۔

واہ صاحب واہ! کیا بقراطی اور منطق چھانٹی ہے۔ان کور مغز اور سیاہ باطن کو کون سمجھائے کہ قرآن مجید میں ایک لفظ ہر جگہ ایک ہی معنی میں مستعمل نہیں، بلکہ محل وموقع کے اعتبار سے متفرق معنی ومطلب میں استعمال ہوتا ہے۔لفظ ''ضال'' سورۃ فاتحہ میں بے شک گمراہ کے معنی میں مستعمل ہے لیکن سورۃ الضحیٰ میں ہرگز گمراہ کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ محبت میں خود رفتہ اور وارفتہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔جیسا کہ:

✪ سورۂ یوسف میں بھی لفظ ''ضال'' کا استعمال ہوا ہے۔لیکن سورۂ یوسف میں لفظ ''ضال'' کس معنی میں استعمال ہوا ہے اسے بآسانی سمجھنے کے لئے محل وموقع اور صورت حال سے آگاہ ہونا اشد ضروری ہے۔

''حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ بیٹے تھے۔ان بارہ بیٹوں میں

سے آپ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت بنیامین کو زیادہ چاہتے تھے۔جب یعقوب علیہ السلام کے دیگر صاحبزادے آپس میں جمع ہو کر گفتگو کرتے تو ہمیشہ یہی تذکرہ کرتے کہ ہمارے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام ہمارے مقابلہ میں حضرت یوسف اور بنیامن کو زیادہ اہمیت دیتے، زیادہ چاہتے اور زیادہ محبت کرتے ہیں۔قرآن شریف میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں کی مذکورہ گفتگو کے بعد ان کا مقولہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ" (سورۂ یوسف، آیت:۸)

ترجمہ:-''بے شک ہمارے باپ صراحۃً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں''۔

(کنز الایمان)

سورۂ یوسف میں لفظ ''ضلال'' گمراہی کے معنی میں نہیں بلکہ محبت میں خود رفتہ ہونے کے معنی میں وارد ہوا۔اگر سورۂ یوسف میں وارد لفظ ''ضلال'' کا گمراہیت کا معنی اخذ کیا جائے گا تو واقعہ کی صحیح تفہیم ہی مفقود ہو جائے گی کیونکہ یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے والد کے اعتقاد وایمان کے تعلق سے یا اپنے والد کی عبادت، عصمت، رشد وہدایت وغیرہ کے متعلق گفتگو نہیں کرتے تھے اور نہ ہی انھوں نے اپنے والد ماجد میں کوئی اعتقاد فاسد یا امر قبیح دیکھا تھا کہ جس کی وجہ سے یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے والد گمراہ ہو گئے ہیں بلکہ ان کی گفتگو حضرت یوسف اور حضرت بنیامین سے زیادہ محبت کرنے کے سلسلہ میں ہو رہی تھی اور اسی کے ضمن میں انھوں نے اپنے والد کو ''ضال'' کہا تھا اور انھوں نے اپنے والد کو جس بناء پر ''ضال'' کہا تھا اس کے معنی صرف اور صرف ''محبت میں ڈوبنا'' ہی ہے۔تو جس طرح سورۂ یوسف میں ''ضال'' کے معنی گمراہی کرنا غلط ہے اسی طرح سورۃ الضحیٰ میں بھی ''ضال'' کے معنی ''گمراہ، بھٹکنا، بے خبر، آوارہ'' وغیرہ کرنا بھی سراسر غلط ہے۔اور جس طرح سورۂ یوسف میں ''ضال'' کے معنی محبت میں ڈوبنا ہے اسی طرح سورۃ الضحیٰ میں بھی ''ضال'' کے معنی محبت میں ڈوبنا ہے۔اور یہ حقیقت بھی ہے کیونکہ حضور اقدس جان ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں ڈوب کر ''فَنَا فِی اللّٰہِ'' کی اعلیٰ منزل پر متمکن تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ

نے اپنی محبت میں ''ضال''، یعنی خودرفتہ پایا تو ''فَهَدٰى'' یعنی اپنی طرف راہ دی یعنی معراج میں بلا کر اپنے دیدار، قرب اور حضوری سے بہرہ مند فرمایا۔ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی معنی بیان فرمائے اور حضرت ابوعبیدہ کے نقش قدم پر چل کر اوران کے فیض سے مستفیض ہوکر امام احمد رضا نے بھی یہی ترجمہ کیا اور راست و درست ترجمہ کیا اور خطا و غلطی سے محفوظ رہ کر راہِ خدا اور راہِ نجات پائی:

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

(از:-امام عشق ومحبت حضرت رضاؔ بریلوی)

✪ وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے سورۃ الضحیٰ کی آیت کا ترجمہ کیا ہے کہ:

''اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا رستہ بتلا دیا''

(ترجمہ ماخوذ از قرآن حکیم، مترجم مولوی اشرف علی تھانوی ناشر: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور وکراچی، پاکستان)

مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی ''ضال'' کا ترجمہ ''بے خبر'' کیا ہے۔

✪ اب ہم قارئین کرام کی خدمت میں آیت شریف ''وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى'' کا ترجمہ دیوبندی مکتبۂ فکر کے نامور مصنف، اور جن کو وہابی دیوبندی جماعت بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، حجۃ الاسلام اور امام اہل سنت کے لقب سے ملقب کرنے میں فخر محسوس کرتی ہے وہ مولوی عبدالشکور کاکوروی ایڈیٹر رسالہ ''النجم'' لکھنؤ نے اپنی کتاب میں اس طرح کیا ہے:

''اور پایا اس پروردگار نے آپ کو راہ سے بے خبر پس ہدایت کی اس نے (آپ کو)۔''

(حوالہ:-مختصر سیرت نبویہ، مصنف: مولوی عبدالشکور کاکوروی، ناشر: عمدۃ المطابع لکھنؤ، ربیع الاول ۱۳۵۱ھ، ص:۲۲)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مولوی عبدالشکور کاکوروی نے یہاں تک لکھا ہے کہ

✪ ''محاسن شرعیہ کی اصل اصول یعنی ایمان باللہ کی حقیقت بھی آپ نہ جانتے تھے''

✪ ''اخلاقی محاسن کے تین جز ہیں۔ تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن۔ ان تینوں سے آپ قطعاً واصلاً بے خبر تھے۔ جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الٰہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو کیوں کر آگاہی ہو سکتی ہے''

✪ ''کبھی کچھ ایسے کلمات آپ کی زبان سے صادر نہیں ہوئے جس سے یہ معلوم ہوتا کہ آپ اپنے لئے اس مرتبۂ عظمیٰ کی اُمید رکھتے ہیں، جو چالیس برس کے بعد آپ کو عنایت ہوا''

(حوالہ: مختصر سیرت نبویہ، از:-عبدالشکور کاکوروی، ص:۲۲)

ناظرین کرام علمائے دیوبند کے نظریات ملاحظہ فرمائیں۔ ''وَوَجَدَكَ ضَالًّا'' کے ترجمہ کی آڑ میں بارگاہ رسالت میں کیسی سخت گستاخیاں لکھی ہیں۔ علمائے دیوبند کے مندرجہ بالا نظریات کے مطابق معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر شریف ہونے تک یعنی ظاہری نبوت سے سرفراز ہونے تک شریعت سے اور راہ راست سے بے خبر، ونیز ایمان باللہ کی حقیقت بھی نہیں جانتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ کتاب الٰہی اور اخلاقی محاسن سے بھی بے خبر تھے۔ آپ کو نبوت ملنے کی بھی اُمید نہ تھی۔ ناظرین کرام انصاف فرمائیں۔ علمائے دیوبند کے مذکورہ نظریات بارگاہِ رسالت میں صریح گستاخی اور احادیث کے صاف ارشار کے خلاف ہیں۔ مشہور ومعروف حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ'' یعنی جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے، میں اس وقت نبی تھا۔ مزید برآں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو دنیا میں تشریف لاتے ہی آپ نے سجدہ کیا اور اپنی اُمت کے لئے اپنے رب سے عرض کی کہ ''رَبِّ هَبْ لِيْ اُمَّتِيْ'' یعنی ''اے رب مجھے میری اُمت ہبہ فرمادے''۔ تو جو ذات گرامی پیدائش حضرت آدم کے وقت نبی ہو، اپنی پیدائش کے وقت اپنے رب کو سجدہ کرے، اپنی اُمت کی بخشش طلب فرمائے، وہ ذات گرامی یقیناً اپنی نبوت اور

اپنے رب کی وحدانیت سے واقف ہے۔

سورہ الضحیٰ کی آیت شریف "وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى" میں لفظ ''ضال'' کا ترجمہ بھٹکنا ،راہ سے بے خبر اور شریعت سے بے خبر وہی کرے گا جو بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گستاخ اور بے ادب ہوگا۔ بارگاہ رسالت کے گستاخ اس آیت کے بھید، مفہوم اور سر سے یا تو بالکل انجان ہیں یا پھر عناداً وبغضاً توہین رسالت کی غرض سے قصداً اور عمداً ایسا ترجمہ کرتے ہیں۔ایک مؤمن صادق کبھی بھی اس بات کو گوارا نہیں کرے گا کہ معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھٹکتا یعنی گمراہ، آوارہ اور شریعت سے بے خبر یا راہ بھولنے والا لکھے۔ حاکم حلب حضرت عبداللہ یوقنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں ایمان کی روشنی تھی لہذا ان کے دل نے بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت ''ضال'' یعنی گمراہ کا لفظ گوارا نہ کیا اور حضور اقدس کے لئے لفظ ''ضال'' کا استعمال ان کو کھٹکا لیکن لفظ ''ضال'' قرآن مجید کی آیت میں وارد ہوا ہے لہذا لفظ ضال کی تفہیم صحیح حاصل کرنے کی غرض سے حضرت ابوعبیدہ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف لفظ ''ضال'' کی کیوں نسبت کی ہے؟ حضرت ابوعبیدہ حضرت یوقنا کے دل کی بات فوراً سمجھ گئے کہ حضرت یوقنا لفظ ''ضال'' کی وجہ سے اُلجھن میں پڑ گئے ہیں لہذا اُنہوں نے فرمایا کہ:

''معاذ اللہ یہ معنی اس کے نہیں ہیں بلکہ معنی یہ ہیں'' (فتوح الشام، ص:۳۲۸)

یعنی اے یوقنا! اس آیت میں لفظ ''ضال'' کے معنی گمراہ کے نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سے فرماتا ہے کہ اے حبیب! ہم نے آپ کو اپنی محبت کے سمندر میں غرق پایا تو تم کو اپنے دیدار اور اپنے دربار کی حضوری سے مشرف فرمایا اور تمام اسرار اور بھیدوں سے باخبر کر کے اپنی طرف کی راہ تمہارے لیے کھول دی۔

تاریخ کے اوراق شاہد عادل ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ولادت شریف سے ظاہری نبوت ملنے تک یعنی چالیس سال کی عمر شریف تک مکہ معظمہ میں ہی تشریف فرما رہے تب معاشرہ میں کفر، شرک، چوری، زنا، شراب نوشی، سود خوری، ڈکیتی، قتل وغارت گری، جھوٹ وکذب گوئی، دغا، مکر وفریب، دھوکہ بازی، بد دیانتی وغیرہ جیسے افعال

قبیحہ ورذیلہ عام تھے لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تمام برائیوں سے پاک ومنزہ رہے۔ان میں کی ایک برائی کا کوئی بھی فعل کبھی بھی آپ سے صادر نہیں ہوا بلکہ آپ نے بعثت سے پہلے بھی ان افعال قبیحہ سے تنفر کا اظہار فرمایا تھا اور اپنے حلقہ کے لوگوں کو ان برے کاموں سے باز رہنے کی تعلیم وتلقین فرمائی تھی۔ یہاں تک کہ اگر آپ کے سامنے کوئی شخص ''لات اور عزیٰ'' نام کے بتوں کی قسم کھا کر گفتگو کرتا تو آپ اس کی بات کا جواب نہیں دیتے تھے بلکہ اس شخص کو بت کی قسم کھانے سے منع فرماتے اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی قسم کھانے کا حکم فرماتے۔ثابت ہوا کہ آپ پیدائشی ہدایت یافتہ اور راہِ راست پر گامزن تھے۔آپ نہ گمراہ تھے، نہ راہ اور شریعت سے بے خبر تھے اور نہ ہی بھٹکے ہوئے تھے لیکن جن کے دلوں میں بغض نبی اور عداوت رسول بھری ہوئی ہے وہ معاذ اللہ حضور اقدس کو بھٹکتا، راہ اور شریعت سے بے خبر کہتے اور لکھتے ہیں۔

القصہ! حضرت ابوعبیدہ بن جراح سے سورۃ الضحیٰ کی تفسیر اور صحیح تفہیم سماعت کرنے کے بعد حاکم یوقنا کہ جن کا نام حضرت ابوعبیدہ نے ''عبداللہ'' رکھا تھا، انھوں نے دین اسلام کی صداقت اور حقانیت پر ایسا راسخ وکامل اعتماد کر لیا کہ انھوں نے حضرت ابوعبیدہ سے عرض کیا کہ اے سردار! میں نے اسلامی لشکر کو جو تکالیف پہنچائی ہیں اس کی تلافی اور تدارک میں مَیں نے یہ طے کیا ہے کہ اب میں اسلامی لشکر میں شامل ہو کر اسلام کے دشمنوں سے لڑوں گا۔

حضرت علامہ واقدی قدس سرہ نے حضرت عامر بن اوس سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوعبیدہ کے لشکر میں شامل ہو کر ملک شام کی اکثر جنگوں میں شرکت کی ہے اور جو رومی اسلام قبول کرتے تھے ان سے میں دوستانہ تعلق رکھتا تھا لیکن میں نے حاکم یوقنا حضرت عبداللہ سے بڑھ کر خالص نیت والا، رغبت سے جہاد کرنے والا اور لڑائی کے میدان میں پوری کوشش کرنے والا کسی کو نہیں پایا۔علاوہ ازیں حضرت یوقنا عبداللہ لڑائی کے فن کے ماہر تھے اور انھوں نے اپنی مہارت کا صحیح استعمال کر کے اسلامی لشکر کی خیر خواہی کر کے مشرکوں کے قدم اُکھاڑنے میں نمایاں کردار ادا کیا اور انھوں نے اسلام کی جو خدمات انجام دی ہیں ایسی خدمات کسی بھی رومی شخص نے انجام نہیں دیں۔

اگلے صفحات میں حضرت عبداللہ یوقنا کی دلیری اور شجاعت کے واقعات پڑھ کر یہی کہنا پڑے گا کہ انھوں نے قبول اسلام سے پہلے اسلامی لشکر کو جو نقصان پہنچایا تھا اس سے کئی درجہ زیادہ اسلام کو فائدہ پہنچا کر اپنی ماضی کی خطاؤں کا کفارہ ادا کر دیا اور ان کی قربانیاں اس بات کی شاہد عادل ہیں کہ انھوں نے اللہ اور اللہ کے رسول کی رضا مندی اور خوشنودی حاصل کر لی تھی۔

✪ اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات

(۱) اِرکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصریٰ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس (۱۰) جوسیہ (۱۱) حمص (۱۲) شیرز (۱۳) رستن (۱۴) حمات (۱۵) قنسرین (۱۶) بعلبک (۱۷) یرموک (۱۸) بیت المقدس (۱۹) حلب
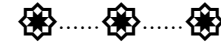
فتح قلعہ اعزاز

جیسا کہ پچھلے صفحات میں مذکور ہوا کہ جنگ حلب میں حضرت دامس ابوالہلول کو ۳۷ زخم آئے تھے اور قلعہ کا دروازہ کھولنے کے لئے ان کے ساتھ گئے ہوئے ان کے ساتھی بھی شدید زخمی ہوئے تھے لہٰذا اُن کے علاج کے لئے اسلامی لشکر حلب میں ٹھہرا ہوا تھا۔ جب وہ تمام صحت یاب ہوگئے تب حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کے سرادروں کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ اب ہم کو کس طرف کوچ کرنا چاہیئے۔اس میٹنگ میں حضرت عبداللہ یوقنا بھی موجود تھے۔ حضرت عبداللہ یوقنا نے مجلس میں موجود حضرات کے مشورے اور رائے سے یہ اندازہ کرلیا کہ شاید حضرت ابوعبیدہ ''انطا کیہ'' کی طرف کوچ کرنے کا حکم فرمائیں گے لہٰذا اُنہوں نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے سردار! قریب میں ''اعزاز'' کا قلعہ ہے۔اعزاز کا قلعہ سامان جنگ، سپاہیوں اور دیگر اسباب کے اعتبار سے بہت مضبوط ہے۔ وہاں کا حاکم میرے چچا کا لڑکا ''دادریس'' ہے وہ لڑائی کا ماہر، سخت جنگجو اور متعصب نصرانی ہے۔اگر آپ انطا کیہ کی طرف کوچ کریں گے تو یہاں سے انطا کیہ کی مسافت طویل ہے۔ یہاں کا علاقہ اسلامی لشکر سے خالی پا کر حاکم اعزاز حلب، قنسرین اور ارض عوام پر حملہ کر کے قابض ہو جائے گا اور وہاں کے باشندوں کو تکالیف شدید پہنچائے گا اور ہمارے مفتوح علاقوں کو تاخت وتاراج کرے گا۔لہٰذا مناسب یہ ہے کہ پہلے حاکم اعزاز سے نپٹ لینا چاہیے اور بعد میں کسی دیگر مقام کی طرف کوچ کرنے کا قصد کرنا چاہیئے تا کہ ہم حاکم اعزاز کے شہر سے اپنے مفتوح علاقے حلب وغیرہ کے متعلق مطمئن و بےخوف رہیں۔

حضرت عبداللہ یوقنا نے مزید کہا کہ قلعہ اعزاز کو آسانی سے فتح کرنے کی میں نے مکروفریب پر مشتمل ایک تدبیر سوچی ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ تدبیر کامیاب رہے گی۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ آپ نے کیا تدبیر سوچی ہے؟ حضرت یوقنا نے عرض کیا کہ اسلامی لشکر سے ایک سو (۱۰۰) مجاہدوں کو رومیوں کا لباس پہنا کر میں قلعۂ اعزاز کی طرف جاؤں۔

میرے روانہ ہونے کے کچھ عرصہ بعد آپ ایک ہزار مجاہدوں کا لشکر میرے پیچھے روانہ کریں۔ میرے اور میرے پیچھے آنے والے لشکر کے درمیان ایک فرسخ (تین میل) کا فاصلہ ہو۔اور ظاہر اس طرح کرنا ہے کہ میں اپنے ایک سو (۱۰۰) رومی ساتھیوں کے ہمراہ تم سے بھاگ رہا ہوں اور تمہارا ایک ہزار سواروں کا لشکر میرا تعاقب کر رہا ہے۔

میں قلعۂ اعزاز پہنچ کر شور وغل مچاؤں گا اور حاکم دادریس سے کہوں گا کہ میں نے اپنی جان بچانے کے لئے اسلام قبول کرنے کا ڈھونگ رچا تھا اور اب موقع ملتے ہی بھاگا ہوں اور تمہاری پناہ لینے آیا ہوں کیونکہ مسلمانوں کا لشکر میرے تعاقب میں پیچھے آرہا ہے۔ حاکم دادریس میری بات کا اعتبار کر کے مجھے پناہ دیتے ہوئے قلعہ میں داخل کرلے گا۔ میں قلعہ میں داخل ہو کر رات ٹھہروں گا۔ میرے پیچھے آنے والا ایک ہزار کا اسلامی لشکر قلعۂ اعزاز کے قریب واقع ''تیرہ'' نام کے گاؤں میں شب بھر ٹھہرے اور علی الصبح قلعۂ اعزاز پر آجائے اور دروازہ کے قریب ٹھہرے۔علی الصبح میں قلعہ کے اندر لڑائی شروع کردوں گا اور موقع پا کر قلعہ کا دروازہ کھول دوں گا اور دروازہ کھلتے ہی اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہو کر قابض ہو جائے۔

حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد بن ولید اور حضرت معاذ بن جبل سے پوچھا کہ حاکم یوقنا کی مجوزہ تدبیر کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ دونوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ بہت ہی عمدہ تدبیر ہے بشرطیکہ حاکم یوقنا ہم سے کوئی غدر اور بیوفائی کر کے اپنے سابق مذہب کی طرف پھر نہ جائے۔حضرت عبیدہ نے فرمایا کہ

"اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ" (سورۃ الفجر، آیت:۱۴)

ترجمہ:- ''بےشک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔'' (کنزالایمان)

حضرت یوقنا نے کہا کہ قسم خدا کی! میں نے دین اسلام اس لئے اختیار کیا ہے کہ میرے دل سے بتوں، تصویروں اور صلیبوں کی محبت وتعظیم زائل ہوگئی ہے اور میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور ان کی محبت ہے جن کو میں نے خواب میں دیکھا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات کا میں نے ذاتی مشاہدہ کیا ہے۔لہٰذا اگر آپ کو مجھ پر کامل بھروسہ اور یقین ہو تو ہی مجھ کو اس کام پر بھیجو۔ میں انشاء اللہ اپنی ذمہ داری کامل طور پر نبھاؤں گا۔حضرت

ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے عبداللہ! ہم کو تم پر پورا بھروسہ ہے اور اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ضرور مدد فرمائے گا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے ایک سو (۱۰۰) مجاہدوں کو حضرت عبداللہ یوقنا کے ماتحت کر دیا۔ ان سو مجاہدوں میں دس متفرق قبائل کے لوگ تھے۔ اور ہر قبیلہ کے دس دس آدمی تھے اور ہر دس آدمی میں سے ایک کو نقیب مقرر کیا تھا۔ ان دس نقیبوں میں حضرت جزعل بن عاصم کو قوم بنی طے کا، حضرت مراہ بن مراحم کو قوم نہد کا، حضرت سالم بن عدی کو قوم خزاعہ کا، حضرت مسروق بن نہان کو قوم بنس کا، حضرت ذوالکلاع حمیری کو قوم نمیر کا، حضرت سیف بن رفاع کو قوم باہلہ کا، حضرت سعید بن جبیر کو قوم تمیم کا اور حضرت مالک بن قناس کو قوم مراد کا نقیب ہونا علامہ واقدی نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔ ان ایک سو مجاہدوں کو حضرت ابوعبیدہ نے حکم دیا کہ تم کو اس شخص کی اطاعت کرنا ہے جس نے اپنی جان کو اللہ اور رسول کے لئے ہبہ کیا ہے۔ تمام مجاہدوں نے بیک زبان کہا کہ اے سردار ہم حضرت یوقنا کی اطاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے۔

قلعۂ اعزاز کا حاکم حضرت یوقنا کے مکر سے آگاہ

دوسرے دن علی الصبح متعینہ تجویز کے مطابق حضرت یوقنا ایک سو (۱۰۰) مجاہدوں کو رومیوں کا لباس پہنا کر حلب سے قلعۂ اعزاز کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے روانہ ہونے کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے حضرت مالک بن حرث اشترنخعی کی سرداری میں ایک ہزار سواروں کا لشکر روانہ کیا۔ حضرت یوقنا نے اگلے روز حضرت ابوعبیدہ اور اسلامی لشکر کے سرداروں کے ساتھ میٹنگ کر کے قلعۂ اعزاز کو مکر وفریب سے فتح کرنے کی جو تجویز طے کی تھی، اس کی پوری تفصیل حاکم اعزاز کو رات ہی میں مل گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اسلامی لشکر میں عصمہ بن عرقطہ تمیمی نام کا ایک نصرانی جاسوس موجود تھا۔ اس نے تمام کیفیت ایک کاغذ میں لکھ کر اس کاغذ کو ایک پالتو کبوتر کی دم میں باندھ کر کبوتر کو حاکم اعزاز کی طرف چھوڑ دیا۔ وہ کبوتر عصمہ بن عرقطہ کا رقعہ لے کر حاکم اعزاز دادریس کے پاس پہنچ گیا۔ لہذا حاکم دادریس چوکنا ہو گیا تھا۔ اور اس نے بھی حاکم یوقنا کے ساتھ مکر وفریب کا پلان بنالیا تھا علاوہ ازیں حاکم دادریس نے

قریب میں واقع ''راوندان'' نام کی ریاست کے حاکم ''لوقا بن شامس'' کے پاس طارق بن سنان نام کے نصرانی عرب کو بطور قاصد بھیج کر صورت حال سے آگاہ کر کے لشکر کی کمک طلب کی تھی۔ لہذا حاکم لوقا نے پانچ سو (۵۰۰) جنگجو اور دلیر سواروں کا لشکر قلعۂ اعزاز کی کمک کرنے بھیج دیا۔ جو شام کے پہلے قلعۂ اعزاز میں پہنچ گیا تھا۔ قلعۂ اعزاز میں سب ملا کر تقریباً پانچ ہزار کا لشکر جمع تھا۔ اور اعزاز کا حاکم اپنے لشکر کو ساز وسامان سے مسلح کر کے حضرت یوقنا کا انتظار کر رہا تھا۔

حضرت یوقنا حلب سے روانہ ہو کر شام کے وقت قلعۂ اعزاز کے قریب پہنچے۔ جب قلعہ تھوڑے فاصلہ پر تھا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ چونکہ تم نے رومیوں کا لباس پہن رکھا ہے لہذا وضع قطع سے تو تم کو کوئی پہچان نہیں سکے گا لیکن قلعۂ اعزاز پر پہنچنے کے بعد تم لوگ اپنی زبان سے ایک لفظ بھی مت نکالنا، حتی کہ آپس میں بھی مطلق گفتگو مت کرنا، ورنہ عربی زبان بولنے کی وجہ سے تمہاری صحیح پہچان دشمنوں کو حاصل ہو جائے گی۔ اور ہم مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ اپنے ساتھیوں کو احتیاط کی تاکید وتنبیہ کرنے کے بعد حضرت یوقنا قلعۂ اعزاز سے قریب تر ہوتے جا رہے تھے لیکن تقدیر میں جو معاملہ ہونا لکھا تھا اس سے بے خبر تھے۔

حضرت یوقنا اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری

حضرت یوقنا جب اعزاز کے قلعہ پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حاکم دادریس قلعہ کے باہر تین ہزار رومی سوار اور ایک ہزار عرب متنصرہ کے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ حضرت یوقنا کو قریب آتے دیکھ کر حاکم دادریس نے خوشی کا اظہار کیا اور ان کا استقبال اور تعظیم کرنے کی غرض سے اپنے گھوڑے سے اُتر کر پیدل ہو گیا اور حضرت یوقنا کے قریب آکر ان کے گھوڑے کی رکاب کو بوسہ دیا۔ حضرت یوقنا دادریس کے مکر وفریب سے بے خبر تھے وہ اس گمان میں تھے کہ دادریس کو کچھ معلوم نہیں ہے اور وہ بے خبری کے عالم میں چچازاد بھائی ہونے کے ناطے میری تعظیم وتکریم کر رہا ہے لیکن دادریس نے گھوڑے کی رکاب کو بوسہ دینے کے بعد کمر سے خنجر نکال کر گھوڑے

کے زین کو کاٹ ڈالا اور حضرت یوقنا کو زین سمیت گھوڑے سے کھینچ کر زمین پر گرادیا اور ان پر قابض ہو کر قید کرلیا۔ ایسا ہی معاملہ حضرت یوقنا کے ساتھیوں کے ساتھ دادریس کے سپاہیوں نے بیک وقت کرکے ان سب کو بھی گرفتار کرلیا۔ حضرت یوقنا کو قید کرنے کے بعد حاکم دادریس نے ان کے منہ پر تھوکا اور یہ کہا کہ جس وقت تو نے اپنے آبائی دین کو ترک کرکے عربوں کا دین اختیار کیا ہے، اس وقت سے صلیب مجھ پر غضبناک اور خشمناک ہے۔ قسم ہے حق مسیح کی! میں تجھ کو ہرقل بادشاہ کے پاس انطاکیہ بھیجوں گا اور قیصر روم ہرقل تجھ جیسے باغی کو دارالسلطنت انطاکیہ کے دروازہ پر عوام الناس کے سامنے سولی پر لٹکائے گا تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔ پھر حاکم دادریس حضرت یوقنا اور ان کے ساتھیوں کو لے کر قلعہ میں آیا اور ان تمام کو اپنے بیٹے ''لاون'' کے محل میں بند کردیا اور لاون کو قیدیوں کی نگہبانی کی ذمہ داری سونپ کر اپنے محل میں چلا گیا۔ اپنے محل میں آنے کے بعد اس نے بے تحاشا شراب پی اور نشے میں دُھت ہو کر بیہوشی کے عالم میں غفلت کی نیند سو گیا۔

اعزاز کے حاکم دادریس کے دو بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کا نام لوقا تھا۔ اور چھوٹے بیٹے کا نام لاون تھا۔ حضرت یوقنا کو دادریس نے اپنے چھوٹے بیٹے لاون کے محل میں قید کیا تھا۔ لاون حضرت یوقنا کو اچھی طرح جانتا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے باپ کے ساتھ حلب جاتا تھا تب حضرت یوقنا کے محل میں مہمان کی حیثیت سے ٹھہرتے تھے علاوہ ازیں حضرت یوقنا سے خاندانی رشتہ داری بھی تھی۔ لاون حضرت یوقنا کی ذہانت، مذہبی معلومات، دین عیسوی کی ہمدردی، جنگی مہارت، سیاسی امور میں متانت، دنیوی معاملات کی سنجیدگی وغیرہ محاسن اور خوبیوں سے اچھی طرح واقف تھا اور حضرت یوقنا کو اہل رائے اور ذی شعور شخص کی حیثیت سے مانتا تھا اور ان کی علمی صلاحیتوں کا معترف ہونے کی وجہ سے ان کی بہت ہی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ رات کے وقت اس نے سوچا کہ حاکم یوقنا دین اور دنیا کے علم اور تجربے میں میرے باپ سے بہت زیادہ معلومات رکھتا ہے، علاوہ ازیں دین نصرانی کی حمایت میں اس نے مدت طویل تک عربوں سے جنگ کی ہے اور ہر طرح کی قربانی اور خدمت بجالائی ہے۔ جب اس جیسے دین نصرانی کے حامی اور خیر خواہ نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر اسلام کو اپنایا ہے تو ضرور اس نے اسلام

کی حقانیت اور صداقت معلوم کی ہوگی۔ لہٰذا یہ سچے ہیں اور میرا باپ جھوٹا ہے۔ میں ان کو رہا کردوں اور اپنے باپ کو قتل کردوں۔

لاون اکثر اپنے باپ کے ساتھ جب حلب جاکر حضرت یوقنا کے یہاں ٹھہرتا تھا تو حضرت یوقنا کے خاندان کے تمام افراد سے وہ بے تکلف ملتا تھا۔ حضرت یوقنا کی ایک حسین و جمیل لڑکی تھی جس پر لاون فریفتہ ہوگیا تھا اور اس نے یہ طے کیا تھا کہ اگر شادی کروں گا تو اس لڑکی سے ہی کروں گا ورنہ عمر بھر کنوارا رہوں گا۔ لاون نے اپنی دلی خواہش کا اپنی ماں کے سامنے اظہار بھی کیا تھا اور اس کی ماں نے اس کو اطمینان دلایا تھا کہ تیری شادی حاکم یوقنا کی لڑکی کے ساتھ ہی ہوگی۔ حاکم یوقنا کی لڑکی کے ساتھ لاون کی شادی کا پیغام بھیجنے کے لئے اس کی ماں نے ارادہ بھی کیا تھا لیکن ان دنوں اسلامی لشکر نے حلب کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور لڑائی نے طول پکڑا اور نوبت حضرت یوقنا کے قید ہونے تک پہنچی۔

⊙ حضرت یوقنا اور ساتھیوں کی قید سے رہائی

نصف شب کے وقت لاون حضرت یوقنا کے پاس آیا اور کہا کہ اے چچا! میں نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو قید سے آزاد کردینے کا ارادہ کیا ہے اور میں نے آپ کو اپنے باپ اور قیصر روم ہرقل بادشاہ سے بزرگ اور افضل جانا ہے اور کفر کے مقابلہ میں ایمان زیادہ توفیق اور نفع دینے والا ہے۔ اور میں نے یقین سے جانا ہے کہ دین اسلام ہی حق ہے اور دین اسلام اختیار کرنے میں ہی دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ اگر میں آپ تمام کو رہا کردوں تو کیا آپ اپنی دختر نیک اختر کو میری زوجیت میں عنایت فرمائیں گے؟ حضرت یوقنا نے فرمایا کہ اگر تیرا ہم کو رہا کرنا اور اسلام قبول کرنا کسی دنیوی غرض کے بجائے صرف اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے ہے تو میں انشاء اللہ تیری مراد پوری کروں گا اور تجھ کو دنیا اور آخرت کی عزت اور بھلائی حاصل ہوگی۔ لاون نے بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھا اور اسلام میں داخل ہوگیا۔ پھر اس نے حضرت یوقنا اور ان کے ساتھیوں کو

رہا کر دیا اور ان کے ہتھیار دے دیئے اور کہا کہ اب آپ قلعہ فتح کرنے کے معاملہ میں تاخیر نہ کریں اور میں اپنے باپ کے محل کی طرف جاتا ہوں کیونکہ میرا باپ شراب کے نشے میں دُھت بیہوش پڑا ہوا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کو سویا ہوا ہی قتل کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضامندی حاصل کروں۔

پھر لاوان اپنے محل سے نکل کر بعجلت اپنے باپ حاکم دادریس کے محل میں گیا اور اپنے باپ کے کمرہ میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کا باپ مقتول پڑا ہے۔ اور اس کی ماں اور بہنیں اس کی لاش کے اِرد گرد جمع ہیں۔ خدام اور غلام بھی محو حیرت اور خوفزدہ ہیں۔ لاوان اپنے باپ کو مقتول دیکھ کر تعجب میں تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ نیک کام کرنے میں مجھ سے کون سبقت لے گیا؟ پھر وہ جلدی سے اپنے محل کی طرف لوٹا اور حضرت یوقنا کو اپنے باپ کے ہلاک ہونے کی اطلاع دی اور کہا کہ اب آپ یہاں سے نکل کر قلعہ کے دراوزہ پر حملہ کر دیں۔

⊙ اسلامی لشکر کی قلعۂ اعزاز پر آمد اور قلعہ میں دخول

حاکم دادریس کے مرنے کی خبر قلعہ میں بجلی کی طرح پھیل گئی تھی اور لوگ گروہ در گروہ اس کے محل کے پاس جمع ہونے لگے۔ حضرت یوقنا اور ان کے ساتھی لاوان کے محل سے نکل کر تکبیر اور تہلیل کی صدائیں بلند کرتے ہوئے قلعہ کے دروازہ کے محافظوں پر ٹوٹ پڑے۔ قلعہ کے دراوزہ کی نگرانی کی خدمت پر متعین رومی سپاہی حملہ سے غافل تھے۔ اچانک حملہ ہونے سے وہ بوکھلا گئے اور گھبراہٹ کے عالم میں اپنے ہتھیار سنبھال کر مقابل ہوئے لیکن ان کو اپنے ہتھیار استعمال کرنے کا موقع ہی میسر نہ ہوا۔ مجاہدوں نے جاتے ہی ان کے سروں پر تلواریں رکھ دیں۔ عین اس وقت حضرت مالک بن حرث اشتر نخعی اسلامی لشکر لے کر قلعہ کے دراوزہ پر آپہنچے اور اپنے آنے کی اطلاع نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کر کے قلعہ کے اندر پہنچائی۔ لاوان بھی حضرت یوقنا کے ہمراہ قلعہ کے دراوزہ پر موجود تھا۔ حضرت یوقنا نے لاوان کو قلعہ کا دروازہ کھول دینے کا حکم فرمایا۔ لاوان نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اسلامی لشکر نے قلعہ کے دروازہ پر آتے ہی نعرۂ تکبیر کی جو صدا بلند کی وہ پورے شہر میں

سنائی دی، لہذا تمام رومی سپاہی دوڑ کر قلعہ کے دروازہ کی طرف بھاگے لیکن ان کے دروازہ پر وارد ہونے سے قبل اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہو چکا تھا۔ اسلامی لشکر اور رومی سپاہیوں کا آمنا سامنا ہو گیا اور مجاہدوں نے نیزہ زنی اور شمشیر زنی کے کرتب دکھا کر بھاری تعداد میں رومی سپاہیوں کو زمین پر کشتہ ڈال دیا۔ رومی سپاہیوں کے قدم اُکھڑ گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ اسلامی لشکر کے مجاہدوں کا مقابلہ کرنے کی ہم میں تاب نہیں لہذا انہوں نے ہتھیار ڈال دیا اور خالی ہاتھ اوپر کی جانب اُٹھا کر ''لفون، لفون'' یعنی ''امان، امان'' پکارنے لگے۔ حضرت مالک اشتر نے امان دیتے ہوئے جنگ موقوف کرنے کا حکم دیا۔

حضرت مالک اشتر نے حضرت یوقنا سے ملاقات کی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت یوقنا نے فرمایا کہ شکریہ اور مبارک بادی کا حقدار یہ نوجوان مرد مومن ہے۔ پھر آپ نے حاکم دادریس کے چھوٹے بیٹے لاوان کا حضرت مالک سے تعارف کرایا اور اس کے قبول اسلام اور ان کی قید سے رہا کرنے کی پوری تفصیل بیان کی۔ پھر حضرت مالک نے قلعہ پر قبضہ کیا اور کثیر مقدار میں مال غنیمت جمع کیا۔ حضرت مالک اشتر کو حاکم دادریس کے قتل ہونے کی اطلاع بھی مل چکی تھی۔ حضرت مالک نے حضرت یوقنا اور لاوان سے پوچھا کہ دادریس کو کس نے قتل کیا؟ تب لاوان نے کچھ یوں راز فاش کیا۔

⊙ حاکم دادریس کا پراسرار قتل

حاکم دادریس کا بڑا بیٹا لوقا عبادت گزار شخص تھا۔ اس کو بمقابل دنیوی معاملات کے مذہبی اُمور کی طرف زیادہ رغبت تھی۔ شہر اعزاز میں ایک بڑا کنیسہ تھا۔ لوقا اپنا زیادہ تر وقت اسی کنیسہ میں بسر کرتا تھا۔ اس کنیسہ میں ایک بوڑھا قس (پادری) رہتا تھا۔ لوقا اس قس سے انجیل کی تعلیم حاصل کرتا تھا اور حلال وحرام کے مسائل سیکھتا تھا۔ جب اسلامی لشکر نے ملک شام میں بڑے بڑے لشکروں کو شکست دے کر ملک شام کے مضبوط قلعوں اور شہروں کو فتح کر لیا اور اسلامی لشکر کی عظیم فتوحات کی خبریں لوقا نے سماعت کیں تو ایک دن اس نے اپنے استاد سے تنہائی میں پوچھا کہ اے ہمارے معزز باپ! کیا وجہ ہے کہ ملک حجاز کے ضعیف اور بے

سروسامان عرب ہرقل بادشاہ کے عظیم لشکر پر غالب آ گئے ہیں اور ملک شام کے اہم مقامات پر قابض ہو گئے ہیں۔ان کو ہر محاذ پر اللہ کی طرف سے مدد اور غلبہ حاصل ہوتا ہے۔کیا آپ نے آسمانی کتابوں اور ملاحم میں اس امر کے متعلق کبھی پڑھا ہے؟ بوڑھے قس نے کہا کہ اے میرے بیٹے! میں نے پرانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ عرب ملک شام پر قابض ہو جائیں گے یہاں تک کہ ہرقل بادشاہ کے تخت کے بھی مالک ہو جائیں گے۔اور میں نے سنا ہے کہ ان کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

" زُوِیَتْ لِی الْاَرْضُ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَسَیَبْلُغُ مُلْكُ اُمَّتِیْ مَا زُوِیَ لِیْ مِنْهَا "

یعنی:- لپیٹی گئی میرے واسطے زمین۔پس دیکھا میں نے پورب اور پچھم اس کا اور عنقریب پہونچے گا ملک میری امت کا وہاں تک کہ لپیٹی گئی میرے واسطے وہ زمین۔''

(حوالہ:-فتوح الشام،از:-علامہ واقدی،ص:۳۳۶)

پھر لوقا نے پوچھا کہ اے میرے باپ! مسلمانوں کے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟ بوڑھے قس نے کہا کہ اے میرے بیٹے! ہماری مذہبی کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک حجاز میں ایک نبی مبعوث فرمائے گا اور ان کی آمد کی بشارت حضرت مسیح نے بھی دی ہے۔لوقا نے اپنے استاد کی زبانی یہ حقیقت سنی تو اس کا دل یہ کہنے لگا کہ میرا استاذ ظاہر میں تو عیسائی ہے لیکن باطن سے مسلمان ہے لیکن اس نے لوگوں کے خوف سے اپنا مسلمان ہونا پوشیدہ رکھا ہے۔لوقا پھر اپنے محل میں چلا گیا لیکن اس کے ذہن میں ایک ہی بات گھومتی تھی کہ میرا استاد بھی اسلام کی حقانیت کا معترف اور قائل ہے۔وہ کئی دن تک اسی خیال میں غرق رہا اور بالآخر اس کے دل میں بھی اسلام کی حقانیت راسخ ہوگئی لیکن اس نے بھی اپنا حال کسی پر ظاہر نہیں کیا۔

جب اس کے باپ نے حضرت یوقنا کو قید کیا تب اس نے سوچا کہ دین نصرانی کی حمایت میں جس شخص نے اپنے حقیقی بھائی یوحنا کو قتل کر دیا اور مدت طویل تک اپنی جان کی بازی لگا کر

عربوں سے مصروف جنگ رہا۔وہ حاکم یوقنا جب اپنے آبائی دین سے منحرف ہو کر اسلام میں داخل ہو گیا ہے اور اسلام کی خاطر اپنی جان ہتھیلی میں لے کر اپنی خدمات پیش کر رہا ہے تو ضرور اس نے اسلام کی حقانیت معلوم کر لی ہے۔حاکم یوقنا ملک شام کے دانا اور عقلمند لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔اس نے جب اسلام اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو ضرور اس فیصلہ میں وہ حق پر ہے اور میرا باپ جھوٹا ہے لہذا میں نے قصد کیا کہ پہلے اپنے باپ کو قتل کر دوں اور پھر حاکم یوقنا کو قید سے رہا کروں۔لہذا پہلے میں اپنے باپ کے محل میں گیا تو میرا باپ شراب کے نشے میں بیہوش پڑا تھا۔میں نے تلوار کا ایک وار کیا اور اس کی گردن تن سے الگ کر دی، پھر میں حاکم یوقنا کو قید سے چھوڑانے اپنے چھوٹے بھائی کے محل پر گیا تو میں نے دیکھا کہ حاکم یوقنا کو آزاد کرنے کی سعادت حاصل کرنے میں میرا چھوٹا بھائی لاون مجھ پر سبقت لے گیا ہے۔''

حضرت مالک اشتر نخعی نے حاکم اعزاز دادریس کے بڑے بیٹے یعنی لوقا سے ملاقات کی اور اس کو مبارکباد دی اور ایک سوال پوچھا کہ ہم نے سنا ہے کہ قوم روم سے کسی بھی شخص نے اپنے باپ کو قتل نہیں کیا لیکن شاید تم پہلے شخص ہو جس نے اپنے حقیقی باپ کو قتل کیا ہے، تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟ لوقا نے جواب میں کہا کہ تمہارے دین اسلام اور تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے میں نے یہ کام انجام دیا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" حضرت مالک اشتر نے لوقا سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے قبول فرمایا اور تجھ کو بھلائی کی توفیق دی اور دنیا و آخرت کی عزت و بہتری عطا فرمائی۔

ایک بوڑھے پادری کا قبول اسلام

حضرت مالک اشتر اور حاکم اعزاز کے بیٹے حضرت لوقا جہاں کھڑے ہو کر گفتگو کر رہے تھے، وہاں کافی لوگ جمع ہو گئے تھے۔اچانک لوگوں کی بھیڑ کے درمیان حضرت مالک نے ایک بوڑھے قس کو دیکھا جس نے خوشنما لباس زیب تن کر رکھا تھا اور صاحب وقار معلوم ہوتا تھا۔حضرت مالک اشتر نے فرمایا کہ اگر میرا گمان سچا ہے تو یہ راہب وہی

ہے جس کا حال لوقا نے بیان کیا ہے لہذا حضرت مالک نے حضرت لوقا سے پوچھا کہ کیا یہ وہی راہب ہے جس کا حال تم نے مجھ سے بیان کیا ہے؟ حضرت لوقا نے کہا کہ اے سردار! یہ وہی میرے استاد محترم اور ہادی ہیں۔ حضرت مالک اشتر نے اس بوڑھے راہب سے ملاقات کی اور فرمایا کہ آپ اپنے دین کے علماء میں سے ہیں۔ پھر آپ نے حق بات کیوں چھپا رکھی ہے؟ بوڑھے راہب نے کہا کہ میں ڈرتا تھا کہ اگر میں نے حق بات ظاہر کردی تو رومی مجھ کو مار ڈالیں گے۔ لیکن اس کے باوجود جو شخص میرا معتقد اور معتمد ہوتا اس کو میں مستحق نصیحت سمجھ کر حق بات سے ضرور آگاہ اور آشنا کر دیتا تھا۔ حضرت مالک نے فرمایا کہ اب تو تم کو کوئی خوف نہیں ہے۔ اب اپنا اسلام ظاہر کرنے میں کیوں تامل وتاخیر کرتے ہو؟ بوڑھے راہب نے کہا کہ میں ضرور اسلام قبول کروں گا لیکن میں نے مقدس انجیل میں کچھ مسائل پائے ہیں۔ ان مسائل کے تعلق سے تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں اگر مجھ کو تسلی بخش جواب حاصل ہو گئے تو میں علی الاعلان اسلام قبول کروں گا۔ حضرت مالک نے فرمایا کہ آپ بخوشی ان مسائل کے متعلق دریافت کرو، میں انشاء اللہ آپ کو اطمینان بخش جواب دوں گا۔ بوڑھے راہب نے کہا۔

اچانک لوگوں نے بھاگنا شروع کیا۔ حملہ آیا ہے، جلدی کرو! ہتھیار سنبھالو! مقابلہ کے لئے نکلو! کا شور وغل بلند ہوا۔ لوگوں میں انتشار پھیلا۔ مجاہدوں نے میان سے تلواریں نکال لیں اور مقابلہ کرنے کے لئے قلعہ کے دروازہ کی طرف لپکے۔ مجاہدوں نے اور اہل شہر نے گمان کیا کہ قلعہ اعزاز لشکر اسلام نے فتح کرلیا ہے لہذا اطراف میں پوشیدہ کوئی رومی لشکر حملہ آور ہوا ہے۔ مجاہدوں نے قلعہ کے دروازہ کے باہر نکل کر دیکھا تو ان کی حیرت کی انتہا نہ تھی کیونکہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک ہزار سواروں کا لشکر لے کر آ پہنچے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ نے ان کو حضرت یوقنا اور حضرت مالک اشتر کی کمک کرنے احتیاطاً بھیج دیا تھا۔ اور وہ اپنے ساتھ جو ایک ہزار سوار لائے تھے ان میں سے دوسو شہر حلب کے روساء اور حضرت یوقنا کے رشتہ دار تھے۔ جنہوں نے حضرت یوقنا کی متابعت کرتے

ہوئے دین نصرانی ترک کر کے دین اسلام قبول کیا تھا اور قبول اسلام کے بعد اپنے اہل وعیال کو حلب میں چھوڑ کر اعلاء کلمۃ الحق کی خدمت انجام دینے لشکر اسلام میں شامل ہوکر حضرت فضل بن عباس کے ساتھ آئے تھے۔ مجاہدوں نے دیکھا کہ حضرت فضل بن عباس تشریف لائے ہیں تو انھوں نے نعرۂ تکبیر سے ان کا خیر مقدم کیا اور قلعہ میں لایا۔ حضرت مالک اشتر نے حضرت فضل بن عباس کو مرحبا کہا اور پھر قلعہ حلب میں جو واردات پیش آئی اس کی از اوّل تا آخر تفصیل بیان کی اور اس بوڑھے راہب کا بھی تعارف کرایا۔ پھر حضرت مالک اشتر نے اس بوڑھے راہب سے فرمایا کہ اب جو کچھ بھی سوال کرنا ہے وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے حضرت فضل بن عباس سے کرو۔ بوڑھے راہب نے تخلیق کائنات وغیرہ کے تعلق سے چند سوالات پوچھے جن کا حضرت فضل بن عباس نے ایسا تسلی بخش اور مدلل جواب دیا کہ سن کر بوڑھے راہب نے کہا:

" اَشْهَدُ اَنَّ هٰذا الْعِلْمَ الَّذِیْ اسْتَاثُوابِهِ الانْبِیَاءُ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ "

ترجمہ :-" میں گواہی دیتا ہوں اس امر کی کہ یہ وہ علم ہے جس کی انبیاء کرام نے خبر دی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ بیشک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

(حوالہ:- فتوح الشام، از:- علامہ واقدی، ص: ۳۳۸)

بوڑھے راہب نے علی الاعلان کلمہ شہادت پڑھا اس کا اہل اعزاز پر بہت اثر ہوا اور چند متعصب رومیوں کو چھوڑ کر اکثر لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ پھر حضرت مالک اشتر نخعی اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے لشکر کے ہمراہ حلب کی طرف روانہ ہوئے لیکن حضرت یوقنا نے حضرت فضل بن عباس کے لشکر میں آئے ہوئے دوسو (۲۰۰) روساء حلب کو

اپنے ساتھ روک لیا اور حضرت فضل بن عباس سے کہا کہ میں اب حلب واپس نہیں آؤں گا۔ کیونکہ میں اس وقت تک مسلمان بھائیوں کو منہ نہیں دکھاؤں گا جب تک میں کوئی عظیم کارنامہ انجام نہ دوں میں نے اب انطاکیہ کا ارادہ کیا ہے۔

✪ اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات

(۱)ارکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵)بصریٰ (۶) بیت لہیا
(۷)اجنادین (۸) دمشق (۹)حصن ابی القدس (۱۰) جوسیہ (۱۱)حمص
(۱۲)شیرز (۱۳)رستن (۱۴)حمات (۱۵)قنسرین (۱۶) بعلبک
(۱۷)یرموک (۱۸)بیت المقدس (۱۹)حلب (۲۰)اعزاز

فتحِ انطاکیہ

حضرت یوقنا عبداللہ قلعۂ اعزاز سے اپنے ساتھ حلب کے دوسو(۲۰۰) نومسلم روساء مجاہدوں کو لے کر انطاکیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد انھوں نے اپنے ساتھ صرف چار آدمیوں کو لیا اور ''حارم'' کے راستہ پر انطاکیہ کی طرف آگے بڑھے اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم ''عم'' اور ''ارتاح'' کے راستہ سے آگے بڑھو اور اب ہم سب انطاکیہ میں جمع ہوں گے۔ اگر راہ میں تم کو ہرقل بادشاہ کا لشکر ملے یا راہ میں متعین محافظ ملیں اور تم سے پوچھیں کہ تم کون ہو؟ تو جواب میں یہ کہنا کہ ہم حلب کے باشندے ہیں اور عربوں سے جان بچا کر بھاگے ہیں اور انطاکیہ میں پناہ گزیں ہونے جارہے ہیں۔ پھر حضرت یوقنا اپنے ساتھیوں کو سفر کے تعلق سے ضروری ہدایت اور تنبیہ کر کے احتیاط برتنے کی تاکید کر کے جدا ہوئے اور ''دیر سمعان'' نامی مقام پر پہنچے۔ وہاں سے بڑھ کر ''بحر اسود'' کے قریب پہنچے تو وہاں ہرقل بادشاہ کے لشکر کے لوگ جو راہوں کی حفاظت پر مامور تھے وہ ملے۔ ان محافظوں نے حضرت یوقنا کو روکا، کہاں سے آئے ہو؟ کہاں جارہے ہو؟ اور کیوں جارہے ہو؟ وغیرہ سوالات پوچھے۔ حضرت یوقنا نے فرمایا کہ میں حلب کا سابق حاکم یوقنا ہوں۔ عربوں نے حلب کے قلعہ پر قبضہ کرلیا ہے اور میں اپنی جان بچا کر بھاگا ہوں اور ہرقل بادشاہ کے پاس انطاکیہ جارہا ہوں۔ ان محافظوں کے گروہ کا سردار ''بطریس'' نام کا گبر تھا۔ وہ یوقنا کے نام اور شہرت سے واقف تھا لہذا وہ حضرت یوقنا کے ساتھ بہت ہی محبت سے پیش آیا اور اپنے چند محافظوں کو حضرت یوقنا کے ہمراہ بھیجا تا کہ وہ حضرت یوقنا کو سلامتی سے راستہ طے کرادیں۔

⊙ حضرت یوقنا کی انطاکیہ میں ہرقل بادشاہ سے ملاقات

حضرت یوقنا محافظوں کی نگرانی میں خیر وعافیت سے انطاکیہ پہنچے اور ہرقل بادشاہ کے پاس گئے۔ جب ہرقل بادشاہ کو پتہ چلا کہ یوقنا آئے ہوئے ہیں تو وہ غصہ میں لال ہوگیا۔

حضرت یوقنا کو اپنے پاس بلایا اور سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ تم وہی یوقنا حاکم حلب ہو جو اپنے دین سے منحرف ہو کر عربوں کے دین میں داخل ہوا ہے؟ حضرت یوقنا نے جواب دیا کہ آپ نے ٹھیک سنا ہے لیکن یہ سب میں نے خود کو اور اپنے اہل وعیال کو بچانے کے لئے عربوں سے مکروفریب کیا تھا۔ عربوں نے ہم پر جو مظالم ڈھائے تھے وہ ناقابل برداشت تھے۔ لہذا مجبور ہو کر اپنی جان بچانے کے لئے مسلمان ہونے کا مکروفریب کیا تھا لیکن انتقام کی آگ تو میرے دل میں حسب سابق شعلہ زن تھی بلکہ مزید بڑھ گئی تھی۔ حلب کے مظالم کا بدلہ لینے کے لئے میں عربوں کو دھوکہ دے کر قلعہ اعزاز فتح کرنے کی لالچ دے کر ان کے ایک ہزار سواروں کو اعزاز لے گیا تھا تاکہ مکروفریب سے ان کے سپاہیوں کو مار ڈالوں اور شہسواروں کو قید کر کے آپ کی خدمت میں انطاکیہ بھیج دوں اور آپ ان کو پھانسی دے کر عبرتناک سزا کی مثال قائم کریں لیکن افسوس کہ اعزاز کے حاکم دادریس نے اپنے جاسوسوں کی جھوٹی اطلاع پر مجھ کو قید کر لیا۔ میں نے اس کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن اس نے میری ایک نہ سنی اور عربوں سے حلب کے مظالم کا بدلہ لینے کی میری حسرت دل ہی دل میں دب کر رہ گئی۔

حاکم دادریس کے انتظامی امور کے کھوکھلا پن کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ مجھ جیسے مخلص شخص کو شک وشبہ کی بنا پر قید میں ڈالا اور اپنے گھر کے بھیدی سے بے خبر اور غافل رہا۔ اس کا بیٹا لوقا عربوں سے مل گیا تھا۔ اس امر سے وہ انجان رہا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بیٹے لوقا نے ہی اسے قتل کر ڈالا اور قلعہ کا دروازہ کھول کر عربوں کو شہر میں داخل کر لیا۔ شہر میں داخل ہوتے ہی عربوں نے شمشیر زنی اور نیزہ بازی کا بازار گرم کر کے ہنگامہ برپا کر دیا۔ اس ہنگامہ کا فائدہ اُٹھا کر میں اپنے چار ساتھیوں کے ہمراہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ اور آپ کے پاس آیا ہوں۔ اگر میرے مَن میں میل ہوتا اور میں مرتکب جرم ہوتا تو آپ کے پاس کیوں آتا؟ کیا ایسا سنگین جرم کرنے کے بعد آپ کے پاس، سامنے سے چل کر آنے کی کوئی ہمت کر سکتا ہے؟ کیا کوئی مجرم اپنی گردن کٹانے بذات خود آئے گا؟ اگر مجھ کو اپنے دین سے محبت نہ ہوتی تو کیا میں حقیقی بھائی کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتا؟ کیا ایک سال کی طویل مدت تک عربوں کے محاصرہ

کے سامنے ٹکر لیتا؟

حضرت یوقنا نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اے بادشاہ! لوگوں نے میرے خلاف آپ کے کان بھرے ہیں لیکن آپ نے حاکم اعزاز دادریس کا طریقہ نہیں اپنایا بلکہ خلوص دل سے اپنے غصہ کا اظہار فرمایا اور مجھے صفائی کا موقع دیا اور غلط فہمی کا ازالہ کرنے کی راہ ہموار کی۔ یہ آپ کا بڑکپن ہے کہ آپ نے دل میں زہر نہیں رکھا اور میرے متعلق جو سنا تھا وہ ارشاد فرما دیا۔ حضرت یوقنا کی اس گفتگو نے ہرقل بادشاہ پر بہت اچھا اثر ڈالا علاوہ ازیں بادشاہ کے پاس موجود بطارقہ اور ملوکِ شام نے حضرت یوقنا کی تائید اور صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ یوقنا اپنے قول وفعل میں سچے ہیں اور ہمارے دین کے ساتھ اخلاص وراستی اور جذبۂ ایثار وقربانی میں ان کا مثل دوسرا شخص پورے ملک شام میں ڈھونڈھے نہ ملے گا۔ اب حضرت یوقنا کا حوصلہ بڑھا اور ہرقل بادشاہ کو مزید مسخر کرنے کی غرض سے کہا کہ اے بادشاہ! عنقریب آپ دیکھیں گے کہ میں اپنا کام اور کوشش ظاہر کر کے مسلمانوں کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔ میں وہ کام انجام دوں گا کہ آپ تعجب کریں گے۔ یہ جملے حضرت یوقنا نے ذومعنی کہے تھے۔ حضرت یوقنا کی بات سن کر ہرقل بادشاہ خوش ہو گیا اور اس نے حضرت یوقنا کو شاہی لباس اور تاج پہنا کر خلعت دی اور بے حد تعظیم وتکریم کی اور اپنے قریب بٹھایا۔ ہرقل نے حضرت یوقنا کو خوش کرنے کی غرض سے کہا کہ اگر عربوں نے تم سے حلب چھین لیا ہے تو کیا ہوا؟ حلب کا افسوس کر کے اپنا دل چھوٹا مت کرو۔ میں تم کو انطاکیہ کے مضافات کا علاقہ، سکندر اور دستق کا والی اور حاکم بنا کر حلب کا نعم البدل دوں گا۔ حضرت یوقنا نے ہرقل بادشاہ کا شکریہ ادا کیا۔

⊙ حضرت یوقنا کے دوسو ساتھی کی انطاکیہ آمد

پھر ہرقل بادشاہ حضرت یوقنا سے مصروف گفتگو ہوا اور اسلامی لشکر سے نبرد آزما ہونے اور ملک شام کے تحفظ کے سلسلہ میں رائے زنی کرتا رہا۔ یہ دونوں مصروف کلام تھے کہ انطاکیہ شہر کی سرحد پر واقع لوہے کے پل کا محافظ ہرقل بادشاہ کے پاس آیا اور اطلاع دی کہ

8

عربوں سے بھاگ کر حلب شہر کے تقریباً دوسو (۲۰۰) آدمی پناہ گزیں ہونے کے قصد سے آئے ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کو لوہے کے پل پر روک رکھا ہے اور آپ کو اطلاع دینے آیا ہوں لہذا ان کے متعلق کیا حکم شاہی ہے؟ ہرقل بادشاہ نے حضرت یوقنا سے کہا کہ آپ شاہی دربار سے چند مصاحب کو اپنے ہمراہ لے کر لوہے کے پل پر جاؤ اور تحقیق کرو کہ معاملہ کیا ہے اور وہ لوگ حلب کے باشندے ہوں گے تو آپ ان کو ضرور پہچانتے ہوں گے۔ اگر وہ آنے والے مظلوم اور مصیبت زدہ معلوم ہوں تو ان کو شہر میں لے آؤ اور اگر معاملہ برعکس ہے تو مجھے اطلاع کرو، پھر میں جو مناسب ہوگا وہ حکم دوں گا۔

حضرت یوقنا نے ہرقل کے دربار سے چند مصاحب اپنے ساتھ لیا اور لوہے کے پل پر آئے جہاں پل کے محافظوں نے دوسو (۲۰۰) آدمیوں کو شہر میں داخل ہونے سے روک رکھا تھا۔ دراصل وہ تمام حضرت یوقنا کے ساتھی تھے جو حضرت فضل بن عباس کے لشکر کے ساتھ حلب سے اعزاز آئے تھے اور اعزاز سے ان کو ساتھ لے کر حضرت یوقنا بجانب انطاکیہ روانہ ہوئے تھے اور اثنائے راہ ان سے الگ ہوکر دوسرے راستہ سے انطاکیہ آئے تھے۔ حضرت یوقنا نے انجان بن کر ان کے احوال پوچھے، سب کے نام، پتہ اور دیگر شناخت پوچھی اور یہاں آنے کا سبب دریافت کیا۔ انھوں نے اپنے نام پتے بتائے اور حلب پر عربوں نے قبضہ کرلیا ہے اور ہمارا سب کچھ لوٹ لیا۔ ہم بے گھر و بے سامان ہوگئے ہیں اور ہم وہاں سے جان بچا کر بھاگے ہیں اور یہاں پناہ و آسرا ڈھونڈھنے کی غرض سے آئے ہیں۔ تھوڑی دیر تک حضرت یوقنا نے ان سے متفرق معاملات کے متعلق پوچھ گچھ کی اور پھر اپنے ساتھ آئے ہوئے مصاحبوں سے کہا کہ یہ لوگ واقعی حلب کے باشندے ہیں اور مصیبت زدہ ہیں۔ پھر ان دوسو (۲۰۰) آدمیوں کو لے کر حضرت یوقنا ہرقل بادشاہ کے پاس آئے اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ ہرقل بہت خوش ہوا اور اس نے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے محل کے سامنے ایک وسیع حویلی میں ان کو حضرت یوقنا کے ساتھ ٹھہرایا۔ اس طرح حضرت یوقنا اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسلام کے دشمن اعظم کے محل کے سامنے ہی قیام پذیر ہوگئے اور اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرتے تھے کہ انطاکیہ کو فتح کرنے کا آسان طریقہ کیا

تجویز کرنا چاہئے۔

⊙ ہرقل کی بیٹی زیتون کی حضرت یوقنا کے ساتھ مرعش سے واپسی

ہرقل بادشاہ کی سب سے چھوٹی بیٹی کا نام ''زیتون'' تھا۔ ہرقل نے زیتون کی شادی ''مرعش'' کے حاکم ''نسطورس'' کے ساتھ کی تھی۔ نسطورس لڑائی کے فن کا ماہر اور دلیر جنگجو تھا۔ اس کی شجاعت کی وجہ سے لوگ اس کو ''سیف الصرابۃ'' کہتے تھے۔ نسطورس یرموک کی لڑائی میں ہرقل بادشاہ کے لشکر میں موجود تھا اور جنگ یرموک کے بارہویں دن وہ حضرت خالد بن ولید کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ نسطورس کی موت کے بعد اس کی بیوی زیتون نے اپنے باپ ہرقل کو خبر بھیجی کہ مجھ کو ''مرعش'' میں عربوں کا بہت خوف محسوس ہوتا ہے لہذا ایک لشکر بھیج کر مجھ کو اپنے پاس انطاکیہ بلالو۔

جب ہرقل کے پاس اس کی بیٹی کا پیغام پہنچا تو ہرقل نے حضرت یوقنا کو بلایا اور صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ میری نگاہ میں تم سے بڑھ کر بھروسہ مند دوسرا کوئی شخص نہیں۔ اپنی لخت جگر کو مرعش سے خیر و عافیت کے ساتھ یہاں لے آنے کی ذمہ داری تمہارے سوا کسی کو نہیں سونپ سکتا اور مجھ کو تم پر اعتماد کامل ہے کہ میرا کام تم بخوبی انجام دوگے۔ حضرت یوقنا نے فرمایا کہ آپ نے مجھ کو اس قابل سمجھا یہ میری خوش قسمتی ہے۔ میں آپ کا یہ حکم ضرور بجالاؤں گا۔ ہرقل نے حضرت یوقنا کو دو ہزار کا لشکر دیا اور اپنی بیٹی زیتون کو لینے ''مرعش'' نامی مقام پر بھیجا۔ حضرت یوقنا دو ہزار کا رومی لشکر لے کر مرعش گئے اور زیتون کو ساتھ لے کر انطاکیہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن واپسی میں انھوں نے جانے والے راستہ کے بجائے بڑی شاہراہ اختیار کی اور اس راستہ سے آنے کا ان کا یہ مقصد تھا کہ اثنائے راہ اسلامی لشکر کا کوئی جاسوس یا کوئی معاہدی مل جائے تو حضرت ابوعبیدہ کو اطلاع کردوں کہ میں انطاکیہ پہنچ گیا نیز میں نے ہرقل بادشاہ کا اعتماد حاصل کرلیا ہے اور آپ انطاکیہ کی طرف کوچ کرنے کا قصد کریں۔ انشاء اللہ انطاکیہ عنقریب فتح ہوجائے گا۔

حضرت یوقنا مرعش سے واپس انطاکیہ آتے ہوئے جب ''مرج الدیباج'' نامی مقام پر

پہنچے تو لشکر کے آگے چلنے والا گروہ (طلیعہ) بجلی کی سرعت سے واپس آیا اور حضرت یوقنا کو اطلاع دی کہ قریب میں عربوں کا ایک چھوٹا لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ یہ خبر سن کر حضرت یوقنا کی خوشی کی انتہا نہ رہی لیکن انھوں نے اپنی خوشی کے آثار چہرہ پر نمودار نہیں ہونے دیا بلکہ اپنے ساتھ کے رومی لشکر کو ہوشیار رہنے اور احتیاط برتنے کی تاکید کی اور یہ تنبیہ فرمائی کہ اگر دشمن سے مقابلہ ہو تو یہ کوشش کرنا کہ ان کو زندہ قید کرلو تا کہ ان قیدیوں کو ہرقل بادشاہ کی خدمت میں پیش کر کے بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرلیں، علاوہ ازیں ہرقل بادشاہ عنقریب عربوں سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس جنگ میں اگر ہمارا کوئی قیدی عربوں کے ہاتھوں سے چھڑانا ہوگا تو یہ عرب قیدی کے عوض میں ہم اپنے قیدی کو چھڑا سکیں گے۔ یہ حکم نافذ کر کے حضرت یوقنا نے اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو شہید ہونے سے بچانے کی ترکیب تجویز کی تھی۔ پھر حضرت یوقنا رومی لشکر کو لے کر اس مقام کی طرف آگے بڑھے جہاں عربوں کا لشکر مقیم تھا۔ حضرت یوقنا کا لشکر قریب آتے ہی وہ لشکر عرب چوکنا اور ہوشیار ہوگیا اور مقابلہ کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا اور لشکر کے سپاہیوں نے صلیبیں بلند کیں۔ صلیبیں دیکھ کر حضرت یوقنا سمجھ گئے کہ یہ لشکر عربوں کا ضرور ہے لیکن مسلمان عربوں کا نہیں بلکہ نصرانی عربوں کا ہے۔ ان نصرانی عربوں نے دیکھا کہ قریب آنے والے لشکر میں بھی صلیبیں بلند ہیں تو وہ بھی مطمئن ہوگئے کہ یہ لشکر ہمارے کسی دشمن کا نہیں بلکہ رومی لشکر ہے۔ دونوں لشکر قریب ہوئے اور ایک دوسرے سے ملے۔ عربوں کے لشکر کے سردار نے پکار کر کہا کہ ہم صلیب کے پرستار اور تابع ہیں، تم کون ہو؟

حضرت یوقنا نے جواب دیا کہ ہم ہرقل بادشاہ کے لشکری ہیں۔ لہٰذا دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو سلام کیا اور گرم جوشی سے ملاقات کی اور ایک دوسرے کی نہایت تعظیم کرتے ہوئے مرحبا اور خوش آمدید کہا اور خیریت پوچھی۔ حضرت یوقنا نے فرمایا کہ میں ہرقل بادشاہ کی دختر زیتون کو مرعش لینے گیا تھا اور اب انطاکیہ واپس جا رہا ہوں۔ عرب متنصرہ کے لشکر کا سردار جبلہ بن ایہم غسانی کا بیٹا ''ابہم بن جبلہ'' تھا۔ ابہم بن جبلہ نے کہا کہ میں ''اَدَرْغَمَۃ'' نامی مقام سے غلّہ لے کر ہرقل بادشاہ کے پاس انطاکیہ جا رہا ہوں۔ راہ میں ''مرج وابق'' نامی مقام پر ہم

کو مسلمانوں کا ایک چھوٹا گروہ مل گیا اور اس سے ہماری مڈبھیڑ ہوگئی۔ اس چھوٹے گروہ کے ساتھ ہماری لڑائی کا یہ عالم تھا کہ ہم ان کا ایک آدمی مار ڈالتے تو جواب میں وہ ہمارے لشکر کے تین چار آمیوں کو قتل کر ڈالتے۔ لیکن ان کی تعداد ہمارے مقابلہ میں بہت کم تھی لہٰذا ہم غالب آئے۔ ان کے کچھ آدمیوں کو ہم نے مار ڈالا، کچھ کو قید کرلیا ہے اور کچھ بھاگ گئے۔ پھر اس نے حضرت یوقنا کو مسلمان قیدیوں کو دکھایا۔ حضرت یوقنا نے دیکھا کہ اسلامی لشکر کے دو سو مجاہد مشکیں بندھی ہوئی حالت میں قید ہیں اور ان قیدیوں میں حضرت ضرار بن ازور صحابیٔ رسول بھی ہیں۔ حضرت یوقنا کو بہت ہی رنج اور صدمہ ہوا لیکن انھوں نے کڑوا گھونٹ پیتے ہوئے اپنے رنج کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اور مسلمان قیدیوں کی جان بخشی کی ترکیب سوچنے لگے۔ بظاہر انھوں نے ابہم بن جبلہ کے کام کی تعریف کی اور دو سو مسلمانوں کو قید کرنے کی مبارکبادی دی۔ پھر دونوں لشکر ساتھ میں انطاکیہ کی جانب روانہ ہوئے۔ دونوں لشکر کے سپاہیوں کے قدم انطاکیہ کی طرف آگے بڑھ رہے تھے لیکن حضرت یوقنا کا دماغ اسلامی لشکر کے مجاہدوں کی رہائی کی سبیل نکالنے میں مشغول تھا۔

حضرت ضرار کی گرفتاری

قلعۂ اعزاز کی فتح کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے حضرت ضرار بن الازور کو تقریباً تین سو سواروں پر سردار مقرر کر کے مرج وابق کے علاقہ کی طرف بھیجا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ وہاں کے علاقہ کو تاخت و تاراج کریں۔ حضرت ضرار بن ازور کے ساتھیوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ حضرت ضرار کے گروہ کے ساتھ ایک رومی معاہدی راستہ بتانے کے لئے گیا ہوا تھا۔ حضرت ضرار کے گروہ نے ''مرج وابق'' پہنچ کر توقف کیا اور رات وہاں بسر کر کے دوسرے دن صبح روانہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ لہٰذا رات کے وقت تمام مجاہدین سفر کی کلفت دُور کرنے کی غرض سے استراحت کر رہے تھے کہ اچانک ابہم بن جبلہ غسانی سوئے ہوئے مجاہدوں پر آپڑا۔ ابہم بن جبلہ کے سپاہیوں نے کئی مجاہدوں کو نیند کی حالت میں گھوڑے کی ٹاپوں سے روند ڈالا اور کئی مجاہدوں پر

تلواروں کی شدید ضربیں لگائیں۔ایک عجیب شوروغل بلند ہوا۔جس کو سن کر حضرت ضرار بیدار
ہوگئے جست لگا کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اوران کے ساتھ ایک سو مجاہد بھی مسلح ہوکر سوار
ہوگئے اور ابہم بن جبلہ غسانی کے حملہ کا دفاع شروع کیا۔حضرت ضرار نے اپنے ساتھیوں کو
پکار کر کہا کہ اے مردان عرب! ہمارے دشمن متنصرہ عرب ہیں اور ناگاہ ہم پر آپڑے ہیں۔تم
ان کا مقابلہ کرنے میں بزدلی مت کرو کیونکہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ " اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ" یعنی ''جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔''
حضرت ضرار کے کلام نے مجاہدوں میں ایک جوش پیدا کر دیا اور مجاہدوں نے دلیری سے
نصرانیوں کا مقابلہ کیا۔حضرت ضرار بن ازور شیر کی طرح گرجتے تھے اور دشمنوں کو اپنی تلوار سے
خاک وخون میں ملاتے ۔کسی کو بھی ان کے قریب جانے کی ہمت نہیں ہوتی ۔حضرت ضرار
پورے جوش وخروش سے مقابلہ کررہے تھے کہ اچانک حضرت ضرار کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی
اور گھوڑا حضرت ضرار کو لے کر منھ کے بل گرا۔حضرت ضرار اُٹھ کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر
رکاب میں پاؤں اُلجھ گیا اور گھوڑے کے جسم کے نیچے دب گیا تھا۔حضرت ضرار اپنا پاؤں نکالنے
کے لئے طاقت آزمارہے تھے کہ آٹھ دس نصرانی عرب ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو دبوچ لیا اور
قید کرلیا۔حضرت ضرار کے گرفتار ہوتے ہی مجاہدوں کے حوصلے پست ہوگئے اور نوبت یہ ہوئی
کہ دوسو مجاہد گرفتار ہوئے اور کچھ مجاہد زندہ بچ کر بھاگ نکلے۔

حضرت سفینہ کو شیر کی مدد

حضرت ضرار بن ازور اور ان کے ساتھ دوسو مجاہدوں کو قید ہوتا دیکھ کر حضرت سفینہ
(حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام) دشمنوں کی نظروں سے بچ کر بھاگے۔ان کو
بھاگتے ہوئے کسی نے بھی نہیں دیکھا لہذا وہ دشمن کے تعاقب سے مامون ہوکر بے تحاشا
بھاگ رہے تھے تاکہ جلد از جلد وہ حلب پہنچ جائیں اور مجاہدوں کی گرفتاری کے حادثہ کی خبر پہنچا
دیں۔جلدی حلب پہنچنے کے ارادہ سے انھوں نے شاہراہ چھوڑ کر جنگل سے گزرنے والا درمیانی
راستہ اختیار کیا۔حضرت سفینہ جنگل میں راستہ بھول گئے لیکن پھر بھی بغیر توقف مسلسل بھاگ

رہے تھے کہ اچانک ان کے سامنے ایک بڑا شیر آ کر کھڑا ہوگیا۔شیر کو دیکھتے ہی حضرت سفینہ
رُک گئے ۔بیابان جنگل، نہ کوئی ساتھی نہ کوئی راہی، نہ کوئی مونس نہ کوئی مددگار۔اکیلی جان، تن
تنہا، جنگ کی مشقت برداشت کرنے کے بعد مسلسل راہ طے کرنے کی وجہ سے جسم تھک کر
چور، سامنے موت اپنا جبڑا پھاڑ کر کھڑی، گھڑی دو گھڑی میں لقمۂ اَجل بن جانے کا اندیشہ ہے۔
اب کیا ہوگا اور کیا کروں؟ اس کشمکش میں حضرت سفینہ نے شیر کی جانب دیکھا تو شیر ان پر
نگاہیں جما کر گھور گھور کر دیکھ رہا ہے اور ایسا لگ رہا تھا کہ ایک ہی جست میں وہ اُن پر آپڑے گا
اور انھیں پھاڑ کر رکھ دے گا۔ایسے مایوسی اور نا اُمیدی کے عالم میں حضرت سفینہ کو ایک ہی
سہارا نظر آیا۔کونین کے مالک ومختار، مصیبت زدوں کی مصیبت دُور فرمانے والے پیارے آقا
ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی طرف رجوع کیا اور شیر کو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی دہائی دی۔پھر کیا ہوا؟

امام ارباب سیر وتواریخ علامہ محمد بن عمرو واقدی فرماتے ہیں:

''سفینہ غلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہ ضرار بن الازور کے ساتھ
موجود تھے جس وقت وہ قید کیے گئے تھے۔پس جب رات ہوئی چلے اور بھاگے
سفینہ بامید پہونچنے کے پاس ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔پس
سامنے آیا ان کے ایک بڑا شیر اثنائے راہ میں پس کہا انھوں نے "يَا اَبَا
الْحَارِثُ! اَنَا مولى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ"
ترجمہ:- ''اے ابوالحارث! (یعنی اے شیر) میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا غلام ہوں'' اور یہ میرا حال ہے۔پس متوجہ ہوا شیر در آں حالیکہ ہلاتا تھا
وہ اپنی دُم کو یہاں تک کہ کھڑا ہوا سفینہ کے پہلو میں اور ڈکارا اس نے۔سفینہ
نے بیان کیا ہے کہ چلا میں اور شیر میرے پہلو میں تھا تا آنکہ آیا میں اپنی صلح کی
جگہ میں پھر چھوڑا اس نے مجھ کو اور چلا گیا۔''

(حوالہ:-فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص:۳۴۴)

ناظرین غور فرمائیں! حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابیٔ رسول ہیں۔حضور اقدس

کے صحبت یافتہ ہیں۔ عرصۂ دراز تک خدمت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں رات دن حاضر رہنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے لاکھوں احادیث و مسائل سماعت کیے ہیں۔ شرک، کفر، حلال، حرام، جائز، ناجائز، اور دیگر احکام کی تعلیم بارگاہ رسالت مآب سے حاصل کی ہے۔ وہ حضرت سفینہ نے مصیبت کے وقت اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دہائی دی اور وہ بھی کسی انسان کو نہیں بلکہ انسان کو پھاڑ کھانے والے شیر ببر کو دی۔ حضرت سفینہ کا اعتقاد کتنا پختہ تھا؟ کیسا یقین کامل تھا؟ جنگل کے شیر جو انسان کی بولی نہ جانے، نہ سمجھے، لیکن اس کے باوجود حضرت سفینہ شیر کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے شیر! میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ حضرت سفینہ کا اعتقاد تھا کہ یہ شیر اگرچہ انسانوں کی لغت نہیں جانتا لیکن تمام کائنات کے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ضرور جانتا ہے، صرف جانتا ہی نہیں بلکہ مانتا بھی ہے۔ اگر اس کو میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دہائی دوں گا تو یقیناً وہ مجھ کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔ اور ہوا بھی ایسا ہی۔ حضرت سفینہ کی زبان سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دہائی سن کر خونخوار شیر بکری بن گیا اور اپنی دُم ہلانے لگا۔ گویا وہ زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ اے سفینہ! جس بارگاہ رسالت مآب کے تم غلام ہو، اسی ذات والا صفات کے وجود کے صدقے میرا وجود ہے۔ میری کیا مجال کہ اس بارگاہ کے غلام کو تکلیف پہنچاؤں بلکہ تمہاری خدمت انجام دینا میری سعادت ہے۔ چلو میں تمہارا راہبر اور نگہبان بن کر ساتھ چلتا ہوں اور تم کو جہاں جانا ہے وہاں تک پہنچا دیتا ہوں چنانچہ وہ شیر حضرت سفینہ کے ساتھ بحیثیت راہبر حلب تک گیا:

اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

لیکن، افسوس!

دورِ حاضر کے منافقین کا عقیدہ یہ ہے:

✪ امام المنافقین مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ:

''شرک کی مختلف شکلیں:-

''اکثر لوگ پیروں کو اور پیغمبروں، اماموں اور شہیدوں کو اور فرشتوں اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برآری کے لئے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں اور بلا کے ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کی ان کی طرف نسبت کرتے ہیں، کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے، کوئی علی بخش، کوئی نبی بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین اور ان کے جینے کے لئے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام کا جانور کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت دُہائی دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے۔''

(حوالہ:- تقویت الایمان، مصنف: مولوی اسمٰعیل دہلوی، ناشر: دار السّلفیہ، بمبئی، ص:۱۶)

تقویت الایمان کی مندرجہ بالا عبارت شرک کے فتوے کا ایٹم بم ہی ہے کہ قلم کے ایک جھٹکے سے ملت اسلامیہ کے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کو مشرک کہہ دیا۔ اس ایک عبارت کی تردید میں مدلل دلائل پر مشتمل ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے لیکن یہاں ہم اس عبارت سے صرف نظر کرتے ہوئے اس عبارت کے جملہ ''کوئی مشکل کے وقت دہائی دیتا ہے'' کی طرف توجہ کرنے کی قارئین کرام سے التماس کرتے ہیں کہ امام المنافقین نے تقویت الایمان میں مشکل کے وقت کسی کی دہائی دینے کو شرک لکھا ہے لیکن صحابیِ رسول حضرت سفینہ نے شیر کے حملہ سے محفوظ رہنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دہائی دی۔ اگر حضور اقدس کی دہائی دینا شرک ہوتا تو کیا حضرت سفینہ دہائی دیتے؟ اگر بقول مولوی اسمٰعیل دہلوی دہائی دینا شرک ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دہائی دینے والے صحابیِ رسول حضرت سفینہ پر کیا حکم نافذ ہوگا؟ ناظرین فیصلہ کریں۔

القصہ! حضرت سفینہ شیر کے ہمراہ مسافت طے کر کے جب حلب کے قریب محفوظ مقام پر پہنچ گئے تو وہ شیر واپس لوٹ گیا۔ پھر حضرت سفینہ اسلامی لشکر میں آئے اور حضرت ابوعبیدہ کو حضرت ضرار بن ازور اور دوسو مجاہدوں کی گرفتاری کی خبر دی اور ابہم بن جبلہ غسانی کے ناگہانی حملہ کی تفصیل سنائی۔ اس سانحہ کی خبر اسلامی لشکر میں پھیلی تو تمام مجاہدین مغموم ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد بن ولید بہت روئے۔ حضرت ضرار کی بہن حضرت خولہ بنت ازور اور حضرت صابر بن اوس کی والدہ حضرت مزروعہ بنت عملوق حمیریہ بھی بہت روئیں لیکن کسی نے بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

حضرت ضرار اور ان کے ساتھیوں کی ہرقل کے سامنے پیشی

حضرت یوقنا ''مرج وابق'' سے ابہم بن جبلہ غسانی کے لشکر کے ہمراہ حضرت ضرار بن ازور اور دوسو مجاہد قیدیوں کو لے کر انطاکیہ کی جانب روانہ ہوئے۔ حضرت یوقنا راستہ بھر مجاہدوں کی جان بچانے کی فکر کرتے رہے اور اس کی ترکیب سوچتے رہے۔ جب ان کا لشکر انطاکیہ سے تھوڑے فاصلہ پر تھا تو حضرت یوقنا نے ایک شخص کو ہرقل بادشاہ کے پاس پیشگی بھیج دیا اور ہرقل کی بیٹی زیتون کی آمد اور ساتھ میں اسلامی لشکر کے دوسو مجاہدوں کو قید کر لانے کی اطلاع بھیج دی۔ حضرت یوقنا کی بھیجی ہوئی خبر سن کر ہرقل بادشاہ خوشی میں جھوم اُٹھا اور اس نے شہر کے تمام کنیسہ کو عمدہ فرش اور روشنی سے آراستہ کرنے کا حکم دیا۔ غرباء و مساکین کو دل کھول کر خیرات تقسیم کی اور ارباب سلطنت کو خلعتیں دیں اور لشکر کو حکم دیا کہ زیتون اور یوقنا کا شاندار استقبال کیا جائے۔ ہرقل نے اپنے بھتیجے ''فورین'' کو بھی لشکر کے ساتھ استقبالیہ رسم کی ادائیگی کے لئے بھیجا۔ پورے انطاکیہ میں ہرقل کی بیٹی کی آمد کی خبر پھیل چکی تھی اور اہل انطاکیہ عمدہ اور فاخرہ لباس سے مزین ہو کر استقبال کے لئے کھڑے تھے اور ایک جشن کا ماحول انطاکیہ شہر میں قائم ہو گیا تھا۔ جب حضرت یوقنا کا لشکر انطاکیہ شہر میں داخل ہوا تو ہرقل کے لشکر نے بادشاہ کی دختر کے احترام میں سواری سے اُتر کر پاپیادہ ہو کر اس کی تعظیم کی اور خیر مقدم کیا۔ انطاکیہ کے باشندوں نے ناقوس بجا کر، صلیبیں بلند کر کے اور کلمۂ کفر بلند کر کے استقبال کیا اور جلوس کی

شکل میں زیتون کو ہرقل کے محل کی طرف لے کر چلے۔ اسلامی لشکر کے دوسو مجاہد بھی بحالت قید مشکیں بندھے ہوئے ساتھ میں تھے۔ اہل شہر ان مجاہدوں کو گالیاں دیتے اور ان کی تحقیر و تذلیل کرتے۔ بالآخر یہ جلوس ہرقل بادشاہ کے محل تک پہنچا۔ زیتون اپنے باپ سے گرمجوشی سے ملی پھر ہرقل نے حضرت یوقنا اور ابہم بن جبلہ غسانی اور روسائے شہر کو اپنے دربار میں بلایا اور تمام کیفیت پوچھی۔ حضرت یوقنا نے تمام تفصیل کہہ سنائی۔ پھر ہرقل بادشاہ نے اسلام کے لشکر کے مجاہد قیدیوں کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ حضرت ضرار اور ان کے ساتھیوں کو ہرقل بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔

جب حضرت ضرار اور ان کے ساتھیوں کو ہرقل بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو بادشاہ کے مصاحبوں نے پکار کر مجاہدوں سے کہا کہ بادشاہ کی تعظیم بجالاؤ اور اس کے سامنے سجدہ کرو۔ لیکن کسی بھی مجاہد نے اس کی بات کی طرف التفات نہیں کیا، گویا انھوں نے کچھ سنا ہی نہیں، اور اسی طرح کھڑے رہے تب مصاحبوں کے سردار نے کہا کہ ہم تم کو بلند آواز سے پکار کر کہتے ہیں کہ بادشاہ کو تعظیم کا سجدہ کرو لیکن تم ہمارے کہنے پر کان نہیں دھرتے؟ حضرت ضرار نے فرمایا کہ ہم خدا کے سوا کسی بھی مخلوق کو سجدہ نہیں کرتے۔ کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر خدا کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر ہرقل نے تمام مجاہدوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں تم سے تمہارے دین کے متعلق کچھ سوال پوچھنا چاہتا ہوں لہذا تم میں سے کون شخص میرے سوالوں کے جواب دے گا؟ تمام مجاہدوں نے صحابیٔ رسول حضرت قیس بن عامر انصاری کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ حضرت قیس بن عامر تمام حالات و واقعات و معجزات رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے واقفیت رکھتے ہیں لہذا وہ جواب دیں گے۔

پھر ہرقل بادشاہ نے وحی، بعثت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، ایک نیکی کے عوض دس نیکی کا ثواب، معجزات، مراتب اُمت، بشارت حضرت عیسیٰ متعلق نبی آخر الزمان، درود شریف اور معراج کے متعلق سوالات کیئے۔ حضرت قیس بن عامر نے ہرقل کے ہر سوال کا قرآن کی آیت کی دلیل پیش کر کے جواب دیا۔ حضرت قیس بن عامر نے ایسے تسلی بخش جواب مرحمت فرمائے کہ جن کو سن کر ہرقل بادشاہ مطمئن ہو گیا۔ اور اس کے چہرہ سے اطمنان و تسلی کے آثار نمودار

ہونے لگے۔ گویا ہرقل کو جس جواب کی طلب وخواہش تھی وہ اسے حاصل ہوگیا۔ ہرقل بادشاہ کو مطمئن ہوتا دیکھ کر ایک متعصب رومی نے بادشاہ کا ذہن منتشر اور پراگندہ کرنے کی فاسد نیت سے قطع کلام کرتے ہوئے درمیان میں بولا کہ اے بادشاہ! اس عرب نے جس نبی کا ذکر کیا ہے وہ تو ابھی تک مبعوث ہی نہیں ہوئے بلکہ اب ہوں گے۔ اس بطریق کی بات سن کر حضرت ضرار بن ازور آگ بگولا ہوگئے اور ان کے چہرے کا رنگ سرخ ہوگیا۔ آپ قید کی حالت میں تھے لیکن بطریق رومی کی کذب بیانی آپ سے برداشت نہ ہوئی، قیدیوں کے زمرے میں ہوتے ہوئے چلا کر جو جملے ارشاد فرمائے وہ امام ارباب سیر وتواریخ حضرت علامہ محمد بن عمرو واقدی قدس سرہ نے اپنی کتاب میں اس طرح نقل فرمائے ہیں:

''پس کہا اس بطریق نے کہ اے بادشاہ جن نبی کا تو نے ذکر کیا ہے وہ بعد ازیں مبعوث ہوں گے۔ ضرار بن الازور نے کہا کہ جھوٹی ہے یہ ڈاڑھی ناپاک تیری اے کتے روم کے اور وہی نبیٔ عربی مبعوث ومشہور توراۃ وانجیل اور زبور اور فرقان میں ہیں اور وہ ہمارے نبی ہیں مگر پردۂ کفر نے باز رکھا ہے تم کو ان کے پہچاننے سے''

(حوالہ: -فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۳۴۸)

حضرت ضرار بن ازور نے شیر کی طرح گرجتے ہوئے اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت شان بیان فرمائی اور بارگاہِ رسالت میں گستاخی کرنے والے رومی بطریق کی تذلیل کرتے ہوئے دندان شکن جواب دے کر اس کو مبہوت وخاموش کردیا:

خاک ہوجائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

(از: -امام عشق ومحبت حضرت رضاؔ بریلوی)

حضرت ضرار نے شاہی دربار میں بھری محفل میں جس رومی بطریق کی سرزنش کی تھی وہ شاہی دربار کا حاشیہ نشیں اور بہت ہی بااثر شخص تھا۔ تمام بطارقہ اس کو اپنا مخدوم ومتبوع مانتے تھے لہذا اس رومی بطریق نے اس معاملہ کو اپنا ذاتی معاملہ بنالیا اور تمام بطارقہ کو اُکسایا، تمام

بطارقہ مشتعل ہوکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور ہرقل بادشاہ کے سامنے آکر کہا کہ اس عرب نے ہمارے مذہبی پیشوا کی شان میں بے ادبی کی ہے اور آپ کے سامنے بھری محفل میں برسرعام دین مسیح کے رہبر کی توہین وتذلیل کرکے درحقیقت دین مسیح کی توہین کی ہے اور یہ حرکت ناقابل برداشت ہے۔ ہرقل بادشاہ نے تمام بطارقہ کو مشتعل اور خشمناک دیکھا تو وہ گھبرایا کہ اگر ان کو مطمئن نہ کیا گیا تو خوف ہے کہ یہ تمام مل کر میرے خلاف علم بغاوت بلند کردیں گے لہذا ہرقل نے حضرت قیس بن عامر سے پوچھا کہ درمیان میں بولنے والا یہ شخص کون ہے؟ حضرت قیس بن عامر نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ اسلامی لشکر کے مشہور شہسوار اور صحابیٔ رسول حضرت ضرار بن ازور ہیں۔ حضرت ضرار بن ازور کا نام سنتے ہیں ہرقل بادشاہ چونک پڑا۔ بیت لہیا کے مقام میں آپ نے رومی سردار وردان کے بیٹے حمران کو جب مار ڈالا تھا، تو آپ کی شجاعت ودلیری کی داستان ہرقل کے کانوں تک پہنچی تھی لہذا ہرقل نے پوچھا کہ کیا یہ وہی ہیں جن کے متعلق میں نے سنا ہے کہ وہ کبھی سوار ہوکر تو کبھی پیدل اور کبھی زرہ پہن کر تو کبھی ننگے بدن لڑتا ہے؟ حضرت قیس بن عامر نے فرمایا کہ ہاں! یہ وہ ہی ہیں۔ ہرقل نے بطارقہ کی دلجوئی کرنے کے لئے حکم دیا کہ اس کو سزا دینے کا تمام اختیار میں تم کو دیتا ہوں۔ اس شخص نے ہمارے معزز بطریق کی بے ادبی کرنے کا جو سنگین جرم کیا ہے اس جرم کی سزا تم ہی تجویز کرو اور اپنے ہاتھوں سے ہی سزا دو۔ تم جو بھی سزا تجویز کروگے میں اس سے متفق ہوں۔

تمام بطارقہ نے یہ طے کیا کہ اس شخص کو تلوار کے ایک وار میں ختم نہ کریں بلکہ اس کو تڑپا تڑپا کر کئی دنوں میں ماریں۔ اور ایسی عبرتناک سزا دیں کہ کسی کو بھی ہمارے مذہبی پیشوا کی شان میں گستاخی کرنے کی جرأت نہ ہو۔ لہذا انھوں نے حضرت ضرار کو قیدیوں کے زمرے سے الگ کرکے بیچ دربار میں کھڑا کیا اور ان کو شدید جسمانی تکالیف پہونچانے کی غرض سے ان کے جسم کے مختلف اعضاء میں تلواروں کی نوکیں چبھا چبھا کر جسم کو ایذا رسانی کا تختۂ مشق بنایا۔ کچھ ظالموں نے اپنی برچھیاں شانہ اور کلائی کے گوشت میں پیوست کرکے برچھیوں کی نوکیں ہڈیوں سے ٹکرائیں۔ گھونسے اور لاتیں مار کر اور سر وڈاڑھی کے

بال نوچ کر سخت ضرر رسانی کی۔ مزید برآں فحش کلامی اور گالیوں کی بوچھار کر کے اپنی سقاوت قلبی کا مظاہرہ کیا۔ اپنے آپ کو مہذب کہلانے والوں نے بدتہذیبی کی حدیں عبور کر دیں۔ حضرت ضرار کے جسم میں ان ظالموں نے چودہ تو شدید زخم کر دیئے تھے لیکن حضرت ضرار نے اُف تک نہیں کیا۔ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کی تذلیل کرنے کے صلہ میں پہنچائی جانے والی تکلیف بھی ان کو مرغوب و پیاری تھی:

اَلـرُّوحُ فِدَاكَ فَـزِدْ حَـرْقـاً یک شعلہ دگر برزن عشقا
موراتن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

(از:-امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

ظالم رومیوں نے حضرت ضرار کو اتنا زدوکوب کیا کہ بے ہوش ہو گئے۔ جب حضرت ضرار بے ہوش ہو گئے تو ذلیل ہونے والے بطریق سردار نے بطارقہ سے کہا کہ اس کی زبان کاٹ ڈالو۔ یہ سن کر حضرت یوقنا بے چین و بے قرار ہو گئے اور ہرقل بادشاہ کے سامنے آئے اور کہا کہ ایک عرب سپاہی کو اتنی اہمیت دینی کیا معنی رکھتا ہے؟ میری رائے یہ ہے کہ اگر لوگوں کے دلوں پر عبرت اور ہیبت کا سکہ بٹھانا ہے تو اس شخص کو انطاکیہ شہر کے وسط میں مجمع کثیر جمع کر کے برسرعام سولی دینی چاہیئے اور میں چاہتا ہوں کہ یہ خدمت میں انجام دوں۔ اور یہ کام کل صبح تک کے لئے مؤخر کر دیا جائے اور مجرم کو میرے حوالے کر دیا جائے۔ ہرقل بادشاہ حضرت یوقنا کی ذہانت اور دُور اندیشی سے بے حد متأثر تھا لہذا اس نے حضرت یوقنا کی درخواست منظور کر لی۔ حضرت یوقنا کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت معاملہ گرما گرمی کا ہے، کل صبح تک ٹھنڈا ہو جائے گا تب دوسری کوئی ترکیب اختیار کروں گا لیکن اس وقت تو حضرت ضرار کی جان بچالوں۔

حضرت یوقنا کے لڑکے بھی حلب کے دوسو نومسلم رومیوں کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ حضرت یوقنا نے حضرت ضرار کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور حضرت یوقنا اور ان کے صاحبزادے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت ضرار کو بے ہوشی کی حالت میں اپنی حویلی میں لے آئے۔

حضرت ضرار غشی کے عالم میں تھے، حضرت یوقنا اور ان کے شہزادے نے حضرت ضرار کے زخم صاف کیئے، دوا لگائی اور مرہم پٹی کی۔ ان کو ہوش میں لانے کے لئے چہرہ پر پانی کا چھڑکاؤ جاری رکھا۔ حلق میں پانی، دودھ اور دوا وغیرہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ڈالتے رہے۔ بالآخر حضرت ضرار کو ہوش آیا۔ حضرت یوقنا کو اپنے قریب دیکھ کر ان کی آنکھوں سے شعلے برسنے لگے۔ حضرت ضرار نے سخت غصہ اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اے یوقنا! افسوس ہے تم پر کہ تم اسلام قبول کرنے کے بعد دُنیا کی جاہ وحشمت کی لالچ میں آکر مرتد ہو گئے ہو۔ تب حضرت یوقنا نے ان کو پوری کیفیت سمجھائی اور ہرقل کے ساتھ مکروفریب کا پلان سنایا۔ جسے سن کر حضرت ضرار بہت خوش ہوئے۔ پھر حضرت یوقنا نے حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں خط لکھا اور پوری صورت حال سے آگاہ کیا اور جلد از جلد اسلامی لشکر کو لے کر انطاکیہ آپہنچنے کی گزارش کی، رات میں ہی وہ خط ایک معاہدی کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت یوقنا کا خط ملتے ہی اسلامی لشکر کو انطاکیہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔

⊙ اسلامی لشکر کی انطاکیہ آمد

دوسرے دن ہرقل بادشاہ نے حضرت ضرار بن ازور کے ساتھ دوسو مجاہدوں کو بھی شہید کر دینے کا ارادہ کیا اور اس نے کنیسہ شہر میں بطارقہ اور راہبوں کو جمع کیا اور اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔ حضرت یوقنا نے کھڑے ہو کر ہرقل سے کہا کہ مجھے میرے مخبروں نے خبر دی ہے کہ مسلمانوں کا لشکر حلب سے کوچ کر کے انطاکیہ پر حملہ کرنے آرہا ہے اور عنقریب وہ یہاں پہنچنے والا ہے لہذا ہم اس کا بھرپور مقابلہ کریں گے۔ جنگ میں کس کو غلبہ حاصل ہوگا یہ امر تو مشیئت خداوندی پر موقوف ہے لیکن جنگ کے دوران ہمارے کچھ لوگ ان کی قید میں جائیں گے۔ اگر آج ہم نے ان دوسو مسلمان قیدیوں کو مار ڈالا اور اس امر کی ان کو اطلاع ہو گئی تو ہمارا آدمی قید ہوتے ہی وہ انتقام کے جذبہ میں اس کو ہلاک کر دیں گے لہذا مناسب یہ ہے کہ ہم ان دوسو مسلمانوں کو اپنی حراست میں رہنے دیں۔ اور اگر دوران جنگ ہمارے کسی آدمی کو

مسلمانوں نے قید کرلیا تو ہم ان قیدیوں سے تبادلہ کر کے اپنے آدمی کو چھوڑا سکیں گے۔اور اگر ہم کو جنگ میں فتح حاصل ہوئی اور ہمارا کوئی آدمی مسلمانوں کی قید میں نہیں ہوگا اور ہم کو تبادلہ کی ضرورت نہ ہوگی تو ان سب کو ہم قتل کردیں گے۔لہذا عجلت کر کے ان کو آج قتل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ ہم ان کو اپنی قید میں رکھیں۔اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں۔قید میں ہونے کی وجہ سے وہ ہمارے قبضہ واختیار میں ہوں گے، ہم جب چاہیں گے انھیں قتل کرسکیں گے۔

حضرت یوقنا نے مزید فرمایا کہ میں نے اپنی رائے پیش کی ہے۔اس وقت یہاں پر ارباب سلطنت اور بطارقہ کی ایک بڑی جماعت موجود ہے،آپ ان سے بھی مشورہ کرلیں اور پھر جو بھی مناسب معلوم ہو حکم صادر فرمائیں۔حضرت یوقنا کی بات سن کر کنیسہ میں موجود تمام لوگوں نے حضرت یوقنا کی رائے کی تائید کی اور ایک تجویز پیش کی کہ اس وقت ہم جس کنیسہ میں جمع ہوئے ہیں وہ شہر کے تمام کنیسوں سے عمدہ ہے اور شہر کی حسین وجمیل خواتین اور لڑکیاں جمع ہیں۔علاوہ ازیں ہر قسم کی زینت کا سامان اور دیباج کے کپڑے وغیرہ بھی ہے۔ہم ان عربوں کو یہ چیزیں دکھا کر دین سے منحرف کردیں گے۔ملک حجاز کے بھوکے اور غریب ان چیزوں کو دیکھ اس کی طمع میں ہمارے دین کی طرف راغب ہوجائیں گے اور ان کا اس طرح راغب ہونا ان کی پوری قوم کے لئے باعث ننگ و عار ہوگا۔بطارقہ کے اس مشورہ کو قبول کرتے ہوئے ہرقل نے مجاہد قیدیوں کو کنیسہ میں لانے کا حکم دیا۔تمام قیدی مجاہدوں کو کنیسہ میں لایا گیا لیکن انھوں نے دنیا کی زینت ومتاع کی طرف مطلق التفات نہ کیا اور اس سے بے نیاز ہوکر اپنی نظریں نیچی کرلیں:

تعالی اللہ استغنا ترے در کے گداؤں کا
کہ ان کو عار فر وشوکتِ صاحب قرانی ہے

(از:-امام عشق ومحبت حضرت رضاؔ بریلوی)

جیش اسلام کے مجاہدوں کی یہ شان استغناء دیکھ کر بطریق نے کہا کہ اے گروہ عرب! کس چیز نے تمہیں باز رکھا ہے کہ تم ہمارے دین کی طرف پلٹو اور ہرقل بادشاہ کو خوش کر کے اس

سے دنیا کی نعمتیں اور خلعتیں حاصل کرو۔حضرت رفاعہ بن زہیر نے جواب میں فرمایا کہ ہم ان میں نہیں جو ایمان کو کفر سے بدل دیں اگر چہ ہم کو تلوار سے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کردو گے تب بھی ہم اللہ اور رسول سے منحرف نہیں ہونے والے۔ہرقل بادشاہ کو خوش کر کے اللہ ورسول کو ہم ناراض کرنا نہیں چاہتے تم ہرقل کی خوشی چاہتے ہو اور ہم اللہ اور رسول کی رضامندی چاہتے ہیں:

دیو تجھ سے خوش ہے پھر ہم کیا کریں
ہم سے راضی ہے خدا پھر تجھ کو کیا؟

(از:-امام عشق ومحبت حضرت رضاؔ بریلوی)

القصہ! مجاہد قیدیوں کو اسلام سے منحرف کرنے کی کوشش میں ناکام ہوکر ہرقل نے ان کو قید خانہ میں واپس بھیج دینے کا حکم دیا اور حضرت یوقنا کی کوشش سے مجاہد قیدیوں کی جانیں بچ گئیں۔پھر ہرقل کنیسہ سے اپنے محل واپس آیا اور رومی لشکر کے سرداروں کو حکم دیا کہ عربوں کا لشکر عنقریب انطاکیہ آرہا ہے لہذا اپنی اپنی فوج کے دستوں کو مرتب ومستعد کرو اور جنگ کی تیاری میں لگ جاؤ۔پھر ہرقل نے اہل شہر کو دل کھول کر ہتھیار تقسیم کیا اور کہا کہ شہر انطاکیہ ملک شام کا دار السلطنت ہے۔ہم اس پر عربوں کو کسی بھی حال میں قابض نہیں ہونے دیں گے۔لشکر اور رعایا دونوں مل کر عربوں کا مقابلہ کریں گے،صلیب کی مدد سے ہم کو ضرور غلبہ حاصل ہوگا اور ہم عربوں کو بھگا دینے میں کامیاب ہوں گے۔اسلامی لشکر انطاکیہ شہر پر حملہ کرنے آرہا ہے یہ خبر شہر میں عام ہوگئی تھی لہذا انطاکیہ کا ہر شہری اور فوجی دفاعی اقدام اور مقابلۂ جنگ کے لئے ذہنی طور سے آمادہ ہوچکا تھا۔ہرقل بادشاہ کی حوصلہ افزائی نے ان میں لڑنے کا جوش وجذبہ پیدا کردیا تھا۔پورے انطاکیہ شہر اور قرب وجوار میں جنگ کا ماحول قائم ہوگیا تھا۔اور وہ دن بھی آپہنچا، جب ہرقل اپنے مصاحبوں کے ہمراہ رومی لشکر کا معائنہ کرنے کی غرض سے لشکر کے مختلف شعبوں میں گشت کر رہا تھا کہ لوہے کے پل سے چند سوار بھاگ کر ہرقل کے پاس آئے اور اطلاع دی کہ عربوں کا لشکر لوہے کے پل تک آگیا ہے بلکہ پل پر بھی قبضہ کرلیا ہے اور پل عبور کر کے قلعہ کی طرف آرہا ہے۔اسلامی لشکر نے لوہے کے پل پر قبضہ

جمالیا ہے یہ سن کر ہرقل کو بہت تعجب ہوا لہٰذا اس نے خبر دینے والوں سے دریافت کیا کہ پل کی نگرانی کے لئے پل کے دو برجوں میں تعینات تین سو محافظوں نے مقابلہ نہیں کیا؟ انھوں نے کہا کہ مقابلہ کرنا تو درکنار، برجوں کے محافظوں نے ہی آگے بڑھ کر مسلمانوں کو پل سونپ دیا اور مسلمانوں کا لشکر بغیر کسی مزاحمت کے پل پار کر رہا ہے۔

محافظوں کا از خود اسلامی لشکر کو پل سونپنا

ہرقل بادشاہ نے لوہے کے پل سے ملحق دو بُرج بنائے تھے اور اس میں تین سو مسلح محافظ کو متعین کر رکھا تھا تا کہ وہ ہر وقت وہاں موجود رہ کر لوہے کے پل کی نگہبانی کرتے رہیں کیونکہ انطاکیہ کے قلعہ تک پہنچنے کے لئے لوہے والا پل پار کرنا لازمی تھا۔ لہٰذا ہرقل بادشاہ نے لوہے کے پل پر محافظ متعین کر دیا تھا تا کہ وہ اسلامی لشکر کو پل پار کرنے میں مزاحم ہوں اور اسلامی لشکر کے آنے کی خبر بھی قلعہ میں پہنچا دیں۔ ان تین سو (۳۰۰) محافظوں پر ہرقل بادشاہ کا ایک دربان نگرانی کرتا تھا۔ ایک دن وہ دربان چند سپاہیوں کو لے کر محافظوں کی جانچ پڑتال کے لئے حسب معمول گیا تو کیا دیکھا کہ تمام محافظ شراب کے نشے میں لڑکھڑا رہے ہیں اور پل کی نگہبانی میں بے احتیاطی اور غفلت برتی جا رہی ہے لہٰذا ہرقل کے دربان نے اپنے ساتھ آئے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ہر ایک کو پچاس پچاس کوڑے مارو۔ لہٰذا سپاہیوں نے تمام محافظوں کو پچاس پچاس کوڑے مار کر ان کی پیٹھ کی چمڑی اُدھیڑ ڈالی تھیں۔ اور ان کو دھمکی دی تھی کہ آج تو صرف اتنی سزا دے کر چھوڑ دیا ہے۔ آئندہ اگر ایسی غلطی کی تو تم کو مار ڈالوں گا لہٰذا وہ تمام محافظ جلے بھنے اور انتقام کی آگ دل میں جلائے، غصّے میں بھرے ہوئے تھے۔ اور کینہ سے سینے لبریز کئے ہوئے تھے۔ جب حضرت ابو عبیدہ اسلامی لشکر لے کر لوہے کے پل پر آئے تو ان محافظوں نے اپنے لئے امان حاصل کر کے پل کے دروازے کھول دیئے۔ پل کے دروازے کھلتے ہی اسلامی لشکر نے پل پر قبضہ کر لیا اور پل عبور کر کے قریب ہی ایک جگہ پر اپنا کیمپ قائم کر دیا۔

ہرقل نے رومی لشکر کو قلعہ کے باہر نکالا

جب ہرقل بادشاہ نے اسلامی لشکر کے آنے اور لوہے کا پل عبور کرنے کی خبر سنی تو بڑے کنیسہ میں تمام ملوک اور بطارقہ کو جمع کیا اور تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں ہمیشہ تم کو عربوں کے تسلط اور غلبہ کے متعلق آگاہ کرتا رہا لیکن اب وہ وقت آیا ہے کہ عربوں کا لشکر ملک شام کے دارالسلطنت اور بزرگی کے تاج کے گھر تک آ گیا۔ لہٰذا اگر تم نے لڑنے میں سستی اور بزدلی کی تو مجھے خوف ہے کہ وہ ہمارے شہر پر بھی قابض ہو جائیں گے۔ ہمارے مال واسباب چھین لیں گے، ہماری عورتوں کو لونڈی اور ہمارے بچوں کو غلام بنائیں گے اور ہمارے آباواجداد نے بڑی عقیدت سے جن کنیسوں کو تعمیر کیا ہے ان کو مسجد بنائیں گے ہمارے دیروں اور صومعوں کو کھود کر ویرانہ بنائیں گے تمہارے قلعوں اور شہروں کے مالک بن جائیں گے لہٰذا تم اپنے دین، اپنے شہر، اپنے اہل وعیال، اپنے مال واسباب اور اپنی عزت کے تحفظ کے لئے جان کی بازی لگا کر لڑو تا کہ ہمارے باپ دادا کے نام کو بٹّا نہ لگے۔ ورنہ دنیا والے یہی کہیں گے کہ ان کے باپ داداؤں نے کنیسے بنا کر ان کو دیا اور یہ ان کنیسوں کی حفاظت نہ کر سکے اور ان کنیسوں کو مساجد بنانے کے لئے عربوں کو سونپ دیا۔ لہٰذا عار اور ندامت سے بچنے کے لئے دلیری اور جوانمردی سے لڑو، صلیب اعظم کی مدد تمہارے ساتھ ہے اور تم کو غلبہ اور فتح حاصل ہوگی۔

ہرقل کی تقریر سن کر سب نے بیک زبان کہا کہ قسم ہے حق مسیح کی! ہم شکست اُٹھانے کے مقابلہ میں مرجانا زیادہ مناسب جانتے ہیں۔ آج تک جو ہوا سو ہوا لیکن اب ہم ایسی دلیری کا مظاہرہ کریں گے کہ عربوں کے لئے راہِ فرار اختیار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوگا۔ پھر ہرقل نے رومی لشکر کو قلعہ کے باہر نکل کر میدان میں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی رومی لشکر قلعہ کے باہر آیا اور لوہے کے پل کے اس طرف پڑاؤ کیا۔ لوہے کے پل کے اس طرف اسلامی لشکر نے پڑاؤ کیا تھا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ اور دونوں لشکر کے درمیان میں واقع وسیع میدان کو جنگ کے لئے خالی چھوڑ دیا گیا تھا۔ ذیل میں درج نقشہ کے

معائنہ سے اسلامی لشکر حلب کے راستہ سے آ کر لوہے کے پل کے محافظوں کے برج پر اور پل پر قابض ہو کر پل عبور کر کے کس جگہ پر کیمپ قائم کیا اور رومی لشکر نے قلعہ سے نکل کر کہاں پڑاؤ کیا اور بیچ میں لڑائی کے لئے میدان خالی چھوڑا ان تمام کا اندازہ نظر واحد سے ہو جائے گا۔

⦿ اسلامی لشکر کی جنگ میں پہل

جب رومی لشکر قلعہ سے نکل کر میدان میں آیا تو حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد بن ولید سے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! سگِ رومی نے اپنے لشکر کو لڑنے کے لئے میدان میں بھیجا ہے۔ اب تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ حضرت خالد نے جواب دیا کہ اے سردار! رومی لشکر پر اپنا رُعب اور دبدبہ قائم کرنے کی غرض سے ہم بھی اسلامی لشکر کی زینت ظاہر کر کے اسلام کی قوت اور شان وشوکت دکھائیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

"وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ " (سورۃ الانفال، آیت:٦٠)

ترجمہ:- اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے

باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں۔" (کنزالایمان)

حضرت خالد بن ولید کا مشورہ قبول کرتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کو شان وشوکت کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدان میں اُتارنے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے تمام مجاہدوں کو میدان میں جانے کا حکم دیا اور حسب ذیل ترتیب سے قسط وار اسلامی لشکر کو میدان میں بھیجا۔

(۱) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی کو نشان دے کر تین ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔

(۲) پھر حضرت رافع بن حمیرہ طائی کو نشان (علم) دیا اور ان کے ساتھ دو ہزار سواروں کو میدان میں بھیجا۔

(۳) پھر حضرت میسرہ بن مسروق کو نشان (علم) دیا اور تین ہزار سوار ان کے ہمراہ بھیجا۔

(۴) پھر حضرت مالک بن حرث اشتر نخعی کو نشان دے کر ان کے ساتھ تین ہزار سوار میدان میں اُتارا۔

(۵) پھر حضرت خالد بن ولید کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بنایا ہوا ''نشانِ عقاب'' عطا فرمایا اور ان کے ساتھ ''لشکر زحف'' کے دو ہزار سوار روانہ فرمائے۔

(۶) پھر باقی لشکر کو لے کر حضرت ابوعبیدہ بذات خود میدان میں تشریف لائے۔

میدان میں آنے کے بعد اسلامی لشکر کی صف بندی کی گئی اور اسلامی لشکر کی ترتیب دی گئی۔ اسلامی لشکر کے میدان میں آتے ہی ہرقل نے اپنا لشکر ترتیب دیا۔

⦿ حضرت دامس ابوالہلول کا بطریق بسطورس سے مقابلہ

ہرقل نے رومی لشکر سے لڑنے کے لئے سب سے پہلے بطریق ''بسطورس بن رمند'' کو

میدان میں بھیجا۔بسطورس لڑائی کے فن کا ماہر اور کہنہ مشق شجاع تھا۔اس کی بہادری اور دلیری کا چرچا رومیوں کے گھر گھر میں ہوتا تھا۔ ہرقل کے لشکر میں شامل ہوکر وہ عمالقہ، فارس اور ترک کے لشکروں سے لڑا تھا۔ اور بہت ہی نمایاں کارنامہ انجام دیا تھا۔ بطریق بسطورس نے لوہے کی زرہ، خود وغیرہ اتنا سامان جنگ پہنا تھا کہ دور سے وہ لوہے کا انسان نظر آتا تھا۔ دونوں آنکھ کی پتلیوں کے سوا اس کے جسم کا کوئی عضو نظر نہیں آتا تھا۔میدان میں آتے ہی اس نے للکار کر مقابل طلب کیا۔ اسلامی لشکر کی جانب سے قبیلہ بنی ظرف کے غلام حضرت دامس ابوالہلول سوار ہوکر میدان میں آئے۔ دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کردیا اور شمشیر زنی شروع ہوئی لیکن تھوڑی ہی دیر میں حضرت دامس ابوالہلول کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور زمین پر گرا۔اس موقع کا فائدہ اُٹھا کر بسطورس حضرت دامس پر قابض ہوگیا اور ان کو قید کرکے رومی لشکر میں بھاگ گیا اور اپنے خیمہ میں جا کر حضرت دامس کو اپنے غلاموں کو سونپ دیا اور ان پر نگرانی کرنے کا حکم دے کر واپس میدان میں لڑنے آیا۔اب اس کا حوصلہ بلند ہوگیا تھا۔رومی لشکر کے سپاہی اس کی کامیابی پر اسے مبارکبادی دے کر اس کی حوصلہ افزائی کرکے اسے اُبھارتے اور اُکساتے تھے۔بطریق بسطورس پھولا نہ سماتا تھا اور گھمنڈ اور غرور کے نشہ میں چیخ چیخ کر لڑنے والا طلب کرتا تھا۔

حضرت ضحاک بن حسان کی میدان میں آمد

بطریق بسطورس کے پکارنے پر حضرت ضحاک بن حسان معرکہ میدان میں آئے۔ حضرت ضحاک بن حسان شکل وصورت میں حضرت خالد بن ولید سے اتنی زیادہ مشابہت رکھتے تھے کہ اگر ان کو حضرت خالد بن ولید کے قریب میں کھڑا کردیا جائے تو امتیاز کرنا مشکل ہوجائے کہ کون حضرت خالد ہیں اور کون حضرت ضحاک ہیں۔علاوہ ازیں حضرت ضحاک بن حسان بھی حضرت خالد کے ڈھنگ اور طریقے سے لڑتے تھے۔ان کو لڑتا ہوا دیکھ ہر شخص یہی گمان کرتا کہ حضرت خالد بن ولید لڑ رہے ہیں۔حضرت ضحاک بن حسان اور بسطورس میں جنگ شروع ہوئی۔دونوں نے تلوار زنی کے کرتب دکھائے۔ایک دوسرے پر جس سرعت اور

شدت سے وار کرتے تھے اور ہر ایک وار کو خالی پھیرنے کے لئے جس طریقہ سے وار کو سپر (ڈھال) پر لیتا تھا اس کو دیکھ کر دونوں لشکر کے لوگ دنگ رہ گئے۔تلواروں سے آگ کی چنگاریاں اُٹھتی تھیں۔حضرت ضحاک بن حسان کے لڑنے کا ڈھنگ دیکھ کر رومی لشکر کے سپاہیوں نے یہ سمجھا کہ حضرت خالد بن ولید ہیں۔حضرت خالد بن ولید کا نام پورے ملک شام میں اتنا مشہور تھا کہ بچہ بچہ آپ کے نام سے واقف تھا اور آپ کی شجاعت و دلیری کی وہ ہیبت اور دبدبہ تھا کہ رومی لشکر کا ہر سپاہی آپ کا نام سن کر تھر تھر کانپتا تھا۔جب رومی لشکر میں یہ بات پھیلی کہ بطریق کے سامنے لڑنے والے حضرت خالد بن ولید ہیں، تو حضرت خالد کو دیکھنے کے لئے رومیوں میں دھکّا دھکّی اور ریلا پیلی شروع ہوگئی۔ ہر شخص آگے بڑھ کر حضرت خالد بن ولید کو قریب سے لڑتا ہوا دیکھنے کا خواہشمند تھا۔پس ایک ہجوم اور انتشار برپا ہوگیا۔لوگ ایک دوسرے کو دھکّے دینے لگے اور دھکّا لگنے والے گرنے لگے اور گرنے والے اپنا توازن برقرار رکھنے کے لئے خیمہ کی رسیاں تھامنے لگے۔نتیجتاً خیمے منہدم ہونے لگے۔ بطریق بسطورس کی طرف کے تمام خیمے گر گئے اور بسطورس کا خیمہ بھی منہدم ہوگیا۔بسطورس کا خیمہ زینت اور آسائش کے اسباب سے آراستہ تھا۔پرتکلف سامان سے خیمہ سجا ہوا تھا۔ بسطورس کی نشست گاہ بادشاہ کے تخت کے مانند بنائی گئی تھی۔خیمہ منہدم ہوتے ہی اس کا تخت ودیگر اشیاء درہم برہم ہوگئیں۔خیمہ کی وزنی چوبیں، رسیاں اور کپڑے وغیرہ تمام اشیاء اُلٹ پلٹ ہوگئیں۔حضرت دامس ابوالہلول اسی خیمہ میں بحالت قید تھے۔بسطورس کے خیمہ کی نگرانی اور انتظام کے لئے تین اشخاص متعین تھے۔خیمہ کے منہدم ہونے پر وہ تینوں خیمہ فراش گھبرائے کہ اگر بسطورس معرکہ جنگ سے واپس آیا اور اپنا خیمہ اس حال میں پایا تو ہماری خیر نہیں۔اگر اس کو غصہ آگیا تو ہماری گردنیں اُڑا دے گا لہذا انھوں نے خیمہ کھڑا کرنا شروع کیا لیکن خیمہ کی وزن دار چوبیں ان سے اٹھتی نہیں تھیں لہذا انھوں نے حضرت دامس ابوالہلول سے ہاتھ بٹانے کی درخواست کی۔حضرت دامس نے کہا کہ میں تمہاری مدد کس طرح کرسکتا ہوں؟ میرے تو ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔میرے ہاتھ کھول دو تو میں مدد کرسکتا ہوں۔خیمہ فراشوں نے حضرت دامس کی وضع قطع دیکھ کر یہ گمان کیا کہ یہ کوئی عرب سردار نہیں

یا اسلامی لشکر کا شہسوار بھی معلوم نہیں ہوتا۔ کوئی معمولی غلام لگتا ہے لہذا اس سے مزدوری کا
کام کرالیں اور کام پورا ہوجانے کے بعد پھر اس کو باندھ دیں گے لہذا انھوں نے حضرت
دامس کی مشکیں کھول دیں۔ لیکن ان خیمہ فروشوں کو معلوم نہیں تھا کہ غلام نظر آنے والا یہ مرد
مجاہد اسلامی لشکر کا شیر ببر ہے۔

حضرت دامس خیمہ کی چوبیں درست کرنے میں خیمہ فراشوں کی مدد کرنے لگے۔ خیمہ
میں بسطورس کے ہتھیار کافی تعداد میں پڑے تھے۔ ایک سے بڑھ کر ایک عمدہ اور پانی دار
تلواریں پڑی ہوئی تھیں۔ خیمہ فراش کی مدد کرتے ہوئے اچانک حضرت دامس نے ایک تلوار
اُٹھالی اور اپنے قریب والے خیمہ فراش کی گردن اڑادی۔ یہ دیکھ کر باقی دونوں خیمہ فراشوں
نے حضرت دامس پر حملہ کیا لیکن حضرت دامس نے بجلی کی سرعت سے دونوں کی گردنیں
ماردیں۔ پھر حضرت دامس نے خیمہ میں پڑی ایک بڑی صندوق کو کھولا تو وہ صندوق بطریق
کے عمدہ لباسوں سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت دامس نے عمدہ لباس پہن لیا اور خیمہ میں پڑے ہوئے
سامان جنگ سے زرہ، خود، وغیرہ پہن لئے اور پھر ایک تلوار لے کر بطریق بسطورس کے
بندھے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑے پر سوار ہوکر رومی لشکر میں اس جگہ آکر ٹھہرے
جہاں نصرانی عربوں کا لشکر کھڑا تھا۔ حضرت دامس نے بطریق کے خیمہ میں پڑے سامان
جنگ سے اتنا سامان پہن لیا تھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے سوا جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا
تھا۔ لہذا کسی کو ان پر شک نہیں ہوا۔ پھر حضرت دامس آہستہ آہستہ عرب متنصرہ کے لشکر کے
سردار اور جبلہ بن ایہم غسانی کے بھتیجے حازم بن عبد یغوث کے قریب آکر کھڑے ہوگئے اور
لوگوں کے ساتھ حضرت ضحاک بن حسان اور بطریق بسطورس کی لڑائی دیکھنے لگے۔

حضرت ضحاک اور بسطورس برابر لڑتے رہے یہاں تک کہ دونوں تھک کر نڈھال
ہوگئے اور الگ ہوگئے۔ بسطورس رومی لشکر میں واپس لوٹ گیا اور حضرت ضحاک اسلامی لشکر
میں واپس تشریف لے آئے جب بسطورس اپنے خیمہ پر آیا تو کیا دیکھا کہ اس کا خیمہ منہدم پڑا
ہوا ہے اور اس کے تینوں خادم مقتول پڑے ہوئے ہیں اور حضرت دامس ابوالہلول بھی غائب
ہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ کام حضرت دامس نے ہی کیا ہے، اس نے شور وغل مچادیا اور فوراً ہرقل

بادشاہ کو اطلاع دی۔ ہرقل نے حکم دیا کہ اس کو ڈھونڈھ نکالو اور فوراً ختم کردو۔ وہ شخص ہمارے
لشکر میں ہی کہیں چھپا ہوا ہوگا کیونکہ ہمارے لشکر سے بھاگ کر کوئی بھی شخص سامنے کی طرف
نہیں گیا۔ ہرقل کا حکم ملتے ہی رومی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور حضرت دامس کی تلاش شروع
ہوئی۔ ایک ہنگامہ مچ گیا اور شوروغل بلند ہوا۔ حضرت دامس سمجھ گئے کہ یہ سب میری جستجو و تلاش
میں ہورہا ہے۔ وہ ہوشیار اور چوکنا ہوگئے اور اپنی تلوار نکال کر قریب میں کھڑے جبلہ بن ایہم
غسانی کے بھتیجے اور نصرانی عربوں کے لشکر کے سردار حازم بن عبد یغوث پر تلوار کی ضرب ماری
اور اس کی گردن اُڑادی اور تیزی سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے اسلامی لشکر کی طرف بھاگے۔
رومیوں نے ان کا تعاقب کیا لیکن انھوں نے اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی اور گھوڑا ہوا
سے باتیں کرتا ہوا برق رفتاری سے اسلامی لشکر میں پہنچ گیا۔ حضرت دامس کو صحیح وسالم واپس
آتا دیکھ کر مجاہدوں نے تہلیل وتکبیر کی فلک شگاف صدائیں بلند کرکے ان کا خیر مقدم کیا۔
حضرت دامس حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں آئے اور پوری تفصیل بیان کی۔ سن کر حضرت
ابوعبیدہ بہت ہی خوش ہوئے اور دعا دی کہ تمہارے ہاتھ کبھی نہ تھکیں۔

⊙ رومۃ الکبریٰ کے حاکم کی تیس ہزار لشکر کے ساتھ ہرقل کی مدد کے لئے آمد

جب جبلہ بن ایہم غسانی کو اپنے بھتیجے حازم بن عبد یعوث کے قتل ہونے کی خبر ملی تو وہ
مثل شعلہ آگ بھڑک اُٹھا اور خشمناک ہوکر ہرقل بادشاہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے بادشاہ!
مسلمانوں کی جرأتیں بہت بڑھ گئیں ہیں۔ آپ ہم کو حکم دیں کہ ہم پورا لشکر لے کر عربوں پر
ٹوٹ پڑیں اور ان کا صفایا کردیں۔ میرے بھتیجے کی موت کا صدمہ میرے لئے ناقابل
برداشت ہے۔ میرے سینہ میں انتقال کی آگ شعلہ زن ہے۔ اس کو میں عربوں کا خون پانی
کی طرح بہا کر ٹھنڈا کرنا چاہتا ہوں۔ ہرقل جبلہ کو یلغار کا حکم دینے والا ہی تھا کہ ایک بطریق
دوڑتا ہوا آیا اور ہرقل کو اطلاع دی کہ رومۃ الکبریٰ کا حاکم فلیطانوس تیس ہزار کا لشکر لے کر
ہماری کمک کرنے آیا ہے۔ یہ خبر سن کر ہرقل نے جبلہ سے کہا کہ دیکھو! صلیب ہم پر مہربان
ہوگئی ہے اور ہماری کمک کے لئے رومۃ الکبریٰ کا حاکم آپہنچا ہے۔ لہذا ہمیں یلغار کرنے میں

جلد بازی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اب رومۃ الکبریٰ کے حاکم کے لشکر کو ساتھ لے کر ہم آئندہ کل اسلامی لشکر پر یورش کریں گے تاکہ زیادہ طاقت سے ہم حملہ آور ہوسکیں۔ پھر ہرقل رومۃ الکبریٰ کے حاکم کا استقبال کرنے گیا۔

ہرقل نے رومۃ الکبریٰ کے حاکم کا شاندار استقبال کیا اور عین لڑائی کے وقت اس کے آنے کو نیک شگون جانا اور فتح و غلبہ کی اُمید باندھی اور اس کی خوشی میں گھنٹے بجائے گئے اور ناقوس پھونکے گئے۔ صلیبیں بلند کی گئیں اور کلمۂ کفر کے نعرے لگائے گئے ہر طرف ایک عجیب شور و غل ہوا۔ شہر انطاکیہ اور رومی لشکر میں بھی یہ خبر پھیلی کہ رومۃ الکبریٰ کا حاکم فلیطانوس اپنے لشکر کے ساتھ ہرقل بادشاہ کی کمک کرنے آپہنچا ہے۔ جاسوسوں نے حضرت ابوعبیدہ کو اس امر کی اطلاع دی، اسلامی لشکر میں تشویش اور اضطراب پھیلا کہ اب ساحلی علاقہ کے حکام انطاکیہ آکر ہرقل کی مدد کرنے جمع ہو رہے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے بارگاہ خداوندی میں خشوع اور خضوع کے ساتھ دعا کی:

''اے میرے اللہ! پراگندہ کردے اُن کی جمعیت کو اور متفرق کردے ان کے کلمے کو اور ہلاک کردے ان کے لشکروں کو، اور اُکھیڑ دے ان کے قدموں کو اور ہمارے کلمہ کو بلند فرما اور ہماری مدد فرما جیسی کہ تو نے جنگ احزاب کے دن اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد فرمائی تھی۔''

حضرت معاذ بن جبل کا ساحلی علاقوں پر حملہ

حضرت ابوعبیدہ نے سوچا کہ رومۃ الکبریٰ کے حاکم کا اپنے لشکر کے ساتھ ہرقل کی کمک کرنے آنے کا مطلب یہ ہے کہ ملک شام کی تمام ریاستیں ہرقل بادشاہ کی کمک کے لئے اپنا لشکر انطاکیہ روانہ کریں گی اور وہ تمام متحد ہوکر ہم سے لڑیں گے لہٰذا اب کوئی رومی حاکم اپنا لشکر انطاکیہ نہ بھیجے بلکہ اپنے ہی علاقہ میں محدود و مقید رہے اس کے لئے لازمی ہے کہ ان کے علاقوں میں دہشت پھیلائی جائے تاکہ وہ اپنے علاقہ کی حفاظت کرنے کے لئے اپنے اپنے علاقہ میں رکے رہیں لہٰذا حضرت ابوعبیدہ نے حضرت معاذ بن جبل کو تین ہزار سواروں کا لشکر

دے کر ساحلی علاقوں کی طرف روانہ کیا اور ان کو حکم دیا کہ ساحلی علاقوں میں واقع شہروں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کرو تاکہ ان علاقوں کے حاکم اپنے شہروں کی حفاظت کے لئے فکر مند ہوں اور ہرقل کی کمک کرنے انطاکیہ آنے کا قصد نہ کریں۔ لہٰذا حضرت معاذ بن جبل تین ہزار سواروں کو لے کر روانہ ہوئے۔ اور ساحلی علاقوں کے شہروں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ حضرت معاذ بن جبل کسی بھی شہر میں پڑاؤ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آندھی، طوفان کی طرح کسی شہر پر آپڑتے اور پھر وہاں سے روانہ ہوجاتے اور پھر کسی دوسرے شہر پر دھاوا بول دیتے لہٰذا ساحلی علاقہ کے شہروں میں دہشت پھیل گئی کہ اسلامی لشکر ہمارے علاقہ میں گھوم رہا ہے اور نہ جانے کب ہم پر آپڑے، تمام شہروں کے حاکم اپنے اپنے شہر کی حفاظت کے سلسلے میں فکر مند ہوئے اور جن شہروں کے حاکم اپنا لشکر بھیج کر ہرقل کی کمک کرنے کا ارادہ رکھتے تھے انھوں نے اپنا لشکر انطاکیہ بھیجنے کا ارادہ ترک کردیا اور اپنے شہر کی حفاظت کرنے میں اُلجھ گئے۔

حضرت معاذ بن جبل ساحلی علاقوں کے شہروں کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے ملک شام کے نصرانی عربوں کے شہر ''باب جبلہ'' تک پہنچے۔ وہاں کا حاکم جبلہ بن ایہم غسانی کا چچازاد بھائی عنان بن جرہم غسانی تھا۔ وہ ہرقل بادشاہ کے بیٹے قسطنطین کا ایک نمبر کا چمچہ تھا۔ ہرقل کے بیٹے نے طرابلس، عکہ، صور اور قیساریہ نامی مقامات سے رسد اور غلہ جمع کرکے ہرقل کے لشکر کے لئے انطاکیہ روانہ کیا تھا اور غلہ کا عظیم ذخیرہ اس نے عنان بن جرہم غسانی حاکم جبلہ کی نگرانی میں شہر قیساریہ سے روانہ کیا تھا۔ عنان بن جرہم غلّہ لے کر اپنے قافلہ کے ساتھ قیساریہ سے روانہ ہوکر جبلہ اور لاذقیہ نامی شہروں کے درمیان برسرراہ تھا کہ حضرت معاذ بن جبل کے لشکر سے اس کی بھینٹ ہوگئی۔ حضرت معاذ بن جبل کے لشکر نے اس پر حملہ کردیا اور ایک ہی گرداوے میں اس قافلہ کا صفایا کردیا اور تمام غلّہ پر قبضہ کرلیا اور پھر اسلامی لشکر کے کیمپ انطاکیہ واپس آگئے۔ حضرت معاذ بن جبل کو کثیر مقدار میں غلّہ بطور مال غنیمت، ساتھ لے کر لوٹنے پر اسلامی لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور مجاہدوں نے تہلیل و تکبیر کے نعرے بلند کرکے ان کا شاندار استقبال کیا۔ اسلامی لشکر کے کیمپ میں شور و غل بلند ہوتا سن کر ہرقل نے اپنے جاسوسوں کو اطلاع لینے بھیجا۔ ان جاسوسوں نے اطلاع دی کہ قسطنطین نے قیساریہ سے

رومی لشکر کے لئے جو رسد بھیجا تھا اس کو مسلمانوں نے چھین لیا ہے اور اپنے کیمپ میں پہنچا دیا ہے۔اور رسد آنے کی خوشی میں نعروں کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ ہرقل پر یہ معاملہ بہت شاق اور دشوار گزرا کیونکہ لشکر کے لئے رسد کی سخت ضرورت تھی اور جس رسد کے آنے کا وہ انتظار کر رہا تھا اور جس رسد پر اسے اعتماد تھا وہ لٹ چکا۔

⊙ رومۃ الکبریٰ کے حاکم فلیطانوس اور ہرقل بادشاہ میں اختلاف

رومۃ الکبریٰ کے حاکم فلیطانوس کا شاندار استقبال کر کے اسے ہرقل کے لشکر میں لایا گیا اور خیمہ نصب کر کے ٹھہرایا گیا۔ ہرقل کا ارادہ یہ تھا کہ رومۃ الکبریٰ کے حاکم کے آنے کے دوسرے ہی دن اسلامی لشکر پر یلغار کی جائے گی، جیسا کہ اس نے جبلہ بن ایہم سے کہا تھا لیکن رومۃ الکبریٰ کے حاکم نے ہرقل کو اطلاع دی کہ ساحلی علاقوں کے بڑے شہروں کے لشکر بھی کمک کرنے عنقریب آرہے ہیں لہذا ہرقل نے ان کے پہنچنے تک حملہ موقوف کر دیا۔لیکن حضرت معاذ بن جبل کی قیادت میں اسلامی لشکر کے دورہ کرنے سے ان علاقوں کے لشکر انطاکیہ آنے سے رُک گئے۔ البتہ قرب وجوار کے چھوٹے چھوٹے قصبات ودیہات سکبابرس، طرسوس، مصیصہ، دراس، ماہیہ، اقصر، فاغنہ اور مارحہ وغیرہ کے حاکم اور سردار اپنے ساتھ چھوٹے چھوٹے قافلے لے کر آپہنچے، لیکن کسی بڑے شہر کا کوئی لشکر ابھی تک نہیں آیا۔ ہرقل اسی انتظار میں تھا کہ اس کو اطلاع ملی کی اسلامی لشکر نے ہماری رسد وغلہ چھین لیا ہے لہذا اس نے مزید توقف کرنا نامناسب جانا اور رومی لشکر کو کیمپ سے نکل کر معرکہ میدان میں جانے کا حکم دیا۔رومی لشکر کو ترتیب دینے کی ذمہ داری ہرقل نے حضرت یوقنا کو سپرد کی۔لہذا حضرت یوقنا نے رومی لشکر کی صف بندی اور ترتیب شروع کی لیکن اس میں کسی قسم کی عمدگی نہ تھی۔ بے سلیقہ اور گھٹیا قسم کی صف بندی اور ترتیب کی تھی۔ ہرقل بادشاہ اپنے مصاحبوں، بطارقہ، ملوک اور سرداروں کے ہمراہ لشکر کے ساتھ میدان میں آیا تھا۔اسلامی لشکر بھی اپنے کیمپ سے نکل کر میدان میں آگیا تھا۔دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے۔

ہرقل بادشاہ کو خوش کرنے کی غرض سے رومۃ الکبریٰ کا حاکم فلیطانوس ہرقل کے سامنے

آیا جھک کر اس کی تعظیم بجالاتے ہوئے کہا کہ اے بادشاہ! میں دو سو فرسخ (چھ سو میل) سے صرف آپ کی تعظیم اور حضرت مسیح کی رضا جوئی کی غرض سے آیا ہوں۔ ملک شام کے اکثر بطارقہ ان عربوں سے لڑ چکے ہیں اور سب کو آپ نے آزما لیا ہے لیکن آج میں سب سے پہلے لڑنے کے لئے نکلنے کا ارادہ رکھتا ہوں تا کہ میں عربوں سے لڑ کر اپنے دل کو تسکین دوں۔لہذا آپ مجھے میدان جنگ میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ ہرقل نے کہا کہ اے میرے خیر اندیش اور ہمدرد! میں تمہاری محبت اور جذبۂ ایثار کا تہ دل سے شکر گزار ہوں لیکن تمہارا سب سے پہلے میدان میں جانا مناسب نہیں کیونکہ تم ایک عظیم اور قدیم ریاست کے بادشاہ ہو، اور تمہارا ابتداء ہی میں میدان میں جانا عربوں کو اہمیت دینے کا باعث ہوگا، پہلے ہمارے لشکر کے عام لوگ اور عام سپاہی جائیں بعد میں ہم سردار اور بادشاہ لوگ میدان میں جائیں گے تا کہ ہمارا رُعب اور دبدبہ برقرار رہے۔ ہرقل کو جواب دیتے ہوئے فلیطانوس نے کہا کہ اے بادشاہ! اب رُعب ودبدبہ کی بات مت کرو، ہمارا رُعب اور دبدبہ ماضی کی بات ہوگئی ہے اب ہمارا دبدبہ کہاں ہے؟ عربوں نے ہمارے کاموں کو مہمل اور بے کار کر دیا ہے ہمارے دین کے پیشواؤں اور بزرگوں کو ذلیل وخوار کر دیا ہے ہمارے مایہ ناز شہروں کو اور قلعوں کو فتح کر کے ان پر قابض ہو گئے ہیں۔ ہمارے لاکھوں کی تعداد پر مشتمل مسلح لشکروں کو ان کے مٹھی بھر بے ساز وسامان گروہ نے شکست دے دی ہے۔ یہ سب ہماری بزدلی، تکلفات، تصنع اور ہماری دین کی بے قدری اور اس سے انحراف کا نتیجہ ہے جب کہ یہ عرب سختی سے اپنے دین کی اور شریعت کی پابندی کرتے ہیں اور اس کا صلہ ان کو یہ ملا ہے کہ ہمارا رعب ودبدبہ زائل ہو کر ان کا رعب ودبدبہ قائم ہو گیا ہے بلکہ ہمارے ملک پر قبضہ اور تسلط قائم ہو گیا ہے لہذا اب اپنے رُعب ودبدبے کی غلط فہمی میں مت رہو۔ ہمارا رُعب اور دبدبہ ایک زمانہ میں تھا۔لیکن اب وہ نابود ہو گیا ہے۔اور میری ایک بات یہ بھی سن لو کہ...

حاکم فلیطانوس مزید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ہرقل کے بڑے مصاحب نے چلا کر اور ڈانٹتے ہوئے فلیطانوس سے کہا کہ بس کرو۔ بہت کچھ کہہ لیا۔اب زیادہ بک بک کر کے بادشاہ کے دل کو مزید پریشان مت کرو۔تم سے پہلے کئی لوگوں نے بادشاہ کو اس قسم کی نصیحت کر کے اپنی

ذہانت کے اعلیٰ معیار کے اظہار کی بہت کوششیں کی ہیں۔ بادشاہ ہم سب سے زیادہ ان باتوں سے واقف ہے لہذا بادشاہ کو نصیحت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس وقت ہم میدان جنگ میں ہیں۔ کسی وعظ و نصیحت کی مجلس میں نہیں۔

ہرقل کے بڑے مصاحب نے برسرِعام حاکم فلیطانوس کا منہ توڑ جواب دیا اور اس کے منصب کا بالکل لحاظ نہ کرتے ہوئے اس کی تذلیل کی اور اس کے منہ پر ٹھیکری رکھ دی، لیکن ہرقل نے اپنے مصاحب کو اس طرح کی گفتگو کرنے سے باز نہ رکھا اور نہ ہی حاکم فلیطانوس کی تذلیل کرنے پر کسی قسم کی سرزنش کی لہذا حاکم فلیطانوس سہم گیا اور منہ پیار کر رہ گیا۔ اور منہ پھلا کر اپنی جگہ جا کر ٹھہر گیا اور میدان میں جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ حاکم فلیطانوس کو مصاحب کی بات سے زیادہ برا ہرقل کا خاموش رہنا لگا۔ اسے غصہ تو بہت آیا لیکن غصہ پی کر رہ گیا۔ تحمل سے کام لیتے ہوئے غصّہ اور کدورت کو دل میں چھپالیا لیکن ہرقل کی جانب سے اس کے دل میں سخت نفرت پیدا ہوگئی۔

پھر ہرقل دن بھر عام سپاہیوں کو میدان میں اُتارتا رہا۔ رومی سپاہی میدان میں جاتا لیکن اسلامی لشکر کا مجاہد ایک ہی گرداوے میں اسے خاک وخون میں ملا دیتا۔ یہ سلسلہ صبح تا شام جاری رہا۔ ہرقل نے اپنے لشکر سے کسی بھی ذی وقار سردار یا اہمیت والے بطریق کو لڑنے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ معمولی قسم کے سپاہیوں کو میدان میں بھیجا۔ اس کے رویہ سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس کو جنگ سے رغبت ودلچسپی نہیں، بلکہ وہ رسماً جنگ کر رہا ہے۔ غروب آفتاب سے بہت پہلے ہی اس نے اپنے لشکر کو کیمپ میں واپس جانے کا حکم دے دیا اور آفتاب غروب ہونے کا انتظار بھی نہیں کیا۔ غروب آفتاب سے پہلے ہی دونوں لشکر جنگ موقوف کر کے اپنے کیمپ میں واپس آ گئے۔

حاکم فلیطانوس کا مع اپنے رفقاء قبول اسلام

جب رات ہوئی تو فلیطانوس نے اپنے مخصوص ساتھیوں کو اپنے خیمہ میں جمع کیا۔ وہ ساتھی اس کے ایسے وفادار تھے کہ اس کے کہنے پر اپنی جان بھی نکال کر رکھ دیں۔ فلیطانوس نے

ان سے کہا کہ ہرقل کے مصاحب نے ہزاروں لوگوں کے سامنے جس طرح جھڑک اور ڈانٹ کر مجھے رسوا کیا ہے۔ یہ بات تم پسند کرتے ہو؟ اس کے ساتھیوں نے کہا اے سردار! جب یہ معاملہ ہوا تبھی ہم سے بالکل برداشت نہیں ہو رہا تھا اور ہم اسی وقت ہرقل کے مصاحبوں کو قتل کر دینا چاہتے تھے لیکن آپ نے صبر کر کے کسی قسم کی خفگی کا اظہار نہیں کیا لہذا ہم بھی چپ ہو کر بیٹھ گئے، لیکن اس وقت سے اب تک ہم برانگیختہ ہیں مگر مجبور ہیں کہ آپ کے حکم اور اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتے پس خاموش ہیں۔ فلیطانوس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ اب میں جو کرنے والا ہوں کیا تم اس میں میرا ساتھ دو گے؟ تمام نے بیک زبان کہا کہ اے سردار! یہ کوئی پوچھنے کی بات نہیں۔ قسم ہے حق مسیح کی! تمہارے ادنیٰ اشارے پر ہم اپنی جانیں نثار کر دیں گے۔ فلیطانوس نے کہا کہ میں اب ظلمت سے نور کی طرف، تاریکی سے روشنی کی طرف، جہل سے عقل کی طرف، ذلت سے عزت کی طرف، اور عذاب سے نجات کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہوں یعنی دین برحق اسلام قبول کر کے دین اسلام کی خدمت انجام دے کر بہشت کا حقدار بن جاؤں اور میں چاہتا ہوں کہ اسلام میں داخل ہونے سے جو عزت اور بزرگی مجھے حاصل ہو، میرے ساتھ تم کو بھی حاصل ہو اور اگر تم نے اسلام قبول کرنے میں میری متابعت وموافقت نہ کی، تو میں تنہا دین اسلام اختیار کرلوں گا کیونکہ اسی میں دنیا اور آخرت کی سلامتی اور بہتری ہے۔ فلیطانوس کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے شہر سے چھ سو میل کی مسافت ہرقل بادشاہ کے لئے طے نہیں کی بلکہ تمہاری محبت میں ہم یہاں آئے ہیں، ہم تمہارے تابع فرمان ہیں۔ جہاں تم ہو گے ہم بھی وہیں ہوں گے۔ اس معاملہ میں تو کیا بلکہ کسی بھی معاملہ میں ہم تمہاری مخالفت نہیں کریں گے۔ تمہاری مخالفت کرنے سے مر جانا ہمارے لئے لاکھ درجہ بہتر ہے۔

اپنے جاں نثار ساتھیوں کا جذبۂ عشق ومحبت دیکھ کر فلیطانوس بہت خوش ہوا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنا ساز وسامان سمیٹ کر، گھوڑوں پر لاد کر تیار رکھو۔ آدھی شب گزر جانے کے بعد ہم اپنے جملہ سامان وہتھیار لے کر اسلامی لشکر کے کیمپ میں چلے جائیں گے۔ چنانچہ فلیطانوس کے ساتھی سامان باندھنے میں مصروف ہو گئے اور روانہ ہونے کی تیاری میں لگ

گئے۔ آدھی شب کے وقت انھوں نے اپنے سامان اور ہتھیار گھوڑوں پر لادے اور روانہ ہونے ہی والے تھے کہ عین اسی وقت حضرت یوقنا لشکر کی نگرانی کے قصد سے گشت کرتے ہوئے وہاں آپہنچے۔ سوائے پہرے داروں کے اس وقت لشکر کا ہر سپاہی گہری نیند میں سویا ہوا ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے فلیطانوس کو مع لشکر حالت بیداری، اور جنگی لباس پہنے ہوئے، ہتھیاروں سے مسلح دیکھ کر حضرت یوقنا گھبرائے کہ کہیں یہ لوگ رات کے سناٹے میں اسلامی لشکر کو غافل سمجھ کر حملہ کرنے تو نہیں جارہے ہیں؟ جیسا کہ ایک زمانہ میں حلب کی لڑائی میں مَیں نے رات کے وقت سوئے ہوئے اسلامی لشکر پر حملہ کیا تھا، لہٰذا حقیقت حال سے واقف ہونے اور ان کی اس ہیئت کا سراغ لگانے کی غرض سے حضرت یوقنا حاکم فلیطانوس کے پاس آئے اور پوچھا کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ؟ حاکم فلیطانوس نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ حضرت یوقنا نے اپنا تعارف کرایا۔ اس پر حاکم فلیطانوس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے تو عربوں کا دین اختیار کیا؟ کیا یہ درست ہے؟ تم نے ایسا کیا دیکھا تھا کہ عربوں کا دین اختیار کیا؟ جواب میں حضرت یوقنا نے فرمایا کہ میں نے عربوں میں چند خوبیاں دیکھی تھیں ہمیشہ سچائی اور حق پر قائم رہتے ہیں، جھوٹ اور باطل کی طرفداری ہرگز نہیں کرتے، رات کو سونے کے بجائے اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں، ہر وقت اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں، عدل وانصاف ان کا شیوہ ہے۔ ظالم کو ظلم سے باز رکھنا اور مظلوم کی اعانت کرنا ان کی خصلت ہے، پابندی سے نماز پڑھنا ان کی عادت ہے دن کو روزہ رکھنا، اپنے محتاج بھائیوں کی خبر گیری کرنا، صداقت، مودت، اُخوت، بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت اور ہمہ وقت مصروف ریاضت رہنا ان کا طریقہ ہے لہٰذا میں نے ان کو حق پر جان کر ان کے دین کی طرف سبقت کیا۔

حضرت یوقنا کا جواب سن کر حاکم فلیطانوس نے کہا کہ جب تم ان کے اخلاق حسنہ اور ان کی حقانیت سے واقف ہو چکے تھے تو پھر مرتد ہو کر دین صلیب کی طرف کیوں رجوع کیا؟ حضرت یوقنا نے جواب میں کہا کہ اپنے دین کی محبت، اپنی قوم کی صحبت اور رشتہ داروں کی اُلفت کی وجہ سے ان کی جدائی گوارا نہ کی۔ حاکم فلیطانوس نے کہا کہ افسوس ہے تم پر کہ امر حق دیکھ کر دُنیا اور اہل دنیا کی محبت کو ترجیح اور اہمیت دے کر تم نے نجات اخروی کو ترک کردیا۔

ظلمت سے نکل کر روشنی میں آکر پھر دوبارہ اندھیرے اور تاریکی کی طرف واپس پلٹ گئے۔ حق اختیار کرنے کے بعد پھر باطل کی طرف لوٹے۔ حاکم فلیطانوس کی گفتگو سن کر حضرت یوقنا محو حیرت تھے اور گمان کیا کہ شاید ان کو بھی دولت ایمان نصیب ہونے والی ہے لیکن حضرت یوقنا نے احتیاط برتتے ہوئے اپنا حال ظاہر کرنے کی جلد بازی نہ کی اور مزید تحقیق کرنے کی غرض سے پوچھا کہ تمہاری باتوں سے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا اسلام کے لشکر سے نکل کر واپس رومیوں کے لشکر میں آنا تمہیں اچھا نہیں لگا۔ جواب میں فلیطانوس نے کہا کہ ہاں! بے شک مجھ پر یہ امر شاق گزرا ہے کہ تم نے راہِ ہدایت ونجات چھوڑ کر گمراہیت وعذاب کی راہ اپنائی ہے۔ اور یہ بھی سن لو کہ میں اپنے چار ہزار (4000) ساتھیوں کے ساتھ اسلامی لشکر کی طرف اس قصد سے جارہا ہوں کہ دین اسلام قبول کرلوں، اور اسلام کی خدمت کرنے کی غرض سے اسلامی لشکر کی اعانت کروں، ان کو تقویت دوں۔

حضرت یوقنا نے دیکھا کہ رومۃ الکبریٰ کے حاکم فلیطانوس نے اپنا راز فاش کردیا ہے اور کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی، لہٰذا اب میں بھی اپنی حقیقت نہ چھپاؤں لہٰذا اُنہوں نے بھی اپنی حقیقت ظاہر کردی، جس کو سن کر حاکم فلیطانوس کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا اور انھوں نے حضرت یوقنا کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ اب دیر کس بات کی؟ اسی وقت چلے چلتے ہیں اور تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ حضرت یوقنا نے فرمایا کہ جلد بازی سے کام مت لو۔ جوش کے ساتھ ہوش بھی شامل رکھو۔ اس وقت نہ میرا جانا مناسب، اور نہ ہی تمہارا جانا مناسب ہے کیونکہ اگر ہم اس وقت اسلامی لشکر میں چلے گئے تو ہرقل کو ضرور پتہ چل جائے گا اور وہ دن میں اپنے لشکر کو میدان میں اُتارتے وقت احتیاط کرتے ہوئے نئی چال چلے گا لہٰذا ہم اس کو چوکنا نہ ہونے دیں بلکہ اس کو غافل رکھیں۔ علاوہ ازیں حلب سے آئے ہوئے میرے دوسو ساتھی بھی اپنا اسلام پوشیدہ رکھ کر میرے ساتھ شہر میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ان کو بھی ساتھ لے چلنا ہے اور اس وقت ان کا شہر سے نکلنا ممکن نہیں۔ ایک ضروری بات بھی گوش گزار کردوں کہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دوسو مبارک حضرات ہرقل کی قید میں ہیں اور ہرقل نے ان قیدیوں کو میری نگرانی میں دیا ہے۔ اس وقت وہ تمام قید خانہ میں ہیں لہٰذا آج کی رات توقف

کروتا کہ کل دن کو میں اصحاب رسول کو قید سے نکال کر ان کو رومی لباس پہنا کر اپنے حلب کے ساتھیوں کے ساتھ رومی لشکر میں منتشر کر دوں اور تم بھی مکر و فریب کرتے ہوئے کل دن میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ رومی لشکر میں شمولیت اختیار کر کے میدان میں نکلو اور ایسا دکھاوا کرو کہ ہرقل کے ساتھ تم عربوں سے مقابلہ کرنے آئے ہو۔

حضرت یوقنا نے حاکم فلیطانوس کو تاکید کرتے ہوئے کہا کہ تم ہرقل بادشاہ کے قریب ٹھہرنا اور میں بھی تمہارے اِرد گرد ہی ٹھہروں گا۔ جب جنگ شروع ہوگی تب ہم موقع پا کر ہرقل اور رومی لشکر کے اہم سرداروں کو قتل کر کے اپنے ساتھیوں سمیت ایک ساتھ رومی لشکر ترک کر کے اسلامی لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔ اور ان کو اچانک جھٹکا دے کر جنگ کا تختہ پلٹ دیں گے۔ حضرت یوقنا نے حاکم فلیطانوس کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہرقل بادشاہ کو تم اپنے کسی آدمی سے قتل کراؤ اور ہرقل کے قاتل کی حیثیت سے تم علی الاعلان ظاہر نہ ہو جاؤ کیونکہ تم جب رومۃ الکبریٰ واپس جاؤ گے تو وہاں کے رومی تم سے مزاحم ہوں گے کہ یہ ہمارے بادشاہ قیصر روم کا قاتل ہے۔ تب تم اپنے دفاع میں کچھ نہیں کہہ سکو گے اور اگر تم نے اپنے کسی آدمی سے ہرقل کو قتل کرایا تو اس صورت میں تم یہ عذر پیش کر سکو گے کہ ہرقل کو میں نے قتل نہیں کیا۔ میرے کسی آدمی نے قتل کیا ہے اور میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ حاکم فلیطانوس نے جواب دیا کہ اے دینی برادر! میں ہرقل کا قتل دُنیا کی سلطنت کے حصول کے لئے نہیں بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرنا چاہتا ہوں۔ بلکہ اب میرے دل میں دنیا کی سلطنت کی کوئی رغبت و وقعت نہیں۔ بس صرف یہی ایک تمنا ہے کہ ہرقل جیسے سگ رومی کو قتل کر کے اسلام کی عظیم خدمت انجام دوں اور پھر یہاں سے بیت المقدس چلا جاؤں اور باقی زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شریعت محمدی کی اطاعت میں بسر کروں اور اپنی دنیوی زندگی کو سنوار کر آخرت کی بھلائی حاصل کروں۔

حاکم فلیطانوس نے حضرت یوقنا سے کہا کہ بہتر ہے کہ آئندہ کل ہم جو کارنامہ انجام دینے والے ہیں اس کی اطلاع اسلامی لشکر کے سردار کو کسی معتمد آدمی کے ذریعہ بھیج دیں۔ حضرت یوقنا

نے جواب دیا کہ حلب کے کچھ رومی معاہد میرے جاسوس ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھیج کر اسلامی لشکر کے سردار حضرت ابوعبیدہ کو خبر کرتا ہوں۔

⦿ حضرت ابوعبیدہ کو خواب میں فتح انطاکیہ کی بشارت

حضرت یوقنا اور حاکم فلیطانوس مندرجہ بالا گفتگو کرنے کے بعد آئندہ کل کے لئے منصوبہ بندی میں مصروف ہو گئے اور حضرت یوقنا حاکم فلیطانوس کے خیمہ میں ٹھہر گئے تاکہ پاس شدہ تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اہم امور میں مشورہ کر سکیں۔ حضرت یوقنا اور حاکم فلیطانوس کے درمیان جب ہرقل کو قتل کرنے اور حاکم فلیطانوس نے اسلام قبول کرنے کا اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا تو حضرت ابوعبیدہ اپنے خیمہ میں سوئے ہوئے تھے اور انھوں نے خواب دیکھا۔ اس خواب کو امام اجل، علامہ محمد بن عمر واقدی قدس سرہٗ کی زبانی سماعت فرمائیں:

''ابوعبیدہ بن الجراح نے خواب دیکھا تھا شب فتح انطاکیہ میں کہ گویا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سلام کرتے ہیں ان پر اور ارشاد فرماتے ہیں۔

"يَا اَبَا عُبَيْدَةَ اَبْشِرْ رِضْوَانَ اللّٰهِ وَ رَحْمَتَهٗ غَدًا تُفْتَحُ الْمَدِيْنَةُ صُلْحاً عَلٰى يَدِكَ وَاَنَّ صَاحِبَ رُوْمَةَ الْكُبْرٰى قَدْ جَرٰى مِنْ اَمْرِهٖ مَعَ يُوْقَنَا كَذَا وَكَذَا وَهُمْ بِالْقُرْبِ مِنْ جَيْشِكَ فَتَنْفُذُ اِلَيْهِمْ بِاَنْجَارِ الْاَمْرِ"

ترجمہ: -اے ابوعبیدہ! خوش ہو تم ساتھ اللہ کی خوشنودی اور اس کی رحمت کے ساتھ کے کل فتح ہو جائے گا شہر از روئے صلح کے تمہارے ہاتھوں پر اور حاکم رومۃ الکبریٰ کا معاملہ یوقنا کے ساتھ ایسا اور ایسا کچھ ہوا ہے اور وہ لوگ نزدیک ہیں تمہارے لشکر سے پس حکم بھیجو تم ان کی طرف روانہ ہونے کام کے''

(حوالہ: -فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۳۷۰)

الغرض حضور اقدس عالم ماکان و ما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت یوقنا اور

حاکم فلیطانوس کے درمیان جو کچھ بھی گفتگو ہوئی تھی اس کو از اوّل تا آخر لفظ بلفظ حضرت ابوعبیدہ سے بیان فرمادی اور ساتھ میں آئندہ کل انطاکیہ شہر فتح ہونے کی بشارت دی اور حضرت ابوعبیدہ کو حکم فرمایا کہ وہ حضرت یوقنا اور حاکم فلیطانوس کے پاس کسی آدمی کو بھیج کر ان کو وہ کام کرنے کا حکم بھیجیں۔ خواب دیکھنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ بیدار ہوئے، تو آدھی رات کا وقت تھا۔ حضرت ابوعبیدہ تھوڑی دیر تک اس خواب کے متعلق سوچتے رہے۔ پھر انھوں نے آدمی بھیج کر حضرت خالد کو بلایا۔ جب حضرت خالد بن ولید حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں آئے تو انھوں نے حضرت خالد سے اپنا خواب بیان کیا۔ سن کر حضرت خالد کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا۔

حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس سچے خواب اور اپنے آقا و مولیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرف و اختیار اور اطلاع علی الغیب پر اتنا کامل یقین اور پختہ اعتماد تھا کہ انھوں نے حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری کو بلایا اور ان کو خواب کی تفصیل بتانے کے بعد ان کو اسی وقت رومی لشکر کی جانب یہ کہہ کر روانہ کیا کہ تم بے جھجک اور بے خوف حاکم فلیطانوس کے خیمہ میں چلے جانا۔ حضرت یوقنا بھی تم کو وہیں ملیں گے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری اسی وقت اسلامی لشکر کے کیمپ سے روانہ ہوکر رومی لشکر کے کیمپ میں حاکم فلیطانوس کے خیمہ پر کسی قسم کی رکاوٹ کے بغیر آپہنچے۔ اس وقت حضرت یوقنا اور حاکم فلیطانوس گفتگو میں مشغول تھے کہ خادم نے آکر اطلاع دی کہ حضرت یوقنا سے ملنے کوئی شخص آیا ہے۔ حضرت یوقنا خیمہ سے باہر آئے اور وہ تعجب کرتے تھے کہ میں یہاں ہوں اس کی خبر اس آنے والے کو کس نے دی ہوگی؟ باہر آکر دیکھا تو صحابیٔ رسول حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری ہیں۔ حضرت یوقنا ان کو پہچان گئے اور خیمہ کے اندر لے آئے اور حاکم فلیطانوس سے تعارف کرایا اور پھر پوچھا آدھی شب کے وقت یہاں تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمانے کا سبب کیا ہے؟ اور آپ کو کس نے میرا پتہ بتایا کہ میں یہاں ہوں؟ حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری نے فرمایا کہ حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد بن ولید نے مجھ سے فرمایا کہ آپ حاکم فلیطانوس کے خیمہ میں ہی ملیں گے اور ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں یہ اطلاع دی اور

مزید برآں آپ دونوں کے درمیان آئندہ کل کے معاملہ میں جو گفتگو ہوئی ہے اس کی اوّل تا آخر لفظ بلفظ تفصیل بتادی ہے پھر حضرت عمرو بن اُمیہ نے خواب کی تفصیل بتائی اور فتح انطاکیہ کی خبر بھی سنائی اور یہ بھی کہا آپ دونوں حضرت ابوعبیدہ کو آئندہ کل کی تجویز کی اطلاع بھیجنے کا ارادہ کرتے تھے لہٰذا حضرت ابوعبیدہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ نے جو تجویز طے کی ہے اس پر عمل کرنا۔ انشاءاللہ تعالیٰ تمہاری کوشش کامیاب ہوگی۔

حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے یہ ساری تفصیل سن کر حاکم فلیطانوس کے دل پر رقت طاری ہوئی اور بدن تھرتھر کانپنے لگا اور انھوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ دین اسلام ہی پائیدار اور راست ہے اور نبی مرسل رحمت عالم اور رسول برحق ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

ناظرین کرام غور فرمائیں! حضرت یوقنا اور حاکم فلیطانوس ملک شام کے انطاکیہ شہر میں رومی لشکر کے کیمپ کے ایک خیمہ میں بیٹھ کر جو گفتگو کررہے تھے اس گفتگو کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں گنبد خضراء میں آرام فرماتے ہوئے سماعت فرمارہے ہیں اور اس کی اطلاع لفظ بلفظ خواب میں حضرت ابوعبیدہ کو دے دی۔ یہی تو علم غیب اور تصرف ہے۔ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون یعنی جو کچھ بھی ہو چکا ہے اور جو کچھ بھی ہونے والا ہے اس کا علم عطا فرمایا ہے اور عالم میں تصرف کرنے کا اختیار عطا فرمایا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب اور تصرف صرف آپ کی ظاہری حیات تک ہی محدود و منحصر نہ تھا بلکہ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد آج بھی آپ کا علم غیب اور تصرف مثل آپ کی ظاہری حیات اپنی آب و تاب اور آن و شان کے ساتھ عیاں و درخشاں ہے۔ یہی عقیدہ صحابہ کرام کا تھا۔ جبھی تو حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد بن ولید نے حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری کو رومی لشکر کے کیمپ کی جانب روانہ کرتے وقت فرمایا تھا کہ حضرت یوقنا تم کو حاکم فلیطانوس کے خیمہ میں ملیں گے۔ حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مغیبات پر مطلع فرمایا ہے اور اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج بھی علم غیب پر مطلع ہیں اور آپ نے حضرت یوقنا کے متعلق

خواب میں اطلاع فرمائی ہے کہ وہ حاکم فلیطانوس کے ساتھ اس طرح کی گفتگو کر رہے ہیں لہٰذا حضرت یوقنا سو فیصدی اور یقیناً وقطعاً حاکم فلیطانوس کے خیمہ میں ضرور بالضرور موجود ہوں گے اسی لئے انھوں نے حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری سے فرمایا تھا کہ حضرت یوقنا تم کو حاکم فلیطانوس کے خیمہ میں ملیں گے۔

لیکن افسوس! صد افسوس!

دورِ حاضر کے منافقین حضور اقدس عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا صاف انکار کرتے ہیں اور حضور اقدس کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک کہتے ہیں۔

✪ امام المنافقین، مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے:

''کسی نبی، ولی کو، جن و فرشتے کو، پیرو شہید کو، امام و امام زادہ کو، بھوت و پری کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت نہیں بخشی ہے کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کرلیں'' (حوالہ:- تقویت الایمان، ناشر: دار السّلفیہ، بمبئی، ص: ۴۰)

✪ ایک دوسرا اقتباس پیش خدمت ہے:

''کسی نبی، ولی، یا امام و شہید کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے۔''

(حوالہ:- تقویت الایمان، ناشر:- دار السّلفیہ، بمبئی، ص: ۴۷)

✪ وہابی تبلیغی جماعت کے امام و پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے:

''حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا۔ نہ کبھی اس کا دعوی کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے۔''

(حوالہ:- فتاویٰ رشیدیہ (کامل) ناشر:- مکتبہ تھانوی، دیوبند، ص: ۱۰۳)

ناظرین کرام انصاف فرمائیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت خالد بن ولید

رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر صحابیٔ رسول تو یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے اور صحابی کے اس عقیدہ پر آج کا منافق وہابی یہ فتویٰ لگائے کہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم صحابہ کرام کا ہی نقش قدم اختیار کریں۔

القصہ! حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری حضرت یوقنا کو حضرت ابوعبیدہ کا پیغام پہنچانے کے بعد اسلامی لشکر کے کیمپ میں واپس لوٹ گئے۔ پھر حضرت یوقنا بھی حاکم فلیطانوس کے خیمہ سے روانہ ہوکر رومی لشکر میں گشت کرتے ہوئے اپنے خیمہ میں آئے اور آئندہ کل کے منصوبہ کو بخوبی اور کامیابی سے انجام دینے کے متعلق سوچنے لگے۔ حالانکہ حضرت یوقنا آئندہ کل کے معاملہ کے متعلق بہت زیادہ فکرمند تھے لیکن پھر بھی وہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت و دستگیری پر اعتماد رکھتے ہوئے مطمئن تھے:

اپنے دل کا ہے انھیں سے آرام، سونپے ہیں اپنے انھیں کو سب کام
لو لگی ہے کہ اب اس در کے غلام، چارۂ دردِ رضاؔ کرتے ہیں

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضاؔ بریلوی)

⊙ ہرقل بادشاہ مع اہل و عیال رات کی تاریکی میں فرار

آج میدان میں ہرقل بادشاہ موجود ضرور تھا، لیکن لڑائی میں اس کو زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ ہرقل کو بہت پہلے ہی سے اپنی سلطنت کے زوال کا یقین ہوگیا تھا۔ اسلامی لشکر نے ملک شام کے بڑے بڑے لشکروں کو شکست دے کر اس کے اہم شہروں اور قلعوں کو فتح کرلیا تھا تبھی سے اس کو اپنے تخت کے اُلٹنے کا احساس ہوگیا تھا۔ اسلامی لشکر کوچ کر کے انطاکیہ آیا تو وہ سہم گیا تھا اور اس کو اپنی سلطنت کے زوال کا وقت قریب نظر آنے لگا تھا لیکن اپنی قوم کا حوصلہ برقرار رکھنے کے لئے دلیری سے لڑنے کی ترغیب دیتا تھا لیکن وہ ہمت ہار چکا تھا۔ جی سے نڈھال ہوکر صرف دکھاوا کرتا تھا اور شجاعت اور جوانمردی کی باتیں کرتا تھا۔ اس کو ہر آن یہ فکر دامن گیر تھی کہ اب میرا کیا ہوگا؟ لشکر اسلام اب اس کے دار السّلطنت تک آ پہنچا ہے۔ اس لئے وہ لڑائی کے امور میں سستی برت کر لڑائی کو طول دیتا تھا تا کہ اپنے لیے کوئی سبیل ڈھونڈ نکالے۔

اسی شب ہرقل نے خواب دیکھا کہ ایک شخص آسمان سے اُترا، اور اس نے ہرقل کے تخت کو اُلٹ دیا، اور اس کا تاج بھی اس کے سر سے اُڑ گیا، اور کوئی پکارنے والا پکارتا ہے کہ تیری سلطنت کے زوال کا وقت آ گیا، اور بتحقیق سختی اور بدبختی دُور ہوئی اور اللہ تعالیٰ مذہب اہل حق لایا۔ یہ خواب دیکھ کر ہرقل چونک کر بیدار ہو گیا اور خواب کی تعبیر سوچتا رہا۔ بڑی دیر تک سوچنے کے بعد اس نے یہ تعبیر نکالی کہ میری حکومت کا زوال یقینی ہے لہذا اس نے اپنا خزانہ اور قیمتی ہیرے، جواہرات وغیرہ نکال کر اپنی بیٹی زیتون اور خاندان کے لوگوں کے ساتھ خفیہ راستہ سے محل سے سمندر کے کنارے منتقل کر دیا۔ پھر اس نے اپنے غلام اور خادم خاص ''بالیس بن ریبوس'' کو بلایا۔ ہرقل کا غلام بالیس ہرقل سے شکل وصورت میں بہت مشابہ تھا۔ ہرقل نے اس کو اپنا لباس، تاج اور پٹکہ پہنا دیا اور اس سے کہا کہ میں عربوں سے ایک فریب کرنا چاہتا ہوں۔ آج رات ہی میں عربوں کے کیمپ کے پیچھے ایک کمین گاہ میں چھپ جاؤں گا اور تم صبح میدان جنگ میں میری جگہ ٹھہرنا اور کسی کو پتہ نہ چلنے دینا کہ میں لشکر میں موجود نہیں اور میری جگہ تم ٹھہرے ہو۔ عین لڑائی کے وقت کمین گاہ سے میں ایسا مکر کروں گا کہ عربوں کو ہزیمت ہوگی۔ یہ راز تیرے اور میرے درمیان رہے۔ مجھے تجھ پر پورا بھروسہ ہے کیونکہ تو میرا پُرانا اور وفادار خادم ہے۔ پھر ہرقل نے اپنے غلام بالیس کو جنگ کے تعلق سے کچھ ہدایت اور نصیحت کی اور بعدہٗ محل کے خفیہ راستہ سے نکل کر وہ بھی ساحل پر پہنچ گیا اور اپنا خزانہ، مال و اسباب اور اہل وعیال کے ہمراہ کشتی میں سوار ہو کر رات میں انطاکیہ سے اپنے آبائی شہر ''قسطنطنیہ'' بھاگ گیا۔ الغرض! ہرقل اپنے خادم خاص کو بھی اپنے فرار ہونے سے آگاہ نہیں کیا اور اس کو بھی غافل رکھا۔

انطاکیہ پر لشکر اسلام کی فتح مبین

دوسرے دن بعد نماز فجر حضرت ابوعبیدہ نے پورے جیش اسلام کو کیمپ سے نکالا اور معرکہ جنگ میں لائے۔ حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد گزشتہ شب کے خواب کی بشارت کی وجہ سے یقین کامل کے ساتھ میدان میں آئے تھے کہ انشاء اللہ آج انطاکیہ فتح ہو جائے گا۔

اُدھر سے رومی لشکر بھی اپنے کیمپ سے نکل کر میدان میں آیا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے ٹھہرے۔ ہرقل بادشاہ کی جگہ اس کا غلام بالیس شاہی لباس اور شاہی تاج پہن کر کھڑا تھا۔ ہرقل کے فرار ہونے اور میدان میں اس کی عدم موجودگی کی کسی کو اطلاع نہ تھی۔ غلام بالیس کو دیکھ کر سب یہ سمجھتے تھے کہ ہرقل بادشاہ بذات خود موجود ہے۔ رومۃ الکبریٰ کے حاکم فلیطانوس اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہرقل کے قریب اپنی جگہ اختیار کی تھی حضرت یوقنا بھی شہر سے دوسو صحابہ کرام کو قید خانہ سے نکال کر ان کو رومی لباس پہنا کر اپنے حلب کے ساتھیوں کے ساتھ رومی لشکر میں آ پہنچے تھے۔ اور ان تمام کو ہرقل بادشاہ کے اِردگرد منتشر کر دیا تھا۔ رومی لشکر کی صف بندی کی گئی لیکن کوئی سپاہی لڑنے کے لئے میدان میں نہ نکلا۔ حضرت ابوعبیدہ نے تھوڑی دیر تک انتظار کیا مگر جب رومی لشکر سے کوئی حرکت نہ ہوئی تو حضرت ابوعبیدہ نے یہ طے فرمایا کہ پورے اسلامی لشکر سے یک بارگی رومیوں پر یلغار کر دی جائے لہذا سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید لشکر زحف کے مجاہدوں کے ساتھ رومی لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ ان کے بعد (۱) حضرت سعید بن زید (۲) حضرت ربیعہ بن قیس (۳) حضرت میسرہ بن مسروق (۴) حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق (۵) حضرت ذوالکلاع حمیری (۶) حضرت فضل بن عباس (۷) مالک اشتر نخعی (۸) حضرت عمرو بن معدی کرب زبیری اور (۹) حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے علی الترتیب اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ مختلف سمتوں سے رومی لشکر پر یلغار کی۔ تمام مجاہدوں نے پوری طاقت اور جوش کے ساتھ شدید حملہ کیا۔ رومی لشکر اس طرح کے یکبارگی حملہ سے لڑکھڑا گیا رومیوں نے بھی دلیری سے مقابلہ کیا اور جان پر کھیل کر لڑے۔ لیکن رومی لشکر کچھ سنبھلے اور قدم جمائے اس سے پہلے اچانک رومی لشکر میں آپس میں تلواریں چلنے لگیں۔ رومۃ الکبریٰ کے حاکم حضرت فلیطانوس اور ان کے جاں نثار ساتھیوں نے رومی سپاہیوں کو تلواریں مارنی شروع کیں۔ حضرت یوقنا اور ان کے ساتھ دوسو صحابی رسول اور دوسو حلب کے نومسلم مجاہدوں نے بھی رومی سپاہیوں کو نیزوں اور تلواروں کی نوک پر لینا شروع کیا۔ رومی لشکر میں انتشار اور بدنظمی پھیل گئی۔ ایک تو ہر سمت سے اسلامی لشکر نے شدید حملہ کر کے رومی لشکر کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیں تو دوسری طرف سے رومی لشکر کے اندر ہی خانہ جنگی رونما ہوئی۔ لہذا

رومی سپاہی بدحواس ہوکر اندھا دُھند اور بے ترتیب لڑنے لگے اور اسلامی لشکر کے مجاہدوں کی تلواروں سے گاجر مولی کی طرح کٹنے لگے۔

رومی لشکر میں پھیلی ہوئی بدمزگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے موقع پا کر حاکم فلیطانوس نے ہرقل کی جگہ ٹھہرے ہوئے اس کے غلام ''بالیس'' کو ہرقل سمجھ کر اس پر حملہ کیا۔ اور ان کے ساتھیوں نے ہرقل کی حفاظت پر متعین محافظوں کے گروہ پر حملہ کیا۔ اور بالیس پر قبضہ کر کے قید کر لیا۔ یہ منظر دیکھ کر رومی سپاہی بھڑک گئے۔ انھوں نے یہ سمجھا کہ ہرقل بادشاہ مارا گیا لہذا رومی لشکر میں شور اُٹھا کہ ہرقل بادشاہ مارا گیا یا قید ہو گیا۔ ہرقل کے مقتول یا مقید ہونے کی خبر آن واحد میں بجلی کی طرح رومی لشکر میں پھیلی، جسے سن کر رومی لشکر کے سپاہیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے اور انھوں نے پیٹھ دکھا کر راہ فرار اختیار کی۔ اسلام کے جانباز مجاہدوں نے بھاگتے ہوئے رومی سپاہیوں کا ہر سمت میں تعاقب کیا اور ان پر تلواریں رکھیں۔ اس دن رومی لشکر کے ستر ہزار (۷۰,۰۰۰) سپاہی مقتول ہوئے۔ ان مقتولین میں بارہ ہزار (۱۲,۰۰۰) تو متنصرہ عرب تھے۔ رومی لشکر سے بیس ہزار سپاہی قید ہوئے تھے مجاہدوں نے نصرانی عربوں کے لشکر کے سردار جبلہ بن ایہم غسانی اور اس کے بیٹے ایہم بن جبلہ کو بہت تلاش کیا تا کہ ان دونوں کو واصل جہنم کر دیں لیکن یہ دونوں باپ بیٹا قوم بنو غسّان کے پانچ سو سواروں کے ہمراہ بہت پہلے ہی نو دو گیارہ ہو گئے تھے۔ لہذا وہ تمام بچ نکلے۔

حاکم فلیطانوس نے بالیس بن ریبوس کو ہرقل سمجھ کر ہی گرفتار کیا تھا لہذا انھوں نے بالیس کی مشکیں باندھی اور اس پر کڑی نگرانی رکھی اور رومی سپاہی کے قتل کا ہنگامہ سرد ہوا تو اس کو اسلامی لشکر کے کیمپ میں حضرت ابوعبیدہ کے پاس لائے اور کہا کہ اے سردار! سگ روم کو قید کر خدمت میں حاضر لایا ہوں۔ تب بالیس بولا کہ میں قیصر روم ہرقل نہیں بلکہ اس کا غلام ہوں اور ہرقل کا ہمشکل ہونے کی وجہ سے ہرقل نے مکر و فریب کر کے اس کی جگہ مجھے کھڑا کر دیا اور مجھ کو بلی کا بکرا بنا دیا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے بالیس پر اسلام پیش کیا مگر اس نے دین نصرانی سے انحراف کر کے دین اسلام قبول کرنے کا صاف انکار کیا لہذا اس کی گردن ماری گئی۔

حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں ہرقل کے غلام بالیس کو بحالت قید لے کر حاکم رومۃ

الکبریٰ حضرت فلیطانوس جب آ رہے تھے تب ان کے استقبال اور ان کی تعظیم کے لئے حضرت ابوعبیدہ اور تمام مسلمان کھڑے ہو گئے اور مرحباً، اھلاً و سھلاً کہہ کر ان کا خیر مقدم کیا اور محبت کے پر جوش لہجہ میں سلام پیش کر کے گرمجوشی سے ملاقات کی، اور تواضع و حسن اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ اور ان کی عزت و تکریم کرتے ہوئے اسلام قبول کرنے کی مبارکباد دی اور اسلام کی عظیم و نمایاں خدمت انجام دینے کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ مجاہدوں کے اس والہانہ سلوک سے حضرت فلیطانوس بہت متاثر ہوئے اور اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ خدا کی قسم! یہ وہی مقدس قوم ہے جس کی بشارت حضرت عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی تھی۔

قارئین کرام کی خدمت میں ایک ضروری وضاحت پیش ہے کہ فتح انطاکیہ کے ذیل میں جو نقشہ درج ہے۔ اس کو پھر ایک مرتبہ بغور ملاحظہ فرمائیں گے تو معلوم ہوگا جنگ انطاکیہ شہر سے باہر میدان میں ہوئی تھی۔ رومی لشکر کا کیمپ بھی قلعہ کے باہر بنایا گیا تھا۔ ہرقل نے صلب بن قطس نام کے بطریق کو انطاکیہ کا حاکم مقرر کر کے شہر کی حفاظت پر اسے مقرر کیا تھا۔ بطریق صلب متعصب نصرانی تھا۔ علاوہ ازیں ایک نمبر کا ضدی اور جاہل تھا۔ وہ اپنے ساتھ رومی سپاہیوں کی ایک جماعت لے کر قلعہ کی دیوار سے میدان میں ہونے والی جنگ کا معائنہ کر رہا تھا۔ جب رومی لشکر نے ہزیمت اُٹھائی اور رومی سپاہیوں نے بھاگنا شروع کیا تو اس نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا اور قلعہ کی دیوار سے اسلامی لشکر سے لڑنے کا قصد کیا لیکن شہر کے رئیسوں اور ذی شعور لوگوں نے اس کو ڈانٹا اور کہا کہ کیا تیری عقل کا چراغ گل ہو گیا ہے؟ جب ہرقل کا اتنا بڑا لشکر عربوں کے سامنے ٹھہر نہیں سکا تو مٹھی بھر سپاہیوں کو لے کر تو کتنی دیر لڑ سکے گا؟ نتیجہ یہ ہوگا کہ تو ہلاک ہوگا اور ساتھ میں ہم کو بھی ہلاک کرے گا لہذا لڑنے کی بیوقوفی مت کر، دماغ سے کام لے اور عربوں سے صلح کر لے۔ اہل شہر کے رؤسا، بطارقہ اور عوام الناس کے دباؤ میں آ کر صلیب بن قطس نے لڑنے کا ارادہ ترک کر دیا اور حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تین لاکھ دینار زر فدیہ پر صلح کی اور شہر کے دروازے کھول دیئے۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں از روئے صلح انطاکیہ فتح ہونے کی جو بشارت دی تھی اس کے مطابق انطاکیہ کا قلعہ بذریعہ صلح فتح ہوا۔

حضرت ابوعبیدہ نے صلح کے شرائط طے کرنے کے بعد حاکم انطاکیہ صلب بن قطس سے غدر اور بے وفائی نہ کرنے کا وعدہ لیا اور حضرت یوقنا نے قسمیں کھلا کر اس سے حلف لیا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کے ساتھ انطاکیہ شہر میں داخل ہوئے۔ جب اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہو رہا تھا تو قاری قرآن، سورہ فتح کی تلاوت کر رہا تھا۔ اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہوکر باب النحان پر ٹھہرا اور وہاں ایک جگہ پر خط کھینچ کر مسجد کا نقشہ کھینچا۔ پھر وہاں ایک مسجد تعمیر کی گئی جو اب بھی موجود ہے۔ انطاکیہ کی فتح ماہ ذیقعدہ ۱۸ھ میں ہوئی۔ اسلامی لشکر انطاکیہ میں تین دن ٹھہرا۔ تین دن کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور وہاں سے دحازم نامی مقام پر آئے اور دحازم میں اسلامی لشکر کا کیمپ قائم کیا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے فتح انطاکیہ کی تفصیل لکھ کر امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم کی خدمت میں بھیجا اور حضرت زید بن وہب کو خط دے کر تیز رفتار اونٹنی پر مدینہ منورہ روانہ کیا۔

✪ اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات

(۱) اِرکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصریٰ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس (۱۰) جوسیہ (۱۱) حمص (۱۲) شیرز (۱۳) رستن (۱۴) حمات (۱۵) قنسرین (۱۶) بعلبک (۱۷) یرموک (۱۸) بیت المقدس (۱۹) حلب (۲۰) اعزاز (۲۱) انطاکیہ

امین الامت حضرت ابوعبیدہ نے حضرت زید بن وہب کے ہاتھوں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں جو خط بھیجا تھا اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ ملک شام کے جتنے بھی بڑے شہر ہیں وہ قریب قریب فتح ہوگئے لہذا اب میرا ارادہ یہ ہے کہ پہاڑی علاقوں میں جو شہر واقع ہیں ان کو فتح کرلوں، اس امر میں آپ اپنا حکم اور مشورہ تحریر فرمائیں کہ ان شہروں پر یلغار کروں یا نہیں؟ حضرت زید بن وہب حضرت ابوعبیدہ کا خط لے کر ۲۵؍ذیقعدہ ۱۸ھ کو مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت زید بن وہب جب مدینہ منورہ آئے تو کیا

دیکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے باہر لوگوں کا ہجوم لگا ہوا ہے۔ تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارادۂ حج مکہ معظّمہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور اہل مدینہ امیر المؤمنین کو رخصت کرنے شہر کے باہر تک آئے ہوئے ہیں حضرت زید بن وہب نے شہر کے باہر ہی امیر المؤمنین سے ملاقات کی اور حضرت ابوعبیدہ کا خط دیا۔ امیر المؤمنین نے اثنائے راہ خط کا جواب ارقام فرمایا اور حضرت ابوعبیدہ کو لکھا کہ پہاڑی علاقوں کے متعلق مجھ سے زیادہ تم کو واقفیت ہے کیونکہ تم اس علاقہ میں ہو اور میں دُور ہوں۔ لہذا تم کو جو مناسب معلوم ہو ویسا کرنے کا اختیار ہے، میری طرف سے اجازت ہے۔

فتوحات علاقہ ساحل

حضرت ابوعبیدہ نے ''دحازم'' میں اسلامی لشکر کا کیمپ قائم کرکے وہیں پڑاؤ کیا اور امیر المؤمنین کے جواب کا انتظار کررہے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے یہ طے فرمایا کہ مدینہ منورہ سے امیر المؤمنین کا حکم آنے کے بعد کس جانب کوچ کرنا ہے وہ طے کریں گے لہٰذا جب تک حضرت زید بن وہب مدینہ منورہ سے واپس نہیں آتے تب تک دحازم میں ہی مقیم رہیں۔ اور دحازم کے قیام کے دوران ملک شام کے ساحلی علاقوں کو فتح کرلینا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد بن ولید کو قرب وجوار کے ساحلی شہروں اور قلعوں کو فتح کرنے بھیج دیا۔ حضرت خالد بن ولید نے (۱) بنج (۲) براعہ (۳) تابلس اور (۴) قلعہ نجم کو آسانی فتح کرلیا۔ ان فتوحات کا بہت ہی مختصر احوال ذیل میں درج ہے۔

(۱) **بنج**:- جب حضرت خالد بن ولید بنج کے قلعہ پر لشکر لے کر پہنچے تو وہاں کا حاکم جرفاس آمادۂ جنگ ہوا لیکن اہل شہر نے حاکم جرفاس کے اس ارادہ کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ اسلامی لشکر سے جنگ مول لے کر ہم ہلاک ہونا نہیں چاہتے لیکن حاکم جرفاس مانا نہیں اور جنگ پر مصر رہا لہٰذا اہل شہر قلعہ کا دروازہ کھول کر حضرت خالد کے پاس آئے اور صورت حال سے آگاہ کرکے ڈیڑھ لاکھ دینار زرِفدیہ ادا کرکے صلح کی۔ حضرت خالد نے حاکم جرفاس کو مع اہل وعیال وہاں سے بھگادیا اور حضرت عبادہ بن رافع کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔

(۲) **قلعہ نجم**:- بنج سے ملحق ہی لوہے کے پل پر ایک قلعہ میں رومیوں کی بستی آباد تھی۔ یہ قلعہ بھی بذریعہ صلح فتح ہوا اور حضرت خالد نے وہاں کے حاکم کی حیثیت سے حضرت نجم بن مفرح فہری کا تقرر کیا اور وہاں سے روانہ ہوگئے۔

(۳) **براعہ**:- حضرت خالد اپنا لشکر لے کر براعہ پہنچے تو اہل براعہ نے قلعہ کے دروازے بند کردیئے اور قلعہ میں محصور ہوکر بیٹھ گئے لیکن کسی قسم کا کوئی حملہ یا مقابلہ نہیں کیا۔ پھر اہل براعہ نے جمع ہوکر مشورہ کیا کہ عربوں سے صلح کرکے امان حاصل کرنے میں

ہماری بہتری اور بھلائی ہے۔ لہٰذا شہر کے معزز لوگ حضرت خالد کے پاس آئے اور صلح کی۔ حضرت خالد نے حضرت اوس بن خالد ربعی کو وہاں کا حاکم مقرر کیا اور پھر وہاں سے روانہ ہوگئے۔

(۴) **تابلس**:- حضرت خالد بن ولید اپنے لشکر زحف کے ساتھ تابلس پہنچے تو اہل تابلس بہت گھبرائے اور قلعہ کے دروازے بند کرکے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے۔ اہل تابلس نے اسلامی لشکر سے لڑنے کا قصد کیا لیکن ان کو اطلاع مل چکی تھی کہ بنج، نجم اور براعہ کے لوگوں نے زرفدیہ ادا کرکے صلح کرلی ہے لہٰذا انھوں نے قلعہ کی دیوار سے ''لفون لفون'' یعنی ''امان امان'' پکارنا شروع کیا اور پھر قلعہ سے باہر آکر صلح کی۔ حضرت خالد نے حضرت بادر بن عون حمیری کو وہاں کا حاکم مقرر کیا اور پھر وہاں سے اسلامی لشکر کے کیمپ ''دحازم'' کی طرف واپس لوٹے۔

حضرت خالد بن ولید بہت سارے غنائم اور نقد دراہم لے کر دحازم لوٹے تھے۔ اور ان کے اس طرح فتح وظفر حاصل کرنے پر اسلامی لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اسلامی لشکر نے تہلیل وتکبیر کی صدائیں بلند کرکے ان کا شاندار استقبال کیا۔ پھر حضرت خالد اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ کے خیمہ میں آئے اور تمام مال غنیمت ان کی خدمت میں پیش کیا اور تمام مقام کی فتوحات کی تفصیل کہہ سنائی۔ حضرت ابوعبیدہ بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔ حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد بن ولید ساحلی علاقوں کی فتوحات کے متعلق گفتگو کررہے تھے کہ حضرت زید بن وہب مدینہ منورہ سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط لے کر آئے۔

پہاڑی علاقہ کی فتوحات

حضرت ابوعبیدہ نے امیر المؤمنین کا خط کھول کر آہستہ پڑھا پھر آپ نے مجاہدوں کو جمع کر کے وہ خط بآواز بلند پڑھ کر سنایا اور فرمایا کہ پہاڑی علاقوں کی طرف کوچ کرنے کے معاملہ میں امیر المؤمنین نے مجھ کو اختیار دیا ہے اور میں تم لوگوں سے مشورہ کئے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتا۔ لہذا میں حاضرین سے التماس کرتا ہوں کہ اس امر میں اپنے مفید مشورے ظاہر کریں کہ ہم پہاڑی علاقوں کا قصد کریں یا نہیں؟ حضرت میسرہ بن مسروق نے کہا کہ اے سردار! ہم آپ کے زیر دست ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور پھر آپ کی اطاعت کریں، آپ جو بھی فیصلہ کریں گے وہ ہمیں قبول و منظور ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ یہ آپ لوگوں کی محبت اور حسن ظن ہے۔ لیکن میں جاننا چاہتا ہوں کہ پہاڑی علاقوں کی طرف جانا نفع بخش اور فائدہ مند ہے یا نہیں؟ تب حضرت خالد بن ولید نے اپنا مشورہ ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ اے سردار! پہاڑی علاقوں کی طرف جانا یقیناً مناسب اور موزوں ہے۔ پہاڑی علاقوں میں ہمارا جانا دشمنوں پر رُعب اور دبدبہ طاری کرنے کے مترادف ہے۔ ان علاقوں کے رومیوں پر یہ اثر قائم ہوگا کہ اسلامی لشکر کے غلبہ اور تسلط کا یہ عالم ہے کہ اب پہاڑی علاقوں تک اس کی رسائی ہوگئی ہے اور یہ امر رومیوں کے لئے باعث ضعف اور خوف ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا اے ابوسلیمان! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ نے نہایت مفید مشورہ پیش کیا ہے۔ تمام حاضرین نے بھی حضرت خالد کے مشورہ کی تائید و توثیق کی۔

⊙ اسلامی لشکر کی پہاڑی علاقہ کی طرف روانگی

حضرت ابوعبیدہ نے ایک لمبے نیزہ پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بڑے علم ''رایت'' کی مانند ایک علم (نشان) بنایا۔ جو سیاہ کپڑے کا تھا۔ سیاہ رنگ کے کپڑے میں

سفید رنگ سے جلی حروف میں ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه'' لکھا ہوا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے اس نشان (علم) کو جنبش دی اور پھر وہ نشان حضرت میسرہ بن مسروق کو عطا فرمایا اور ان کو چار ہزار (۴۰۰۰) سواروں پر سردار مقرر کر کے پہاڑی علاقوں کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت میسرہ بن مسروق کے ساتھ جن چار ہزار سواروں کو متعین فرمایا، ان میں ایک ہزار سوار غلام تھے۔ ان ایک ہزار غلاموں پر حضرت دامس ابوالہلول کو سردار مقرر فرمایا اور حضرت دامس سے فرمایا کہ تم حضرت میسرہ بن مسروق کی سرداری کے ماتحت رہو گے۔ تم پر لازم ہے کہ ہر معاملہ میں ان سے مشورہ کرو اور ان کے حکم کی اطاعت کرو۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے چار رومی معاہدین کو راہبر کی حیثیت سے حضرت میسرہ بن مسروق کے ساتھ کیا تا کہ وہ لشکر کو راہ بتانے کی خدمت انجام دیں۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے حضرت میسرہ بن مسروق کے لشکر کو دعائے خیر و عافیت سے نواز کر رخصت فرمایا۔ تہلیل و تکبیر کہتا ہوا چار ہزار کا اسلامی لشکر دحازم سے پہاڑی علاقہ کے شہر ''قورص'' کی طرف روانہ ہوا۔ قورص شہر انجان راہوں سے پار کر کے آتا تھا۔ وہ شہر پہاڑ کی اونچائی پر واقع تھا اور مضبوط پتھر کی بڑی بڑی چٹانوں سے تعمیر کیا ہوا شہر تھا۔ قورص شہر پہاڑ کی بلندی پر واقع ہونے کی وجہ سے وہاں بلا کی سردی پڑتی تھی اور وہ علاقہ برف کی چادروں سے ڈھکا رہتا تھا۔

دحازم سے روانہ ہو کر اسلامی لشکر ''بقعۂ جنددراس'' نامی مقام پر پہنچا۔ وہاں سے آگے بڑھ کر ''نہر ساحور'' پر آیا اور نہر ساحور عبور کر کے قورص کے راستہ پر ایک مقام پر رات بسر کرنے کے لئے قیام کیا۔ صبح کو لشکر روانہ ہوا۔ اب پہاڑ کی اونچائی شروع ہوئی۔ خطرناک گھاٹیاں، تنگ راستے اور نوک دار پتھروں والی راہیں پہاڑ کی اونچائی کی طرف جاتی تھیں۔ راستہ اتنا تنگ تھا کہ ایک ساتھ دو سوار نہیں چل سکتے تھے۔ لہذا اسلامی لشکر نے قطار باندھ کر پہاڑ کی بلندی عبور کرنا شروع کیا۔ تنگ راستہ کے دونوں طرف نوکیلے درخت تھے جن کی شاخیں راستہ کی طرف جھکی اور لٹکی ہوئی تھیں۔ اور گزرنے والے سوار کو اس کے کانٹے چبھتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے کپڑے تار تار ہو جاتے۔ پتھریلی راہ کے نوک دار پتھر گھوڑوں کے کھروں میں لگتے اور ان کے پاؤں زخمی ہو جاتے۔ اسی طرح تین دن کی دشوار گزار راہ کی

مسافت طے کر کے اسلامی لشکر ایک کشادہ مقام پر پہنچا۔مگر وہاں کڑاکے کی سردی پڑتی تھی۔ چاروں سمت برف کی سفید چادریں بچھی ہوئی نظر آتی تھیں۔اسلامی لشکر کا ہر مجاہد سردی کی شدت سے ٹھٹھر گیا تھا۔اتنی سخت سردی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔قوت تحمل جواب دے چکی مگر پھر بھی ہمت کر کے آگے بڑھتے رہے۔اس طرح سخت تکلیف اور مشقت برداشت کرتے کرتے پہاڑ کی چوٹی پر ایک وسیع میدان میں پہنچے۔تمام مجاہد پانچ دن تک مسلسل ایسی دشوار مسافت طے کرتے کرتے تھک چکے تھے۔گھوڑوں کے پاؤں بوجھل ہو چکے تھے لہذا حضرت میسرہ بن مسروق نے اس وسیع میدان میں توقف کرنے کا حکم دیا تاکہ مجاہدین کچھ آرام حاصل کرلیں۔لشکر اس میدان میں کچھ عرصہ ٹھہرا پھر کوچ کر گیا۔

اسلامی لشکر نے ابھی کچھ ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ پہاڑ کی جڑ میں بڑا شگاف نظر آیا لہذا لشکر اس شگاف میں داخل ہو کر تھوڑا آگے بڑھا تو ایک گاؤں نظر آیا۔مجاہدوں نے گاؤں میں داخل ہو کر دیکھا تو اس میں ایک بھی آدمی نظر نہیں آتا تھا۔تمام مکانات خالی پڑے ہوئے ہیں۔کسی انسان کا نام ونشان نہیں تھا البتہ مکانوں میں جانور بندھے پڑے تھے۔مرغیاں اور بطخ اذانیں دے دے کر شور وغل مچا رہے تھے۔مکانوں میں بھاری بوجھ والا سامان مثل پلنگ، الماریاں وغیرہ پڑی ہوئی تھیں لیکن آدمیوں سے پورا گاؤں خالی تھا۔کیونکہ انھوں نے اسلامی لشکر کو پہاڑ پر چڑھ کر گاؤں کی طرف آتا ہوا دُور سے دیکھ لیا تھا لہذا وہ اپنے اہل وعیال اور قیمتی اشیاء وغیرہ لے کر بھاگ گئے اور اپنے مکانوں اور جانوروں کو ویسے ہی لاوارث چھوڑ دیا۔ مجاہدوں نے اس گاؤں سے کافی مقدار میں غنیمت پایا۔حضرت میسرہ بن مسروق نے مجاہدوں کو تنبیہ کی کہ ہوسکتا ہے کہ گاؤں والوں نے فریب کر کے کوئی چال چلی ہو اور اِردگرد پوشیدہ رہ کر ہم پر نظر رکھتے ہوں اور موقع پا کر حملہ کر دیں۔

اسلامی لشکر تھوڑا عرصہ اس گاؤں میں ٹھہرا پھر غنیمت لے کر کوچ کر گیا اور وہاں سے چل کر ایک وسیع چراگاہ میں پہنچا۔اس چراگاہ کا نام ''مرج القبائل'' تھا۔اسلامی لشکر نے اس وسیع چراگاہ میں کیمپ قائم کیا۔اسلامی لشکر کے چند مجاہد اطراف کے علاقہ کا معائنہ کرنے تھوڑی دور تک چہل قدمی کرتے گئے اور جب واپس آئے تو ان کے ساتھ ایک رومی گبر تھا جس کو وہ قید

کر کے لائے تھے۔اس کو قید کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب چند مجاہد چہل قدمی کرتے ہوئے کچھ فاصلہ طے کر کے مرج القبائل کے میدان کے کنارے تک گئے تو انھوں نے دیکھا کہ پتھر کی ایک چٹان کی آڑ میں چھپ کر ایک شخص ان کو دیکھ رہا ہے۔وہ شخص کبھی ظاہر ہوتا اور کبھی چھپ جاتا۔ایسا محسوس ہوا کہ وہ جاسوسی کر رہا ہے۔لہذا مجاہدوں کے گروہ سے تین چار مجاہد سرک کر الگ ہوگئے اور لمبا چکر کاٹ کر جہاں وہ رومی گبر چھپ کر جاسوسی کر رہا تھا اس کے پیچھے پہنچ گئے۔وہ رومی گبر آگے کی جانب دیکھ رہا تھا اور اس کے پیٹھ کے پیچھے کیا ہو رہا ہے اس سے غافل تھا کہ اچانک مجاہد اس پر جا پڑے اور اسے دبوچ لیا اور گھسیٹتے ہوئے قیدی بنا کر اسلامی لشکر کے کیمپ میں لے آئے وہ گبر رومی زبان کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں جانتا تھا لہذا حضرت میسرہ بن مسروق نے راہبر معاہدی میں سے ایک رومی کو بلا کر اس رومی گبر سے حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ انطاکیہ کی فتح کے بعد ہرقل بادشاہ اپنے آبائی وطن قسطنطنیہ چلا گیا ہے اور اس کا بیٹا قسطنطین بھی قیساریہ سے وہاں پہنچ گیا ہے۔ہرقل کو ملک شام کے پہاڑی علاقوں کے شہروں کی فکر لاحق ہوئی، لہذا اس نے تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) کا ایک لشکر اس علاقہ میں بھیجا ہے تاکہ وہ لشکر پہاڑی علاقوں میں گشت کرے اور وہاں کے شہروں کی حفاظت اور نگہبانی کرے۔ ہرقل کا بھیجا ہوا مذکورہ لشکر تم سے صرف چھ میل کی دوری پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔

❁......❁......❁

جنگ مرج القبائل

حضرت میسرہ رومی گبر کی زبان سے تیس ہزار کے رومی لشکر کی خبر سن کر متفکر ہوئے اور تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا کر گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ حضرت میسرہ بن مسروق کو اس طرح متفکر دیکھ کر حضرت عبداللہ بن حذافہ نے کہا کہ اے سردار! کیا بات ہے کہ میں آپ کو ملول اور فکر مند دیکھ رہا ہوں؟ حضرت عبداللہ بن حذافہ کو جواب دیتے ہوئے حضرت میسرہ بن مسروق نے فرمایا کہ رومی لشکر تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) کا ہے اور ہم صرف چار ہزار ہیں اور پہاڑی علاقہ میں پہلی مرتبہ پرچم لے کر ہم آئے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ہم کو ہزیمت اٹھانی پڑی تو امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم کو سرزنش کریں گے اور اسلامی لشکر کے کسی مجاہد کو مصیبت اور تکلیف پہنچی تو مجھ سے ہی پوچھ تاچھ ہوگی۔ حضرت میسرہ بن مسروق کی بات سن کر تمام مجاہدوں نے کہا کہ اے سردار! قسم ہے خدا کی! ہم موت کی مطلق پرواہ نہیں کرتے کیونکہ ہم نے اپنی جانیں اللہ کو بیچ دی ہیں اور اس کے عوض جنت خرید لی ہے۔ اور جو شخص اس امر کو جانتا ہے وہ کافروں کی جانب سے پہنچائی جانے والی تکلیف کی پرواہ نہیں کرتا۔ مجاہدوں کو بلند حوصلہ دیکھ کر حضرت میسرہ بن مسروق بہت خوش ہوئے اور دعائے خیر و برکت دی۔ عین اسی وقت رومی لشکر کے نشان اور صلیبیں نظر آئیں۔ رومی لشکر پھیلی ہوئی ٹڈیوں کی طرح آرہا تھا۔

القصہ! رومی لشکر بھی مرج القبائل کے وسیع میدان میں آپہنچا اور اسلامی لشکر کے سامنے والے کنارے پر پڑاؤ ڈالا۔ رومی سپاہی اپنے قیام کے لئے خیمے نصب کرنے میں مصروف ہوئے۔ آفتاب غروب ہوا۔ دونوں لشکروں نے اپنے اپنے کیمپ میں آرام سے شب بسر کی اور کوئی ناخوش گوار واقعہ رونما نہیں ہوا۔

دوسرے دن حضرت میسرہ بن مسروق نے مجاہدوں کو نماز فجر پڑھائی اور نماز سے فارغ ہو کر خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور جہاد کی فضیلت بیان کر کے مجاہدوں کو جہاد کی ترغیب

دیتے ہوئے فرمایا:

وَقَالَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ فَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى قِلَّتِكُمْ وَكَثْرَةِ اَعْدَائِكُمْ فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً م بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِيْنَ

ترجمہ: - ''اور فرمایا ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔ پس مت دیکھو اپنی قلت کو اور اپنے دشمنوں کی کثرت کو۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ بارہا کم جماعت غالب آتی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔''

پھر حضرت میسرہ بن مسروق اسلامی لشکر کو کیمپ سے نکال کر میدان میں لائے اور لشکر کی صف بندی کی۔ میمنہ پر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کو اور میسرہ پر حضرت سعد بن سعید حنفی کو سردار مقرر فرمایا اور حضرت دامس ابوالہلول کو ایک ہزار غلاموں کے ساتھ لشکر کے آگے ٹھہرایا۔ اُدھر رومی لشکر بھی کیمپ سے نکل کر میدان میں آیا اور دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔ رومی لشکر کا ہر سپاہی عمدہ لباس پہنے ہوئے تھا اور ہر ایک کے پاس پورے ہتھیار تھے۔ لشکر میں جگہ جگہ نشان اور صلیبیں بلند کی ہوئی تھیں۔ اور تمام رومی سپاہی اسلامی لشکر کی قلیل تعداد دیکھ کر غلبہ اور فتح حاصل ہونے کے غرور میں اکڑ کر اُچھل کود کر رہے تھے اور جلد از جلد حملہ آور ہونے کا قصد کر رہے تھے۔

سب سے پہلے رومی لشکر سے قوم غسان کا ایک نصرانی عرب میدان میں آیا اور تکبر کے نشے میں چور عربی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے بکواس کرنے لگا کہ ملک شام کے پہاڑی علاقے میں تم کو تمہاری موتیں لائی ہیں۔ اس وقت جو تیس ہزار کا رومی لشکر یہاں موجود ہے اس لشکر کے ہر سپاہی نے صلیب کی قسم کھائی ہے کہ وہ تمہارے خون سے اپنی تلوار کی پیاس بجھائے گا۔ اگر تم کو اپنی زندگی پیاری ہے تو اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم تم سب کو قید کر کے ہرقل بادشاہ کے پاس بھیج دیں اور وہ تم پر رحم کر کے تم کو بحیثیت غلام زندہ رکھے گا اور تم ہرقل

بادشاہ کے رحم وکرم کے سبب زندہ رہو گے اور تازیست اس کی غلامی کرو گے۔

اس نصرانی عرب کی بکواس سن کر حضرت دامس ابوالہلول طیش میں آ گئے اور اپنی جگہ سے آگے بڑھ کر اس نصرانی سگ کے قریب گئے اور فرمایا کہ روسائے عرب کو ہرقل کا غلام بنانے کے خواب دیکھنے والے سگ رومی! مجھ کو دیکھ! میں ان مقدس صحابہ کرام کا ادنیٰ غلام ہوں۔ تو پہلے مجھ سے تو نپٹ لے پھر بعد میں ہمارے معزز آقاؤں کے متعلق بات کر۔ اور ہاں! تو نے یہ بھی کہا ہے کہ تمہارے لشکر کے ہر سپاہی کی تلوار ہمارے خون کی پیاسی ہے۔ دیکھ میرا یہ نیزہ تیرے ناپاک خون کا پیاسا ہے، یہ کہہ کر حضرت دامس ابوالہلول نے اپنا نیزہ اس کے سینہ میں گھسیڑ دیا اور ایک ہی وار میں اس کو زمین پر مردہ ڈال دیا۔ فوراً رومی لشکر سے ایک گبر خشمناک حالت میں میدان میں اترا اور تیز رفتاری سے گھوڑا دوڑاتا ہوا نیزہ راست کر کے حضرت دامس کی طرف آیا تا کہ نیزہ کی نوک حضرت دامس کے جسم میں پیوست کر دے مگر حضرت دامس نے بجلی کی سرعت سے اپنے گھوڑے کو گرداوا دے کر گھوڑے کی پیٹھ پر جھک گئے اور ہاتھ میں نیزہ مضبوط تھام کر اس گبر کی سمت دراز کر دیا۔ جیسے ہی وہ گبر قریب آیا اس کا وار خالی پھرا اور حضرت دامس کا نیزہ اس کے سینہ کی طرف سے اس کے جسم میں داخل ہو کر اس کے دل کو چیرتا ہوا پشت سے باہر نکل گیا اور وہ گبر گھوڑے کی زین سے اچھل کر زمین پر کشتہ گرا۔

اب حضرت دامس نے میدان میں چکر لگا کر زور سے پکارنا شروع کیا کہ اے رومیو! میں ایک غلام ہوں قوم عرب کا۔ اپنے دلیروں کو مقابلہ کرنے بھیجو تا کہ اسے پتہ چلے قوم عرب کے غلام سے مقابلہ کرنا کتنا مشکل ہے۔ حضرت دامس ابوالہلول مسلسل للکارتے رہے لیکن رومی لشکر سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ مقابلہ کرنے میدان میں آئے۔ رومیوں پر اسلامی لشکر کی ہیبت چھا گئی تھی۔ رومی سپاہی سوچنے لگے کہ جب قوم عرب کے غلام کی شجاعت کا یہ عالم ہے تو ان کے روساء کی دلیری کیسی ہو گی؟ جب رومی لشکر سے مقابلہ کرنے کوئی بھی نہ نکلا تو حضرت دامس نے رومی لشکر کی صف اوّل پر حملہ کر دیا اور ان کی اتباع میں پورے اسلامی لشکر نے یلغار کر دی۔ دونوں لشکر آپس میں گتھ گئے اور جنگ کے شعلے بلند ہوئے۔ شدت سے نیزہ

زنی اور شمشیر زنی کا بازار گرم ہوا۔ رومی لشکر کے سپاہی بوکھلا گئے لیکن تھوڑی دیر بعد سنبھل گئے اور برابر مقابلہ کرنے لگے۔ جب آفتاب بلند ہو کر گرم ہوا تب رومیوں نے حملہ میں شدت کی اور چار ہزار مجاہدوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔

⊙ اسلامی مجاہدوں کی زبان پر صدائے یا محمد یا محمد ﷺ

اسلامی لشکر کے مجاہدین تیس ہزار رومی سپاہیوں کے نرغہ میں آ چکے تھے لیکن اللہ کی مدد پر یقین کامل رکھتے ہوئے ثابت قدمی اور جوانمردی سے لڑتے رہے۔ بعض جگہ تو یہ حالت تھی کہ ایک مجاہد پر ایک سو رومی سپاہی ٹوٹ پڑے تھے لیکن جیش اسلام کا کفن بردوش مجاہد مثل ڈکارنے والے شیر کے رومیوں سے نبرد آزما تھا۔ رومی لشکر کے حملہ کی شدت بڑھتی جاتی تھی اور مجاہد سخت مصیبت میں مبتلا تھے۔ بظاہر تو ایسا لگتا تھا کہ اسلامی لشکر کے مجاہد رومیوں کے سامنے زیادہ دیر ٹھہر نہ سکیں گے۔ مجاہدوں کو بھی اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تھا لہذا وہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر موت کی لڑائی لڑتے تھے۔ رومیوں کو یہ اُمید بندھی تھی کہ ہم عنقریب غالب آ جائیں گے لیکن مجاہدوں نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ حضرت میسرہ بن مسروق مجاہدوں کو مسلسل جہاد کی ترغیب دے کر جوش پیدا کرتے تھے۔ اب مجاہد بری طرح تھک چکے تھے۔ اور سخت مصیبت میں مبتلا تھے کہ انھوں نے اپنے آقا ومولیٰ، دافع البلاء والوباء، معین وناصر، پیارے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارا۔ اس وقت کی صورت حال کا ذکر امام ارباب سیر وتواریخ حضرت علامہ محمد بن عمر واقدی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب میں یوں کیا ہے:

”لڑے مسلمان تلواروں سے یہاں تک کہ جانا انھوں نے کہ وہ نہ لوٹیں گے اور مسلمان بھروسا رکھتے تھے اللہ غالب اور بزرگ پر اور رومی چلاتے تھے اپنے کلمۂ کفر سے اور بایں ہمہ وہ کہتے تھے کہ غالب ہوئی صلیب اور مسلمان طلب کرتے تھے کشود کار کو ان پر اور غلام لوگ موت کی لڑائی لڑتے تھے اور مسلمان کا شعار اس دن ”اَلنَّصرُ اَلنَّصرُ“ اور غلام کا شعار ”یَا مُحَمَّدُ“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ”یَا مُحَمَّدُ“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھا۔“

(حوالہ:-فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص:۳۸۵)

ناظرین کرام غور فرمائیں! مصیبت میں پھنسے ہوئے اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے ''یا محمد'' (یارسول اللہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پکارا۔ اس لشکر میں صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ مصیبت کے وقت نجات حاصل کرنے کے لئے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استغاثہ کرنا یقیناً جائز ہے۔ اگر یا رسول اللہ کہنا شرک ہوتا تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس طرح ندا کرنا ہرگز روانہ رکھتے بلکہ سختی سے منع فرمادیتے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ اختیار اور تصرف عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنے نام لیوا کی مصیبت کے وقت ضرور مدد فرماتے ہیں:

جالوں پہ جال پڑگئے للہ وقت ہے
مشکل کشائی آپ کے ناخن اگر کریں

بگڑا جاتا ہے کھیل میرا
آقا آقا سنوار آقا

(از:-امام عشق ومحبت حضرت رضاؔ بریلوی)

لیکن افسوس! دورِ حاضر کے منافقین مصیبت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدد کے لئے پکارنے کو شرک کہتے ہیں۔

✪ امام المنافقین مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے:

''حاجتیں برلانا، بلائیں ڈالنا، مصیبت میں دست گیری کرنا، برے وقت میں پہنچنا، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے۔ اور کسی نبی اور ولی، پیر وشہید، بھوت وپری کی یہ شان نہیں۔ جو شخص کسی کا کوئی ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مراد مانگے اور اسی توقع پر اس کی نذر ونیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے، وہ مشرک ہو جاتا ہے۔''

(حوالہ:-تقویت الایمان، ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی، ص:۲۳)

✪ وہابی وتبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ''بہشتی زیور'' میں ''شرک اور کفر کی باتوں کا بیان'' عنوان کے تحت لکھا ہے:

''کسی کو دور سے پکارنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کو خبر ہوگئی (شرک ہے)۔''

(حوالہ:-بہشتی زیور، ناشر: ربانی بک ڈپو، دہلی، حصہ:۱، ص:۳۴)

تقویت الایمان اور بہشتی زیور کی مندرجہ بالا عبارات کا ماحصل یہ ہے کہ مصیبت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارنے والا مشرک ہے (معاذ اللہ) لیکن صحابۂ کرام اور تابعین کرام نے مصیبت کے کئی موقعوں پر مدد کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا ہے۔ ناظرین انصاف فرمائیں کہ تقویت الایمان اور بہشتی زیور کا فتویٰ کن مقدس حضرات پہ چسپاں ہو رہا ہے؟

القصہ! مجاہدین اسلام ''یا محمد'' (یا رسول اللہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نعرہ بلند کرتے ہوئے شام تک رومیوں سے ٹکر لیتے رہے۔ جب آفتاب غروب ہوا تو جنگ موقوف ہوئی اور دونوں لشکر اپنے کیمپ میں واپس آئے۔ اس دن کی جنگ کا نتیجہ یہ تھا۔

⊙ اسلامی لشکر سے شہید ہونے والے:-۵۰/ پچاس- قید ہونے والے:-۱۱/ گیارہ مجاہد

⊙ رومی لشکر سے مقتول ہونے والے:-۱۱۰۰/ گیارہ سو- قید ہونے والے:-۹۰۰/ نوسو سپاہی

اسلامی لشکر سے شہید ہونے والوں میں:

(۱) حضرت حرث بن یربوع (۲) حضرت سہم بن جابر
(۳) حضرت عبداللہ بن صاعد (۴) حضرت جریر بن صالح
(۵) حضرت عید بن باہر (۶) حضرت نعمان بن بجیر
(۷) حضرت زید بن ارقم (۸) حضرت ضرادہ بن حاتم
(۹) حضرت رواحہ بن سہیل وغیرہ روسائے لشکر اسلام قابل ذکر ہیں۔

اسلامی لشکر سے قید ہونے والوں میں:

(۱) حضرت دامس ابوالہول (۲) حضرت عامر بن طفیل
(۳) حضرت راشد بن زبیر (۴) حضرت سالم بن مفرح

(۵) حضرت مالک بن حاتم (۶) حضرت دارم بن صابر
(۷) حضرت عون بن قارب (۸) حضرت مشعر بن حسان
(۹) حضرت مفرح بن عاصم (۱۰) حضرت نبہا بن مرہ اور
(۱۱) حضرت عدی بن شہاب تھے۔

جب اسلامی لشکر اپنے کیمپ میں آیا تو حضرت دامس ابوالہلول واپس نہیں آئے۔ مجاہدوں نے ان کے متعلق ایک دوسرے سے پوچھا، کسی نے ان کو اسلامی کیمپ میں واپس آتے نہیں دیکھا تھالہذا کیمپ میں ان کو تلاش کیا گیا لیکن وہ مفقود تھے۔تو اندیشہ ہوا کہ شاید وہ شہید ہوگئے، چند مجاہد میدان کارزار میں گئے اور مقتولین کی لاشیں ٹٹول ٹٹول کر انھیں ڈھونڈھا لیکن وہاں بھی ان کا پتہ نہ چلا پھر یہ گمان ہوا کہ وہ گرفتار ہوگئے۔حضرت دامس ابوالہلول کی گمشدگی کی وجہ سے اسلامی لشکر میں رنج اور تشویش کی لہر دوڑ گئی۔تمام مجاہدین حضرت دامس کے لئے فکرمند تھے اور بارگاہ خداوندی میں ان کی سلامتی اور رہائی کی رُو رُو کر دعا کرتے تھے۔

⊙ حضور اقدس ﷺ نے مسلمان قیدیوں کو رہائی عطا فرمائی

دوسرے دن نماز فجر کے بعد اسلامی لشکر تیار ہوکر میدان میں آیا تو رومی لشکر پہلے میدان پہنچ کر اسلامی لشکر کا منتظر تھا۔جیسے ہی اسلامی لشکر میدان میں آیا، رومی لشکر نے حملہ کردیا اور گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔حضرت دامس کے لاپتہ ہونے کی وجہ سے تمام مجاہدین ملول تھے لیکن صبر واستقلال کے ساتھ ثابت قدم تھے اور رومی حملہ کا منھ توڑ جواب دیتے ہوئے لڑ رہے تھے۔اچانک رومی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور رومی سپاہی اِدھر اُدھر ہٹ کر منتشر ہونے لگے۔وجہ یہ ہوئی تھی کہ حضرت دامس اور ان کے ساتھی قید سے نکل کر رومی لشکر کے پیچھے سے آکر تکبیر وتہلیل کی صدائیں بلند کرتے ہوئے حملہ آور ہوگئے اور رومی سپاہیوں کے سر قلم کرتے ہوئے اسلامی لشکر کی طرف بڑھ رہے تھے۔رومی سپاہی اپنی جان بچانے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔حالانکہ حضرت دامس اور ان کے ساتھی کل ملا کر صرف گیارہ آدمی تھے لیکن اللہ کی قدرت سے ان کی تعداد رومیوں کو بہت زیادہ نظر آتی تھی۔گیارہ نہیں گویا گیارہ ہزار تلواریں چلتی ہوں

اس طرح رومی سپاہی مقتول اور زخمی ہورہے تھے۔

حضرت عطیہ بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسلامی لشکر سے دیکھا کہ ایک گروہ رومی لشکر کے پیچھے سے آگے بڑھ رہا ہے اور رومی سپاہیوں کو مارتا، کاٹتا ہوا آگے بڑھ کر ہماری طرف آرہا ہے۔میں نے گمان کیا کہ شاید ہماری مدد کے لئے اسلامی لشکر کی کمک آگئی ہے یا پھر جنگ اُحد اور جنگ بدر کی طرح آسمان سے فرشتے نازل ہوئے ہیں۔لہذا میں نے اپنا گھوڑا اس طرف موڑا اور قریب گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت دامس اور ان کے ساتھی رومی بھیڑوں پر مثل شیر حملہ آور ہیں اور رومیوں کی صفیں اُلٹ پلٹ کررہے ہیں۔حضرت عطیہ بن ثابت نے مزید بیان کیا کہ میں نے حضرت دامس ابوالہلول کو صحیح وسالم دیکھا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔میں ان کے قریب گیا اور پکار کر کہا کہ اے دامس! تم کہاں تھے؟ سردار میسرہ بن مسروق اور تمام مسلمان تمہارے فراق میں سخت غمگین ہیں۔حضرت دامس ابوالہلول نے ان کو جواب دیتے ہوئے جو کہا وہ امام ارباب سیر حضرت علامہ محمد بن عمر وواقدی قدس سرہٗ سے سماعت فرمائیں:

> ''پس کہا انھوں نے کہ اے بھائی نہیں تھا میں مگر سخت لڑائی میں اور گرفتار ہوگیا اور نا اُمید ہوگیا تھا میں اپنی جان سے یہاں تک کہ چھڑایا مجھ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور یہ وقت پوچھنے کا نہیں ہے۔''

(حوالہ:-فتوح الشام،از:علامہ واقدی،ص:۳۸۶)

ناظرین کرام! حضرت دامس ابوالہلول کے جملہ ''یہاں تک کہ چھڑایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے'' پر توجہ فرمائیں۔ان کا صرف عقیدہ ہی نہیں بلکہ عین مشاہدہ اور تجربہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو قید سے چھڑایا ہے۔حضرت دامس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس طرح قید سے نکالا اس کی تفصیل چند سطور کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عطیہ بن ثابت نے فوراً اپنے گھوڑے کی باگ پھیری اور حضرت میسرہ بن مسروق کی جانب دوڑے اور ان کے قریب جا کر پکار کر کہا کہ اے سردار! رحمت کرے تم پر اللہ! آئی ہے ہمارے لئے مدد اللہ کی جانب سے! خوشخبری ہو تم کو کہ ہمارے ساتھیوں کی کمک

آ پہنچی ہے۔ حضرت میسرہ بن مسروق نے فرمایا کیا خوشخبری ہے؟ جلدی بتاؤ! حضرت عطیہ بن ثابت نے کہا کہ ہمارے آقا و مولیٰ، رسول مقبول، نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے مدد اور حمایت آئی ہے اور حضرت دامس ابوالہلول اور ان کے ساتھی قید سے رہائی پا کر میدان میں آ پہنچے ہیں اور رومی سپاہیوں کو واصل جہنم کر رہے ہیں۔ حضرت دامس ابوالہلول اور ان کے ساتھیوں کی رہائی کی خبر سن کر حضرت میسرہ بن مسروق کا دل باغ باغ ہو گیا، چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا اور پورے اسلامی لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ مجاہدوں میں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا۔ مجاہدوں نے رومیوں سے ایسا سخت قتال کیا کہ رومیوں کو دن میں تارے نظر آنے لگے۔ حضرت میسرہ بن مسروق نے ایسی سخت شمشیر زنی کی کہ ان کے ہاتھ میں جو نشان (علم) تھا، وہ خون کے چھینٹوں سے سرخ ہو گیا، حضرت دامس ابوالہلول اور ان کے ساتھیوں کا حال یہ تھا کہ رومیوں کی گردنیں کٹنے سے خون کے فوارے اُڑتے، وہ خون ان کے بدن کو لال کر دیتا تھا، گویا وہ خون کے تالاب میں غوطہ لگا کر باہر نکلے ہیں۔ المختصر! اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے رومیوں کے چھکے چھڑا دیئے اور اس دن رومی لشکر کے تین ہزار سپاہی قتل ہوئے۔ غروب آفتاب کے وقت جنگ موقوف ہوئی اور دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ میں واپس لوٹے۔ حضرت دامس ابوالہلول اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جب اسلامی لشکر کے کیمپ میں واپس آ رہے تھے تو ان کو آتا دیکھ کر سردار میسرہ بن مسروق ان کا استقبال کرنے آگے بڑھے اور جب ان کے قریب پہنچے تو حضرت میسرہ بن مسروق نے گھوڑے سے اُتر کر پاپیادہ ہونے کا قصد کیا تا کہ حضرت ابوالہلول دامس کی تعظیم کریں لیکن حضرت دامس نے ان کو قسم دے کر ایسا کرنے سے باز رکھا پھر حضرت میسرہ بن مسروق نے حضرت دامس ابوالہلول کو سلام کر کے مصافحہ کیا اور ان کی رہائی کی کیفیت پوچھی۔ حضرت دامس ابوالہلول نے قید سے رہائی حاصل کرنے کی جو کیفیت بیان کی اس کو ہم امام اجل علامہ واقدی قدس سرہٗ کی کتاب سے نقل کرتے ہیں:

"دامس نے کہا کہ اے سردار! جانو تم اس امر کو کہ رومیوں نے مجھ کو گرفتار کیا تھا اور در لائے تھے ہم کو بیڑیوں میں اور ایسا ہی کیا تھا انھوں نے میرے ہمراہیوں کے ساتھ اور نا اُمید ہو گئے تھے ہم اپنی جانوں سے۔ پس چھپایا جب رات نے

سو گیا میں۔ پس دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور گویا آپ یہ ارشاد فرماتے ہیں "لَا بَاسَ عَلَیْكَ دَامِسُ وَاعْلَمْ اَنَّ مَنْزِلَتِي عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا" (نہیں سختی ہے تجھ پر اے دامس اور جان لو کہ میرا مرتبہ اللہ کے نزدیک بڑا ہے) پھر کھینچا آپ نے اپنے بزرگ ہاتھ سے بیڑیوں کو۔ پس کھل گئیں وہ اور طوقوں کو پس دُور ہو گئے وہ اور ایسا ہی کیا آپ نے میرے ہمراہیوں کے ساتھ اور فرمایا "اَبْشِرُوْا بِنَصْرِ اللّٰهِ فَاَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" (خوش ہو تم ساتھ مدد ہی اللہ کے پس میں محمد رسول اللہ ہوں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)۔ پھر پوشیدہ ہو گئے آپ ہم سے۔ پس لیا ہم نے اپنی تلوار کو اور کھینچ لیا ہم نے ان کو قوم کے بیچ سے اور حملہ کیا ہم نے قوم پر۔ پس مدد دی ہم کو اللہ نے ان پر اور رسول اللہ نے اور یہ حال اور بیان ہمارا ہے۔ پس شور کیا مسلمانوں نے ساتھ تہلیل اور تکبیر کے اور درود بھیجا بشیر اور نذیر پر۔" (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم)

(حوالہ: - فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۳۸۶)

ناظرین کرام! فتوح الشام کی مندرجہ بالا عبارت کا بغور مطالعہ فرمائیں گے تو حسب ذیل امور ثابت ہوں گے:

(۱) حضرت دامس ابوالہلول نے فرمایا کہ مجھ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قید سے رہائی عطا فرمائی اور ان کا یہ جملہ حضرت میسرہ بن مسروق اور دیگر جلیل القدر صحابۂ کرام نے سنا اور اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تہلیل و تکبیر کی صدا بلند کی۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت دامس سے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک میرا مرتبہ بڑا ہے۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت دامس اور ان کے ساتھیوں کی بیڑیاں اور طوقوں کو کھول دیا اور ان کو قید سے رہا فرما دیا۔

(۴) حضرت دامس نے حضرت میسرہ بن مسروق اور صحابۂ کرام کے سامنے اپنی رہائی کی داستان سنانے کے بعد یہ جملہ کہا کہ ''مدد دی ہم کو اللہ نے ان پر اور رسول اللہ نے''

لہذا ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ عقیدہ، مشاہدہ اور ذاتی تجربہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ تصرف اور اختیار عطا فرمایا ہے کہ آپ جس کی بھی، جہاں کہیں بھی، جس حال میں بھی اور جیسی بھی مدد فرمانا چاہیں فرما سکتے ہیں بلکہ مدد فرمائی ہے۔ جب کوئی مؤمن ہر طرف سے بلاؤں میں پھنس جاتا ہے اور اس کے لئے نجات کی کوئی سبیل نہیں ہوتی، اور اس کا کوئی ہم دم و یاور نہیں ہوتا ایسے عالم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور اس کی مدد فرماتے ہیں:

ٹوٹ پڑتی ہیں بلائیں جن پر ، جن کو ملتا نہیں کوئی یاور
ہر طرف سے وہ پر ارماں پھر کر، ان کے دامن میں چھپا کرتے ہیں

(از: امام عشق و محبت، حضرت رضا بریلوی)

اور بے شک حضور اقدس اپنے نام لیواؤں کی مدد فرمانے ضرور تشریف لے جاتے ہیں۔ حضرت دامس ابو الہلول اور ان کے ساتھیوں کو جب رومیوں نے قید کرلیا تھا تب بقول حضرت دامس ''اور نا اُمید ہو گئے تھے ہم اپنی جانوں سے'' یعنی حضرت دامس ابو الہلول اور ان کے ساتھی اپنی زندگی سے نا اُمید ہو گئے تھے۔ لیکن ایسے نا اُمیدی کے عالم میں:

لو وہ آیا مرا حامی ، مُراغم خوار امم
آ گئی جاں تن بے جاں میں، یہ آنا کیا ہے

(از:- امام عشق و محبت، حضرت رضا بریلوی)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت دامس ابو الہلول اور ان کے ساتھیوں کی بیڑیاں کھول دیں اور ان کو قید و بند سے نجات عطا فرمائی اور ان کی بیڑیاں کھولتے وقت یہ ارشاد فرمایا کہ ''اِعْلَمْ اَنَّ مَنْزِلَتِی عِنْدَ اللهِ عَظِيْماً '' یعنی ''جان لے کہ بے شک اللہ کے نزدیک میرا بڑا مرتبہ ہے''۔ اور پھر اپنا تعارف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''فَـاَنـا

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ'' یعنی ''میں محمد رسول اللہ ہوں'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجاہدوں کو باور کرا رہے ہیں کہ میں وہ محبوب رب العالمین ہوں، جس کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وہ تصرف اور اختیار عطا فرمایا ہے کہ مصیبت کے وقت تمہاری دستگیری اور مشکل کشائی کر کے تم کو قید سے رہائی عطا فرما سکتا ہوں:

غمزدوں کو رضا مژدہ دیجے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

لیکن افسوس! صد افسوق!

کہ دور حاضر کے منافقین یہ عقیدہ رائج کرنے کی سعی ناکام کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے کوئی تصرف اور اختیار نہیں دیا، وہ اللہ کی شان کے آگے ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں، ان کا مرتبہ بڑے بھائی جیسا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

✪ امام المنافقین مولوی اسمٰعیل دہلوی کی رسوائے زمانہ کتاب ''تقویت الایمان'' سے کچھ اقتباسات:

✪ صفحہ نمبر ۹۲ پر لکھا ہے کہ:

''اللہ کی شان بہت بڑی ہے، سب انبیاء اور اولیاء اس کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔''

✪ صفحہ نمبر ۷۰ پر لکھا ہے کہ:

''اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔''

✪ صفحہ نمبر ۳۰ پر لکھا ہے کہ:

''اور یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔''

✪ صفحہ نمبر ۹۹ پر لکھا ہے کہ:

''اولیاء وانبیاء وامام زادہ، پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور عاجز بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔''

ناظرین کرام تقویت الایمان کتاب کے مندرجہ بالا اقتباسات دیکھیں اور ان کا تقابل صحابۂ کرام کے قول وفعل سے کریں تو پتہ چلے گا کہ تقویت الایمان کے اعتقاد اور صحابۂ کرام کے اعتقاد میں بعد المشرقین جتنا تضاد ہے۔ صحابۂ کرام نے محبت رسول اور عظمت رسول کے تحت جن افعال واقوال کو روا رکھا، جس پر مداومت کی اور اپنے متبعین ومتعلقین کو جس کی تعلیم وتلقین کی وہ تمام افعال کو امام المنافقین مولوی اسمٰعیل دہلوی نے شرک میں شمار کر دیا اور ان افعال کے مرتکب کو مشرک قرار دیا۔

تقویت الایمان کے مندرجہ بالا اقتباسات کا اگر تنقیدی جائزہ لیا جائے تو اس کے رد میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن اس وقت ہم ملک شام کے سفر پر ہیں اور یہ سفر جلدی پورا کرنا ہے کیوں کہ ملک شام کے بعد ''مصر'' کا سفر شروع ہونے والا ہے، لہٰذا ناظرین کرام کی عدالت میں استغاثہ ہے کہ میزان عدل کے ایک پلّہ میں فتوح الشام کی عبارت رکھیں اور دوسرے پلہ میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تقویت الایمان کی عبارتیں رکھیں اور بنظر انصاف موازنہ کریں تو یہ نتیجہ اور فیصلہ ہی اخذ ہوگا کہ مصنف تقویت الایمان، امام المنافقین ملا اسمٰعیل دہلوی اور ان کے متبعین دورِ حاضر کے منافقین فرقہ وہابیہ، نجدیہ، دیوبندیہ اور تبلیغیہ کے متعلق صرف یہی کہا جائے گا:

(۱) ذکر رو کے ، فضل کاٹے ، نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

(۲) اُف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کمبخت کے ایمان گیا

(از:- امام عشق ومحبت، حضرت رضؔا بریلوی)

اطراف کے دیہاتوں سے رومی لشکر کے لئے عام لوگوں کی کمک

رومی لشکر کے سردار کا نام بطریق ''جارس'' تھا۔ حضرت دامس ابوالہلول اور ان کے ساتھیوں کا قید سے بھاگ جانا علاوہ ازیں دوسرے دن کی لڑائی میں تین ہزار رومی سپاہیوں کا قتل ہونا اس پر شاق گزرا۔ رات کے وقت اس نے اپنے لشکر کو خوب ڈانٹ ڈپٹ کی اور سرزنش کرتے ہوئے دھمکی دی کہ آئندہ کل جس نے آج کی طرح بزدلی، سستی اور بے احتیاطی کی تو میں اس شخص کو مار ڈالوں گا۔ پھر رات کے وقت بطریق ''جارس'' نے اطراف کے دیہاتوں سے بھیج کر لوگوں کو مدد کے لئے بلایا۔ چنانچہ لڑائی کے تیسرے دن صبح کے وقت اطراف کے دیہاتوں سے متعصب رومی لوگ مثل ٹڈی دل کے اُمنڈ پڑے اور گروہ در گروہ آ کر رومی لشکر میں شامل ہونے لگے۔ رومی لشکر نے مزید دیہات کے لوگوں کی آمد کے انتظار میں لڑنے سے توقف کیا تا کہ کثیر تعداد میں مجمع ہونے کے بعد جنگ چھیڑی جائے۔ دو تین دن اس طرح گزرے اور اتنے میں تو رومی لشکر کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا۔ اسلامی لشکر میں اطراف کے لوگوں کی رومی لشکر میں شمولیت کی اطلاع آئی تو حضرت میسرہ بن مسروق نے مجاہدوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے قرآن کے اُٹھانے والو! صبر اور استقلال سے کام لے کر جہاد کرنے میں اللہ کی مدد ضرور نازل ہوتی ہے، لہٰذا اللہ کی نصرت اور مدد پر اعتماد کر کے جہاد میں ثابت قدم رہنا۔ تمام مجاہدوں کی جانب سے جواب دیتے ہوئے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی نے کہا کہ اے سردار! ہم سب حوض کوثر کا پانی پینے کے مشاق ہیں اور حوض کوثر کے پانی کی طلب میں اپنا خون راہِ خدا میں پانی کی طرح بہا دیں گے اور شہادت کا جام پی کر اللہ کی رضا مندی حاصل کریں گے۔ مجاہدوں کے جذبۂ ایثار وقربانی کو دیکھ کر حضرت میسرہ بہت خوش ہوئے۔ پھر حضرت میسرہ بن مسروق نے اسلامی لشکر کے اہم اراکین سے مشورہ کیا اور ایک رومی معاہدی کو رات کے وقت خفیہ طور پر امین الامت حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں روانہ کیا تا کہ ان کو صورت حال سے آگاہ کر کے لشکر کی کمک لے آئے۔

وہ رومی معاہدی رات دن مسلسل تیز رفتار گھوڑے سے مسافت طے کرتا ہوا حلب پہنچا

حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کو ''حازم'' سے حلب لے آئے تھے اور حلب میں پڑاؤ کیا تھا۔ وہ معاہدی اسلامی لشکر کے کیمپ میں پہنچ کر سیدھا حضرت ابوعبیدہ کے خیمہ میں گیا۔ جب وہ معاہدی خیمہ میں داخل ہوا تو وہ مسلسل سفر کرنے کی وجہ سے نڈھال اور شکستہ حال تھا۔ اس میں گفتگو کرنے کی بھی سکت نہ تھی چنانچہ حضرت ابوعبیدہ نے اس کو کھانا کھلایا اور تھوڑی دیر آرام کرایا۔ جب اس معاہدی کو کچھ راحت حاصل ہوئی تب حضرت ابوعبیدہ نے اس سے فرمایا کہ تمہاری خستہ حالات اور اُترا ہوا چہرہ دیکھ کر مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ شاید اسلامی لشکر کے متعلق تم بری خبر لائے ہو۔ معاہدی نے کہا کہ خدا کی قسم اسلامی لشکر ہلاک نہیں ہوا لیکن سخت آفت اور مصیبت میں مبتلا ہے۔ پھر اس نے حضرت ابوعبیدہ کو تمام کیفیت کہہ سنائی۔ سن کر حضرت ابوعبیدہ بے چین ہو گئے، گھبراہٹ کے عالم میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور بذات خود حضرت خالد بن ولید کے خیمہ میں گئے۔ اس وقت حضرت خالد بن ولید اپنی زرہ اور سامان جنگ درست کر رہے تھے۔ اچانک حضرت ابوعبیدہ کو اپنے خیمہ میں دیکھ کر وہ چونک پڑے اور فوراً ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور سلام پیش کر کے مرحبا کہا۔ حضرت خالد نے پوچھا کہ اے سردار! خیریت تو ہے؟ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد کا ہاتھ تھاما اور اپنے خیمہ میں لے آئے اور اس معاہدی سے فرمایا کہ حضرت خالد کو تمام کیفیت کہہ سنا، چنانچہ اس معاہدی نے تمام روداد بیان کی۔ حضرت خالد نے فرمایا اے سردار! میں نے اپنی جان کو راہِ خدا میں وقف کر دیا ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول کے نام پر اپنی جان قربان کرنے میں بخل اور کوتاہی نہیں کروں گا۔ میں اسی وقت روانہ ہوتا ہوں۔ چنانچہ حضرت خالد اپنے خیمہ میں آئے اور مسلح ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس گیسوؤں والی مبارک ٹوپی اپنے سر پر رکھی اور سوار ہو کر حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں آئے۔ اس دوران حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر میں منادی کرا کے تین ہزار سواروں کو حضرت خالد بن ولید کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہونے کا حکم دے دیا تھا لہٰذا تین ہزار مجاہدین حضرت خالد کے ساتھ جانے کے لئے تیار کھڑے تھے۔

حضرت خالد بن ولید تین ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے اور ان کے روانہ ہونے کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عیاض بن غانم کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت خالد کے

پیچھے روانہ فرمایا۔ حلب سے روانہ ہوتے وقت حضرت خالد نے اپنے ساتھیوں کو حکم فرمایا کہ ہر شخص اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دے اور تیز رفتاری سے چلے۔ حضرت خالد ''مرج القبائل'' میں حضرت میسرہ بن مسروق کے لشکر کے لئے بے حد فکرمند تھے اور یہ چاہتے تھے کہ مرج القبائل تک کی مسافت جلد از جلد طے کر کے وہاں پہنچ جائیں۔ حضرت خالد کی زبان پر مندرجہ ذیل دعا مسلسل جاری تھی:

" اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَنَا اِلَیْھِمْ سَبِیْلًا وَّ اطْوِلَنَا الْبَعِیْدَ وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ "

ترجمہ :-''اے اللہ ہمارے لئے ان کی طرف راہ کر دے اور لپیٹ دے ہمارے واسطے دوری کو اور نہ مسلط کر ہم پر اس کو جو ہم پر رحم نہ کرے اور مت ڈال ہم پر وہ بوجھ جس کی ہم میں طاقت نہیں۔''

(حوالہ :- فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۳۸۸)

مرج القبائل میں اسلامی لشکر کی ثبات قدمی

اطراف کے دیہات سے رومی لشکر میں شمولیت کرنے والوں کی آمد کے تین چار دن گزرنے کے بعد بطریق جارس نے رومی لشکر کو میدان میں اُتارنا شروع کیا۔ ادھر سے اسلامی لشکر بھی اپنے کیمپ سے نکل کر میدان میں آتا۔ روزانہ صبح سے شام تک جنگ ہوتی اور غروب آفتاب کے وقت موقوف ہونے پر دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ میں واپس چلے جاتے۔ اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے اپنی تلواروں کے میان توڑ ڈالے تھے اور آخری سانس تک لڑنے کا عزم مصمم کیا تھا۔ مجاہدوں کی اولوالعزمی اور عالی ہمتی قابل صد تحسین تھی لیکن صورت حال یہ تھی کہ اسلامی لشکر سے روزانہ چند مجاہد شہید ہوتے تو ناچار اسلامی لشکر کی تعداد دن بدن کم ہوتی جاتی تھی۔ حالانکہ رومی لشکر سے بھی روزانہ بھاری تعداد میں سپاہی قتل ہوتے تھے مگر اطراف کے دیہات سے رومیوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا لہٰذا رومی لشکر کی تعداد میں روزانہ اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ تاہم جیش اسلام کے مجاہد رومیوں کی کثرت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

حضرت خالد سیف اللہ کی آمد

آج بھی حسب معمول رومی اور اسلامی لشکر علی الصبح اپنے اپنے کیمپ سے نکل کر میدان میں آئے۔ رومی لشکر سے ہرقل بادشاہ کا مُصاحب بطریق تمام ہتھیاروں سے سج دھج کر لڑنے نکلا اور میدان میں آکر اپنے گھوڑے کو میدان میں گھمانے لگا اور رومی زبان میں تو تلا کر اپنی بڑائی بیان کرکے مقابل طلب کرنے لگا۔ حضرت میسرہ بن مسروق نے معاہدی سے پوچھا کہ یہ گبر کیا بکواس کرتا ہے؟ معاہدی نے کہا کہ وہ اپنی بہادری اور شجاعت پر فخر کرتا ہے اور لڑنے کے لئے مقابل طلب کرتا ہے۔ حضرت میسرہ بن مسروق نے حضرت عبداللہ بن حذافہ کو میدان میں مقابلہ کرنے بھیجا۔ حضرت عبداللہ کے آتے ہی بطریق نے ان پر وار کیا لیکن حضرت عبداللہ نے اسے سپر پر لیا۔ پھر دونوں میں شمشیر زنی شروع ہوئی۔ وہ بطریق لڑائی کے فن کا کہنہ مشق اور ماہر جنگجو تھا۔ لیکن حضرت عبداللہ نے تلوار زنی کے کرتب دکھا کر اس سے برابر کی ٹکر لی۔ دونوں ایک دوسرے پر شدت سے وار کرتے رہے اور تلواریں اتنی زور سے ٹکراتی تھیں کہ آگ کی چنگاریاں اُڑتی تھیں۔ رومی بطریق نے اپنا پورا جسم لوہے کی زرہ اور لوہے کے ملبوسات سے مستور کر رکھا تھا۔ حضرت عبداللہ کو کوئی موقع ملا کہ آپ نے رومی بطریق کے جسم پر تلوار کی ضربیں لگائی تھیں لیکن تلوار کارگر نہیں ہوتی تھی۔ دونوں کی لڑائی نے طول پکڑا اور دونوں طرف لشکری ٹکٹکی باندھ کر حیرت سے دونوں کی لڑائی دیکھ رہے تھے۔ کہ حضرت عبداللہ نے موقع پاکر بطریق کی گردن پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کی گردن الگ ہوکر گری اور بغیر سر کا جسم گھوڑے کی پشت پر لڑکھڑا کر ایک جانب لڑھک پڑا۔ نتیجتاً گھوڑے نے اپنا توازن کھودیا اور ٹھوکر کھا کر گرا لیکن گھوڑا چونک کر فوراً کھڑا ہوا اور رومی لشکر کی طرف منھ پھیر کر بھاگنے لگا، حضرت عبداللہ نے جست لگا کر اس کی رکاب پکڑ لی اور قابو میں لے لیا۔ پھر حضرت عبداللہ نے مقتول رومی بطریق کا سامان جنگ لے لیا اور اس کے گھوڑے کی رکاب تھام کر اپنے ساتھ اسلامی لشکر کا رخ کیا۔

رومی بطریق کے مقتول ہونے پر اس کا قرابتی رومی گبر خشمناک ہوکر میدان میں آیا اور

مقتول بطریق کی لاش کے پاس آکر ٹھہرا اور رویا۔ پھر اس نے گرجتی ہوئی آواز میں للکارتے ہوئے کہا کہ ہرقل بادشاہ کے مقرب کو قتل کرنے والے کو میں ضرور قتل کرکے یا گرفتار کر کے رہوں گا لہٰذا میرا مقابلہ کرنے وہی شخص آئے گا جس نے ہمارے معزز اور بادشاہ کے مقرب کو قتل کیا ہے۔ قسم ہے حق مسیح کی اور قسم ہے صلیب اعظم کی! میں اپنے ساتھی کا انتقام لے کر ہی رہوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے اس گبر کی مبارزت سنی تو میدان کی طرف نکلنے کا قصد کیا لیکن حضرت میسرہ بن مسروق نے ان کو جانے سے روکا کیونکہ حضرت عبداللہ بن حذافہ مقتول بطریق سے کافی دیر تک لڑنے کی وجہ سے تھک گئے تھے لہٰذا حضرت میسرہ بن مسروق نے خود مقابلہ کے لئے نکلنے کا قصد کیا لیکن حضرت عبداللہ بن حذافہ نے حضرت میسرہ سے کہا کہ...

> ''اے سردار! ہرگاہ بلاتا ہے مجھ کو میرا نام لے کر اور بچھڑ جاؤں میں نکلنے سے تو میں ہوں گا اس حال میں ناتواں نا مضبوطی کرنے والا۔ میسرہ بن مسروق نے کہا کہ میں مہربانی کرتا ہوں تم پر بسبب تمہاری مشقت اُٹھانے کے۔ عبداللہ بن حذافہ نے کہا کہ آیا مہربانی کرتے ہو تم مجھ پر مشقت اُٹھانے سے دنیا میں اور نہیں مہربانی کرتے ہو مجھ پر آگ سے عالم آخرت میں اور جلتی ہوئی آگ دوزخ سے۔ قسم ہے عیش رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہ نہ لڑنے نکلے گا اس کی طرف کوئی شخص واسطے میرے۔''

(حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۳۹۰)

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابیٔ رسول ہیں انھوں نے جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے قسم کھائی کہ ''قسم ہے عیش رسول اللہ کی'' اور اس وقت وہاں موجود اجلہ صحابۂ کرام کی جماعت نے سنا، لیکن کسی نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سے یہ نہ کہا کہ اے عبداللہ! آپ کیسی قسم کھا رہے ہیں؟ ایسی قسم کھانا تو شرک ہے۔ تم مشرک ہوگئے، توبہ کرو، از سر نو کلمہ پڑھو، بلکہ تمام صحابۂ کرام نے حضرت عبداللہ بن حذافہ کی قسم کا لحاظ فرمایا کیونکہ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے یہ فرمایا تھا کہ ''قسم ہے

عیش رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نہ لڑنے کو نکلے گا اس کی طرف کوئی شخص واسطے میرے''یعنی میرے بدلے میں (واسطے) کوئی شخص لڑنے نہ نکلے۔حضرت عبداللہ بن حذافہ کی اس قسم کو صحابۂ کرام نے بزرگ جانا اور اس قسم کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی بھی لڑنے نہ نکلا۔ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کھانا ہرگز شرک نہیں۔کیونکہ ایک صحابیٔ رسول نے ایک صحابیٔ رسول سے گفتگو کرتے ہوئے جلیل القدر صحابہ کرام کی موجودگی میں قسم کھائی اور کسی نے اس قسم پر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ اس کا لحاظ کرتے ہوئے اسے روا رکھا۔

لیکن افسوس! صد افسوس!

کہ دورِ حاضر کے منافقین جس فعل کو صحابۂ کرام نے کیا، سنا، روا رکھا اور اس کا لحاظ فرمایا اس پر بھی شرک کا فتویٰ دیتے ہیں۔

✪ دور حاضر کے منافقین فرقہ وہابیہ نجدیہ تبلیغیہ کے امام اور پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب میں لکھا ہے:

''یا جب قسم کھانے کی ضرورت پڑے تو پیغمبر کی یا علی کی یا امام کی یا پیر کی یا ان کی قبروں کی قسم کھائے۔ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔''

(حوالہ:-تقویت الایمان، ناشر: دار السّلفیہ، بمبئی، ص:۲۶)

ناظرین کرام! غور اور انصاف فرمائیں کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا مندرجہ بالا فتویٰ کن پر چسپاں ہو رہا ہے۔فتویٰ کی گولہ باری کن تک پہنچتی ہے۔اوراق سابقہ میں کئی مقام پر جلیل القدر صحابۂ کرام کا حضور اقدس کی قسم کھانے کا تذکرہ ہے۔ناظرین کرام کی یاد دہانی کے لئے ذیل میں چند واقعات کا اختصار کے ساتھ اعادہ کیا جاتا ہے۔

⊙ فتح دمشق کے بعد حاکم دمشق توما کے قافلہ کے تعاقب میں حضرت خالد بن ولید یونس (نجیب) نام کے راہبر کی راہبری میں ''مرج الدیباج'' تک گئے تھے۔اثنائے راہ میں حضرت خالد بن ولید نے راہبر یونس سے یوں فرمایا تھا کہ...

''چل تو ہمارے ساتھ اے یونس۔بھروسا کرتا ہوں میں اللہ غالب اور بزرگ

پر۔پس قسم ہے حق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام سے سونے والے یثرب کی اور حق بیعت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ نہیں کمی کی میں نے ان کی طلب اور تلاش میں۔''

(حوالہ:-فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص:۱۱۸)

⊙ حضرت خالد بن ولید نے حق رسول اللہ اور حق بیعت ابوبکر صدیق کی قسم کھائی۔

⊙ جب حضرت خالد بن ولید نے قنسرین کے حاکم کو قنسرین کے قلعہ کے باہر اپنے قبضہ میں لے لیا، تو رومیوں کے دس ہزار کے لشکر کے سامنے صرف بارہ مجاہد تھے۔ جبلہ بن ایہم نے حضرت خالد سے کہا کہ حاکم قنسرین لوقا کو چھوڑ دو۔تو حضرت خالد نے فرمایا کہ تم دس ہزار ہو اور ہم صرف بارہ اشخاص ہیں ایک کے مقابلہ میں ایک لڑنے نکلو اور ہم کو پہلے مار ڈالو پھر بعد میں حاکم لوقا کو چھڑا لینا۔جبلہ نے حضرت خالد کی تجویز حاکم عموریہ کو بتائی اور وہ رضامند ہو گیا اور ایک کے مقابلے میں ایک کی لڑائی طے ہوئی۔رومیوں کی جانب سے ایک شہسوار شجاع گبر لڑنے کے لئے میدان میں آیا۔مجاہدوں کی طرف سے مقابلہ کرنے کے لئے حضرت خالد بن ولید نے نکلنے کا قصد فرمایا لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق نے ان کو جانے سے روکا...

''اور کہا اے ابا سلیمان! قسم ہے حق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہ نہ نکلے ان کے مقابلے کو کوئی شخص سوائے میرے۔''

(حوالہ:-فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص:۱۶۳)

⊙ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حق رسول اللہ کی قسم کھائی۔

⊙ مذکورہ تجویز کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق لڑتے ہوئے جبلہ کی تلوار سے زخمی ہوئے تو ان کے زخمی ہونے پر حضرت خالد بن ولید نے ان سے فرمایا کہ...

''اے بیٹے صدیق کے میں جانتا ہوں کہ جبلہ نے تم کو رنج آگیں کیا ہے ساتھ ضرب تلوار کے اور قسم ہے تمہارے باپ اور ان کے صدق کی کہ ہر آئینہ مصیبت اور درد میں ڈالوں گا میں اس کو عوض میں اس کے جیسا کہ دردمند کیا ہے اس نے

ہم کو بسبب تمہارے رنج پہونچانے کے۔''

(حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۱۶۵)

- حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابوبکر صدیق کی قسم کھائی۔
- جنگ قنسرین میں حضرت خالد بن ولید اپنی ٹوپی کہ جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے، وہ ٹوپی بمقام شیرز کے اسلامی کیمپ میں اپنے خیمہ میں بھول آئے تھے۔ حضرت خالد کی زوجہ محترمہ حضرت اُمّ تمیم نے حضرت خالد کو قنسرین جا کر وہ ٹوپی پہنچائی اور حضرت خالد نے وہ مبارک ٹوپی اپنے سر پر رکھی۔ اس واقعہ کا بیان کرتے ہوئے حضرت مصعب بن محارب فرماتے ہیں کہ:

''پس قسم ہے عیش رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہ نہیں رکھا تھا خالد بن ولید نے کلاہ کو اپنے سر پر اور حملہ کیا تھا قوم پر مگر یہ کہ پھیرا اور ملا دیا ان کے آگے والوں کو پیچھے والوں میں۔'' (حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۱۶۷)

- صحابی رسول حضرت مصعب بن محارب یشکری نے عیش رسول اللہ کی قسم کھائی۔
- جب اسلامی لشکر بعلبک کے قلعہ کی طرف جا رہا تھا تو حاکم بعلبک ہربیس ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر قلعہ سے نکلا اور اثنائے راہ مقابل ہوا۔ لیکن فوراً شکست اُٹھا کر شہر کی طرف بھاگا۔ اس واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے حضرت عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ...

''قسم ہے عیش رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہ نہ تھا ہمارے اور اُن کے بیچ میں مگر ایک گرداوا یہاں تک کہ پیٹھ پھیری انھوں نے بطلب شہر کے۔''

(حوالہ: -فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۱۶۹)

- جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت عامر بن ربیعہ نے عیش رسول اللہ کی قسم کھائی۔
- جنگ بعلبک کے چوتھے دن باب وسط پر حضرت ابوعبیدہ کے لشکر پر رومیوں نے شدید حملہ کیا تھا اور حضرت ابوعبیدہ کا لشکر سخت مصیبت میں تھا۔ حضرت ضرار بن ازور اور حضرت سعید بن زید اپنے اپنے لشکر کے ساتھ قلعۂ بعلبک کے دیگر دروازوں پر تھے۔ حضرت ضرار اور حضرت سعید کو حضرت ابوعبیدہ نازل مصیبت کی

اطلاع دے کر ان کو مدد کے لئے بلانے کے لئے حضرت ابوعبیدہ کے ساتھی حضرت سہیل بن صباح قریب میں واقع ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے اور درخت کی لکڑیاں اور شاخیں جلا کر دھواں بلند کیا تھا اور دھواں دیکھ کر حضرت ضرار اور حضرت سعید کمک کرنے آپہنچے تھے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے دھواں بلند کرنے والا شخص کون تھا؟ یہ جاننے کے لئے مجاہدوں کو پکار کر فرمایا:

''اور اسی ذکر میں پکارا ابوعبیدہ بن الجراح نے لشکر میں کہ اے گروہ مسلمانوں کے جس شخص نے تم میں سے روشن کیا تھا آگ کو پس آوے وہ سردار کے پاس۔ سہل بن صباح نے بیان کیا ہے کہ جب سنا میں نے آواز کو اور وہ قسم دیتے تھے ہم کو اللہ غالب اور بزرگ اور حق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی۔'' (حوالہ: -فتوح الشام، از: -علامہ واقدی، ص: ۱۷۷)

- جلیل القدر صحابیٔ رسول، حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کو رسول اللہ کی قسم دی۔
- جنگ یرموک کا آغاز ہونے سے پہلے جبلہ بن ایہم نے اصحاب رسول حضرت عبادہ بن صامت وغیرہ سے جو بات چیت کی تھی اس کی تفصیل حضرت قیس بن سعید نے حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد بن ولید کو بتائی تو حضرت خالد بن ولید نے فرمایا کہ...

''چھوڑ دو اس کو پس قسم ہے عیش رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر آئینہ دیکھے گا جبلہ ہم میں سے ایسے لوگوں کو کہ نہ ارادہ کریں گے وہ اس کی لڑائی میں سوائے رضامندی پروردگار عالم کی۔''

(حوالہ: -فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۲۰۹)

- حضرت خالد بن ولید نے عیش رسول اللہ کی قسم حضرت ابوعبیدہ کے سامنے کھائی۔
- جنگ حلب کے موقع پر اسلامی لشکر نے حلب کے قلعہ کا محاصرہ کیا تھا اور محاصرہ نے طول پکڑا تھا۔ ایک رات میں حاکم حلب یوقنا نے سوئے ہوئے اسلامی لشکر کے کیمپ پر چھاپا مارا اور پچاس مجاہدوں کو قید کر کے لے گیا اور دوسرے دن قلعہ کی دیوار پر چڑھا کر اسلامی لشکر کو دکھا کر ان کو شہید کر دیا۔ اس حادثہ سے حضرت ابوعبیدہ

بہت رنجیدہ ہوئے اور مجاہدوں کو رات کے وقت احتیاط کرنے اور اپنی نگہبانی بذات خود کرنے کی تاکید کی.

"پس جب دیکھا ابوعبیدہ بن الجراح نے یہ حال منادی کرائی اپنے لشکر میں کہ قسم ہے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سردار ابوعبیدہ کی طرف سے ہر مرد پر کہ نہ حوالہ کرے اپنی نگہبانی کو دوسرے پر۔"

(حوالہ:-فتوح الشام،از:-علامہ واقدی،ص:۳۰۷)

⊙ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے جیش اسلام کے مجاہدوں کو رسول اللہ کی قسم دی۔

کتب سیر وتواریخ میں ایسے واقعات کثیر تعداد میں مرقوم ہیں کہ اجلہ صحابہ کرام اور تابعین عظام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کھائی ہے۔ یہاں ہم نے اختصاراً چند واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ:

اجلہ صحابہ کرام مثلاً (۱) حضرت ابوعبیدہ بن جراح (۲) حضرت خالد بن ولید (۳) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق (۴) حضرت مصعب بن محارب یشکری (۵) حضرت عامر بن ربیعہ (۶) حضرت عبداللہ بن حذافہ (۷) حضرت میسرہ بن مسروق وغیرہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کھائی، ان کے سامنے قسم کھائی گئی، انھوں نے اس قسم کو اہمیت دی، اس کا لحاظ کیا اور اسے روا رکھا۔

ملت اسلامیہ کے لئے صحابۂ کرام کے اقوال وافعال قابل اعتماد وسند ہیں۔ ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ اجلہ صحابۂ کرام نے حضور اقدس کی قسم کھائی اور اسے روا رکھا لیکن دور حاضر کے منافقین صحابۂ کرام کے اس فعل کو بھی شرک کا فتویٰ دے رہیں۔ جب صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی مقدس جماعت پر شرک کا فتویٰ عائد کیا جا رہا ہے تو پھر ماوشما کی کیا بساط؟ تقویت الایمان کے ظالم اور بیباک مصنف نے کروڑوں کلمہ گو پر شرک کے فتوؤں کی گولہ باری کر کے ان کو خارج از اسلام کہہ کر اسلام کے وسیع دائرے کو تنگ بنانے کی سعئ بیجا کی ہے۔

اس بحث کو مزید طول نہ دیتے ہوئے ہم اپنے معزز قارئین کرام کو واپس ملک شام کے پہاری علاقہ "مرج القبائل" لے چلتے ہیں، جہاں اسلامی لشکر کے کفن بردوش مجاہدین رومی

لشکر کے سامنے موت کی لڑائی لڑ رہے ہیں۔

القصہ! ہرقل بادشاہ کے مقرب بطریق کو قتل کر کے حضرت عبداللہ بن حذافہ اسلامی لشکر کے کیمپ میں واپس آئے ہی تھے کہ رومی گبر نے ان کو میدان سے للکارا۔ حضرت میسرہ بن مسروق نے حضرت عبداللہ کو جانے سے روکا لیکن حضرت عبداللہ نے کہا کہ اے سردار! وہ گبر میرا نام لے کر مجھے بلائے اور میں لڑنے نہ نکلوں تو کل قیامت کے دن مجھے آگ کی مشقت اٹھانی پڑے گی لہذا حضرت عبداللہ بن حذافہ پھر ایک مرتبہ میدان میں آئے۔ ان کو دیکھ کر رومی گبر پہچان گیا کہ یہی ہمارے معزز بطریق کے قاتل ہیں کیونکہ حضرت عبداللہ اس مقتول بطریق کے گھوڑے پر سوار ہو کر لڑنے آئے تھے۔ اس مقتول بطریق کا نام فلیس بن جریح تھا۔

حضرت عبداللہ میدان میں آئے اور اس رومی گبر سے قریب ہوئے لیکن آپ کو لڑنے کا موقع ہی میسر نہ ہوا کیونکہ آپ کے جاتے ہی گبر نے آپ پر جست کی اور گھوڑے کو گرداوا دینے کا بھی موقع نہ دیا اور چنگل مار کر آپ کو گھوڑے کی زین سے کھینچ لیا اور آپ پر قابض ہو کر گرفتار کر کے رومی لشکر میں لے بھاگا۔ حضرت عبداللہ کو قید کر کے رومی لشکر میں لا کر گبر نے سپاہیوں کے سپرد کر کے حکم دیا کے اس شخص کو لوہے کی زنجیروں میں مضبوط جکڑ کر اسی وقت ہرقل بادشاہ کے پاس قسطنطنیہ بھیج دو اور بادشاہ کو اطلاع کرو کہ تمہارے مقرب بطریق فلیس بن جریح کو اس شخص نے قتل کیا ہے۔ لہذا ہرقل بادشاہ اسے عبرتناک سزا دے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ کو اسی وقت چند رومی سپاہیوں کی نگرانی میں قسطنطنیہ بھیج دیا گیا۔ پھر وہ گبر میدان میں آیا اور اپنی کامیابی پر ناز وغرور کرنے لگا اور چلا چلا کر مقابل طلب کرنے لگا۔

حضرت میسرہ بن مسروق نے حضرت سعید بن زید بن عمر بن نفیل عدوی کو نشان (علم) دیا اور میدان میں آئے۔ حضرت میسرہ بن مسروق شیر ببر کی مانند رجز کے اشعار پڑھتے ہوئے رومی گبر سے قریب ہوئے۔ دونوں نے ایک دوسرے پر جست لگائی اور تلواریں بجنے لگیں۔ دونوں نے لڑائی کے فن کا مظاہرہ کیا اور تلوار زنی کے کرتب دکھائے۔ حضرت میسرہ اور رومی گبر اپنے اپنے گھوڑے کو گرداوے دیکر مقابل پر سرعت اور شدت سے وار کرتے اور بازگشت وار کو سپر پر لے کر خالی پھیرتے۔ اس طرح لڑنے سے اتنا غبار بلند ہوا کہ دونوں غبار میں پوشیدہ

ہوگئے پھر اچانک نظر آتے۔ دونوں کی لڑائی نے کافی طول پکڑا۔ یہاں تک کہ آفتاب وسط آسمان میں آ گیا۔ دونوں لشکر کے لوگ ٹکٹکی باندھ کر دونوں کے فن جنگ کے جوہر دیکھ رہے تھے اور اپنے ساتھی کی سلامتی اور کامیابی کی دعا کرتے رہے لڑتے لڑتے دفعتہً رومی گبر نے دیکھا کہ قریب میں اسلامی لشکر کا نشان نظر آ رہا ہے۔ حضرت خالد بن ولید اپنے تین ہزار لشکری کے ساتھ طوفان کی طرح بڑھتے ہوئے آ رہے تھے۔ رومی گبر یہ دیکھ کر گھبرایا اور اس نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت میسرہ پر تلوار کا وار کر کے بھاگ جاؤں لہٰذا اس نے تمام قوت جمع کر کے حضرت میسرہ پر تلوار کا وار کیا لیکن اس کا وار حضرت میسرہ تک پہنچے اس کے پہلے حضرت میسرہ نے بجلی کی سرعت سے تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ اس کا ہاتھ مع تلوار کے شانہ سے جدا ہو گیا۔ گبر کا ہاتھ کٹ کر زمین پر گرا، وہ چیختا ہوا رومی لشکر کی طرف بھاگا۔ رومی لشکر میں پہنچ کر وہ زُور زُور سے نالہ کرتا۔ ہاتھ کٹنے کا زخم اس کے لئے ناقابل برداشت تھا، وہ درد کی وجہ سے اُچھلتا تھا۔ رومی سپاہیوں نے اس کے کٹے ہوئے ہاتھ کی جگہ داغ دیا اور مرہم پٹی کی۔ تھوڑی دیر میں حضرت خالد بن ولید کا لشکر تہلیل وتکبیر کی صدائیں بلند کرتا ہوا مرج القبائل کے میدان میں آ پہنچا۔ حضرت خالد نے حضرت میسرہ بن مسروق سے ملاقات کی اور جنگ کی کیفیت دریافت فرمائی۔ حضرت میسرہ نے از اوّل تا آخر تمام کیفیت کہہ سنائی اور حضرت عبداللہ بن حذافہ کی گرفتاری کی بھی اطلاع دی۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ کے قید ہونے کی خبر سن کر حضرت خالد بن ولید بہت ملول ہوئے اور کہا کہ اگر اللہ نے چاہا تو ہم ان کو ضرور چھڑا لیں گے۔ حضرت خالد کی آمد کی خبر سن کر رومی لشکر کا ہر فرد کانپ اٹھا لہٰذا اس دن دوپہر کے بعد رومی لشکر سے کوئی بھی لڑنے نہ نکلا اور دوپہر کے بعد جنگ موقوف رہی۔ آفتاب غروب ہونے کے وقت دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ میں واپس لوٹے اور شب آرام واستراحت میں بسر کی۔

رومی لشکر سامان جنگ چھوڑ کر رات میں فرار

صبح نماز فجر کے بعد حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کو کیمپ سے میدان کی طرف لے جانے کا قصد کر ہی رہے تھے کہ چند مجاہدوں نے آ کر اطلاع دی کہ رومی لشکر سے ایک ایلچی

حضرت خالد سے گفتگو کرنے آیا ہے۔ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو ہم اس کو خدمت میں حاضر کریں۔ حضرت خالد نے اجازت دی، مجاہدین ایک بوڑھے راہب کو حضرت خالد کے سامنے لائے۔ بوڑھے راہب نے آتے ہی حضرت خالد کو سجدہ کرنے کا قصد کیا لیکن حضرت خالد نے اسے سختی سے منع کیا اور فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا روا نہیں۔ پھر حضرت خالد نے بوڑھے راہب سے پوچھا کہ تم کس مطلب سے آئے ہو؟ راہب نے کہا کہ رومی لشکر کے سردار بطریق جارس نے مجھے آپ کے پاس صلح کی گفتگو کرنے بھیجا ہے۔ ہم اب لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے اور ہم صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم صلح کرنا منظور کرو تو ہم تمہارے قیدیوں کو رہا کر دیں گے اور جتنا مال کہو گے، ہم دیں گے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ ہمارے قیدی کو از روئے اطاعت اور فرماں برداری رہا کرنے کے علاوہ ہماری تین شرطوں میں سے ایک کو قبول کرنا ہوگا۔ (۱) قبول اسلام (۲) ادائے جزیہ (۳) جنگ۔ راہب نے کہا کہ میں لشکر میں جا کر سردار اور بطارقہ سے مشورہ کرتا ہوں اور کل صبح ہمارا وفد تمہارے پاس صلح کرنے آئے گا اور تمہاری جو بھی شرطیں ہوں گی اس کی موافقت کر کے صلح کرے گا۔ لہٰذا آج کے دن جنگ موقوف رکھو۔ جب ہم کل صبح صلح کے عہد و پیمان کرنے والے ہیں تو پھر آج جنگ کر کے انسانوں کا خون ناحق بہانا مناسب نہیں۔ حضرت خالد نے بوڑھے راہب کی درخواست منظور فرمائی اور اس دن جنگ موقوف رکھی۔ پورا دن بغیر کسی جنگ کے آرام سے گزرا۔

جب رات ہوئی تو دونوں لشکروں میں مشعلیں روشن ہوئیں۔ اسلامی لشکر کے مجاہدین نے آرام، عبادت، ریاضت اور تلاوت قرآن وغیرہ مختلف شغل میں رات بسر کی۔ نگہبان اپنی خدمت انجام دیتے ہوئے کیمپ کے اِرد گرد گشت کرتے رہے۔ حضرت خالد بن ولید شب بھر مصروف عبادت رہ کر صبح کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن رات کے وقت رومی لشکر میں بھیدی اور خفیہ حرکت ہو رہی تھی۔ رومیوں نے دکھاوے کے لئے بہت ساری مشعلیں روشن کی تھیں لیکن بھاری بوجھ والا سامان اور خیموں کو چھوڑ کر ہلکا اور قیمتی سامان اور ہتھیار لے کر رومی فوجی کیمپ کی پچھاڑی سے سوار ہو کر فرار ہو گئے۔ رومیوں نے فرار ہوتے وقت بہت احتیاط برتی کہ کسی قسم کا شور و غل نہ ہوا۔ اس امر کا بہت التزام رکھا کہ کسی کو معلوم نہ ہو۔ لہٰذا اسلامی لشکر کے

مجاہدوں کو رومیوں کے رات میں فرار ہونے کی بھنک تک نہ لگی اور اسلامی لشکر سے آنکھیں چرا کر رومی لشکر رات کی تاریکی میں بھاگ نکلا۔

صبح میں حضرت خالد بن ولید رومی لشکر کے وفد کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں لیکن کوئی رہے تو آئے، یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو کر آسمان میں بلند ہو گیا۔ دور سے رومی لشکر کے کیمپ پر نظریں جمائیں تو رومی لشکر کے کیمپ میں کسی قسم کی چہل پہل محسوس نہ ہوئی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ تمام لشکر ابھی تک خیموں میں سویا پڑا ہے، حضرت خالد اپنے ساتھ چند مسلح سواروں کو لے کر احتیاط کے ساتھ رومی لشکر کے کیمپ کی طرف گئے۔ قریب جا کر دیکھا تو کیمپ میں تمام خیمے بدستور نصب ہیں لیکن فوجیوں سے خالی ہیں اور خیموں میں سناٹا چھایا ہوا ہے۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھیوں کو تلواریں میان سے نکال کر اور نیزے راست کر کے بہت ہی محتاط اور چوکنا ہو کر رومی لشکر کے کیمپ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا، دیکھتے کیا ہیں کہ تمام خیمے خالی پڑے ہوئے ہیں۔ ایک بھی آدمی نظر نہیں آتا۔ خیموں میں صرف بھاری بوجھ کا سامان پڑا ہوا ہے۔ حضرت خالد سمجھ گئے کہ رومی ہم کو چکما دے کر فرار ہو گئے۔ رومیوں کے اس مکر و فریب سے خشمناک ہو کر حضرت خالد نے اپنی انگلیوں کو کاٹا اور استرجاع پڑھا کیونکہ ان کو حضرت عبداللہ بن حذافہ کی بہت فکر لاحق تھی اور رات بھر وہ حضرت عبداللہ کی رہائی کے متعلق متفکر تھے لیکن رومیوں نے دھوکہ دیا اور راتوں رات بھاگ نکلے لہذا حضرت عبداللہ بن حذافہ کی سلامتی اور رہائی کا معاملہ پیچیدہ ہو گیا اور حضرت خالد بن ولید حضرت عبداللہ بن حذافہ کے لئے بہت زیادہ فکرمند ہو گئے۔

حضرت میسرہ بن مسروق بھی حضرت خالد کے ہمراہ تھے۔ حضرت خالد نے حضرت میسرہ بن مسروق سے رومیوں کا تعاقب کرنے کے متعلق مشورہ کیا تو حضرت میسرہ اور معاہدی راہبروں نے کہا کہ پہاڑی علاقہ سے مختلف راستے الگ الگ مقام کی طرف جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں پورا علاقہ سخت پتھریلی زمین ہونے کی وجہ سے نشان قدم سے بھی ان کی جائے فرار کا سراغ ملنا مشکل ہے۔ پھر تمام نے باتفاق رائے اسلامی لشکر کے کیمپ حلب واپس لوٹنے کا ارادہ کیا۔ حضرت خالد نے رومی لشکر کے تمام خیموں اور خیموں میں پڑا ہوا سامان جمع کرنے کا حکم

دیا۔ مجاہدوں نے رومی لشکر کا تمام سامان جمع کر کے ساتھ لے لیا اور خالد بن ولید اسلامی لشکر کو لے کر مرج القبائل سے حلب روانہ ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کو لے کر حلب پہنچے اور حضرت ابوعبیدہ کو تمام کیفیت سنائی اور حضرت عبداللہ بن حذافہ کے گرفتار ہونے کا حال سنایا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ کی گرفتاری کی خبر سن کر اسلامی لشکر میں غم و الم کا سماں بندھ گیا۔

⦿ حضرت عمر فاروق کا رسول اللہ کی قسم کھانا

حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے فوراً امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم کی خدمت میں مدینہ منورہ، پہاڑی علاقہ میں اسلامی لشکر کی فتح اور رومی لشکر کا ہزیمت اُٹھا کر مفرور ہونے کی کیفیت اور حضرت عبداللہ بن حذافہ کے قید ہونے کا تفصیلی حال لکھ بھیجا۔ جب حضرت ابوعبیدہ کا خط امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم کی خدمت میں پہنچا تو...

> "خوش ہوئے وہ بسبب سلامتی حال مسلمانوں اور ان کے غالب ہونے کے ان کے دشمنوں پر مگر اندوہ ناک ہوئے وہ بسبب گرفتار ہونے عبداللہ بن حذافہ کے۔ پس کہا انھوں نے کہ قسم ہے عیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کی بیعت کی لکھوں گا میں خط ہرقل کو تا اینکہ روانہ کرے میرے پاس عبداللہ بن حذافہ کو اور بھیجوں گا میں اس کی طرف لشکروں اور فوجوں کو پھر لکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنام ہرقل کے۔" (حوالہ: - فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۳۹۲)

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ خلیفۂ دوم، امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ "عیش رسول اللہ" اور "بیعت رسول اللہ" کی قسم کھا رہے ہیں۔ اگر اس طرح قسم کھانا شرک ہوتا تو کیا حضرت عمر فاروق اعظم اس طرح قسم کھاتے؟ ہرگز نہیں۔ حضرت عمر فاروق اعظم سے شرک کے کام کا ارتکاب ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن دورِ حاضر کے منافقین کا یہ کہنا ہے کہ رسول اللہ کی قسم کھانا شرک ہے یعنی رسول اللہ کی قسم کھانے والا مشرک ہے۔

✪ وہابی تبلیغی جماعت کے امام و پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی کی عبارت کا پھر ایک مرتبہ

اعادہ:

''یا جب قسم کھانے کی ضرورت پڑے تو پیغمبر کی یا علی کی یا امام کی یا پیر کی یا ان کی قبروں کی قسم کھائے ، ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کو ''اشراک فی العادات'' کہتے ہیں۔''

(حوالہ:-تقویت الایمان، ناشر: دار السّلفیہ، بمبئی، ص:۲۶)

تقویت الایمان کی مندرجہ بالا عبارت میں مولوی اسمٰعیل نے بے لگام گھوڑے کی طرح اپنا قلم چلاتے ہوئے صاف لکھ دیا ہے کہ رسول اللہ کی قسم کھانے والا مشرک ہے۔ ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کھانے کو شرک کہہ رہا ہے اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ کی قسم کھا رہے ہیں۔ لہذا مولوی اسمٰعیل دہلوی کا فتویٰ کہاں چسپاں ہو رہا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور آپ کی قبر کی قسم کھانے کو شرک کہنے والے شاید قرآن مجید کی سورۃ البلد کی ابتدائی آیات سے بے خبر ہیں یا پھر قصداً انجان بنتے ہیں۔

✪ قرآن شریف میں ہے:

"لَا اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ o وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ o وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ o"

(سورۃ البلد، آیت: ۱ تا ۳)

ترجمہ :-''مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کہ تم ہو۔'' (کنز الایمان)

تفسیر :-''اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ عظمت مکہ مکرمہ کو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رونق افروزی کی بدولت حاصل ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ والد سے سید عالم اور اولاد سے آپ کی امت مراد ہے۔''

(تفسیر خزائن العرفان، ص:۱۰۷۱)

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کا بغور مطالعہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس شہر کی قسم یاد فرماتا ہے۔ جس شہر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں شیخ محقق

شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب مستطاب ''مدارج النبوۃ'' میں فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تک مکہ معظّمہ میں رونق افروز تھے تب تک شہر کی قسم کی عظمت مکہ معظّمہ کو حاصل تھی اور جب آپ نے مکہ معظّمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں سکونت اختیار فرمائی تو شہر کی قسم کی عظمت بھی مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ منتقل ہوگئی۔ علاوہ ازیں مندرجہ بالا آیت میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کا ذکر ہے۔ الحاصل! اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور اقدس کے شہر، حضور اقدس کے والد باعتبار نسب حضرت ابراہیم اور خود حضور اقدس کی قسم یاد فرمائی ہے۔

ایک ضروری امر کی طرف قارئین کرام کی توجہ درکار ہے علم العقائد میں یہ مسلم امر ہے کہ جو کام شرک ہے، اس کام کو انبیاء کرام کی عظمت کے اظہار کے لئے قرآن مجید میں ہرگز بیان نہیں کیا گیا۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کھانا شرک ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں اپنے محبوب کی یا محبوب کے شہر کی ہرگز قسم یاد نہیں فرماتا۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کھانا شرک ہوتا تو قرآن مجید کی آیت کا مطلب معاذ اللہ یہ ہوگا کہ اے میرے بندو! جو کام تمہارے لئے شرک ہے وہ کام یعنی اپنے محبوب کی قسم یاد فرمانا میں کرتا ہوں۔ اور اس کو اپنے مقدس کلام میں بیان بھی فرماتا ہوں۔ تا کہ قیامت تک وہ نماز میں پڑھا جائے۔

عالم الغیب والشہادہ، علیم وخبیر، رب تبارک وتعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ میرے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کے منکر اور میرے محبوب کی بارگاہ کے گستاخ اور بظاہر کلمہ گو لیکن درحقیقت منافق پیدا ہوں گے جو میرے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانے کو شرک کا فتویٰ دیں گے لہذا ان زبان درازی کرنے والوں کو مبہوت اور ساکت کرنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے محبوب کی قسم یاد فرمائی ہے۔

ایک سادہ لوح شخص کو بھی معلوم ہے کہ شرک کے معنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا کوئی شریک

ٹھہرانا۔ پھر چاہے اس کی ذات میں شریک ٹھہرایا جائے یا اس کی صفات ازلی وقدیم میں شریک ٹھہرایا جائے یا اس کی عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ اور جو کام شرک ہے اس کام سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سختی سے روکا ہے اور اس کام کو اپنے سے منسوب بھی نہیں کیا۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمانا شرک ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو ہرگز اپنے سے منسوب نہیں فرماتا۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب تقویت الایمان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کھانے پر شرک کا جو فتویٰ دیا ہے اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی کوئی آیت یا حدیث شریف کی کوئی عبارت بطور دلیل پیش نہیں کی بلکہ جو بھی جی میں آیا وہ لکھ دیا۔ عظمت مصطفیٰ ومحبت مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تحت کئے جانے والے جائز اور مستحسن کاموں کے جواز کے ثبوت میں دورِ حاضر کے منافقین صحابہ کرام کے قول وفعل کا ثبوت طلب کرتے ہیں۔ جلیل القدر صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کھائی ہے لیکن اس کے باوجود بھی دورِ حاضر کے منافقین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کھانے کو شرک کا فتویٰ دے کر ''جو نہ بھائے آپ کو، وہ بڑی بہو کے باپ کو'' والی مثل پر عمل کر رہے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چاند کی، سورج کی، رات کی، دن کی وغیرہ کی قسم یاد فرمائی ہے۔ ان قسموں کے متعلق مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ چاند وسورج کی قسم سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور ہے اور رات سے مراد حضور اقدس کی زلفِ معنبر ہیں:

ہے کلام الٰہی میں شمس وضحیٰ تیرے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

اور

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا، نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا، تیرے شہر وکلام وبقا کی قسم

(از:- امام عشق ومحبت، حضرت رضؔا بریلوی)

قارئین کرام کی مزید معلومات کے لئے عرض ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید

میں اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام (بات) کی اور جان کی قسم بھی یاد فرمائی ہے۔ مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) "وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ"

(سورۃ الزخرف، آیت:۸۸)

ترجمہ:- ''مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' (کنز الایمان)

(۲) "لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ"

(سورۃ الحجر، آیت:۷۲)

ترجمہ:- ''اے محبوب! تمہاری جان کی قسم! بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔'' (کنز الایمان)

مندرجہ بالا دونوں آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے علی الترتیب اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول اور تن اقدس کی قسم یاد فرمائی ہے۔ (ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلٰى حَبِيْبِهٖ)

حضرت عمر فاروق نے ہرقل کو خط میں کیا لکھا؟

حضرت عمر فاروق اعظم نے ہرقل کو حسب ذیل عبارت لکھی:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَداً وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ وَرَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، هٰذَا الْكِتَابُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاِذَا وَصَلَ اِلَيْكَ كِتَابِيْ هٰذَا فَابْعَثْ اِلَيَّ بِالْاَسِيْرِ الَّذِيْ فِيْ اَسْرِكَ وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ فَاِنْ فَعَلْتَ ذَالِكَ رَجُوْتُ لَكَ الْهِدَايَةَ وَاِنْ اَبَيْتَ بَعَثْتُ

اِلَيْكَ رِجَالًا لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَابَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى"

ترجمہ :-''شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو مہربان نہایت رحم والا۔اور سب تعریف اللہ کے واسطے ہے جو ایسا اللہ کہ نہیں اختیار کیا اُس نے زن ہمنشیں اور نہ بیٹے کو اور رحمت بھیجی ہے۔ اللہ نے اپنے نبی اور رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر= یہ خط ہے عمر بن الخطاب امیر المؤمنین کی طرف سے پس جب پہونچے تجھ کو یہ خط میرا پس بھیج دے تو میرے پاس اس قیدی کو جو تیری قید میں ہے اور وہ عبداللہ بن حذافہ ہیں۔ پس اگر کرے گا تو اس کام کو تو اُمید رکھتا ہوں میں تیرے واسطے راہ راست پر ہونے کی اور اگر انکار کرے گا تو بھیج دوں گا تیری طرف ایسے لوگوں کو کہ نہیں باز رکھتی ہے ان کو کوئی سوداگری نہ کوئی خریداری اللہ کے ذکر سے اور سلام ہو اس پر جو کرے پیروی ہدایت کی۔''

(حوالہ فتوح الشام، از:- علامہ واقدی، ص:۳۹۲)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم نے یہ خط حضرت ابوعبیدہ کو بھیجا اور ان کو حکم لکھا کہ میرا یہ خط ہرقل بادشاہ کی طرف فوراً روانہ کرو چنانچہ حضرت ابوعبیدہ نے ایک رومی معاہدی کو یہ خط دے کر ہرقل بادشاہ کے پاس قسطنطنیہ روانہ فرمایا۔

⦿ حضرت عبداللہ بن حذافہ کا صبر واستقلال

قیصر روم ہرقل بادشاہ انطاکیہ کی لڑائی کے موقع پر رات ہی میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ بھاگ کر قسطنطنیہ چلا گیا تھا اور چند دنوں کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ ہرقل کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا قسطنطین تخت نشین ہوا اور اس کا لقب بھی ہرقل مقرر رہا۔ لہذا اب جہاں بھی ہرقل کا ذکر آئے گا اس سے مراد ہرقل کا بیٹا قسطنطین یعنی ہرقل صغیر لیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ کو مرج القبائل سے قید کر کے ہرقل کے پاس بھیجا گیا اور حضرت عبداللہ کو بحیثیت

قیدی ہرقل کے سامنے پیش کیا گیا تو ہرقل نے حضرت عبداللہ سے پوچھا کہ کیا تم اپنے نبی کے گھرانے سے ہو؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ان کے چچا کے خاندان سے ہوں۔ ہرقل نے حضرت عبداللہ کو دین اسلام سے منحرف کرنے کی غرض سے کہا کہ تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ، میں اپنے ایک مقرب بطریق کی حسین وجمیل لڑکی سے تمہاری شادی کردوں اور تم کو اپنے مصاحبوں میں داخل کر کے اعلیٰ عہدہ عنایت کروں۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ میں اپنے نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین حق اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا۔ حضرت عبداللہ کا جواب سن کر ہرقل نے ایک بڑے تھال میں قیمتی جواہرات منگوائے اور قیمتی جواہرات سے لبریز اس تھال کو حضرت عبداللہ کے سامنے رکھ کر کہا اگر تم ہمارا دین اختیار کرو تو خوبصورت لڑکی سے شادی کرا دینے کے ساتھ ساتھ یہ جواہرات بھی تم کو تحفہ دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے فرمایا کہ جواہرات سے بھرا ہوا یہ تھال کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اگر تو مجھ کو اپنی سلطنت کا مالک کردے پھر بھی میں دین اسلام سے منحرف نہیں ہونے والا۔ حضرت عبداللہ کی دین اسلام پر ثابت قدمی اور استقلال دیکھ کر ہرقل خشمناک ہوا اور تند لہجہ میں کہا کہ اگر تم نے ہمارا دین اختیار کرنے سے انکار کیا تو میں تمہاری گردن اُڑا دوں گا۔ ہرقل کی یہ دھمکی سن کر حضرت عبداللہ مسکرائے اور فرمایا کہ کیا تو موت کی دھمکی دے کر مجھے ڈرانے کی کوشش کرتا ہے؟ شاید تجھے معلوم نہیں کہ موت تو میری خواہش ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول کی راہ میں موت آئے یہ تو میری دلی تمنا ہے۔ موت سے میں مطلق گھبراتا نہیں بلکہ موت کو تو میں محبوب جانتا ہوں۔ لہذا تو دھمکی مت دے اور تجھے جو کچھ بھی کرنا ہے وہ کر گزر۔

حضرت عبداللہ کا عزم محکم اور یقین کامل دیکھ کر ہرقل نے حضرت عبداللہ کی آزمائش کرنے کی غرض سے کہا کہ اچھا ٹھیک ہے۔ اگر تم کو ہمارا دین اختیار کرنا منظور نہیں تو مت اختیار کرو لیکن تین کاموں میں سے کوئی بھی ایک کام کرو تا کہ میں تم کو بغیر کسی سزا کے قید سے رہا کردوں اور وہ تین کام یہ ہیں (۱) صلیب کو سجدہ کرو یا (۲) خنزیر (سور) کا گوشت کھاؤ یا (۳) ایک پیالہ بھر کر شراب پیؤ۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! ان تینوں کاموں میں سے ایک کام بھی میں نہیں کروں گا۔ تب ہرقل نے غصہ

ہوکر کہا کہ قسم ہے صلیب کی! تم ضرور خنزیر کا گوشت بھی کھاؤ گے اور شراب بھی نوش کرو گے۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اس قیدی کو ایک کمرہ میں بند کرو اور کمرہ میں خنزیر کا پکایا ہوا گوشت اور شراب کے علاوہ کھانے پینے کی کوئی بھی چیز مت رکھو۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ یہ کتنے دن تک بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ جب بھوک اور پیاس کی شدت برداشت نہ ہوگی تو خنزیر کا گوشت بھی کھائے گا اور شراب بھی پیئے گا۔

ہرقل کے غلاموں نے حضرت عبداللہ بن حذافہ کو ایک کمرہ میں بند کردیا اور کمرہ میں خنزیر کا گوشت اور شراب کی صراحی رکھ دی اور پینے کے لئے پانی کا ایک قطرہ بھی کمرہ میں نہیں رکھا۔ حضرت عبداللہ کمرہ میں بند ہوتے ہی مشغول عبادت ہوگئے۔ ہرقل کے غلام تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد کھڑکی سے جھانک کر دیکھا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ کیا کرتے ہیں لیکن جب بھی وہ جھانک کر دیکھتے تو حضرت عبداللہ عبادت میں مشغول ہوتے، یہاں تک کہ ایک دن گزر گیا۔ تب ہرقل نے حضرت عبداللہ کی نگرانی کرنے پر متعین کئے گئے سپاہیوں کے سربراہ اعلیٰ کو بلا کر پوچھا کہ قیدی کا کیا حال ہے؟ نگراں نے کہا کہ اے بادشاہ! وہ قیدی ہر وقت نماز اور عبادت میں ہی مصروف رہتا ہے اور اندر رکھے ہوئے گوشت اور شراب کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتا تک نہیں۔ ہرقل نے کہا ابھی ایک دن ہی ہوا ہے۔ بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی قوت بہت جلد جواب دے چکے گی۔ پھر وہ مجبور ہوکر ضرور کھائے گا اور پیئے گا۔ لیکن حضرت عبداللہ بن حذافہ کے معمول میں ذرّہ برابر فرق نہیں آیا۔ ہمہ وقت وہ عبادت میں مشغول رہتے۔ یہاں تک کہ تین دن بسر ہوگئے جب چوتھا دن ہوا تو ہرقل نے نگراں کو بلا کر کیفیت پوچھی تو حسب سابق ہی اطلاع ملی، اس کو سخت تعجب ہوا اور حضرت عبداللہ کو اپنے دربار میں پیش کرنے کا حکم دیا۔

جب حضرت عبداللہ کو چار دن تک کمرہ میں بھوکا اور پیاسا رکھنے کے بعد ہرقل کے سامنے لایا گیا تو ہرقل نے دیکھا کہ ان کے صبر واستقلال میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی۔ چہرہ پر پژمردگی کے آثار قطعاً نمایاں نہیں بلکہ چہرہ پہلے سے زیادہ نکھرا اور چمک رہا ہے۔ بھوک اور پیاس سے نڈھال ہونے کے بجائے توانا اور تروتازہ نظر آرہے ہیں۔ ہرقل نے محوِ حیرت ہوکر

حضرت عبداللہ سے پوچھا کہ اے عربی نوجوان! تجھ کو کس چیز نے چار دن تک ان چیزوں کو کھانے پینے سے باز رکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خوف نے مجھے ان چیزوں سے باز رکھا ہے کیونکہ یہ چیزیں ہم پر اللہ اور رسول نے حرام فرمائی ہیں۔ حالانکہ تین دن گزرنے کے بعد بقدر جان بچانے کے کھانا پینا میرے لئے جائز تھا لیکن میں نے صرف اس لئے ان چیزوں کو چھوا تک نہیں کہ میرے ایک فعل سے تمام مسلمان موردِ طعن بنتے اور دنیا یہ کہتی کہ مسلمان کا صبر واستقلال پختہ نہیں۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کو موردطعن بنانے سے بہتر یہ ہے کہ میں بھوکا اور پیاسا ہی مرجاؤں۔ ابھی صرف چار دن ہی ہوئے ہیں۔ اگر تو مزید آزمائش کرنا چاہتا ہے تو آزما کر دیکھ لے۔ میں اپنے آقا ومولیٰ، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والوں کو موردِ طعن اور رسوا نہیں کروں گا۔ پھر چاہے میری جان چلی جائے۔ بلکہ اگر میری موت واقع ہوگی تو میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گا۔ کہ یہ جان ودل اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی شریعت کے احکام کی پاسداری میں کام آئی۔ میرا ہے بھی کیا؟ جو بھی ہے سب انھیں کا ہے:

یوں تو سب انھیں کا ہے، پر دل کی اگر پوچھو
یہ ٹوٹے ہوئے دل ہی خاص ان کی کمائی ہے

(از:-امام عشق ومحبت حضرت رضؔا بریلوی)

حضرت عبداللہ بن حذافہ کا یہ جواب سن کر ہرقل بادشاہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عین اسی وقت حضرت ابوعبیدہ بن جراح کا بھیجا ہوا رومی معاہدی امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط لے کر ہرقل کے دربار میں آیا اور ہرقل کو خط دیا۔ امیر المؤمنین کا خط پڑھتے وقت ہرقل کے ہاتھ کانپنے لگے، پورے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا اور چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ امیر المؤمنین کا خط پڑھتے ہی ہرقل کا رویہ بدل گیا۔ گفتگو کا لہجہ نہایت نرم اختیار کرتے ہوئے اس نے حضرت عبداللہ کو قید سے رہا کردیا۔ اور قیمتی مال عمدہ کپڑے بطور تحفہ خدمت میں پیش کئے اور تکلیف پہنچانے کی معذرت چاہی اور آپ کی نہایت تعظیم وتکریم کی:

نکیرین کرتے ہیں تعظیم میری
فدا ہو کے تجھ پہ یہ عزت ملی ہے
(از:-امام عشق ومحبت حضرت رضؔا بریلوی)

پھر ہرقل نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوایک بڑا قیمتی موتی دیا اور کہا کہ میری طرف سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کو یہ تحفہ پہنچادیں۔ بعدہٗ ہرقل نے اپنے خاص سپاہیوں کے گروہ کی نگرانی میں حضرت عبداللہ کو اسلامی لشکر کے کیمپ حلب تک پہنچادیا۔

⦿ ہرقل کا تحفہ مسلمانوں کے بیت المال میں

ہرقل کے سپاہیوں کی نگرانی میں حضرت عبداللہ بن حذافہ صحیح وسلامت حلب آئے اور حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عبداللہ کوسلامت واپس آتا دیکھ کر جیش اسلام کا ہر مجاہد خوشی میں مچل گیا اور تہلیل وتکبیر کے فلک شگاف نعرے بلند کر کے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ خصوصاً حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد بن ولید نہایت مسرور ہوئے۔ حضرت عبداللہ نے اپنے قید ہونے سے لے کر رہا ہو کر حلب تک آنے کی تمام تفصیل بیان فرمائی۔ سب نے ان کو مبارکبادی دی اور استقامت فی الدین کے جذبہ صادق کی تعریف وتحسین کرتے ہوئے دعائے خیر وعافیت دی۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عبداللہ سے فرمایا کہ تمہارے معاملہ میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق بہت ہی فکر مند اور ملول ہیں لہذا تم فوراً ان کی خدمت میں حاضری کے لئے مدینہ منورہ روانہ ہوجاؤ۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ حلب سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ آئے۔ ان کوسلامت اور بخیر وعافیت دیکھ کر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا سجدہ شکر بجالائے حضرت عبداللہ نے امیر المؤمنین کوتمام کیفیت کہہ سنائی اور ہرقل نے جوموتی تحفہ میں بھیجا تھا وہ خدمت میں پیش کیا امیر المومنین نے وہ موتی مدینہ منورہ کے تمام جوہریوں کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس کی قیمت کا اندازہ لگائیں۔ تمام جوہریوں نے یہی جواب دیا کہ ایسا قیمتی موتی ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس کی قیمت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا بلکہ مدینہ

طیبہ کے تمام جوہری مل کر بھی اس کی قیمت نہیں ادا کر سکتے۔ پھر حضرت عمر فاروق نے تمام صحابہ کرام اور اہل مدینہ کوجمع کیا اور ان کو مطلع فرمایا کہ سگِ رومی نے میرے لئے یہ قیمتی موتی کا تحفہ بھیجا ہے۔ اس معاملہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟ سب نے یہی کہا کہ ہرقل نے یہ تحفہ مخصوص آپ کے لئے بھیجا ہے لہذا یہ موتی آپ اپنے صرف میں لائیں۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ یہ موتی میں رکھ لوں جب کہ مجاہدین اور مہاجرین وانصار کے اہل وعیال بھوکے ہیں؟ اگر کل قیامت کے دن عمر سے اس کا مطالبہ کیا گیا تو اس کا جواب دینے کی عمر میں طاقت نہیں۔ چنانچہ آپ نے وہ موتی بیت المال میں جمع کرادیا:

عمر وہ عمر جس کی عمر گرامی
ہوئی صرف ارضائے خلاق واہب
(از:-امام عشق ومحبت، حضرت رضؔا بریلوی)

اسلامی لشکر نے پہاڑی علاقہ کی فتوحات حاصل کر کے چند دنوں کے لئے حلب میں پڑاؤ کیا کیوں کہ حضرت ابوعبیدہ نے عمرو بن العاص کو قیساریہ کے علاقہ میں بھیجا تھا اور وہاں ان کا کیا معاملہ ہوتا ہے اس کے انتظار میں حضرت ابوعبیدہ نے حلب میں توقف کیا

✪ اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات

(۱) اِرکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصریٰ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس (۱۰) جوسیہ (۱۱) حمص (۱۲) شیرز (۱۳) رستن (۱۴) حمات (۱۵) قنسرین (۱۶) بعلبک (۱۷) یرموک (۱۸) بیت المقدس (۱۹) حلب (۲۰) اعزاز (۲۱) انطاکیہ (۲۲) بنج (۲۳) براعہ (۲۴) نابلس (۲۵) قلعہ نجم (۲۶) قورص (۲۷) مرج القبائل

جنگ نخل

حضرت عمرو بن العاص پانچ ہزار کا لشکر لے کر قیساریہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حلب سے بجانب قیساریہ جاتے ہوئے راہ میں معرّات، کفرطات، قامیہ، جبل ابی قتبیس اوران کے اطراف کے قلعوں کو بذریعہ صلح فتح کر لئے اور پھر وہاں سے کوچ کرتے ہوئے ''نخل'' نام کے ایک گاؤں میں پڑاؤ کیا۔ یہ گاؤں قیساریہ سے بہت ہی قریب تھا۔ وہاں کا حاکم ہرقل بادشاہ کا لڑکا قسطنطین تھا۔ ہرقل بادشاہ کے لشکر نے جب انطاکیہ میں ہزیمت اُٹھائی تھی تو اس کے سپاہی انطاکیہ سے بھاگ کر قیساریہ آئے تھے۔قیساریہ میں قسطنطین نے اسّی ہزار کا لشکر جمع کر رکھا تھا۔ پھر وہ اپنے باپ کے پاس چلا گیا اوراپنے باپ کے پاس قسطنطنیہ میں چند دن ٹھہرا۔اسی دوران ہرقل بادشاہ کا انتقال ہوگیا اوراس کی جگہ قسطنطین تخت نشین ہوا۔حضرت عبداللہ بن حذافہ کا معاملہ اس کے سامنے ہی پیش ہوا تھا۔امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آنے پر اس نے حضرت عبداللہ کو قید سے رہا کر دیا اور حضرت عبداللہ کو قسطنطنیہ سے حلب روانہ کرنے کے بعد پھر وہ بھی قسطنطنیہ سے قیساریہ آ گیا تھا۔ کیونکہ اس کو اندیشہ تھا کہ اسلامی لشکر قیساریہ کی طرف کوچ کرنے والا ہے۔

قسطنطین ہرقل صغیر کو نخل گاؤں میں اسلامی لشکر کے پڑاؤ کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے ایک معتمد جاسوس کو اسلامی لشکر کی تعداد معلوم کرنے نخل بھیجا۔ وہ جاسوس نصرانی عرب اور قوم بنوغسّان سے تھا اور عربی اس کی مادری زبان تھی اس نے اسلامی لباس پہنا اور اسلامی لشکر کے کیمپ میں داخل ہوگیا۔ وہ نصرانی عرب جاسوس اسلامی لشکر کے کیمپ میں گھومتا رہا اور اسلامی لشکر کی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی نوٹ کرتا رہا۔ وہ جاسوس فصیح و بلیغ زبان میں گفتگو کرتا تھا لہذا کسی کو بھی اس پر شک وشبہ نہیں ہوا۔ وہ جاسوس اسلامی کیمپ میں گشت کرتا ہوا اس جگہ آیا جہاں یمنی مجاہدین کے خیمے تھے۔ وہ جاسوس یمن کے مجاہدوں کے پاس آیا اور سلام کر کے بیٹھا اور ان کی خیر وعافیت پوچھ کر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا۔ دوران گفتگو وہ کسی کام سے اُٹھا کہ

اتفاقاً اس کا لمبا کرتا (جبہ) اس کے پاؤں میں اُلجھ جانے کی وجہ سے ٹھوکر کھا کر گرا۔ گرتے وقت اس کی زبان سے بیساختہ صلیب کے نام سے کلمہ کفر نکل گیا۔لہذا یمن کے مجاہدوں نے لپک کر اس کو پکڑ لیا اور کسی قسم کی پوچھ گچھ اور تفتیش کئے بغیر مار مار کر ہلاک کر دیا۔اس معاملہ کی وجہ سے مار پیٹ کا شور بلند ہوا اور حضرت عمرو بن العاص کو خبر پہنچی۔لہذا حضرت عمرو بن العاص نے نصرانی عرب جاسوس کو مار ڈالنے والے یمنی مجاہدوں کو بلایا اور حال پوچھا تو انہوں نے تمام کیفیت بیان کی۔ اس پر حضرت عمرو بن العاص بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم کو اس جاسوس کو مار ڈالنے کی عجلت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تم پر لازم تھا کہ تم اسے پکڑ کر میرے پاس لے آتے تو میں اس سے تمام باتیں اُگلوا لیتا اور اس کے علاوہ دیگر کتنے جاسوس ہمارے کیمپ میں گھس آئے ہیں وہ تمام حقیقت معلوم کر لیتا لیکن تم لوگوں نے ہوش کے بجائے جوش سے کام لیتے ہوئے اسے مار ڈالنے میں جلدی کی اور جو بھید ہم کو معلوم ہو سکتے تھے وہ اس کے مر جانے سے پوشیدہ رہ گئے۔ پھر حضرت عمرو بن العاص نے لشکر میں منادی کرادی کہ اگر کوئی رومی جاسوس پکڑا جائے تو اس کو مار ڈالنے کے بجائے قید کر کے سردار عمرو بن العاص کے پاس لے جائے۔

قسطنطین اپنے جاسوس کے لوٹنے کا شدت سے منتظر تھا لیکن اس کا بھیجا ہوا جاسوس واپس نہ لوٹا تو اس نے یقین کر لیا کہ میرا جاسوس مارا گیا، لہذا اس نے دوسرا جاسوس روانہ کیا۔ دوسرا جاسوس اسلامی لشکر کے کیمپ میں بوجہ خوف نہ آیا بلکہ نخل گاؤں میں گیا۔گاؤں میں رہ کر دور سے تاک جھانک کر کے اندازہ کر لیا اور قسطنطین کو اطلاع دی کہ اسلامی لشکر کی تعداد صرف پانچ ہزار ہے۔قیساریہ میں قسطنطین کا لشکر اسّی ہزار کی تعداد میں تھا لہذا اسلامی لشکر کی پانچ ہزار کی خبر پا کر قسطنطین کا حوصلہ بڑھا اور اس نے قیساریہ کے تمام رؤساء بطارقہ اور جنگجوؤں کو جمع کر کے کہا کہ صرف پانچ ہزار کی تعداد کا اسلامی لشکر قریب کے گاؤں نخل میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ وہ لشکر ہمارے شہر پر حملہ کرنے آئے اس سے قبل ہم ہی جا کر اس پر حملہ کر کے اس کا صفایا کر دیں۔ سب نے اس کی تائید کی لہذا قسطنطین نے اپنے لشکر کو حسب ذیل ترتیب سے منقسم کیا اور اسلامی لشکر پر یورش کرنے کا مصمم قصد کیا۔

- مسکان نام کے بطریق کو دس ہزار کا لشکر دے کر پہلے روانہ کیا اور اس کو طلیعۂ جیش کی حیثیت سے نخل گاؤں کی طرف جانے کا حکم دیا۔
- اس کے پیچھے حرسہ نامی بطریق کو دس ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا
- چالیس ہزار کا لشکر لے کر خود قسطنطین آخر میں روانہ ہوا۔
- بیس ہزار کا لشکر قیساریہ شہر کی حفاظت کے لئے شہر میں ہی رہنے دیا اور اس بیس ہزار کے لشکر پر اپنے چچا کے بیٹے ''نسطاول'' کو سردار مقرر کیا۔

رومی لشکر کی نخل میں آمد

اسلامی لشکر بمقام نخل اپنے کیمپ میں تھا کہ دفعۃً دس ہزار کا رومی لشکر نمودار ہوا۔ رومی لشکر کی پہلی قسط کے سردار بطریق مسکان نے اسلامی لشکر کے کیمپ سے کچھ فاصلہ پر پڑاؤ کیا۔ حضرت عمرو بن العاص نے رومی لشکر کی تعداد معلوم کرنے کے لئے مخبروں کو کام پر لگا دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں مخبروں نے آ کر خبر دی کہ رومی لشکر کی تعداد دس ہزار ہے۔ حضرت عمرو بن العاص بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ بہت آسان مرحلہ ہے کیونکہ اسلامی لشکر کے ایک مجاہد کو رومی لشکر کے دو سپاہیوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اور یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ حضرت عمرو بن العاص دس ہزار کے رومی لشکر سے مقابلہ کی تجویز سوچ رہے تھے کہ رومی لشکر کے دس ہزار سواروں کی دوسری قسط لے کر بطریق ''حرسہ'' بھی آ پہنچا۔ حضرت عمرو بن العاص کچھ فکر مند ہوئے اور اب بیس ہزار کے رومی لشکر سے مقابلہ کرنے کی تدبیر سوچنے لگے کہ رومی لشکر کی تیسری قسط چالیس ہزار سپاہیوں کا لشکر جرار لے کر حاکم قسطنطین بھی نخل آ دھمکا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ پانچ ہزار کے اسلامی لشکر کے سامنے ساٹھ ہزار (60,000) کا رومی لشکر مقابلہ کرنے کھڑا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص کو اب فکر لاحق ہوئی اور آپ نے لشکر کے اہم اراکین کو جمع کر کے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم یہاں سے کسی شخص کو فوراً حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے پاس بھیج کر کمک طلب کر لیں لیکن حضرت ربیعہ بن عامر نے کہا کہ اے سردار! آپ فکر مند نہ ہوں۔ ان ساٹھ ہزار رومیوں کے لئے ہم پانچ

ہزار کافی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت سے مقام میں ہماری قلیل جماعت کو رومیوں کی جماعت کثیرہ پر غلبہ اور فتح عطا فرما کر ہماری مدد کی ہے۔ لہذا نہ تو ہم کو کمک منگانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی ہم کو گھبرانے کی ضرورت ہے:

ہیں رضا یوں نہ بلک، تو نہیں جید تو نہ ہو
سید جید ہر دہر ہے مولیٰ تیرا

(از:-امام عشق ومحبت، حضرت رضا بریلوی)

حضرت ربیعہ بن عامر کی جوشیلی گفتگو سن کر سب نے ان کی تائید کی اور کہا کہ ہم کو کمک منگانے کی ضرورت نہیں لہذا حضرت عمرو بن العاص اسلامی لشکر کو کیمپ سے میدان میں لائے۔ اسلامی لشکر نے میدان میں آتے ہی تہلیل وتکبیر کی صدائیں بلند کیں اور بلند آواز سے اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانۂ درود شریف بھیجا۔ مجاہدوں کی آوازیں قریب میں واقع پہاڑوں سے ٹکرائیں اور صدائے بازگشت ایسی گونجی کہ جس کو سن کر رومیوں کے دل دہل گئے اور ان پر ایک انجان خوف ورُعب طاری ہو گیا۔ قسطنطین عجیب کشمکش میں مبتلا تھا۔ کیونکہ اس کے جاسوسوں نے اسے اطلاع دی تھی کہ اسلامی لشکر کی تعداد صرف پانچ ہزار ہے لیکن جب اس نے اسلامی لشکر کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو اس کو اسلامی لشکر کی تعداد بہت زیادہ محسوس ہوئی۔

امام ارباب سیر وتاریخ، امام اجل، علامہ محمد بن عمرو الواقدی نے قسطنطین کی کیفیت شش وپنج کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

> ''اور دیکھا قسطنطین نے مسلمانوں کے لشکر کو پس زیادہ معلوم ہوا اس کی آنکھ میں اور کہا اس نے کہ قسم ہے اپنے دین کی جب آیا اور بلند ہوا تھا میں اس لشکر پر تو نہیں تھے وہ زیادہ پانچ ہزار سے اور اب بڑھ گئی ہے تعداد ان کی اور زیادہ ہوئی مدد ان کی اور نہیں شک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدد ان کو دی ہے ساتھ فرشتوں کے اور باپ میرا دانا اور بینا تھا ان عرب کے حال کا اور نہیں ہے میرا لشکر ان ارمنی کے لشکر سے زیادہ جب کہ ملاقی ہوا تھا وہ ان سے یرموک میں دس لاکھ سے اور

2
9

بتحقیق ندامت حاصل کی میں نے اپنے نکلنے پر ان کے مقابلے کو اور میں قریب تر فکر کروں گا کسی مکر و فریب کا ان عرب پر۔''

(حوالہ:-فتوح الشام،از:علامہ واقدی،ص:۳۹۷)

قسطنطین کی صلح کی پیش کش، حضرت بلال نمائندہ

قسطنطین نے قیساریہ شہر کے سب سے بڑے قس (پادری) کو اپنے پاس بلایا۔ وہ قس دین نصرانیہ کا زبردست عالم اور فصیح اللسان خطیب تھا۔ اس سے قسطنطین نے کہا آپ بطور ایلچی جاؤ اور مسلمانوں کے لشکر سے کسی دانا شخص کو صلح کی گفتگو کرنے کے لئے لے آؤ چنانچہ وہ قس عمدہ لباس زیب تن کر کے اور ہاتھ میں صلیب بلند کر کے اسلامی لشکر میں سوار ہو کر آیا اور کہا کہ میں ہرقل بادشاہ کے شہزادے رحم دل بادشاہ قسطنطین کی طرف سے بطور نمائندہ آیا ہوں۔ بادشاہ قسطنطین تم سے صلح کی خواہش رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے دین کا بڑا عالم اور دانا شخص ہے وہ خونریزی اور انسانوں کے قتل کو پسند نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا تم اپنے لشکر سے کسی فصیح زبان اور عقلمند شخص کو بادشاہ کے پاس صلح کے امر میں گفتگو کرنے بھیجو۔

حضور اقدس جان عالم و رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مؤذن اور عاشق صادق حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمرو بن عاص کے سامنے آئے اور کہا کہ میں رومیوں کے بادشاہ سے گفتگو کرنے جاتا ہوں۔ حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ اے بلال! حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی کے غم میں تم شکستہ حال ہو علاوہ ازیں تم اہل حبشہ سے ہو اور اہل عرب کی طرح فصیح و بلیغ گفتگو نہیں کر سکو گے۔ حضرت عمرو بن العاص نے حضرت بلال سے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ ان کو قسطنطین کے پاس گفتگو کرنے کے لئے جانے سے روکیں اور ان کے بجائے کسی اور کو بھیجیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمرو بن العاص کا مقصد سمجھ گئے۔ لہٰذا انہوں نے حضرت عمرو بن العاص سے جو کہا وہ امام ارباب سیر و تواریخ حضرت علامہ محمد بن عمر واقدی کی زبانی سماعت فرمائیں:

''پس کہا بلال رضی اللہ عنہ نے کہ قسم ہے تم کو حق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کی اس امر پر کہ چھوڑ دو تم مجھ کو کہ جاؤں میں اس کی طرف کو۔ پس کہا عمرو بن العاص نے کہ تم نے بڑی اور بزرگ قسم مجھ کو دلائی۔ جاؤ تم اور اعانت طلب کرو تم اللہ تعالیٰ سے اور نہ ڈرو تم اس سے کلام کرنے میں اور فصاحت بیانی کرو تم جواب میں۔'' (حوالہ:-فتوح الشام،از:علامہ واقدی،ص:۳۹۸)

حضرت بلال کے اس جواب پر تفصیلی گفتگو نہ کرتے ہوئے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ حضرت بلال نے حضرت عمرو بن العاص کو حق رسول اللہ کی قسم دی۔ اور حضرت عمرو بن العاص نے حق رسول اللہ کی قسم کو بڑی اور بزرگ قسم کہا اور حق رسول اللہ کی قسم کا لحاظ کرتے ہوئے انہوں نے حضرت بلال کو قسطنطین سے گفتگو کرنے جانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اگر رسول اللہ کی قسم کھانا شرک ہوتا تو حضرت عمرو بن العاص حضرت بلال کو ایسی قسم کھانے سے منع کرتے۔ حضرت عمرو بن العاص نے حضرت بلال کو حق رسول اللہ کی قسم کھانے سے منع کرنے کے بجائے اس قسم کو بزرگ اور ذی وقار کہا اور اس قسم کا لحاظ فرمایا۔ لیکن دور حاضر کے منافقین رسول اللہ کی قسم کھانے پر شرک کا فتویٰ دے کر جلیل القدر صحابۂ کرام کے مقدس اور پاک دامنوں پر بھی شرک کے فتوے کا کیچڑ اڑاتے ہیں۔

القصہ! حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قس کے سامنے آئے۔ رومی قس نے حضرت بلال کو گھور گھور کر دیکھا۔ حضرت بلال کے سیاہ رنگ کا جسم، دراز قد اور خون کی طرح سرخ آنکھیں دیکھ کر ہیبت زدہ ہو گیا۔ حضرت بلال نے بوسیدہ قمیص پہنی تھی اور سر پر صوف (بوریا) کا عمامہ باندھا تھا۔ اپنے توشہ دان اور تلوار کو گلے میں لٹکائے اور ہاتھ میں عصا (چھڑی) لیے ہوئے تھے۔ رومی قس نے یہ گمان کیا کہ اسلامی لشکر کے سردار نے ہم کو ضعیف اور حقیر جان کر، ہماری تذلیل کرنے کے لئے قصداً کسی عربی النسل فصیح شخص کے بجائے حبشی غلام کو بادشاہ سے گفتگو کرنے بھیجا ہے۔ لہٰذا رومی قس نے کہا کہ اے غلام! تم واپس چلے جاؤ کیونکہ ہمارے بادشاہ نے تمہارے لشکر کے سرداروں میں سے کسی کو گفتگو کرنے طلب کیا ہے۔ حضرت بلال نے فرمایا کہ میں بلال مؤذن رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ میں تمہارے بادشاہ سے گفتگو کرنے میں عاجز ہو کر پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ رومی قس نے کہا کہ تم اپنی جگہ پر ہی ٹھہرو،

میں بادشاہ کو تمہارے متعلق اطلاع کرتا ہوں اور اگر اجازت دی تو تم کو ساتھ لے چلوں گا۔ رومی قس فوراً قسطنطین کے پاس گیا اور اسے صورت حال سے واقف کیا۔ قسطنطین نے کہا کہ میں مسلمانوں کے سردار کے علاوہ کسی اور سے گفتگو نہیں کروں گا رومی قس واپس آیا اور کہا کہ بادشاہ صرف تمہارے سردار سے ہی بات چیت کرنا چاہتا ہے۔ لہذا حضرت بلال رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے اور حضرت عمرو بن العاص کو اس امر کی اطلاع دی۔ حضرت عمرو بن العاص نے حضرت شرحبیل بن حسنہ کاتب رسول کو لشکر کا نشان سپرد کیا اور فرمایا کہ اگر رومی میرے ساتھ غدر اور بے وفائی کریں تو میری جگہ تم سنبھالنا۔ پھر حضرت عمرو بن العاص رومی قس کے ہمراہ قسطنطین کے خیمہ میں گئے۔

⊙ حضرت عمرو بن العاص اور قسطنطین میں گفتگو

جب حضرت عمرو بن العاص قسطنطین کے خیمہ میں گئے تو اس کے مصاحب اور بطارقہ اس کے اردگرد جمع تھے۔ خیمہ میں اعلیٰ قسم کے تخت بچھائے گئے تھے اور تکلفات کا کافی سامان خیمہ میں رکھا ہوا تھا۔ قسطنطین نے حضرت عمرو بن العاص کو مرحبا کہا اور ایک تخت پر بیٹھنے کی درخواست کی لیکن حضرت عمرو بن العاص نے تخت پر بیٹھنے سے انکار کیا اور فرمایا کہ تیرے فرش سے اللہ کا فرش پاک اور عمدہ ہے۔ پھر آپ زمین پر چارزانو اس طرح بیٹھے کہ اپنے نیزے کو آگے رکھا اور تلوار کو ران پر رکھا اور فرمایا کہ اے روم کے بادشاہ! کہو! کیا کہنا ہے؟ قسطنطین نے کہا کہ اے عربی جوان! تم عرب سے ہو اور ہم روم سے ہیں۔ قوم عرب اور قوم روم باعتبار نسب بھائی بھائی ہیں۔ لہذا اس نسبت قرابت اور یگانگت کا لحاظ کرنا اور خونریزی سے باز رہنا تم اور ہم دونوں پر لازم ہے۔ حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ تمام رشتوں سے ایمان کا رشتہ مقدم ہے۔ اگر حقیقی باپ یا بھائی بھی اللہ اور رسول کا دشمن ہے تو اس سے ہم لڑتے ہیں یہاں تک کہ اس کو قتل کرتے ہوئے بھی جھجکتے نہیں لیکن اگر کوئی انجان شخص ایمان قبول کرتا ہے تو ہم اس سے بھائی چارہ اور ہمدردی کرتے ہیں۔ لہذا اگر تم کو ہمارا بھائی بننا ہے تو اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ تاکہ تمہارا اور ہمارا معاملہ یکساں ہو جائے۔

قسطنطین نے کہا کہ اے عربی برادر! تمہارے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت اسمعیل بن ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں اور ہم اہل روم عیض بن اسحٰق بن ابراہیم کی اولاد سے ہیں۔ ہمارا نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام میں آکر ملتا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ تمہارے باپ عیض بن اسحٰق نے اپنی والدہ کی نافرمانی کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے بھائی یعقوب بن اسحٰق کی قرابت سے نکل گئے۔ اسی طرح تم نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کر کے اپنے کو ہماری قرابت سے خارج کر دیا ہے۔ ہم سے قرابت اور یگانگت کا رشتہ قائم کرنے کے لئے صرف ایک ہی راہ ہے اور یہ ہے کہ تو "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" پڑھ کر اسلام یعنی اپنے باپ دادا کے دین میں داخل ہو جا۔ قسطنطین نے کہا کہ ہم اپنے باپ دادا کے دین سے منحرف نہیں ہوں گے۔ حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ اگر دین اسلام اختیار کرنا تمہیں منظور نہیں تو جزیہ ادا کرو اور ہماری تلواروں سے محفوظ ہو جاؤ۔ قسطنطین نے کہا تم کو جزیہ ادا کر کے ذلت اور رسوائی اختیار کرنا بھی ہمیں منظور نہیں۔ حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا تو پھر تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرنے والی ہے۔ یہ فرما کر حضرت عمرو بن العاص کھڑے ہو گئے اور آئندہ کل جنگ کا معاہدہ کر کے واپس لوٹے۔

آغاز جنگ

بمقام نخل

حضرت عمرو بن العاص قسطنطین کے خیمہ سے نکل کر اسلامی لشکر میں واپس آئے۔ ان کی سلامت واپسی پر مجاہدوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور تہلیل وتکبیر کے نعرے بلند کیے۔ پھر حضرت عمرو بن العاص نے اسلامی لشکر کو لڑائی کے میدان سے کیمپ میں واپس جانے کا حکم دیا۔ اسلامی لشکر نے کیمپ میں رات بسر کی اور دوسرے دن علی الصباح حضرت عمرو بن العاص اسلامی لشکر کو لے کر میدان میں آئے اور لشکر کی صف بندی کر کے میمنہ اور میسرہ وغیرہ کی ترتیب دی۔ رومی لشکر بھی اپنے کیمپ سے نکل کر میدان میں آیا۔ قسطنطین نے اپنے لشکر کی صف بندی اور ترتیب کی اور لشکر کے آگے تیر اندازوں کو کھڑا کر دیا۔ ان تیر اندازوں میں سے ایک تیر انداز نے اسلامی لشکر کے میمنہ پر تیر چلایا اور ایک مجاہد کو سخت زخمی کر دیا۔ پھر اس رومی نے اسلامی لشکر کے میسرہ پر تیر چلایا اور ایک مجاہد کو شہید کر دیا۔ اس کی یہ جرأت دیکھ کر اسلامی لشکر سے قوم ثقف کا ایک مجاہد اپنے ہاتھ میں عربی کمان اور تیر لے کر میدان میں آیا اور اس رومی کے سامنے کھڑا ہو گیا اس ثقفی مجاہد نے زرہ یا خود کچھ بھی نہیں پہنا تھا پرانے اور پھٹے کپڑوں میں ملبوس اس مجاہد نے اپنے سر پر ایک پرانا عمامہ باندھا تھا۔ رومی گبر نے دیکھا کہ اس جوان کے بدن پر لوہے کی کوئی چیز نہیں ہے تو اس نے ثقفی مجاہد کو حقیر جانا اور ایک تیر چھوڑا۔ تیر ثقفی مجاہد کے سینہ کے بجائے پوستین میں لگ کر اُلجھ گیا اور کارگر نہ ہوا۔ اس رومی گبر کو اپنی تیر اندازی کے فن پر بہت ناز وغرور تھا۔ اس نے دیکھا کہ میرے تیر نے خطا کھائی ہے تو وہ خشمناک ہوا اور فوراً ترکش سے ایک دوسرا تیر نکال کر کمان پر چڑھایا اور ثقفی مجاہد پر نشانہ باندھا لیکن اس کے تیر چلانے سے پہلے ثقفی مجاہد کی عربی کمان سے تیر چل چکا تھا اور گج کرتا ہوا اس

کے حلق میں پیوست ہو کر پیچھے کی طرف نکلا اور ایک ہی تیر میں وہ رومی گبر مردہ ہو کر زمین پر گرا۔ ثقفی مجاہد نے اس گبر کا جنگی ساز وسامان لے لیا اور پھر اسلامی لشکر میں واپس چلا آیا۔

ہرقل بادشاہ جب زندہ تھا تو اس نے اپنے بیٹے قسطنطین کی نگرانی کے لئے محافظ خاص کی حیثیت سے بطریق ''قیدمون'' کو قیساریہ بھیجا تھا۔ قیدمون بطریق ہرقل بادشاہ کا ماموں اور خاص الخاص شہسوار تھا۔ ملک شام میں ایک دلیر جنگجو کی حیثیت سے اس کا نام تھا۔ وہ فن جنگ کا کہنہ مشق تجربہ کار تھا۔ قسطنطین نے اسلامی لشکر کے مجاہدوں پر رُعب ڈالنے کی غرض سے بطریق قیدمون کو میدان میں بھیجا۔ میدان میں آتے ہی قیدمون نے اپنے گھوڑے کو گرداوے دیئے اور اپنی شجاعت اور بہادری کے فخریہ اشعار للکارنے لگا۔ ایک یمن کا باشندہ، نوجوان مجاہد اپنی والدہ اور بہن کے ہمراہ اسلامی لشکر میں شامل تھا۔ وہ یمنی مجاہد میدان میں آیا اور آتے ہی بطریق قیدمون پر نیزہ کا وار کیا۔ لیکن قیدمون نے لوہے کی زرہ پہن رکھی تھی لہذا نیزہ کارگر ثابت نہ ہوا اور نیزہ بطریق قیدمون کی لوہے کی زرہ میں پھنس گیا۔ یمنی مجاہد نے نیزہ واپس کھینچنے کی کوشش کی لیکن قیدمون نے تلوار کا وار کر کے نیزہ کی لکڑی کاٹ ڈالی۔ اب یمنی مجاہد کے ہاتھ میں صرف نیزہ کی لکڑی تھی جس کو یمنی مجاہد نے لاٹھی کی طرح گھمانا شروع کیا لیکن بطریق قیدمون نے موقعہ پا کر یمنی مجاہد پر تلوار کا وار کر کے ان کے دو ٹکڑے کر کے شہید کر دیا۔

ایک ناتجربہ کار اور نہتے مجاہد کو شہید کر کے اپنی کامیابی پر بطریق قیدمون گھمنڈ اور غرور کے نشے میں جھومنے لگا اور اپنے گھوڑے کو تیز رفتاری سے میدان میں گرداوے دینے لگا اور پکار پکار کر مقابل طلب کرنے لگا۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ اور بطریق قیدمون کے درمیان جنگ

بطریق قیدمون کی مبارزت پر اسلامی لشکر سے "**ابن قثم**" نام کے ایک مجاہد میدان

میں آئے لیکن ان کو تلوار زنی کرنے کا موقعہ ہی میسر نہ ہوا۔ کیونکہ ان کے میدان میں آتے ہیں قیدمون نے تلوار کا وار کر کے ان کو شہید کر دیا۔ قیدمون کی اس دوسری کامیابی پر رومی لشکر نے کفر کے نعرے بلند کر کے قیدمون کی حوصلہ افزائی کی۔ قیدمون از راہِ تکبر اپنی کامیابی پر پھولا نہ سماتا تھا۔ وہ میدان میں گرداوے دیتا تھا اور مقابل طلب کرتا تھا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ نے جب دیکھا کہ ملعون بطریق نے دونو جوان مجاہدوں کو شہید کر دیا تو اپنے سے فرمایا کہ اے نفس! افسوس ہے تجھ پر کہ نوجوان مجاہد تو جام شہادت سے سیراب ہوتے ہیں اور تو سلامت اور زندہ بیٹھا ہے؟ یہ خیال آتے ہی حضرت شرحبیل بن حسنہ نے حضرت عمرو بن العاص سے اجازت لی اور میدان میں کود پڑے۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے اور رات بھر عبادت کر کے شب بیداری کرتے لہذا وہ بہت لاغر، نحیف اور دبلے پتلے تھے۔ بطریق قیدمون حضرت شرحبیل کے ناتواں اور ضعیف جسم کو دیکھ کر حقارت سے ہنسا۔ بطریق قیدمون طویل جسم اور بھاری ڈیل ڈول والا شخص تھا۔ اسے اپنے موٹے اور تر وتازہ بدن کا بہت غرور تھا۔

حضرت شرحبیل کے میدان میں آتے ہیں بطریق قیدمون نے جست لگا کر تلوار کا وار کیا لیکن حضرت شرحبیل نے اس کے وار کو خالی پھیرا اور بازگشت وار کیا، جس کو قیدمون نے ڈھال پر لے کر بچایا۔ دونوں میں شدت سے تلوار زنی ہونے لگی۔ تلواروں کے ٹکرانے کی چقا چاق اور آگ کے شرارے بلند ہونے لگے۔ دونوں نے تلوار زنی کے کرتب دکھا کر دیکھنے والوں کو متعجب کر دیا۔ دونوں کی لڑائی نے طول پکڑا اور دونوں لشکر کے لوگ ان دونوں پر نظریں جما کر دونوں کی تلوار زنی کے فن کی داد دے رہے تھے۔ اس دن صبح سے ہی آسمان میں گھنے بادل چھائے ہوئے تھے۔ جب دونوں کی لڑائی کا آغاز ہوا تو ہلکی بوندا بوندی ہو رہی تھی لیکن جب دونوں کی لڑائی شباب پر تھی تو دفعۃً موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ پانی کی کثرت کے باعث دونوں کے گھوڑوں کی پیٹھ سے زین پھسلنے لگی اور گھوڑے کی پست پر سوار ہو کر توازن برقرار رکھنا اور لڑنا مشکل ہوگیا لہذا دونوں پاپیادہ ہو کر لڑنے لگے لیکن اب تلواریں بھی ہاتھ

سے پھسلنے لگیں لہذا دونوں نے تلواریں پھینک دیں اور کشتی لڑنے لگے۔ دوران کشتی بطریق قیدمون نے حضرت شرحبیل کے شکم میں گھونسا مارا اور ایسا شدت سے گھونسا مارا کہ حضرت شرحبیل چت گر پڑے۔ قیدمون چھلانگ لگا کر ان کے سینہ پر سوار ہوگیا اور دونوں ہاتھوں سے حضرت شرحبیل کا گلا گھونٹنے لگا۔ بطریق قیدمون کا ارادہ حضرت شرحبیل کو گلا گھونٹ کر ہلاک کر دینے کا تھا۔ حضرت شرحبیل کے ضعیف اور لاغر جسم پر بطریق قیدمون کے بھینسے جیسا وزنی جسم بھاری بوجھ کی شکل میں وارد تھا اور مزید برآں اس کے ہاتھ کے مضبوط پنجوں کی آہنی انگلیاں حضرت شرحبیل کی گردن کے اردگرد لپٹ گئیں تھیں۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ کو اپنی شہادت کا یقین ہوگیا تھا۔ بظاہر بچنے کی کوئی اُمید نہیں تھی۔ ایسے عالم میں حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بآواز بلند "یَا غَیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ" پکارا۔

اچانک اسی وقت رومی لشکر سے ایک شخص نکلا اور برق رفتاری سے گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان کی طرف آنے لگا۔ اس سوار کو اپنی طرف آتا دیکھ کر حضرت شرحبیل نے یہ گمان کیا کہ رومی لشکر کا کوئی کافر سپاہی بطریق قیدمون کو گھوڑا پہنچانے اور اس کی مدد کرنے آ رہا ہے۔ وہ سوار آن واحد میں وہاں آ پہنچا اور گھوڑے کی پشت سے جست مار کر پاپیادہ ہوگیا اور بطریق قیدمون پر تلوار کا وار کر کے اس کی گردن اُڑا دی اور حضرت شرحبیل سے کہا کہ اے بندۂ خدا! اُٹھ کھڑا ہو۔ بے شک تیرے پاس پروردگار فریادرس کی مدد آ پہنچی ہے۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس شخص سے فرمایا کہ خدا کی قسم! تیرے اس کام سے زیادہ حیرت انگیز کام میں نے نہیں دیکھا کیونکہ تو رومی لشکر سے آیا ہے اور بجائے اپنے بطریق کی اعانت کرنے اس کو ہلاک کر دیا۔ تو کون ہے؟ اس شخص نے اپنے چہرہ پر ڈھاٹا باندھا تھا۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ کو اس شخص نے اپنا تعارف کراتے ہوئے جو جواب دیا، اس کو علامہ واقدی قدس سرہٗ کی زبانی سماعت فرمائیں:

''اس نے کہا میں وہ بدبخت راندہ گیا طلیحہ بن خویلد الاسدی ہوں کہ دعویٰ کیا تھا

میں نے نبوت کا بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور جھوٹ باندھا تھا میں نے اللہ تعالیٰ پر اور گمان کیا تھا میں نے اس بات کا کہ میرے اوپر آسمان سے وحی اُترتی ہے۔'' (حوالہ:-فتوح الشام،از:علامہ واقدی،ص:۴۰۵)
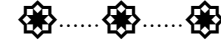
جھوٹے مدعی نبوت

⊙ طلیحہ کا واقعہ

طلیحہ بن خویلد اسدی کے علاوہ بھی کئی لوگوں نے نبوت کا دعوی کیا تھا۔ جن میں (۱)مسیلمۃ بن ثمامہ کذاب (۲)مسیلمۃ الکذاب کی بیوی سجاح بنت حارث اور (۳)اسود عنسی منسوب عنس بن قدحج کو بہت شہرت حاصل ہوئی تھی۔ ان سب کو حضرت خالد بن ولید نے لشکر کشی کر کے ختم کر دیا تھا۔ طلیحہ بن خویلد اسدی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد نبوت کا دعویٰ کر کے خروج کیا تھا اور عروج پایا تھا۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام میرے پاس اللہ کی طرف سے وحی لے کر آتے ہیں۔ طلیحہ بن خویلد بذریعہ استدراج مخفی باتیں ظاہر کر کے لوگوں کو گمراہ کیا کرتا تھا مثلاً سفر میں پانی کہاں ملے گا وغیرہ۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو لشکر کا سردار مقرر فرما کر طلیحہ سے جنگ کرنے روانہ فرمایا۔ حضرت خالد بن ولید لشکر لے کر قبیلۂ طے پہنچے اور کوہِ سلمیٰ وکوہ اجاہ نام کی دو پہاڑیوں کے درمیان لشکر کا پڑاؤ کیا۔ گردونواح میں جو قبائل اسلام پر قائم تھے وہ بھی اسلامی لشکر میں آملے اور سب نے مل کر طلیحہ کے لشکر سے جنگ کی اور طلیحہ کے لشکر کو شکست فاش ہوئی۔ طلیحہ اپنے معین خاص عینیہ بن حصین کے ہمراہ اپنی بیوی کو لے کر ملک شام کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت خالد بن ولید سے وہ ایسا ڈر گیا تھا کہ ملک حجاز کی سرحدیں عبور کر کے ملک شام میں ہی سکونت اختیار کر لی اور قوم کلب کے ایک گاؤں میں اپنی اہلیہ کے ساتھ رہنے لگا۔ پھر اس کو توبہ کی توفیق ہوئی اور اس نے امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہوکر توبہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس پر حضرت خالد بن ولید کا ایسا خوف طاری ہوگیا تھا کہ وہ امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مدینہ منورہ آنے سے بھی ڈرتا تھا۔ اس کو یہ خوف لاحق ہوگیا تھا کہ امیر المؤمنین کی خدمت میں جاتے وقت بھی اگر حضرت خالد بن

ولید نے مجھے راستہ میں کہیں بھی دیکھ لیا تو دیکھتے ہی قتل کر ڈالیں گے لہذا اس نے مدینہ منورہ آنے کی ہمت نہیں کی اور ملک شام میں چھپا رہا اور مناسب موقعہ کا انتظار کرنے لگا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد طلیحہ بن خویلد نے سنا کہ اب حضرت عمر فاروق اعظم خلیفۃ المسلمین کے منصب پر فائز ہوئے ہیں تو اس کا حوصلہ پست ہو گیا اور مدینہ منورہ جا کر توبہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

جب حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے ساتھ ملک شام آئے تو طلیحہ بہت گھبرایا۔ اس کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر حضرت خالد بن ولید کو صرف اتنا ہی پتہ چل گیا کہ میں ملک شام میں پناہ گزیں ہوں تو وہ ملک شام کا چپہ چپہ چھان ماریں گے اور کسی نہ کسی طرح مجھے ڈھونڈھ کر قتل کر ڈالیں گے۔ لہذا وہ ایک مقام پر رہنے کے بجائے خانہ بدوشوں کی طرح اس شہر سے اس شہر مارا مارا پھرنے لگا۔ اس نے اپنا نام اور حلیہ بھی بدل دیا تھا تا کہ اسے کوئی پہچان نہ سکے۔ طلیحہ اسلامی لشکر کی تمام سرگذشت اور سرگرمی کی مکمل واقفیت رکھنے لگا کہ آج اسلامی لشکر نے فلاں قلعہ فتح کرلیا، آج فلاں شہر پر قبضہ کرلیا، آج فلاں مقام سے فلاں مقام کی طرف کوچ کی وغیرہ وغیرہ۔ جب طلیحہ کو پتہ چلا کہ اسلامی لشکر قیساریہ کی طرف گیا ہوا ہے تو وہ قیساریہ جا کر قسطنطین کے لشکر میں بحیثیت سپاہی شامل ہو گیا اور یہ ارادہ کیا کہ اگر موقعہ مل گیا تو رومی لشکر کے ساتھ مکر وفریب کر کے اسلامی لشکر کی کوئی ایسی خدمت انجام دے دوں کہ میرے ماضی کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے، اور اسی نظریہ کے تحت اس نے کاتب رسول حضرت شرحبیل بن حسنہ کی جان بچائی اور قسطنطین کے دائیں ہاتھ کی حیثیت رکھنے والے بطریق قیدمون کو قتل کر دیا تھا۔

بطریق قیدمون کو قتل کر کے طلیحہ نے کسی انجان مقام کی طرف بھاگ جانے کا قصد کیا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ نے فرمایا کہ اے طلیحہ کہاں جاتا ہے؟ اسلامی لشکر کی طرف پلٹ۔ طلیحہ نے کہا کہ خدا کی قسم! میں وہ مجرم ہوں کہ مسلمانوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں۔ حضرت شرحبیل نے اس کو فرار ہونے سے روکا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے کہ "وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ

شَیْءٍ" یعنی "میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو"۔ اے طلیحہ ہمارے آقا و مولیٰ، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ "التَّوْبَۃُ تَمْحُو مَا قَبْلَھَا" یعنی "توبہ مٹا دیتی ہے اس چیز کو جو اس کے پہلے ہوئی ہے۔" پھر حضرت شرحبیل بن حسنہ نے طلیحہ کا بازو تھاما اور فرمایا کہ اے طلیحہ! میں تجھ کو جانے نہیں دوں گا۔ بلکہ اسلامی لشکر کی طرف لے جاؤں گا۔ طلیحہ نے کہا کہ میں اسلامی لشکر کی طرف تو ہرگز نہیں آؤں گا کیونکہ خالد بن ولید مجھ کو دیکھتے ہی قتل کر ڈالیں گے۔ حضرت شرحبیل نے فرمایا کہ اس لشکر کے سردار حضرت عمرو بن العاص ہیں اور حضرت خالد بن ولید اس لشکر میں شامل نہیں۔ وہ اس وقت حضرت ابوعبیدہ کے لشکر کے ساتھ بمقام حلب ہیں۔ جب طلیحہ کو حضرت خالد بن ولید کی عدم موجودگی کی حقیقت معلوم ہوئی تو اس کو ڈھارس بندھی اور وہ حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ اسلامی لشکر میں آیا۔ جب طلیحہ حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ اسلامی لشکر میں آیا تو کسی نے بھی اس کو نہیں پہچانا کیونکہ اس نے اپنے بڑے عمامہ سے ڈھاٹا باندھ کر اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا۔ حالانکہ سب نے اس کو دیکھا تھا کہ اسی شخص نے حضرت شرحبیل کی جان بچائی ہے اور بطریق قیدمون کو قتل کیا ہے۔ لہذا مجاہدوں نے حضرت شرحبیل سے پوچھا کہ ہم پر احسان کرنے والا یہ شخص کون ہے؟ حضرت شرحبیل نے فرمایا کہ یہ طلیحہ بن خویلد اسدی مدعیٔ نبوت ہے۔ مجاہدوں نے کہا کہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس کو توبہ اور رجوع کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ نے مجاہدوں سے طلیحہ بن خویلد کا تعارف اور ملاقات کرانے کے بعد اس کو حضرت عمرو بن العاص کے پاس لائے۔ حضرت عمرو بن العاص نے طلیحہ کو توبہ اور رجوع کرنے پر مبارکباد دی اور مرحبا کہا۔ اور طلیحہ نے جو کام انجام دیا تھا اس کا شکریہ ادا کیا۔ طلیحہ نے حضرت عمرو بن العاص سے کہا کہ اے سردار! لیکن حضرت خالد بن ولید میرے اس کام سے بھی خوش نہ ہوں گے بلکہ اگر اب بھی وہ مجھے دیکھیں گے تو فوراً قتل کر دیں گے۔ مجھے ان سے بہت ڈر لگتا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص نے طلیحہ بن خویلد سے فرمایا کہ میں تم کو ایک تدبیر بتاتا ہوں کہ اس تدبیر سے تم حضرت خالد بن ولید کی تلوار کی ضرب سے امان حاصل کرو گے۔ میرا مشورہ ہے کہ آج تم نے اسلامی لشکر کی عظیم خدمت انجام دیتے ہوئے کاتب

رسول حضرت شرحبیل کی جان بچا کر بطریق قیدمون کو قتل کیا ہے اس کام کی میں تمہیں سند لکھ دوں اور اس سند پر یہاں موجود اسلامی لشکر کے معزز صحابۂ کرام کے دستخط بطور گواہی کروا دیتا ہوں اور تم یہ سند لے کر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم کے پاس چلے جاؤ۔ اگر وہ تمہاری توبہ پر اعتماد کر کے تمہاری جان بخش دیں اور امان دے دیں تو پھر خالد بن ولید بھی تم سے مزاحم نہ ہوں گے۔

طلیحہ بن خویلد نے حضرت عمرو بن العاص کی تجویز کو پسند کیا چنانچہ حضرت عمرو بن العاص نے اس کو ایک سند لکھ دی اور اس سند پر اجلہ صحابۂ کرام کے دستخط بطور گواہی ثبت کرائے اور اس سند کو طلیحہ بن خویلد کو دے کر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم کی خدمت میں روانہ کیا۔ طلیحہ بن خویلد نخل سے مدینہ منورہ آیا تو پتہ چلا کہ امیر المؤمنین تو مکہ معظّمہ حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد رُکے ہوئے ہیں لہذا طلیحہ مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ آیا اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم کو خانۂ کعبہ میں اس حال میں پایا کہ آپ خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر گریہ وزاری کر رہے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں توبہ واستغفار کرتے ہوئے زار و قطار رو رہے ہیں۔ طلیحہ بھی آپ کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا اور زار و قطار رونے لگا اور خانہ کعبہ کا غلاف تھام کر بلند آواز سے پکارا کہ اے امیر المؤمنین میں اپنے سابقہ گناہوں سے رب کعبہ کی جانب صدق دل سے توبہ کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ امیر المؤمنین نے طلیحہ کی طرف التفات کرتے ہوئے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ طلیحہ نے جواب دیتے ہوئے عرض کیا کہ میں راندہ درگاہ اور بدبخت طلیحہ بن خویلد الاسدی ہوں۔ حضرت عمر فاروق اس کا جواب سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ اے طلیحہ! بختی ہو تجھ پر، اگر میں نے تجھ کو معاف بھی کر دیا تو کل قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کو حضرت عکاشہ محصن الاسدی کو شہید کرنے کے معاملہ میں تو کیا جواب دے گا؟ طلیحہ نے عرض کیا کہ عکاشہ جیسے نیک بخت شخص کو شہید کر کے میں بدبخت اور بڑا مجرم بنا ہوں اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ فی الحال میں نے جو کام کیا ہے اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ میری اس خطا کو بخش دے۔ پھر طلیحہ نے حضرت عمرو بن العاص کا سفارشی خط اور حضرت شرحبیل بن حسنہ کی جان بچا کر بطریق قیدمون کو قتل کرنے کی عظیم خدمت کی سند

امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت عمر فاروق اعظم تمام کیفیت معلوم کر کے بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ اے طلیحہ! بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔

پھر حضرت عمر فاروق اعظم نے اس کو از سر نو کلمہ پڑھایا اور توبہ واستغفار کرانے کے بعد اسے اپنی قیام گاہ پر لائے اور اپنے ساتھ ٹھہرایا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق جتنے دن مکہ معظّمہ میں قیام پذیر رہے، اتنے دن طلیحہ کو اپنے ساتھ ہی ٹھہرایا اور جب آپ مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے تو طلیحہ کو بھی اپنے ساتھ لے آئے۔ طلیحہ مدینہ منورہ میں حضرت عمر فاروق کے ساتھ چند روز ٹھہرا پھر حضرت عمر نے طلیحہ کو اسلامی لشکر کے ساتھ ملک فارس جہاد کے لئے بھیج دیا۔

طلیحہ بن خویلد الاسدی صدق دل سے اپنی توبہ پر قائم رہے اور اسلام کی عظیم اور بے لوث خدمات انجام دیں۔ شیخ محقق، شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ طلیحہ بن خویلد نے اپنی باقی زندگی اسلامی لشکر کے ساتھ دشمنان اسلام کے سامنے جہاد کرنے میں بسر کی اور جہاد کرتے ہوئے ''نہاوند'' کی جنگ میں شہید ہوئے۔

(حوالہ:- مدارج النبوۃ، جلد:۲، ص:۶۹۱)

⊙ قسطنطین جنگ سے فرار

جب بطریق قیدمون اور حضرت شرحبیل بن حسنہ کے درمیان جنگ ہو رہی تھی تب ہی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی تھی اور لحمہ بہ لحمہ بارش تیز اور ہوا کے جھونکوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ دھواں دھار بارش اور تیز آندھی میں کھلے میدان میں ٹھہرنا ناممکن تھا۔ رومی لشکر اپنے کیمپ میں جا کر خیموں میں پناہ گزیں ہو گیا لیکن اسلامی لشکر میں صرف چند ہی خیمے تھے لہذا اسلامی لشکر نے قریب میں واقع جابیہ شہر میں پناہ لی۔ جابیہ شہر پہلے ہی سے صلح میں داخل تھا لہذا اسلامی لشکر نے وہاں جانا پسند کیا۔ تین شبانہ روز اسی طرح مسلسل شدت سے پانی برسا اور سارا شہر جل تھل ہو گیا۔ چوتھے دن بارش رکی اور آفتاب بھی نکلا۔ پس حضرت عمرو بن العاص نے اسلامی لشکر کو

بمقام نخل میدان جنگ میں جانے کا حکم دیا۔ جب اسلامی لشکر نخل کے معرکۂ جنگ میں آیا تو رومی لشکر کا نام ونشان نہ تھا۔ تمام خیمے اور جنگ کا ساز وسامان لے کر رومی لشکر نو دو گیارہ ہو گیا تھا۔ رومی لشکر کے فرار کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ بطریق قیدمون کے مارے جانے سے قسطنطین کا حوصلہ ٹوٹ گیا تھا۔ اس کو ایسا محسوس ہوا کہ گویا اس کا دایاں بازو کٹ گیا۔ کیونکہ بطریق قیدمون کی شجاعت اور جنگی مہارت پر اسے بہت اعتماد وبھروسا تھا۔ قسطنطین نے ایوان لشکر کو برائے مشورہ جمع کرتے ہوئے کہا ہمارے لاکھوں کے عظیم لشکر نے یرموک کی لڑائی میں منہ کی کھاتے ہوئے ہزیمت اُٹھائی ہے اور میرے والد ہرقل بھی انطاکیہ کی لڑائی درمیان سے چھوڑ کر رات میں قسطنطنیہ فرار ہو گئے۔ علاوہ ازیں مجھے اطلاع ملی ہے کہ اسلامی لشکر دو تین حصوں میں منقسم ہو کر متفرق مقامات میں گشت کر رہا ہے۔ ان کے دو بڑے سردار ابوعبیدہ اور خالد بن ولید اپنے ساتھ بڑا لشکر لے کر حلب سے کوچ کر کے قیساریہ کی طرف آ رہے ہیں۔ اگر ہم یہاں نخل میں مسلمانوں کے چھوٹے لشکر سے اُلجھنے میں مصروف رہے اور ہماری عدم موجودگی میں اسلامی لشکر قیساریہ پر یورش کر دیا تو شہر پر قبضہ کر لینا ان کے لئے بہت آسان ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ قیساریہ پر مسلمان قابض ہو جائیں گے اور قیساریہ ہمارے ہاتھوں سے اس طرح نکل جائے گا کہ ہم شہر کے باہر ہی رہ جائیں گے اور ہمارا قلعہ میں داخل ہونا بھی غیر ممکن ہو جائے گا۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ہم جلد از جلد قیساریہ پہنچ جائیں اور شہر کی حفاظت کا انتظام کریں۔ سب نے قسطنطین کی رائے سے اتفاق کیا اور بارش رُکنے کی شب میں ہی رومی لشکر میدان جنگ سے قیساریہ فرار ہو گیا۔

حضرت عمرو بن العاص بمقام نخل ٹھہرے اور صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح کی خدمت میں خط ارسال کیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے جواب لکھا اور حضرت عمرو بن العاص کو حکم دیا کہ میرا خط ملتے ہی قیساریہ پر کوچ لے جاؤ اور میں "صور، عکہ اور طرابلس" کی جانب روانہ ہوتا ہوں۔ حضرت عمرو بن العاص نے اپنے لشکر کو قیساریہ کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا۔ ادھر حضرت عمرو بن العاص نخل سے قیساریہ کی جانب روانہ ہوئے اور ادھر حضرت ابوعبیدہ نے ملک شام کے ساحلی علاقوں کے شہر قلعۂ صور، قلعہ عکہ اور قلعۂ

طرابلس کی جانب روانہ ہونے کا قصد فرمایا۔

✪ اب تک فتح ہونے والے مقامات

(۱) ارکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصری (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس (۱۰) جوسیہ (۱۱) حمص (۱۲) شیرز (۱۳) رستن (۱۴) حمات (۱۵) قنسرین (۱۶) بعلبک (۱۷) یرموک (۱۸) بیت المقدس (۱۹) حلب (۲۰) اعزاز (۲۱) انطاکیہ (۲۲) بنج (۲۳) براعہ (۲۴) تابلس (۲۵) قلعۂ نجم (۲۶) قورص (۲۷) مرج القبائل (۲۸) نخل

10

9

فتح قلعہ طرابلس

حضرت ابوعبیدہ بن جراح صور، عکہ اور طرابلس کی جانب روانہ ہونے کا قصد فرما رہے تھے کہ حضرت یوقنا عبداللہ نے ان سے عرض کیا کہ اے سردار! آپ مجھ کو اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ میں آپ سے پہلے لشکر کے طلیعہ کی حیثیت سے ساحلی علاقوں کی جانب جاؤں اور وہاں کے شہروں کے رومیوں سے مکروفریب کر کے ان پر غلبہ حاصل کر کے اسلام کی حتی الامکان خدمت انجام دوں۔ حضرت ابوعبیدہ نے خوش ہو کر حضرت یوقنا کی درخواست منظور فرمالی اور دعائے فتح ونصرت دیتے ہوئے طلیعہ کی حیثیت سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت دے دی۔ حضرت یوقنا جب حلب کے حاکم تھے تب ان کے جو ساتھی اور معاون تھے وہ حضرت یوقنا کے ساتھ اسلام میں داخل ہو چکے تھے ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ علاوہ ازیں حضرت یوقنا نے رومۃ الکبریٰ کے حاکم فلیطانوس اور ان کے تین ہزار ساتھیوں کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ کل سات ہزار نومسلم رومی مجاہدوں کا لشکر لے کر حضرت یوقنا عبداللہ اور حاکم فلیطانوس حلب سے ساحلی علاقوں کی طرف حضرت ابوعبیدہ سے پہلے روانہ ہوئے۔

قیساریہ کے لشکر سے حضرت یوقنا کی ملاقات

حضرت یوقنا عبداللہ اور حضرت حاکم فلیطانوس کے ساتھ جو سات ہزار کا اسلامی لشکر تھا اس کے تمام مجاہد نومسلم رومی تھے اور ان سب نے رومیوں کا لباس پہنا تھا تاکہ کسی کو شک وشبہ نہ ہو کہ یہ اسلامی لشکر ہے۔

جب قسطنطین نخل کا میدان جنگ چھوڑ کر قیساریہ واپس آیا تو اہل طرابلس نے اس کے پاس اپنا ایلچی بھیجا اور کہلایا کہ اسلامی لشکر ہمارے اطراف میں آپہنچا ہے اور ہم کو اندیشہ ہے کہ طرابلس پر حملہ کرے گا لہٰذا طرابلس شہر کی حفاظت کرنے لشکر کی کمک فوراً روانہ کرو۔ قسطنطین نے تین ہزار کا لشکر قیساریہ سے طرابلس روانہ کرنے کا حکم دیا اور طرابلس سے آئے

ہوئے نمائندہ کے ساتھ اہل طرابلس کو خط بھیجا کہ تین ہزار بہادر اور شجاع سواروں کا لشکر طرابلس کی حفاظت کے لئے روانہ کر رہا ہوں۔ پھر اس نمائندہ سے کہا کہ تم اسی وقت طرابلس جا کر وہاں کے باشندوں کو تین ہزار کا لشکر آنے کی خبر پہنچا دو اور میں تمہارے پیچھے لشکر روانہ کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ نمائندہ برق رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر طرابلس پہنچا اور وہاں پہنچ کر اطلاع دی کہ تین ہزار کا لشکر ہماری کمک کرنے عنقریب آپہنچے گا۔ یہ خبر سن کر اہل طرابلس مطمئن ہو گئے اور قیساریہ سے آنے والے تین ہزار سواروں کے لشکر کا انتظار کرنے لگے۔

طرابلس کے نمائندہ کے روانہ ہونے کے بعد قسطنطین نے تین ہزار کا لشکر بجانب طرابلس روانہ کیا اور اس لشکر پر بطریق ''جرفاس'' کو سردار مقرر کیا۔ بطریق ''جرفاس'' تین ہزار کا لشکر لے کر جب طرابلس شہر کے قریب پہنچا تو ایک چراگاہ میں پڑاؤ کیا تاکہ سفر کی تھکن دُور کر کے تھوڑا آرام کر لیں اور جانوروں کو چارا اور پانی دے دیں اور یہاں سے تمام سپاہیوں کو قیساریہ کے لشکر کا مخصوص لباس پہنا کر اور ہتھیاروں سے مسلح اور آراستہ کر کے طرابلس جائیں تاکہ اہل طرابلس پر اپنی آرائش کے ذریعہ رُعب اور دبدبہ ڈالیں۔ بطریق جرفاس کا لشکر ابھی آ کر ٹھہرا ہی تھا اور جانوروں کو چارا پانی بھی نہ دیا تھا کہ دفعۃً حضرت یوقنا اپنے سات ہزار ساتھیوں کے ساتھ اس چراگاہ (مرج) میں پہونچے۔ بطریق جرفاس اپنے چند سپاہیوں کو ساتھ لے کر حضرت یوقنا کے لشکر کے پاس آیا تاکہ اس لشکر کے متعلق جانچ پڑتال کرے۔

بطریق جرفاس نے قریب آ کر دیکھا کہ تمام مجاہدوں نے رومی لباس پہنا ہے تو اس کو ڈھارس بندھی کہ یہ بھی ہمارے ہم مذہب رومیوں کا لشکر معلوم ہوتا ہے۔ جرفاس نے حضرت یوقنا سے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت یوقنا نے جواب دیا کہ ہم سب حلب، قنسرین، انطاکیہ، اعزاز، حمات، رستن وغیرہ متفرق مقام کے لوگ ہیں۔ ہم لوگ عربوں سے اپنی جان بچا کر بھاگے ہیں اور قیساریہ قسطنطین بادشاہ کے لشکر میں شامل ہونے جا رہے ہیں تاکہ رومی لشکر کی مدد کریں اور عربوں سے انتقام لیں۔ حضرت یوقنا کی بات سن کر بطریق سردار جرفاس بہت خوش اور مانوس ہوا اور اپنی ہمدردی کا اظہار کرتے

ہوئے کہا کہ میں تم پر کئے گئے ظلم وستم کے لئے رنجیدہ ہوں اور برابر کا شریک غم ہوں۔ عربوں سے بھاگ کر بھی تم بادشاہ قسطنطین کی کمک کا جذبہ اور حوصلہ رکھتے ہو اور تمہارا یہ جذبہ قابل تحسین ہے۔تم رات بھر سفر کی مسافت طے کر کے تھک گئے ہوگے لہذا کچھ آرام کرو اور ہماری دعوت قبول کر کے ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ اور پھر کل قیساریہ کی جانب روانہ ہو جانا۔ حضرت یوقنا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کی دعوت طعام واستراحت کو منظور کرتے ہوئے بطریق جرفاس کے لشکر کے ساتھ ہی پڑاؤ کیا۔

بطریق جرفاس حضرت یوقنا عبداللہ اور حاکم فلیطانوس کو اپنے خیمہ میں لایا اور ایک دوسرے کی خیریت اور احوال کے گفت وشنید میں مشغول ہوئے۔دوران گفتگو حضرت یوقنا نے بطریق جرفاس سے کہا کہ میں آپ سے یہ پوچھنا ہی بھول گیا کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں اور کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔بطریق جرفاس نے کہا کہ ہم تین ہزار سواروں کو قسطنطین بادشاہ نے قیساریہ سے طرابلس کی حفاظت کے مہم پر بھیجا ہے۔حضرت یوقنا نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس علاقہ میں عربوں کی مختلف فوجیں گشت کر رہی ہیں لہذا تم بہت ہی ہوشیار اور چوکنا رہنا اور کسی قسم کی غفلت اور بے احتیاطی مت کرنا۔بطریق جرفاس نے حضرت یوقنا کا مشورہ دینے پر شکریہ ادا کیا۔رات کے وقت جرفاس نے حضرت یوقنا کے لشکر کو اپنے لشکر کے ساتھ کھانا کھلایا اور زاد راہ وغیرہ سے توشہ دان بھی بھر دیا۔بطریق جرفاس نے حضرت یوقنا اور حاکم فلیطانوس کو اپنے خیمہ میں رات ٹھہرنے کو کہا اور ان کے سونے کے لئے عمدہ بستر وغیرہ لگوائے۔جب تھوڑی رات گزری تو حضرت یوقنا نے بطریق جرفاس سے کہا کہ اس طرح غفلت برتنا اور خیمہ میں آرام کرنا مناسب نہیں۔ہمارے لئے لازم ہے کہ رات میں ہم اطراف کے علاقہ کا گشت کریں اور دشمن کے حملہ سے اپنے لشکر کی نگہبانی کریں۔میرا ارادہ یہ ہے کہ تمہارے لشکر کے کچھ سپاہیوں کو ساتھ لے کر تھوڑے فاصلہ تک گشت کر آؤں۔ جرفاس نے حضرت یوقنا کی تجویز کو بہت پسند کیا اور پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ حضرت یوقنا اس چراگاہ سے ''وادی بن احمر'' کی طرف روانہ ہوئے۔

وادی بن احمر کی طرف جانے کا حضرت یوقنا کا مقصد یہ تھا کہ آج دن کے وقت حضرت

یوقنا وادی بن احمر سے جب گزر رہے تھے تو انہوں نے حضرت حارث بن سلیم کو دو سو مجاہدوں کے ساتھ وہاں دیکھا تھا کہ وہ اپنے اونٹوں کو چراتے تھے۔حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے حضرت حارث بن سلیم کو ساحلی علاقہ کی مخبری کے کام پر متعین کیا تھا۔لہذا حضرت یوقنا نے رات کے وقت جرفاس کے سپاہیوں کو لے کر حضرت حارث بن سلیم کے گروہ پر دھاوا بول دیا اور تمام کو گرفتار کر کے سب کی سخت مشکیں باندھ دیں۔ان کا سب سامان لوٹ لیا اور اونٹ ودیگر جانور بھی اپنے قبضہ میں لے لیا پھر تمام کو لے کر حضرت یوقنا بطریق جرفاس کے کیمپ میں آئے حضرت حارث بن سلیم کو قید کر کے بطریق جرفاس کے کیمپ تک لاتے وقت اثنائے راہ موقعہ پا کر حضرت یوقنا نے حضرت حارث بن سلیم سے کہا کہ تم یہ گمان مت کرنا کہ میں دین حق اسلام سے منحرف ہو کر پھر نصرانی مذہب اختیار کر کے مرتد ہو گیا ہوں بلکہ تم کو قید کر کے رومیوں کے ساتھ ایک چال چلی ہے۔لہذا تم کسی قسم کی فکر مت کرنا اور تھوڑے عرصہ تک قید وبند کی تکلیف برداشت کرنا اور آپ کو جو زحمت گوارا کرنی پڑی ہے اس کی معذرت چاہتا ہوں۔حضرت حارث بن سلیم حضرت یوقنا کی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کا شکریہ ادا کیا اور اس مشن میں کامیاب ہونے کی دعا دی۔

وادی بن احمر کا فاصلہ جرفاس کے لشکر کے کیمپ والی چراگاہ سے بہت کم تھا لہذا آدھی رات کے وقت ہی حضرت یوقنا دو سو مجاہد قیدیوں کو لے کر بطریق جرفاس کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے تم کو جو رائے دی تھی وہ کتنی فائدہ مند ثابت ہوئی ہے۔عربوں کے لشکر کے دو سو آدمی کو قید کرنے میں ہم کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔حضرت یوقنا کا یہ کارنامہ دیکھ کر بطریق جرفاس بہت خوش اور متاثر ہوا۔قیدیوں کو قید خانہ والے خیمہ میں بھیج کر حضرت یوقنا اور بطریق جرفاس جنگ کے تعلق سے گفتگو کرنے بیٹھے۔حضرت یوقنا جب وادی بن احمر کی طرف روانہ ہوئے تھے تو ان کے جانے کے بعد بطریق جرفاس نے خوب شراب پی تھی اور اس کا نشہ ابھی تک اس پر غالب تھا۔اس کی اس حالت کا بھرپور فائدہ اُٹھاتے ہوئے حضرت یوقنا نے بطریق جرفاس سے بہت ساری خفیہ اور راز کی باتیں معلوم کر لیں۔ان باتوں میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ قسطنطین بادشاہ نے اہل طرابلس کو خط لکھ کر ہماری آمد کی اطلاع کر دی ہے اور

کل صبح اہل طرابلس ہمارا شاندار استقبال کر کے ہم کو قلعہ میں لے جائیں گے۔ بطریق جرفاس کی یہ بات سن کر حضرت یوقنا کا دماغ متحرک ہوا اور انہوں نے طرابلس کا قلعہ آسانی سے فتح کرنے کی اسکیم بنالی۔

علی الصبح بطریق جرفاس طرابلس کی طرف اور حضرت یوقنا قیساریہ کی جانب روانہ ہوئے۔ دونوں لشکروں نے اپنی اپنی راہ لی۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد حضرت یوقنا نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنے گھوڑے کی باگ پھیرو اور بطریق جرفاس کے لشکر پر حملہ کر کے گھیر لو۔ بطریق جرفاس کے تین ہزار سپاہیوں کو حضرت یوقنا کے لشکر کے سات ہزار سپاہیوں نے چاروں سمت سے گھیر لیا۔ حضرت یوقنا نے بطریق جرفاس سے فرمایا کہ اگر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی سلامتی چاہتے ہو تو ہتھیار ڈال دو اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ بطریق اس اچانک حملہ سے بوکھلا گیا اور اس کا بدن لرزنے لگا۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد جرفاس نے اپنے لشکر کو ہتھیار ڈال دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت یوقنا نے ان سب کو قید کر لیا اور قید ہونے والے جرفاس کے سپاہیوں کا لباس اُتروا کر اپنے تین ہزار ساتھیوں کو وہ لباس پہنا دیا۔ اور باقی چار ہزار ساتھیوں کو جرفاس کے لشکر کے تین ہزار قیدی سپرد کر کے ان کو ایک گھنی جھاڑی میں چھپا دیا۔ پھر حضرت یوقنا اپنے تین ہزار ساتھیوں کو لے کر طرابلس کے قلعہ کی طرف گئے۔

حضرت یوقنا کے تین ہزار ساتھی قیساریہ کے لشکر کے مخصوص لباس میں آراستہ تھے اور آپ صبح کے وقت ہی طرابلس کے قلعہ پر پہنچ گئے۔ اہل طرابلس نے قلعہ کی دیوار سے دیکھا کہ تین ہزار سپاہی قیساریہ کے لشکر کا مخصوص لباس پہنے ہوئے آرہے ہیں تو وہ خوشیاں منانے لگے اور مرحبا اور خوش آمدید کی صدائیں بلند کرتے ہوئے قلعہ کا دروازہ کھول کر استقبال کے لئے قلعہ سے باہر آئے اور حضرت یوقنا کے لشکر کو عزت و اکرام کے ساتھ قلعہ میں داخل کیا اور بشکل جلوس شہر میں گشت کرا کر شہر کے بڑے کنیسہ میں لے آئے۔ جہاں شہر کے تمام بطارقہ، رؤسا اور اہل ثروت استقبال کرنے کے لئے جمع تھے۔ اہل شہر نے حضرت یوقنا کا شاندار استقبال کیا اور ملاقات کی۔ تب حضرت یوقنا نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا اور حضرت یوقنا نے تمام لوگوں پر قبضہ کر لیا۔

پھر حضرت یوقنا مجمع کے درمیان کھڑے ہوئے اور اپنا تعارف کرانے کے بعد تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اہل طرابلس! ہم لوگ اپنے ہی ہاتھوں سے بنائی صلیبوں اور تصویروں کو سجدہ کرتے تھے اور اس کی تعظیم کرتے تھے۔ اُس پر ہی بس نہیں بلکہ ہم اللہ کے لئے زوجہ اور اولاد کا بھی فاسد عقیدہ رکھتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے ملک کی طرف ایک مقدس قوم کو بھیجا اور اس قوم کے توسط سے اللہ نے ہم کو ہدایت دی اور ہم کو اس مقدس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملا دیا۔ جن کا ذکر انجیل میں ہے اور جن کی تشریف آوری کی حضرت عیسیٰ مسیح بن مریم علیہ الصلوۃ والسلام نے بشارت دی۔ بے شک اسلام ہی دین حق ہے۔ اسلام کا اتباع کرنے والے نماز، روزہ، زکوۃ اور دیگر اعمال صالحہ سے متصف ہو جاتے ہیں اور ہر برائی اور گناہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ اپنا مال اور اپنی جان اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ جب میں دین اسلام کے ان محاسن سے بے خبر اور غافل تھا اور گمراہی کے اندھیرے میں بھٹکتا تھا تب میں نے اسلامی لشکر سے طویل عرصہ تک جنگ کی تھی لیکن جب مجھ پر حق واضح ہوا تو میں نے اپنا آبائی دین ترک کر دیا اور اسلام قبول کر کے گمراہیت سے ہدایت اور ظلمت سے روشنی کی طرف آیا ہوں۔ خدا کی قسم! دین اسلام وہ سچا اور راست دین ہے کہ جس کی حقانیت اور صداقت کی گواہی تمام انبیاء و مرسلین نے دی ہے۔ لہذا اے لوگوں! میں دل کی گہرائی اور ہمدردی کے تقاضہ سے تم کو نیک مشورہ دیتا ہوں کہ کفر اور شرک کی بدی سے باز آ کر توحید اور رسالت کی راستی اپنا کر دنیا اور آخرت کی بہتری اور بھلائی اختیار کرنے کے لئے دین اسلام اختیار کر لو۔

حضرت یوقنا عبداللہ کی یہ تقریر ایسی مؤثر ثابت ہوئی کہ اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور بقیہ لوگوں نے ادائے جزیہ پر امان حاصل کی۔ پھر حضرت یوقنا نے جھاڑی میں پوشیدہ اپنے چار ہزار ساتھیوں کو اطلاع بھیجی کہ وہ سب کے سب مع جرفاس اور اس کے ساتھیوں کو لے کر طرابلس شہر میں آجاؤ۔ جب وہ آئے تو حضرت یوقنا نے ان پر اسلام پیش کیا لیکن بطریق جرفاس اور اس کے سپاہیوں نے اسلام قبول کرنے سے صاف انکار کیا لہذا ان تمام کی گردنیں ماری گئیں۔ طرابلس کا قلعہ حضرت یوقنا کی تدبیر سے آسانی سے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

حضرت یوقنا نے حضرت حارث بن سالم کا شکریہ ادا کیا اور ان کے دوسو ساتھیوں سے قید میں رہنے کی زحمت گوارا کرنے کی معذرت چاہی اور ان کو وادی بن احمر کی طرف روانہ کیا اور حضرت حارث بن سلیم کو حضرت ابوعبیدہ کے نام خط دیا اور اس خط میں قلعہ طرابلس کی فتح کی تمام تفصیل مرقوم کی۔

قلعہ صور پر یورش

طرابلس کا قلعہ فتح کرنے کے بعد حضرت یوقنا نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ایک شخص کو بھی قلعہ کے باہر نہ جانے دو اور قلعہ کے دروازے پر کڑی نگرانی رکھو۔ چنانچہ حضرت یوقنا کے ساتھیوں نے قلعہ کے دروازہ پر سخت پہرہ بٹھا دیا اور کسی شخص کو بھی قلعہ کے باہر جانے کی سخت ممانعت کردی۔ اس ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یوقنا قلعۂ صور پر بھی قبضہ کرنا چاہتے تھے اور اس کے لئے طرابلس کے سمندر کے گھاٹ کا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ طرابلس کا قلعہ لب ساحل واقع تھا اور طرابلس کے گھاٹ پر کشتیوں کی بکثرت آمد ورفت تھی۔ طرابلس کے گھاٹ کو بندرگاہ کی حیثیت حاصل تھی۔ طرابلس کا گھاٹ ہر کشتی کے لئے وقوف گاہ اور جائے استراحت تھا لہٰذا جزیرۂ قبرس، جزیرۂ افریطش سے لے کر قیساریہ، قسطنطنیہ وغیرہ کے مابین آمد ورفت کرنے والی ہر کشتی طرابلس کے گھاٹ پر ضرور ٹھہرتی تھی۔ حضرت یوقنا نے طرابلس کے گھاٹ پر بھی قبضہ کر لیا اور گھاٹ پر سخت نگرانی کردی۔ چند دنوں بعد جزیرۂ قبرس اور جزیرۂ افریطش سے روانہ ہو کر قیساریہ جانے والی تقریباً پچاس کشتیوں کا قافلہ طرابلس کے گھاٹ پر آ کر ٹھہرا۔ ان تمام کشتیوں میں قسطنطین بادشاہ کا ہتھیار، غلہ اور دیگر سامان تھا، جو قیساریہ جا رہا تھا۔ گھاٹ کی نگرانی پر مامور محافظوں نے حضرت یوقنا کو ان پچاس کشتیوں کے حال سے آگاہ کیا۔ حضرت یوقنا قلعہ سے گھاٹ پر آئے ان کشتی والوں سے ملاقات کی اور خوش آمدید کہا۔ اور کیفیت معلوم کی۔ کشتی والوں نے حضرت یوقنا کو تمام کیفیت بتادی کہ بادشاہ قسطنطین نے عربوں سے جنگ کرنے کے لئے ہتھیار، غلّہ، اور دیگر سامان قیساریہ منگایا ہے اور ہم یہ تمام سامان لے کر قیساریہ جا رہے ہیں۔ حضرت یوقنا نے بظاہر خوشی کا اظہار کیا اور کشتی والوں کو خلعت دی اور قلعہ میں لاکر عمدہ کھانے کی ضیافت کی اور اپنے یہاں مہمان بنا کر ٹھہرایا۔ کشتیوں پر نگہبانی کرنے والے چند اشخاص ہی تھے۔ باقی سب حضرت یوقنا کے یہاں دعوت کھانے گئے ہوئے تھے۔ حضرت یوقنا نے اپنے ساتھیوں کو گھاٹ پر بھیج کر کشتی

14

9
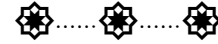
کے نگہبانوں کو قید کرلیا اور تمام کشتیوں پر قبضہ کرلیا۔ کشتی کے نگہبانوں کو قید کر کے قلعہ میں لائے۔ علاوہ ازیں دعوت کھانے آئے ہوئے کشتی بانوں کو بھی پکڑ کر کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ پھر حضرت یوقنا نے کشتیوں سے غلّہ اور دیگر سامان اُتارا اور قلعہ میں رکھوا دیا۔ صرف ہتھیاروں کو کشتیوں میں رہنے دیا۔ اور دوسرے ضروری ہتھیار اور ضروری سامان جنگ کشتیوں میں لادے اور کشتیوں میں مع اپنے ساتھیوں کے روانہ ہورہے تھے کہ اسی وقت ایک لشکر کو تیز رفتاری سے گھاٹ کی طرف آتا دیکھا۔ تھوڑی دیر میں وہ لشکر قریب آیا۔ حضرت خالد بن ولید ایک ہزار سواروں کے ساتھ تشریف لے آئے تھے۔ حضرت یوقنا حضرت خالد کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ حضرت خالد کو قلعہ طرابلس کی فتح کی تفصیل سنائی اور اب قلعۂ صور کی طرف کوچ کر کے فتح کرنے کی تجویز بتائی۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ضرور تمہاری تائید اور مدد فرمائے گا۔ پھر حضرت یوقنا نے طرابلس شہر حضرت خالد کو سپرد کیا اور رات ہی میں اپنے نو سو ساتھیوں کو پچاس کشتیوں میں سوار کر کے قلعۂ صور کی جانب روانہ ہوئے۔

⊙ حضرت یوقنا کی قلعہ صور میں آمد

طرابلس سے قیساریہ جاتے ہوئے درمیان میں قلعۂ صور آتا ہے۔ صور کا قلعہ اس طرح لب ساحل واقع تھا کہ قلعہ کی دیوار سے کشتیاں صاف نظر آتی تھیں اور کشتی والا اگر زور سے پکارے تو اس کی آواز قلعہ کے اندر پہونچتی تھی۔ صور کا قلعہ نہایت مضبوط اور بلند تھا اور شہر بھی ہر قسم کی آرائش سے آراستہ تھا۔ وہاں کا حاکم ''ارمویل بن قسط'' نام کا بطریق تھا جو بادشاہ قسطنطین کا خاص آدمی اور لشکر کا پیش رو تھا۔ حاکم ارمویل نے قلعہ صور میں چار ہزار جنگجو اور دلیر سپاہیوں کی فوج جمع کر رکھی تھی۔ حضرت یوقنا نے قلعہ کے سامنے لب ساحل تمام کشتیاں ٹھہرائیں اور ناقوس بجا کر شور بلند کیا۔ وہاں کا دستور تھا کہ اگر کشتی والے کو کوئی ضرورت پیش آتی یا کوئی کشتی والا کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا تو وہ ناقوس بجا کر مدد طلب کرتا تھا۔ ایک ساتھ پچاس کشتیوں سے ناقوس بجنے سے کافی شور بلند ہوا اور قلعہ کے ہر مکان میں آواز سنائی دی۔

حاکم ارمویل نے فوراً اپنے آدمیوں کو کشتیوں کی کیفیت معلوم کرنے گھاٹ کی طرف دوڑایا۔ حاکم ارمویل کے آدمی آئے اور کیفیت پوچھی تو حضرت یوقنا نے فرمایا کہ ہم سب جزیرۂ قبرس اور جزیرۂ افریطش سے ہتھیار اور ضروری سامان جنگ لے کر قسطنطین بادشاہ کو پہنچانے قیساریہ جارہے ہیں لیکن تمام کشتیوں میں کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا ہے اور ہم کو زادراہ اور توشہ کی ضرورت ہے۔ جب حاکم ارمویل کو یہ خبر ملی کہ کشتی والے بادشاہ کو ہتھیار پہنچانے کی اہم خدمت انجام دینے جارہے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ کشتی کے تمام آدمیوں کو عزت واحترام کے ساتھ قلعہ میں لے آؤ تاکہ عمدہ اور لذیذ کھانوں سے ان کی ضیافت کریں۔

حاکم ارمویل کے آدمی واپس حضرت یوقنا کے پاس آئے اور حاکم ارمویل کی جانب سے کھانے کی دعوت پیش کرتے ہوئے کہا کہ حاکم ارمویل آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں تاکہ آپ لوگ جس اہم مہم پر جارہے ہو اس کا شکریہ ادا کرے اور تم سب کو خلعت دے۔ حضرت یوقنا اپنے ساتھیوں کو لے کر قلعہ میں آئے اور کشتیوں پر چند آدمیوں کو نگہبانی کرنے کے لئے چھوڑا اور ان کو تاکید کی کہ اگر تمہیں قلعہ کے اندر سے لڑائی کا شور وغل سنائی دے تو تم فوراً کشتیاں لے کر واپس طرابلس چلے جانا اور وہاں جاکر حضرت خالد بن ولید کو مطلع کردینا اور ان کو اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ صور کی طرف روانہ کردینا۔

حاکم ارمویل نے حضرت یوقنا کا استقبال کیا اور عمدہ قسم کے کھانے پیش کر کے ان کی ضیافت کی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد حاکم ارمویل نے حضرت یوقنا سے کہا کہ ایک رات یہاں قیام کر کے آرام کریں اور مجھ کو مہمان نوازی اور خدمت کا موقعہ دیں۔ حضرت یوقنا نے فرمایا کہ طویل سمندری مسافت طے کرنے کی وجہ ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ ایک رات آرام کرلیں لیکن ہمارے ساتھ قسطنطین بادشاہ کا ضروری سامان جنگ اور ہتھیار ہے۔ اور ہم نے سنا ہے کہ قیساریہ کی طرف عربوں کا لشکر گیا ہوا ہے۔ اور بادشاہ کو نہ جانے کب ہتھیاروں اور سامان جنگ کی ضرورت پیش آجائے۔ اگر ہم یہاں ٹھہر گئے اور ضرورت کے وقت ہم نے سامان نہیں پہنچایا تو بادشاہ خفا ہوگا اور ہماری سرزنش کرے گا۔ حاکم ارمویل نے کہا کہ بادشاہ قسطنطین کے ساتھ میرے گہرے مراسم اور دیرینہ تعلقات ہیں اور روزانہ ان کی طرف

سے مجھے پیغام آتا رہتا ہے۔ فی الحال صورت حال ایسی نہیں کہ ایک رات ٹھہرنے سے جنگی معاملہ کا کوئی بڑا نقصان ہو۔ لہذا آپ ایک رات بحیثیت مہمان ٹھہر جاؤ اور اگر تمہاری تاخیر کی وجہ بادشاہ دریافت کرے تو کہہ دینا کہ حاکم صور ارمویل نے ایک رات اصرار کر کے روک لیا تھا۔ میرا نام سن کر بادشاہ تمہیں کچھ بھی نہیں کہے گا بلکہ خوش ہوگا۔ حضرت یوقنا رات ٹھہرنے کا ہی ارادہ رکھتے تھے۔ حاکم ارمویل کے اصرار پر رات میں ٹھہرنا منظور کرلیا۔ حاکم ارمویل نے حضرت یوقنا اور ان کے ساتھیوں کو اپنے محل سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ایک بڑی حویلی میں ٹھہرایا۔

حضرت یوقنا کی گرفتاری

حضرت یوقنا حاکم ارمویل کے مہمان بن کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ حویلی میں ٹھہرے اور قلعہ صور کو فتح کرنے کی تدبیر سوچنے لگے۔ لیکن تقدیر میں کچھ اور ہی لکھا ہوا تھا۔ حاکم یوقنا کے ساتھیوں میں حاکم یوقنا کا چچا کا لڑکا بھی شامل تھا لیکن اسلام میں داخل ہونے کے بعد واپس گمراہیت کے اندھیرے کی طرف پلٹ گیا تھا۔ رات میں چھپ کر حویلی سے نکلا اور حاکم ارمویل کے پاس آیا۔ حاکم ارمویل کو آگاہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ اے سردار! تم بہت ہی اندھیرے میں ہو۔ تم نے جس شخص کو دین نصرانیہ کا حامی اور قسطنطین بادشاہ کا خیرخواہ سمجھ کر اپنا مہمان بنایا ہے وہ دین مسیح کا سب سے بڑا دشمن اور عربوں کے لشکر کا اہم رکن قلعۂ حلب کا ماضی حاکم یوقنا ہے۔ جو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنے آبائی دین سے منحرف ہوکر مسلمان ہوگیا ہے۔ پھر اس شخص نے قلعۂ اعزاز، انطاکیہ، اور قلعۂ طرابلس میں حضرت یوقنا نے رومیوں کے خلاف جو کردار ادا کیا تھا اس کی تفصیل سنائی اور حاکم صور ارمویل کو متنبہ کیا کہ یوقنا تمہارے ساتھ بھی مکروفریب کرنے والے ہیں لیکن کیا مکروفریب کرنے والے ہیں وہ مجھے نہیں معلوم البتہ وہ ضرور کچھ نہ کچھ فریب کر کے تمہارے شہر پر قابض ہوجائیں گے علاوہ ازیں اس کے نوسو ساتھی بھی دین نصرانی سے منحرف ہوکر مسلمان ہوگئے ہیں اور یوقنا کے ہر مکروفریب میں شریک رہتے ہیں۔

حاکم ارمویل اس شخص کی بات سن کر اور حضرت یوقنا کی حقیقت معلوم ہونے پر چونک اُٹھا اور اسی وقت لشکر لے کر اس حویلی پر پہنچا جہاں حضرت یوقنا اپنے ساتھیوں کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ رات کا دوتہائی حصہ گزر چکا تھا۔ حضرت یوقنا اور ان کے ساتھی گہری نیند میں خوابیدہ تھے کہ حاکم ارمویل کے سپاہیوں نے تمام مجاہدوں کو دبوچ کر گرفتار کرلیا اور مضبوط رسیوں اور زنجیروں میں جکڑ کر قیدخانہ میں ڈال دیا۔ حضرت یوقنا اور ان کے ساتھیوں کو قیدخانہ میں ڈالنے کے بعد حاکم ارمویل نے ایک ہزار سپاہیوں کو ان پر نگرانی کے لئے متعین کر دیا اور آئندہ کل دوپہر کے وقت ان تمام کو ایک ہزار سپاہیوں کی نگرانی میں قسطنطین بادشاہ کے پاس بھیج دینے کا منصوبہ بنایا تاکہ بادشاہ ان کو مناسب اور عبرتناک سزا دے۔ پھر حاکم ارمویل قیدخانہ پر آیا اور حضرت یوقنا سے کہا کہ تم نے بہت کھیل کھیلے مگر میرے ساتھ تمہارے مکروفریب کا کھیل تمہارا آخری کھیل ہے بلکہ آج کی شب بھی تمہاری زندگی کی آخری شب ہے۔ آئندہ کل تمہارا نام ونشان بھی نہیں ہوگا۔ تم اب کسی کو ڈھونڈھے بھی نہیں ملوگے۔ اس کی یہ دھمکی سن کر حضرت یوقنا مسکرائے اور اس کی دھمکی کو قطعاً خاطر میں نہیں لائے۔ اللہ اور اللہ کے رسول کی ذات سے ان کو والہانہ عشق و محبت تھی اور ان کو یقین کامل تھا کہ میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا:

اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا
(از:-امام عشق ومحبت، حضرت رضا بریلوی)

حضرت یوقنا پر میری دھمکی کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ وہ گھبرانے کے بجائے مسکرا رہے ہیں، یہ دیکھ کر حاکم ارمویل تلملا اُٹھا اور خشمناک لہجہ میں کہا کہ اپنی عقل اور ذہانت پر غرور کرتے ہوئے شاید تم مسکرا رہے ہو اور یہ گمان کرتے ہو کہ کسی تدبیر سے تم قید سے نکل جاؤ گے لیکن اب تمہاری سب راہیں بند ہوگئیں ہیں۔ اسلامی لشکر آکر تم کو چھوڑا جائے گا اس غلط فہمی میں مت رہنا۔ اسلامی لشکر کو تمہاری موت کی خبر تک نہ ہوگی۔ حضرت یوقنا نے حاکم ارمویل کی بات پر کان تک نہیں دھرا اور اس کی دھمکی سے بے نیاز و بے پرواہ ہوکر اپنے محبوب آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار ہوکر زبان حال سے گویا یہ کہہ رہے تھے کہ:

16
9

ایسا گمادے ان کی ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈھا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو
(از:-امام عشق ومحبت، حضرت رضاؔ بریلوی)

حضرت یزید بن ابی سفیان کی لشکر کے ساتھ قلعہ صور آمد

دوسرے دن ایک عجیب معاملہ پیش آیا۔حضرت عمرو بن العاص نے فتح نخل کی اطلاع کا خط امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمرو بن العاص کو حکم لکھا تھا کہ میرا یہ خط ملتے ہی فوراً قیساریہ کی طرف کوچ کرو، چنانچہ حضرت عمرو بن العاص نخل سے قیساریہ روانہ ہوئے تھے، اثنائے راہ ان کو اطلاع ملی کہ قریب میں قلعۂ صور واقع ہے اور اس علاقہ میں قلعۂ صور کی بہت اہمیت ہے۔ اگر قلعۂ صور کو فتح کرلیا جائے تو یہ امر رومیوں کے لئے باعث خوف ہوگا۔لہذا حضرت عمرو بن العاص نے حضرت یزید بن ابی سفیان کی سرداری میں دو ہزار سوار کو قلعۂ صور کی طرف بھیجا اور حضرت یزید بن ابی سفیان سے فرمایا کہ تم قلعۂ صور کو فتح کرکے جلد از جلد قیساریہ آجاؤ۔اس دوران میں قیساریہ جاکر قیساریہ کا محاصرہ کرتا ہوں اور تمہارا انتظار کرتا ہوں چنانچہ حضرت یزید بن ابی سفیان دو ہزار کا لشکر لے کر قلعۂ صور کی طرف اور باقی مجاہدوں کو لے کر حضرت عمرو بن العاص قیساریہ کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت یزید بن ابی سفیان قلعۂ صور آئے اور قلعہ کے سامنے ہی پڑاؤ کیا۔حاکم ارمویل بن قسط کو اطلاع دی گئی کہ قلعہ کے باہر اسلامی لشکر نے پڑاؤ کیا ہے لہذا وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھا اور بغور اسلامی لشکر کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ دو ہزار کا لشکر ہے۔حاکم ارمویل کے پاس قلعۂ صور میں کل چار ہزار کا لشکر تھا۔جس میں سے ایک ہزار کو حضرت یوقنا اور ان کے ساتھیوں پر نگرانی کرنے قید خانہ پر متعین کیا تھا اور آج دوپہر کے بعد ان ایک ہزار سپاہیوں کی نگرانی میں حضرت یوقنا اور ان کے ساتھی کو بادشاہ کے پاس بھیجنے کا پروگرام تھا لیکن آج صبح ہی قلعہ کے باہر اسلامی لشکر آپہنچا تھا لہذا اس نے پروگرام بدل دیا اور بادشاہ کے پاس قیدیوں کو

بھیجنے کا عمل مؤخر کردیا۔اور قیدیوں کی نگرانی پر متعین ایک ہزار سپاہیوں کو قید خانہ سے بلالیا اور اپنا چار ہزار کا لشکر مکمل کرلیا۔حضرت یوقنا اور ان کے ساتھیوں کو بڑے بڑے کمروں میں بند کرکے مقفل کردیا اور اپنے چچازاد بھائی باسیل بن منجائیل کو نگرانی پر مقرر کرکے تمام کنجیاں ان کے سپرد کردیں۔حاکم ارمویل نے یہ گمان کیا کہ دو ہزار کے اسلامی لشکر سے مقابلہ کرنے کے لئے میرا چار ہزار کا لشکر کافی ہے۔ارمویل نے اسلامی لشکر کی تعداد کی قلت کو دیکھ کر اسلامی لشکر کو حقیر جانا اور اس کا حوصلہ بڑھا بلکہ قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرکے اسلامی لشکر پر غلبہ پالینے کے خواب دیکھنے لگا اور اپنے خیالی خواب کو عمل میں لانے کے لئے واقعی اس نے قلعہ کے باہر نکل کر لڑنے کی بیوقوفی کی۔

حاکم ارمویل اپنے چار ہزار سواروں کو ہر طرح کے سامان جنگ سے آراستہ کرکے قلعہ کے باہر نکلا اور شہر کی نگرانی اور انتظامی امور کی تمام ذمہ داری بھی اپنے چچازاد بھائی باسیل بن منجائیل کے سپرد کرکے تمام کنجیاں ان کے حوالے کردیں۔حاکم ارمویل اپنا لشکر لے کر جب قلعہ کے باہر آیا تب دو حصہ دن ڈھل چکا تھا اور اس دن جنگ کا امکان نہیں تھا لہذا شام تک وہ اپنے کیمپ کے خیمے نصب کرنے میں اور کیمپ کے لئے ضروری امور کی تیاری میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوا اور آئندہ کل علی الصبح جنگ کا آغاز کرنے کا فیصلہ کیا۔حاکم ارمویل رات کے وقت قلعہ کے باہر ٹھہرائے گئے رومی لشکر میں ہی ٹھہرا اور کیمپ میں بہت سی مشعلیں روشن کرکے اپنی شان وشوکت کا اظہار کیا۔علاوہ ازیں اس نے قلعہ کے محافظوں کو کہلا بھیجا کہ قلعہ کی دیوار پر اور دیوار کے باہر نیچے کی طرف بھی زیادہ سے زیادہ مشعلیں روشن کرکے ہمارے شہر کی شان وشوکت ظاہر کرو۔

باسیل بن منجائیل کا خفیہ قبول اسلام

باسیل بن منجائیل کتب سابقہ اور خصوصاً انجیل کے زبردست عالم تھے۔انہوں نے حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بجیرا نام کے راہب کے صومعہ میں دیکھا تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف صرف بارہ سال کی تھی تب آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ ملک شام کے سفر پر گئے تھے۔ ملک شام کے مشہور شہر بصریٰ کے قریب ایک گاؤں میں عیسائیوں کا ایک صومعہ (گرجا) تھا۔ اس صومعہ میں بحیرا نام کا ایک راہب رہتا تھا۔ جو توریت، انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں اور ملاحم کا زبردست عالم تھا۔ اس کا شمار یہود و نصاریٰ کے احبار میں ہوتا تھا۔ بحیرا راہب بڑا ہی زاہد اور عابد شخص تھا اور ہر وقت وہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا تھا۔ اپنے صومعہ سے بہت کم باہر نکلتا تھا البتہ ملک حجاز سے آنے والا قوم عرب کا کوئی قافلہ اس کے صومعہ کے قریب ٹھہرتا تھا تو بحیرا راہب اپنے صومعہ سے باہر نکل کر اس قافلہ کے پاس آتا اور قافلہ کے ہر شخص کو بنظر غائر دیکھتا۔ گویا اسے کسی کی تلاش تھی اور وہ کسی کو کھوج رہا تھا لیکن ہر مرتبہ وہ مایوس اور ناکام ہو کر اپنے صومعہ میں واپس لوٹتا۔ لیکن ۵۸۲ء میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش کے قافلہ کے ساتھ اس صومعہ کے قریب آکر ٹھہرے تو صومعہ سے نکل کر بحیرا راہب قافلہ کے قریب آیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بادل نے آپ پر سایہ کیا ہے اور جس درخت سے ٹیک لگا کر آپ بیٹھے ہیں وہ درخت سرسبز و شاداب ہو گیا ہے اور ہر حجر و شجر آپ کو سلام کر رہا ہے۔ بحیرا راہب یہ دیکھ کر خوشی میں جھوم اٹھا اور اس کو یقین ہو گیا کہ عرصۂ دراز سے جس کی مجھ کو تلاش تھی اور جو ذات گرامی میری زندگی کا مقصد تھی وہ مقصد آج پورا ہو رہا ہے:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

(از:- امام عشق و محبت، حضرت رضاؔ بریلوی)

بحیرا راہب نے پورے قافلہ کو دعوت کی، قافلہ کے تمام لوگ بحیرا راہب کے صومعہ میں گئے لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف نہیں لے گئے۔ بحیرہ نے قافلہ والوں سے پوچھا کہ سب قافلہ والے آگئے یا کوئی شخص باقی بھی ہے؟ اہل قافلہ نے کہا کہ ایک نوجوان نہیں آیا۔ وہ قیام گاہ پر سامان اور جانوروں کی نگہبانی فرماتے ہیں۔ لہذا بحیرا قیام گاہ کی طرف آیا اور پھر یہی دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بادل نے سایہ کیا ہے اور جس درخت سے آپ ٹیک لگا کر جلوہ فرما تھے وہ درخت ہرا بھرا ہو گیا ہے۔ اس درخت کے متعلق بحیرا راہب

نے کتب سابقہ میں پڑھا تھا کہ اس درخت کے نیچے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں گے، تب یہ خشک اور بے برگ و بار درخت شاداب اور پھل دار ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا تھا۔ پھر بحیرا راہب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے صومعہ میں لایا۔ بحیرا راہب نے اہل قافلہ سے پوچھا کہ اس ذات گرامی کا نام کیا ہے؟ بتایا کہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ) پھر بحیرا نے پوچھا کہ کیا ان کے والدین نے انتقال فرمایا ہے اور ان کے دادا اور چچا نے ان کی کفالت کی ہے؟ قافلہ والوں نے کہا کہ ہاں! ایسا ہی ہوا ہے۔ پھر بحیرا راہب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند اہم سوالات کیئے جن کا آپ نے تسلی بخش جوابات عطا فرمایا۔ پھر بحیرا راہب نے شانہ اقدس پر اس مہر نبوت کو بھی دیکھا جس کا ذکر اس نے آسمانی کتابوں میں پڑھا تھا۔ بحیرا راہب نے مہر نبوت کو بوسہ دیا اور آپ پر ایمان لایا۔ پھر بحیرا نے قافلہ والوں سے کہا کہ اے اہل قریش! یہ وہی نبی آخر الزماں ہیں جن کی بشارت حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جو ان پر ایمان لائے گا اور ان کی اتباع کرے گا۔

(۱) مدارج النبوۃ، اردو ترجمہ، از: شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، قدس سرہ، جلد:۲، ص:۴۱)

(۲) فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص:۴۱۵)

پھر بحیرہ راہب نے حضرت ابو طالب سے کہا کہ یہود و نصاریٰ ان کے جانی دشمن ہوں گے لہذا آپ ان کی خوب حفاظت فرمائیں۔ یہ واقعہ بہت طویل ہے۔ ہم نے اختصاراً اس واقعہ کا ماحصل بیان کر دیا ہے۔

مذکورہ واقعہ جب بحیرا راہب کے صومعہ میں پیش آیا تھا تب باسیل بن منجائیل بھی وہاں موجود تھے کیونکہ وہ بحیرہ راہب کے علم کے معترف اور اس کی بزرگی کے معتقد تھے لہذا وہ اکثر و بیشتر بحیرہ راہب کے صومعہ میں آیا کرتے تھے اور بحیرہ راہب سے علوم و عرفان کی باتیں سنا کرتے تھے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش کے قافلہ میں حضرت ابو طالب کے ساتھ بحیرہ راہب کے صومعہ میں آئے تھے تب اتفاق سے باسیل بن منجائیل بھی وہاں موجود

تھے اور ان کو بھی حضور اقدس، جان علم وجان ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ بحیرہ راہب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جس عقیدت ومحبت کا سلوک کیا تھا اور حضور اقدس کے لئے جو کہا تھا وہ باسیل بن منجائیل نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اپنے کانوں سے سنا تھا۔ اور باسیل بن منجائیل کا پختہ اعتماد تھا کہ بحیرہ راہب حق بات کے سوا کچھ نہیں کہتا ہے لہذا وہ بھی اسی وقت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرویدہ ہو گئے تھے اور آپ کی عظمت ونبوت اور رسالت کے قائل ہو گئے تھے لیکن انہوں نے اپنا معاملہ پوشیدہ رکھا تھا۔ اور اپنے دل کا حال کسی پر بھی ظاہر نہیں کیا تھا۔

⊙ حضرت یوقنا کی قید سے آزادی

جب حضرت یوقنا اور ان کے ساتھیوں کو حاکم صور ارمویل بن قسط نے قید کر لیا اور پھر قیدیوں کا احاطہ باسیل بن منجائیل کے سپرد کر کے چار ہزار کا لشکر لے کر حضرت یزید بن ابی سفیان کے لشکر سے لڑنے قلعہ کے باہر چلا گیا تب باسیل بن منجائیل نے اپنے دل میں کہا کہ قسم ہے خدا کی! دین اسلام ہی وہ سچا دین ہے جس کی صداقت وحقانیت کی گواہی اور بشارت حضرت عیسیٰ مسیح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے۔ لہذا اگر میں اس دین حق کے مجاہدوں کو قید سے رہا کر دوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ میری بخشش اور مغفرت فرما دے گا لہذا حضرت باسیل حضرت یوقنا اور ان کے ساتھیوں کو قید سے رہا کر دینے کے ارادے سے رات کے وقت ان کے پاس آئے۔ اور حضرت یوقنا کے ایمان اور استقامت علی الدین کا امتحان لینے کی غرض سے کہا کہ اے بزرگ بطریق! تم دین نصرانیہ کے صف اوّل کے حامی اور مددگار تھے۔ دین مسیح کی خاطر طویل عرصہ تک ان عربوں سے بمقام حلب جنگ بھی کی اور پانی کی طرح اپنا مال خرچ کیا۔ پھر اچانک تم کو کیا ہو گیا کہ اپنے باپ دادا کے دین کو ترک کر کے تم نے عربوں کا دین اختیار کر لیا۔ حالانکہ ملک شام کے رومی عوام اور رومی سلاطین تم کو اپنی قوت اور پشت پناہ گردانتے تھے اور اب معاملہ یہ ہو گیا ہے کہ رومی عوام وسلاطین تم کو دین نصرانیہ کا ایک نمبر کا دشمن اور عربوں کے لشکر کا معاون سمجھتے ہیں۔

حضرت یوقنا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے باسیل! جس طرح تم پر امر حق ظاہر ہوا ہے اسی طرح مجھ پر بھی امر حق ظاہر ہوا اور میں نے امر حق کو اختیار کر کے دین اسلام قبول کر لیا اور اب یہی آرزو ہے کہ مرتے دم تک دین اسلام کی خدمت کروں اور اپنے آقا ومولیٰ، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں اپنی جان قربان کروں اور قبر میں چین کی نیند سو جاؤں:

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

(از:- امام عشق ومحبت، حضرت رضاؔ بریلوی)

باسیل بن منجائیل نے حضرت یوقنا سے دریافت کیا کہ تم نے ابھی جو کہا کہ "جس طرح تم پر امر حق ظاہر ہوا، اسی طرح مجھ پر بھی امر حق ظاہر ہوا۔" تمہارے اس قول سے کیا مراد ہے؟ حضرت یوقنا مسکرائے اور انہوں نے جو جواب دیا وہ علامہ واقدی کی زبانی سماعت فرمائیں:

"پس کہا یوقنا نے کہ اے باسیل ظاہر ہوئی میرے واسطے امر حق سے وہ چیز جو ظاہر ہوئی تم کو۔ پس پہچانا تم نے اس کو اور پکار کر کہتا تھا مجھ سے غیب کا پکارنے والا کہ بتحقیق اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے باسیل کو بجانب دین اسلام کے اور سب تعریف ثابت ہے واسطے اس اللہ کے جس نے ہدایت کی تم کو اور ہم کو اور چھوڑا یا اس نے ہم کو راستے ہلاکی سے اور کیا اس نے ہم کو اپنے دین کے لوگوں سے اور آسان کیا اس نے ہماری رہائی کو تمہارے ہاتھوں پر۔"

(حوالہ:- فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۴۱۵)

الحاصل! حضرت یوقنا نے باسیل بن منجائیل کا پوشیدہ حال ظاہر کر دیا کہ تم دین اسلام میں داخل ہو چکے ہو اور اس وقت تم ہم کو قید سے رہا کرنے کے نیک ارادے سے آئے ہو۔

حضرت یوقنا کی یہ بات سن کر باسیل بن منجائیل کا یقین وعقیدہ مزید پختہ ہو گیا اور انہوں نے فرمایا کہ غفلت کا پردہ تو میرے دل سے اسی وقت چاک ہو گیا تھا جب میں نے اشرف المخلوقات وسید الموجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وکا دیدار بحیرہ راہب کے صومعہ میں کیا تھا۔ ان

کے عظیم معجزات دیکھ کر میں بہت متعجب ہوا تھا۔ جب بحیرہ راہب کی زبانی میں نے یہ سنا کہ خدا
کی قسم! یہ وہی نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، جن کی بشارت حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے دی ہے اور جو ان کی تصدیق کر کے، ان پر ایمان لائے گا اور ان کا اتباع کرے گا
اس کے لئے نجات ہے، تو میں نے اسی وقت ان کی تصدیق کی تھی اور ان پر ایمان لایا تھا۔ لیکن
مجھے ایک بات کا بہت افسوس ہے کہ ان کی خدمت میں پھر حاضر نہ ہوسکا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ
بحیرہ راہب کے یہاں سے میں قسطنطنیہ چلا گیا۔ وہاں کچھ عرصہ ٹھہرا پھر وہاں سے قیساریہ گیا
اور قیساریہ میں سکونت اختیار کی۔ جب میں قیساریہ میں سکونت پزیر تھا تب میں نے سنا کہ
ملک حجاز میں نبی آخر الزمان حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ
آبائـہ وامہاتہ وازواجہ والہ واصحابہ اجمعین) ظاہر ہوئے ہیں اور انہوں توحید کا پرچم بلند فرما کر
دنیا کو دین اسلام کی دعوت دی ہے لیکن ان کی قوم نے ان کو ستایا ہے اور وہ مکہ معظّمہ سے ہجرت
کر کے مدینہ منورہ آ گئے ہیں۔ میں برابر ان کے حال اور اخبار پوچھتا رہا اور وہ اللہ تعالیٰ کی مدد
سے غالب ہوتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ پھر متولی اور خلیفہ
ہوئے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور انہوں نے تھوڑے عرصہ میں ہی اپنے لشکر
کو ملک شام روانہ فرمایا پھر وہ بھی انتقال فرما گئے۔ ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ
تعالیٰ عنہ) متولی اور خلیفہ ہوئے اور انہوں نے ملک شام کے بہت سے شہروں کو فتح کیا۔ پھر
جب وہ بیت المقدس آئے تو میں اُمید کرتا تھا کہ شاید وہ ساحلی علاقوں کی طرف تشریف لے
آئیں گے لیکن وہ بیت المقدس سے ہی واپس چلے گئے۔ اور اتفاق سے تم یہاں آ گئے۔

حضرت یوقنا نے باسیل بن منجائیل سے پوچھا کہ اب تم کیا ارداہ رکھتے ہو۔ باسیل نے
کہا کہ میں جس نبی کا کلمہ پڑھتا ہوں اور جن کی عظمت ومحبت اپنے دل میں موجزن پاتا ہوں
ان کی بارگاہ عالی میں حاضر ہو کر ان کی خدمت کرنے کی سعادت سے محروم رہا ہوں لہذا اب کم
از کم نبی آخر الزماں رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین پاک کی خدمت کرنے کے
لئے اپنی جان خطرے میں ڈال کر مر مٹنے کا جو مجاہدین جذبہ رکھتے ہیں، ان کی خدمت اور
اعادت تو ضرور کرسکتا ہوں اور یہ خدمت انجام دیتے ہوئے مجھے مر مٹنا بھی پڑے تو یہ میری

سعادت ہوگی:

لب پہ کس منہ سے غم الفت لائیں، کیا بلا دل ہے الم جس کا سنائیں
ہم تو ان کے کف پا پر مٹ جائیں، ان کے در پر جو مٹا کرتے ہیں

(از:- امام عشق ومحبت، حضرت رضا بریلوی)

پھر باسیل بن منجائیل نے کہا کہ اب میں اپنے ایمان کو علی الاعلان ظاہر کر کے اپنے
باپ دادا کے باطل دین کی کھلم کھلا مخالفت کر کے دین حق کی علانیہ مدد کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر
انہوں نے حضرت یوقنا اور ان کے ساتھیوں کو رہا کر دیا۔

فتح قلعہ صور

حضرت باسیل بن منجائیل نے حضرت یوقنا اوران کے ساتھیوں کو رہا کرنے کے بعدان کو ہتھیاروں کے خزانہ پر لے آئے اور تمام کو ہتھیاروں سے مسلح کر دیا۔ پھر حضرت باسیل نے حضرت یوقنا کو مطلع کیا کہ قلعہ کے باہر دو ہزار کا اسلامی لشکر آیا ہوا ہے۔ حاکم ارمویل اپنے چار ہزار سپاہیوں اور شہر کے تمام مردوں کو لے کر قلعہ کے باہر مقابلہ کرنے گیا ہوا ہے۔ اس وقت شہر میں بوڑھے، بچے اور عورتوں کے سوا کوئی مرد نہیں۔ شہر کے تمام محکمات اور شہر پناہ کے دروازوں کی کنجیاں میرے پاس ہیں لہذا علی الصبح تم حملہ کر کے شہر کا قبضہ کرلو۔

صبح ہوتے ہی حضرت یوقنا اپنے نو سو مجاہدوں کے ساتھ تہلیل و تکبیر کی صدا بلند کرتے ہوئے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور قلعہ کی نگرانی پر مقرر چند رومی سپاہیوں کو مار گرایا اور قلعہ کی دیوار سے فلک شگاف نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کرتے ہوئے مجاہدوں کو حاکم ارمویل نے قلعہ کی دیوار پر دیکھا تو سمجھ گیا کہ حضرت یوقنا اوران کے ساتھی قید خانہ سے رہا ہوگئے ہیں اور شہر پر قبضہ کرلیا ہے۔ لہذا اس کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور اس کے پاؤں تلے زمین سرک گئی۔ تھوڑی دیر بعد حضرت یزید بن ابی سفیان کے لشکر نے حاکم ارمویل کے لشکر پر یلغار کردی اور بڑی دلیری سے شمشیر زنی کی۔ رومی سپاہی ہزیمت اٹھا کر قلعہ کی دیوار کی طرف پیچھے ہٹنے لگے۔ حضرت یوقنا اوران کے ساتھی قلعہ کا دروازہ کھول کر میدان میں آگئے اور قلعہ کی دیوار کی سمت ہٹنے والے رومی سپاہیوں کو تلواروں کی نوک پر لینا شروع کیا۔ رومی لشکر بری طرح سے پھنس گیا۔ آگے سے حضرت یزید بن ابی سفیان کے لشکر کا شدید حملہ، اور پیچھے سے حضرت یوقنا کی فوج کی شدید ضربیں، رومی لشکر بیچ میں پھنسا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں رومی لشکر میں خوف اور انتشار پھیل گیا اور رومی لشکر کے سپاہیوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ پیٹھ دکھا کر راہ فرار اختیار کی لیکن بھاگ کر کہاں جائیں؟ سامنے کی طرف حضرت یزید بن ابی سفیان کا لشکر راستہ روک کر کھڑا تھا اور قلعہ کے دروازہ پر حضرت یوقنا کی فوج موجود تھی لہذا دائیں بائیں جہاں بھی موقع

ملا بھاگنا شروع کیا۔ مجاہدوں نے مفرور رومیوں کا تعاقب کیا اور جس کو پایا تہ تیغ کیا۔ رومی لشکر کا ایک بھی سپاہی زندہ نہ بچا۔

اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے رومی لشکر کے کیمپ پر قبضہ کرلیا، تمام خیموں اوران میں جو مال و اسباب تھا، سب غنیمت میں لے لیا۔ پھر اسلامی لشکر شان و شوکت سے شہر میں داخل ہوا اہل شہر نے ''لفون لفون'' پکار کر امان طلب کی لہذا حضرت یزید بن ابی سفیان نے اہل شہر کو امان دی اور تمام اہل شہر کو جمع کر کے ان پر اسلام پیش کیا۔ اہل شہر کی اکثریت نے اسلام قبول کیا اور کچھ لوگوں نے اپنے آبائی دین پر رہنا پسند کیا لیکن جزیہ ادا کرنا منظور کیا لہذا ان کو ادائے جزیہ کی شرط پر صلح و امان میں داخل کیا گیا۔ اس طرح ملک شام کا ایک اہم قلعہ فتح ہو کر مسلمانوں کے زیر نگیں آیا اور قلعۂ صور پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

فتح قیساریہ

پسر ہرقل قسطنطین کو قلعۂ صور مسلمانوں کے قبضہ میں آنے کی خبر ملی تو اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا۔ اس کو یقین کے درجہ میں معلوم ہوگیا کہ عشق رسول سے سرشار قوم مسلم کا مقابلہ کرنا غیر ممکن ہے لہذا اس نے اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے راہ فرار اختیار کرنا مناسب جانا۔ قلعہ کے صدر دروازہ پر حضرت عمرو بن العاص کے لشکر کا پڑاؤ تھا لہذا سمندر کی طرف سے فرار ہونا مناسب سمجھا۔ اپنے چند معتمد آدمیوں کو خفیہ راستہ سے سمندر کے گھاٹ پر بھیج کر چند کشتیاں تیار رکھوائیں۔ پھر اپنا خزانہ، نقد، سونا، جواہرات اور جتنا بھی قیمتی سامان تھا وہ تمام بڑے بڑے صندوقوں میں بھرا اور اپنے اہل وعیال کو لے کر خفیہ راستہ سے نکل کر سمندر کے گھاٹ پر آیا اور کشتیوں میں سوار ہوکر رات ہی میں اپنے آبائی شہر قسطنطنیہ بھاگ گیا۔

قسطنطین کے فرار ہونے کی خبر نہ اہل شہر کو ہوئی اور نہ ہی اسلامی لشکر کو، صبح اہل شہر کو معلوم ہوا کہ بادشاہ قسطنطین بزدلوں کی طرح بھاگ گیا تو اہل شہر نے جمع ہوکر مشورہ کیا کہ مناسب یہی ہے کہ شہر کے چند معزز لوگ اسلامی لشکر کے پاس جاکر صلح کر کے شہر کے لئے امان حاصل کرآئیں۔ چنانچہ چند لوگوں کا ایک وفد قلعہ کے دروازہ سے باہر نکلا۔ حضرت عمرو بن العاص کے لشکر کا کیمپ قلعہ کے دروازہ کے بالکل سامنے ہی تھا۔ جب قلعہ کا دروازہ کھلنے کا شور ہوا تو حضرت عمرو بن العاص نے یہ گمان کیا کہ شاید رومی لشکر قلعہ سے نکل کر لڑنے آرہا ہے لہذا انہوں نے مجاہدوں کو ہتھیار سنبھالنے کا حکم دیا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد تمام مجاہد کے حیرت کی انتہا نہ رہی۔ قلعہ سے لشکر کے بجائے روسائے شہر کا وفد برآمد ہوا۔ اہل قیساریہ کا وفد حضرت عمرو بن العاص کے پاس آیا اور صلح کی درخواست کی۔ حضرت عمرو بن العاص نے ان کی درخواست منظور فرمائی اور دو لاکھ درہم اور تمام وہ چیزیں جو قسطنطین اپنے ساتھ نہیں لے جاسکا مثلاً کپڑے، برتن، جانور، ہتھیار، مال واسباب وغیرہ اسلامی لشکر کو سپرد کرنے کی شرط پر صلح کرلی اور ادائے جزیہ کی شرط پر ان کو امان دی گئی۔ حضرت عمرو بن العاص نے اہل

قیساریہ کو صلح وامان کی دستاویز لکھ دی اور سال آئندہ سے ہر بالغ مرد پر چار دینار کا جزیہ مقرر کیا۔ پھر اسلامی لشکر قلعہ قیساریہ میں داخل ہوا اور اس طرح قیساریہ بذریعہ صلح فتح ہوا۔

قیساریہ فتح ہونے کی خبر سن کر اطراف کے شہر و دیہات رملہ، رنیہ، عکہ، یافا، عسقلان، غزہ، نابلس، لبریہ، بیروت، جبلہ اور لاذقیہ کے لوگ حضرت عمرو بن العاص کے پاس آئے اور ادائے جزیہ کی شرط پر صلح کی اور تمام شہر فتح ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے حضرت باسیل بن عون بن مسلمہ کو ایک سو صحابہ کرام کے ساتھ قلعۂ صور بھیجا اور ان کو قلعۂ صور کا حاکم مقرر کیا۔

قیساریہ کی فتح بروز بدھ، وسط عشرۂ ماہ رجب ۱۹ھ میں ہوئی تھی اور اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب اکرم، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے مسلمانوں کو پورے ملک شام کا مالک بنادیا۔

امیر المؤمنین، فاروق اعظم، حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی چھ سال میں ہی پورا ملک شام فتح ہوگیا۔ ملک شام فتح ہونے کے بعد مصر پر بھی اسلام کا پرچم لہرایا اور پھر اسلام کا نور ہدایت پوری دنیا میں پھیلا۔

اسلام پھیلانے کے لئے صحابۂ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین نے جو محنت ومشقت کی ہے اور اپنے سر دھڑ کی بازی لگا کر معرکہ سر کئے اور ہر قسم کی قربانیاں پیش کی ہیں۔ یہ ملت اسلامیہ پر عظیم احسانات ہیں۔ جس سے اس کا ہر فرد تا قیامت ان کا مرہون منت رہے گا۔

خوشخبری

ہندو بیرون ہند، اہل سنت والجماعت کی کتابوں کا واحد مرکز،

مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ترجمان اور فاضل امام

کی نادر اور مایہ ناز تحریروں کو جدید طرز

اور عمدہ انداز میں خوبصورت

کتابت وطباعت کے ساتھ

پیش کرنے میں

صف اول

کا ادارہ

مرکز اہل سنت برکات رضا

رابطہ کا پتہ

امام احمد رضا روڈ، میمن واڈ، پور بندر۔ گجرات (انڈیا)

فون نمبر 0286-222886

ای میل:hamdani786@hotmail.com